تفسیرِ صافی

(جلد دوم)

تالیف

محمد بن مرتضیٰ المعروف بہ مُلا فیض کاشانی

ترجمہ و تلخیص

مولانا سید تلمید حسنین رضوی

تفسیرِ صافی

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزّماں ادرکنی

یا عباس

DvD Version

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

Knowledge for All
SABIL-E-SAKINA

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

انتساب

والدِ گرامی حجۃ الاسلام مولانا سیّد اظہار الحسنین رضوی

کے نام

جن کے فیضِ تربیت نے اِس منزل تک پہنچایا

اور

والدۂ ماجدہ نجمہ خاتون

کے نام

جن کی دعائیں اور نیک تمنّائیں ہمیشہ میرے لیے مشعلِ راہ ہیں

سیّد تلمیذ حسنین رضوی

فہرست مضامین

سورہ آل عمران

الٓمٓ کا مفہوم ۱۲
قرآن کو فرقان کیوں کہا جاتا ہے؟ ۱۲
اللہ ارحام میں تصویر کس طرح بناتا ہے؟ ۱۳
آیات محکمات اور متشابہات ۱۶
رَاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ کون ہیں؟ ۱۷
بہترین دُعا ۱۹
دلائل نبوّت ۲۱
انسان کے لیے باعث زینت ۲۲
جنت کی لذت ۲۴
اسلام اور ایمان میں فرق ۲۶
قیامت میں سب سے زیادہ سخت عذاب ۲۹
کافرین کو اولیاء نہ بناؤ ۳۴
تقیہ کا مفہوم کیا ہے ۳۵
دین محبت کا نام ہے ۳۸
انبیاء کا اصطفاء ۴۱
آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کون ہیں؟ ۴۱
زوجۂ عمران کی نذر ۴۴
عمران کی طرف وحی ۴۵
حضرت مریمؑ کی ولادت ۴۵
حضرت مریم کی کفالت ۴۸
حضرت فاطمہؑ اور گھر کی ذمہ داری ۴۸
حضرت زکریاؑ کی دعا ۵۰
حضرت مریمؑ کی فضیلت ۵۲
حضرت زکریاؑ کو یحییٰؑ کی بشارت ۵۳
اللہ کا حضرت مریمؑ سے خطاب ۵۵
حضرت مریمؑ اور فرشتوں سے گفتگو ۵۵
حضرت فاطمہؑ محدثہ تھیں ۵۵
حضرت عیسیٰؑ کی خصوصیت ۵۸
حضرت عیسیٰؑ کے معجزات ۵۹
حضرت علیؑ کا مُردوں کو زندہ کرنا ۶۰
شریعت عیسیٰؑ کیا تھی؟ ۶۲
حواریین کی وجہ تسمیہ ۶۳
عیسیٰؑ کو خدا نے زندہ اٹھا لیا ۶۶
بعثت حضرت عیسیٰؑ ۶۷
حضرت عیسیٰؑ کس طرح اٹھائے گئے؟ ۶۷
تخلیق آدمؑ و عیسیٰؑ میں مماثلت ۶۹
واقعۂ مباہلہ ۷۰
اہل کتاب کو ایک کلمہ پر متحد ہونے کی دعوت ۷۴
حضرت ابراہیمؑ یہودی اور عیسائی نہ تھے ۷۶
اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ کی تفسیر ۷۷
تحویل قبلہ پر اعتراض ۷۹
اہل کتاب اور امانت ۸۳
توریت میں تبدیلی ۸۵
دو طرح کے افراد کے بارے میں حضرت علیؑ کا قول ۸۷
انبیاء سے میثاق ۸۹
آیت ۸۳ کا تعلق نزول قائم سے ہے ۹۲
حارث بن سوید کے بارے میں ۹۴
حالت کفر میں مرنے والے کی توبہ ۹۴
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ کی تفسیر ۹۶
اسرائیل نے کن چیزوں کو حرام کر لیا تھا؟ ۹۷
تخلیق زمین کی کیفیت ۱۰۰
مکّہ مکرمہ کی وجہ تسمیہ اور اس کے نام ۱۰۰
آیات بَیِّنَاتٌ سے کیا مراد ہے؟ ۱۰۲
حجر اسود کی حضرت سجادؑ کے لیے گواہی ۱۰۳
مقام ابراہیمؑ کیا ہے؟ ۱۰۳
خانۂ کعبہ جائے امن ہے ۱۰۵
حج کن لوگوں پر فرض ہے؟ ۱۰۷

اہل کتاب کا مومنین کو آزمائش میں ڈالنا ۱۱۰
اوس وخزرج کے بارے میں ۱۱۲
وَاعۡتَصِمُوا بِحَبۡلِ اللّٰهِ کا مفہوم ۱۱۵
بِنِعۡمَتِهِ اِخۡوَانًا کی تفسیر ۱۱۷
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت ۱۱۷
چہروں کا سفید وسیاہ ہونا ۱۲۱
خیر امت سے کون مراد ہے؟ ۱۲۴
ذلت ومسکنت کا سامنا ۱۲۶
مومنین کی وہ صفات جو یہودیوں میں نہیں ۱۲۹
کافروں کی تشبیہ ۱۳۰
دوسروں کو رازدار نہ بناؤ ۱۳۱
دوستی کن سے کی جائے؟ ۱۳۲
غزوہ اُحد ۱۳۴
اللہ نے مقام بدر میں مدد کی ۱۳۸
آنحضرتؐ کے دندان مبارک کس کی ضربت سے شہید ہوئے؟ ۱۴۲
جنت کی وسعت ۱۴۵
انفاق فی سبیل اللہ ۱۴۶
شیطان کا ردِّعمل ۱۴۷
جوان رعنا کی توبہ ۱۴۸
زمین کی سیر سے کیا مراد ہے؟ ۱۵۲
جنت میں جانے کے لیے امتحان ۱۵۵
موت اور قتل میں فرق ۱۵۸
غزوۂ اُحد کی تفصیل ۱۵۹
جنگ اُحد میں حضرت علیؑ کو کتنے زخم لگے؟ ۱۶۲
اُحد میں شکست کے اسباب ۱۶۶
غزوۂ اُحد کا منظر ۱۷۰
احد میں شکست کا سبب شیطانی وسوسہ ۱۷۳
امور میں مشورت ۱۷۷
نبیؐ مال غنیمت میں خیانت نہیں کرسکتا ۱۷۹
رضوانِ خدا کا اتباع ۱۸۰
بدر کے قیدیوں کا حکم ۱۸۲
اسباب سے تعلق کون کرتا ہے؟ ۱۸۴
شہیدانِ راہِ خدا زندہ ہیں ۱۸۶
ارواح مومنین کہاں رہتی ہیں؟ ۱۸۷
صرف اُحد کے زخمی حمراء الاسد میں گئے ۱۸۸
غزوۂ بدر صغریٰ ۱۹۰
شیطان اپنے دوستوں کو خوف دلاتا ہے ۱۹۲
اللہ کسے غیب سے آگاہ کرتا ہے؟ ۱۹۴
قربانی کی قبولیت کا طریقہ ۱۹۷
كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ۱۹۹
علیؑ سے محبت کا فائدہ ۲۰۰
مسلمانوں کا امتحان ۲۰۱
اہل کتاب سے میثاق لیا گیا ۲۰۲
لِأُولِي الۡأَلۡبَابِ کون ہیں؟ ۲۰۵
مفہوم عبادت ۲۰۶
لفظ ''رَبَّنَا'' کی برکت ۲۰۷
امیر المومنینؑ کی مکہ سے ہجرت ۲۰۹
اِصۡبِرُوۡا اور رَابِطُوۡا کا مفہوم ۲۱۳

سورۂ نساء

تخلیق آدمؑ وحواؑ ۲۱۴
آدمؑ کے بیٹوں کی شادی ۲۱۷
وَالۡاَرۡحَامَ سے مراد ۲۲۱
یتیم لڑکیوں کا نکاح ۲۲۴
تعدد نکاح کی اجازت ۲۲۴
مہر کی ادائیگی کا قانون ۲۲۶
دردِ شکم کا علاج ۲۲۷
سفیہ سے مراد کون لوگ ہیں؟ ۲۲۸
یتیموں کو مال کب حوالے کیا جائے؟ ۲۲۹
فَلۡيَأۡكُلۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ کا مفہوم ۲۳۰
یتیموں کا مال کھانے کا وبال ۲۳۴
میراث میں ماں باپ کا حصہ ۲۳۶
وصیت پر عمل کرنا ۲۳۸

کلالہ کی میراث	۲۳۹
دو بیٹیوں کی میراث	۲۴۰
عول اور تعصیب کا بیان	۲۴۱
فاحشہ کے لیے چار گواہ	۲۴۳
فاحشہ کی سزا	۲۴۴
کس کی توبہ قبول ہے	۲۴۶
کس کی توبہ قبول نہیں	۲۴۸
باپ کی منکوحہ سے نکاح کا حکم	۲۴۹
وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ کا مفہوم	۲۵۰
طلاق دیتے وقت دیا ہوا مال واپس نہ لو	۲۵۲
کن سے نکاح حرام ہے؟	۲۵۴
دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کا مسئلہ	۲۵۸
متعہ کا حکم	۲۶۲
کنیز اور آزاد عورت سے شادی کا حکم	۲۶۶
غلام اور کنیز کو زنا کی سزا	۲۶۶
جوئے اور سود کا حکم	۲۷۰
قرض ادا کرنے کا قانون	۲۷۱
جبیرہ کا حکم	۲۷۲
گناہان کبیرہ	۲۷۳
اللہ سے فضل کا سوال	۲۷۷
وراثت میں قریبی رشتہ دار	۲۷۸
اَلَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ کی تفسیر	۲۷۸
اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ کی تفسیر	۲۷۹
نیکوکار عورت کی صفات	۲۸۰
اختلاف کے وقت ثالث	۲۸۱
پیغمبرؐ اور علیؑ امت کے باپ ہیں	۲۸۲
پڑوسی کی تعریف	۲۸۲
بخیل اور شحیح کا فرق	۲۸۴
رسول اکرمؐ ہر ایک کی شہادت دیں	۲۸۸
نشہ کی حالت میں نماز کا حکم	۲۹۰
مسجد میں مجنب کے داخل ہونے کا حکم	۲۹۱
تیمّم کا مقصد	۲۹۳
تیمّم کی کیفیت	۲۹۴
یہودی اور توریت میں تبدیلی	۲۹۶
اصحاب السّبت کی تعریف	۲۹۹
شرک کے سوا تمام گناہوں کی معافی	۳۰۰
يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ کی تفسیر	۳۰۲
نقیر کا مفہوم	۳۰۳
ملک عظیم سے کیا مراد ہے؟	۳۰۵
ظل ظلیل کا مفہوم	۳۰۶
ادائے امانت	۳۰۷
تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ	۳۰۸
اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ کی تفسیر	۳۱۱
اللہ اور رسولؐ کی طرف پلٹانے سے مراد	۳۱۲
طاغوت سے فیصلہ نہ کراؤ	۳۱۵
اختلافات میں رسولؐ کو حَکَم بناؤ	۳۱۸
منعم علیہم کون ہیں؟	۳۲۰
قتل فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	۳۲۴
وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ کا مفہوم	۳۲۵
نیکی اللہ کی طرف سے برائی تمھاری جانب سے	۳۳۰
ایک کا بدلہ دس	۳۳۰
رسولؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت	۳۳۲
قرآن میں تدبّر کرو	۳۳۴
فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ کی تفسیر	۳۳۵
بدر صغریٰ اور نبی اکرمؐ	۳۳۶
برادر مومن کے لیے دعا کا فائدہ	۳۳۸
بہترین تحفہ	۳۳۹
سلام کا طریقہ	۳۳۹
وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ کا شان نزول	۳۴۳
فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا	۳۴۷
قتلِ مومن کا انجام	۳۴۷
دیت اور کفارہ دونوں	۳۵۰

جو سلام کرے وہ مومن ہے ۳۵۳
قاعدین اور مجاھدین برابر نہیں ۳۵۶
ملائکہ روح قبض کرتے ہیں ۳۶۰
کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۳۶۱
ہجرت فی سبیل اللہ ۳۶۵
نمازِ خوف کا طریقہ ۳۶۸
وَلَا تَهِنُوْا فِی ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ کی تفسیر ۳۷۴
صاحبان ایمان کا مفہوم ۳۷۵
بنی ابیرق کے تین بھائی ۳۷۶
معروف کا مفہوم ۳۸۳
تین امور میں جھوٹ بولنے کی اجازت ۳۸۴
شیطان کی گمراہی کے طریقے ۳۸۷
ایمان اور عمل صالح کا فائدہ ۳۹۰
ملتِ ابراہیمی کیا ہے؟ ۳۹۲
ابراہیم خلیل اللہ ۳۹۴
عورتوں کے بارے میں فتویٰ دریافت کرنا ۳۹۷
دنیا اور آخرت کا ثواب ۴۰۴
کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ کا مفہوم ۴۰۵
کن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے؟ ۴۰۷
عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا واقعہ (حاشیہ) ۴۰۸
منافقوں کو سزا کی بشارت ۴۱۰
ایسے شخص کے پاس مت بیٹھو ۴۱۱
کتابِ عیون اخبار الرضا کی روایت ۴۱۲
منافقین کی علامت ۴۱۳
شاکر و مومن پر عذاب نہیں ۴۱۶
ظالم کسے کہتے ہیں؟ ۴۱۷
بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے نہایت سنگین سوال کیا ۴۲۲
بنی اسرائیل نے عہد شکنی کی ۴۲۳
حضرت عیسیٰؑ نہ قتل ہوئے نہ انھیں صولی دی گئی ۴۲۵
اہل کتاب کا مرنے سے پہلے ایمان لانا ۴۲۷
انبیاء کرام پر وحی کا واقعہ ۴۳۱
قرآنی سورتوں کی تفصیل ۴۳۲
حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ سے کلام ۴۳۳
دین میں غلو جائز نہیں ۴۳۷
تثلیث کا مفہوم ۴۳۸
حضرت عیسیٰؑ عبد خدا ہیں ۴۳۹
قرآن کا نام برھان ۴۴۰
نور مبین کون ہے؟ ۴۴۰
صراط مستقیم کیا ہے؟ ۴۴۱
کلالہ کے بارے میں فتویٰ ۴۴۲

سورۂ مائدہ

ایفائے عہد کیا ہے؟ ۴۴۴
چوپایوں میں کون سے جانور حلال ہیں؟ ۴۴۵
کن چیزوں کو حرام کیا گیا ۴۴۸
پانسوں سے تقسیم کا حکم ۴۴۹
اکمال دین اور اتمام نعمت ۴۵۱
کیا چیزیں حلال ہیں ۴۵۴
اہل کتاب کا طعام تمھارے لیے حلال ہے ۴۵۶
احسان کا مفہوم کیا ہے؟ ۴۵۷
اہل کتاب سے نکاح کرنا کیسا ہے؟ ۴۵۷
وضو کا طریقہ ۴۶۰
یتیم کا طریقہ ۴۶۴
میثاق کیا ہے ۴۶۵
عدل کرو وہ تقویٰ کے قریب لے جاتا ہے ۴۶۷
بارہ نقیب مقرر ہوئے ۴۶۹
بنی اسرائیل کو اریحا جانے کا حکم ۴۷۰
اہل کتاب کن باتوں کو چھپاتے ہیں ۴۷۳
نور اور کتاب مبین ۴۷۳
فترت کا مفہوم ۴۷۷
ہر امت کو اس کے گواہ کے ساتھ بلایا جائے گا ۴۷۸
حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو نعمتیں یاد دلائیں ۴۸۰
ارض مقدسہ کون سی ہیں؟ ۴۸۰

آدم کے دو بیٹوں کا قصہ ... ۴۸۵
ایک انسان کا قتل تمام انسانوں کا قتل ... ۴۸۸
ایک کی زندگی تمام انسانوں کی زندگی ... ۴۸۹
خدا اور رسولؐ سے جنگ کرنے والوں کی سزا ... ۴۹۱
وسیلہ تلاش کرو ... ۴۹۴
چوروں کے ہاتھ کاٹنا ... ۴۹۶
یہودیوں کی تحریف ... ۵۰۱
سُحت کیا ہے؟ ... ۵۰۳
یہودی اور قصاص کے احکام ... ۵۰۷
شرعۃ اور منہاج کا فرق ... ۵۱۱
اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ ... ۵۱۲
یہود اور نصاریٰ کو اولیاء نہ بناؤ ... ۵۱۵
یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّونَهُ کی تفسیر ... ۵۱۸
اولیاء کا تعارف ... ۵۲۱
حزب اللہ سے کیا مراد ہے؟ ... ۵۲۳
یہودیوں نے کہا یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ... ۵۳۳
بنوقریظہ اور بنونضیر کا انجام ... ۵۳۴
اہل کتاب اگر ایمان لے آتے ... ۵۳۵
آیت بلّغ ... ۵۳۸
خطبۂ غدیر ... ۵۳۸
تثلیث کا عقیدہ ... ۵۵۷
مسیح بن مریمؑ رسول ہیں ... ۵۵۸
یَاکُلَانِ الطَّعَامَ کی تفسیر ... ۵۵۹
بنی اسرائیل پر انبیاء کی زبانی لعنت ... ۵۶۱
بنی اسرائیل کی نافرمانی اور سرکشی کا بیان ... ۵۶۳
بادشاہوں کے امور میں دخالت کیسی ہے؟ ... ۵۶۴
نصاریٰ مومنین سے زیادہ قریب ہیں ... ۵۶۵
ہجرت حبشہ اور حضرت جعفر طیارؓ ... ۵۶۸
اے مومنو! پاک چیزوں کو حرام نہ بناؤ ... ۵۷۱
لغو قسم میں کوئی مؤاخذہ نہیں ... ۵۷۳
قسم کا کفارہ ... ۵۷۳
خمر و میسر کے ذریعے شیطان دشمنی پیدا کرتا ہے ... ۵۷۷
شراب کی حرمت سے قبل پینے والوں کا انجام ... ۵۷۸
ایمان اور تقویٰ کے مدارج ... ۵۸۱
شکار کے ذریعے مومنین کا امتحان ... ۵۸۶
حالتِ احرام میں شکار نہ کرو ... ۵۸۸
ذَوا عَدْلٍ کی تفسیر ... ۵۸۹
هَدیاً بَالِغَ الْکَعْبَةِ کی تفسیر ... ۵۹۰
اَوعَدْلُ ذَلِکَ صِیَاماً ... ۵۹۰
زہری کا سوال امام کا جواب ... ۵۹۱
سمندر کا شکار حلال ہے ... ۵۹۲
کعبہ اور لوگوں کا قیام ... ۵۹۳
خبیث اور طیّب برابر نہیں ... ۵۹۶
ایسے سوال نہ کرو جن کا جواب ناگوار گزرے ... ۵۹۷
بحیرہ، سائبہ وصیلہ اور حام کا مفہوم ... ۵۹۹
اپنے آپ کو درست کرو ... ۶۰۱
مرتے وقت وصیت کا قانون ... ۶۰۳
انبیاء سے سوال اور ان کا جواب ... ۶۰۷
عیسیٰؑ بن مریم کا تذکرہ ... ۶۰۸
حواریوں کی عیسیٰؑ سے مائدہ کی فرمائش ... ۶۱۱
عیسیٰؑ بن مریم سے قیامت میں سوال ... ۶۱۶
اللہ کے اسمائے اعظم ... ۶۱۷
فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِي کا مفہوم ... ۶۱۸
عرصہ محشر سچ بولنے والوں کی سچائی ... ۶۲۰
سورۂ مائدہ کی فضیلت ... ۶۲۳

سورۂ آل عمران

مدنی سورہ ہے اور اس میں دوسو آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾

اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۙ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ؕ﴿۲﴾

نَزَّلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَ اَنۡزَلَ التَّوۡرٰىۃَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ ۙ﴿۳﴾

مِنۡ قَبۡلُ ہُدًی لِّلنَّاسِ وَ اَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ۬ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ؕ وَ اللّٰہُ عَزِیۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ﴿۴﴾

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخۡفٰی عَلَیۡہِ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ؕ﴿۵﴾

ہُوَ الَّذِیۡ یُصَوِّرُکُمۡ فِی الۡاَرۡحَامِ کَیۡفَ یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۶﴾

بڑے مہربان اور نہایت مشفق اللہ کے نام سے

۱۔ الف۔ لام۔ میم

۲۔ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہ زندہ ہے اور نظام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ ۳۔ اے رسول اس نے تم پر کتاب نازل کی جو برحق ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے جو اس سے پہلے آچکی ہیں۔ اس سے پہلے وہ انسانوں کی ہدایت کے لیے توریت اور انجیل نازل کر چکا ہے۔ ۴۔ اور اس نے فرقان کو بھی نازل کیا۔ جن لوگوں نے آیات خداوندی کو قبول کرنے سے انکار کیا ان کے لیے شدید عذاب ہے اللہ بے پناہ طاقت کا مالک ہے اور برائی کا بدلہ لینے والا ہے۔

۵۔ آسمان میں ہو یا زمین میں اللہ کی نگاہوں سے کچھ مخفی نہیں۔ ۶۔ وہی تو ہے جو شکمِ مادر میں تمھاری صورتیں جیسی چاہتا ہے بناتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں وہ زبردست اور صاحبِ حکمت ہے۔

۱- الٓـمّٓ ان حروف مقطعات کی تاویل کے بارے میں سورۂ بقرہ کے آغاز میں گفتگو کی جا چکی ہے۔

کتاب معانی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ سورۂ آل عمران میں جو الٓـمّٓ ہے اس کا مفہوم ہے اَنَا اللّٰہُ الْمَجِیْدُ میں خدائے بزرگ و برتر ہوں۔ ۱

۲- اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔

اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہ زندۂ جاوید ہے اور نظام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔

۳- نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ .... وَالْاِنْجِیْلَ۔

۴- مِنْ قَبْلُ ھُدًی .... عَزِیْزٌ ذُوانْتِقَامٍ۔

اے رسول! اس نے تم پر قرآن کو آہستہ آہستہ عدل، صداقت اور معتبر دلائل کے ساتھ نازل کیا کہ وہ اللہ کا کلام ہے۔ وہ ان تمام کتابوں کی تصدیق کر رہا ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی تھیں اور اسی نے قرآن مجید کے نازل کرنے سے پہلے حضرت موسیٰؑ پر توریت اور حضرت عیسیٰؑ پر انجیل کو بالعموم تمام انسانوں کی ہدایت اور بالخصوص ان کی قوموں کی ہدایت کے لیے نازل کیا۔

اور قرآن کو نازل کیا جو حق و باطل کے مابین فرق کرنے والی کتاب ہے۔

کتاب کافی میں امام صادقؑ سے روایت ہے کہ قرآن مکمّل کتاب کو کہتے ہیں اور فرقان سے مراد وہ محکم آیتیں ہیں جن پر عمل کرنا واجب ہے۔ ۲

کتاب جوامع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کتاب حکیم میں "فرقان" سے مراد تمام محکم آیتیں ہیں۔ ۳

تفسیر قمی ۴ اور عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ "فرقان" سے مراد ہر محکم امر ہے اور "کتاب" سے مراد مکمل قرآن مجید ہے جس میں ان تمام انبیاء کی تصدیق کی گئی ہے جو اس کتاب کے نازل ہونے سے پہلے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ ۵

کتاب علل الشرائع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ قرآن کو فرقان کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ وہ ان آیتوں اور سورتوں کو الگ کرتا ہے جو الواح و صحف اور توریت و زبور و انجیل کے علاوہ

---

(۱) معانی الاخبار ص ۲۲ ج ۱ (۲) الکافی ج ۲ ص ۶۳۰، ح ۱۱ (۳) جوامع الجامع، ج ۱ ص ۱۵۹-۱۵۸
(۴) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۹۶ (۵) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۱۶۲

نازل کی گئیں اور پھر ان سب کو الواح اور ورق میں ایک ساتھ نازل کیا گیا۔[۱]

جو لوگ نازل شدہ کتابوں میں جو آیتیں ہیں ان کا انکار کرتے ہیں تو ان کے انکار کی وجہ سے ان پر سخت عذاب ہوگا۔ اللہ غالب ہے اسے عذاب سے کوئی روکنے والا نہیں وہ برائی کا بدلہ لینے والا ہے اور کوئی دوسرا اس جیسا بدلہ لینے پر قدرت نہیں رکھتا۔

۵- اِنَّ اللّٰہَ .... فِی السَّمَآءِ-

بلاشبہ آسمان میں ہو یا زمین میں اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ پوری کائنات میں صرف دو کا ذکر کیا اس لیے کہ محسوسات ان دونوں سے متجاوز نہیں ہوتے۔

۶- ھُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ .... ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ-

وہی تو ہے جو شکم مادر میں تمھاری صورتیں جیسی چاہتا ہے، بناتا ہے (خوب صورت، بدصورت، مرد عورت) تو بھلا اس سے کوئی چیز کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

کتابِ فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوقات کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے اور آدم کے درمیان جتنی صورتیں تھیں ان سب کو جمع کیا پھر ان سب کو ایک ہی صورت پر پیدا کر دیا تا کہ کوئی اپنی اولاد کے بارے میں یہ نہ کہے کہ یہ مجھ سے مشابہت نہیں رکھتا یا میرے آباواجداد کی شباہت اس میں نہیں پائی جاتی۔[۲]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے جب نطفے کو خلق کرنا چاہا جس کا میثاق (معاہدہ) صلبِ آدم میں لیا جاچکا تھا یا جو کچھ اس تخلیق کے سلسلے میں اس سے ظاہر ہو وہ اسے رحم میں رکھ دے تو اس نے مرد کو جماع کے لیے حرکت دی اور رحم پر وحی کی کہ اپنا دروازہ کھول دے تا کہ تیرے اندر میری مخلوق اور میری قضا و قدر جو نافذ ہونے والی ہے وہ داخل ہوجائے۔ رحم نے اپنا دروازہ کھول دیا تو نطفہ رحم تک پہنچا اور چالیس دنوں تک اس میں چکّر لگا تا رہا پھر چالیس دنوں میں "علقہ" بنا اور اس کے بعد چالیس دنوں میں "مضغہ" بنا پھر اس کے بعد گوشت بن گیا جس میں جال کی طرح رگیں بچھا دی گئیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو بھیجا جن کا کام تخلیق کرنا ہے اور وہ رحم میں اللہ کی مرضی کے مطابق تخلیق کرتے ہیں وہ عورت کے شکم میں اس کے منہ سے داخل ہوتے ہیں اور اس کے رحم تک پہنچ جاتے ہیں اور وہاں قدیمی روح ہوتی ہے جو مردوں کے اصلاب اور عورتوں کے ارحام سے منتقل ہوتی ہے تو وہ دونوں فرشتے اس کے رحم میں زندگی اور بقا کی

---

(۱) علل الشرائع، ص ۴۷۰ ح ۳۳ (۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۳۱۲

روح پھونکتے ہیں اور اس گوشت کے لوتھڑے میں کان، آنکھ اور تمام اعضاء و جوارح اور شکم میں پائی جانے والی تمام چیزیں اللہ کی اجازت سے بنا دیتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ ان دونوں فرشتوں پر وحی کرتا ہے کہ اس کے لیے میری قضا و قدر اور امر کے نافذ ہونے کو واجب قرار دو اور جو کچھ تحریر کر رہے ہو اس میں "بدا" [۱] کی شرط رکھ دو تو وہ دونوں فرشتے یہ کہیں گے کہ اے پالنے والے! ہم کیا لکھیں؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا اس وقت اللہ تعالیٰ ان دونوں فرشتوں کی طرف وحی کرے گا کہ تم دونوں اپنے سروں کو اس کی ماں کے سر کی جانب بلند کرو، وہ دونوں اپنے اپنے سروں کو بلند کریں گے تو دیکھیں گے کہ "لوح" اس کی ماں کی پیشانی پر دستک دے رہی ہے جب وہ فرشتے لوح میں دیکھیں گے تو انھیں اس مولود کی صورت، زینت، مدّت حیات، معاہدہ، بدبختی، خوش نصیبی یا جملہ احوال نظر آئیں گے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا ایک فرشتہ دوسرے کو اس کے احوال تحریر کرا دے گا اور جو کچھ لوح میں ہے وہ دونوں فرشتے لکھ لیں گے۔ اور اس تحریر میں بدا کی شرط لگا دیں گے اور پھر اس تحریر پر مہر لگا کر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان رکھ دیں گے پھر اس مولود کو شکم مادر میں حالت قیام میں رکھیں گے پس اگر وہ متکبر ہوگا تو پلٹ جائے گا اور ایسا صرف اس کے لیے ہوگا جو متکبر اور سرکش ہوگا۔

اور جب مولود کے نکلنے کی مدّت پوری ہو جائے گی اور وہ مکمل طور سے یا نامکمل نکلے گا تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ رحم کی طرف وحی کرے گا کہ تو اپنا دروازہ کھول دے تاکہ میری مخلوق میری زمین پر آجائے اور اس میں میرا امر نافذ ہو جائے اس لیے کہ اس کے نکلنے کا وقت آچکا ہے تو امامؑ نے فرمایا کہ رحم بچّے کے لیے دروازے کو کھول دے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس مولود کی طرف ایک فرشتے کو بھیجے گا جس کا نام "زاجر" ہوگا تو وہ اس مولود کو ایسی ڈانٹ پلائے گا جس سے ڈر کر اس بچّے کی ٹانگیں سر کے اوپر اور اس کا سر شکم کی نچلی طرف ہو جائے گا تاکہ عورت کے لیے ولادت میں آسانی ہو اور بچّے کے لیے نکلنا سہل ہو تو پھر دوبارہ فرشتہ ڈانٹ ڈپٹ کرے گا جس کے سبب بچّہ زمین پر روتے ہوئے گر پڑے گا۔[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ تخلیقِ نطفہ کا مفہوم ہے کہ اسے مکمل بشر بنا دے گا اور اللہ کے اس قول وَمَا يَبْدُوْ لَهٗ فِيْهِ کا مفہوم ہے مَايَبْدُوْلَهٗ فِيْ خَلْقِهٖ یعنی اس کی تخلیق کے بارے میں جو کچھ ظاہر ہوگا۔

فَلَا يُتِمُّ خَلْقَهٗ کے معنی ہیں کہ جو حمل ساقط ہو جائے۔

رحم پر وحی کرنے کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحم کو فطری اعتبار سے اطاعت کے لیے خلق فرمایا ہے۔

---

(۱) بدا شیعوں کا ایک خاص عقیدہ ہے۔ یمحو اللہ مایشاء ویثبت کی بنیاد پر۔ اللہ جس چیز کو چاہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ (۲) الکافی، ج۶، ص ۱۳۔ ۱۵، ح ۴

قدیمی روح کنایہ ہے نفس نباتیہ سے اور زندگی کے ساتھ بقا کا لفظ بتا رہا ہے کہ نفس حیوانیہ مادہ سے مجرد ہے اور تخلیق کے ابتدائی مراحل میں باقی رہتا ہے اور نفس نباتیہ مادہ سے جدا ہوکر باقی نہیں رہتا۔

ہم نے بدا کا مفہوم اپنی ''وافی'' نامی کتاب میں پوری تحقیق کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔[1]

ماں کی پیشانی پر لوح کی دستک کا مفہوم دراصل کنایہ ہے کہ مولود کی ماں کی عادات، صفات و اخلاق کے تمام حالات اس کی پیشانی اور اس شکل سے ظاہر ہوں گے جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے گویا کہ وہ اس کی لوح جبین پر مرقوم ہیں اور اولاد کو جیسا ہونا چاہیے اس کے احوال کا استنباط ماں کی پیشانی سے کیا جاتا ہے اور مولود اور ماں کے درمیان مناسبت کے اعتبار سے تحریر کر دیا جاتا ہے اس لیے کہ روح کا جوہر بدن کے استعداد اور اس کی قبولیت کے اعتبار سے اپنا فیضان کرتا ہے۔ اور استعداد بدن والدین کے احوال نفسانی اور ان کے صفات اور اخلاق کا پابند ہے بالخصوص وہ ماں جو بچّے کی تربیت پر مامور ہو جو اس کے باپ کی پشت سے آیا ہو تو اس کی پیشانی اس کے پدری اور مادری حالات پر مشتمل ہے یعنی ان کی ذات کے لحاظ سے جو دونوں کے مناسب ہو۔ اور تحریر کو مہر لگانا کنایہ ہے ظہور صفات و اخلاق کا اس کی پیشانی اور صورت سے جس پر انھیں خلق کیا گیا ہے۔

(۱) الوافی، ج ۱، ص ۵۰۷، باب ۵۰

هُوَ الَّذِيٓ اَنۡزَلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وَاُخَرُ
مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ فِيۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَيۡغٌ فَيَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ
الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِيۡلِهٖ ۚ وَمَا يَعۡلَمُ تَاۡوِيۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِي الۡعِلۡمِ
يَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۞
رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَيۡتَنَا وَهَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً ۚ اِنَّكَ
اَنۡتَ الۡوَهَّابُ ۞
رَبَّنَاۤ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوۡمٍ لَّا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ ۞

۷۔ وہ اللہ وہی ہے جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔ اس میں بعض آیات تو محکم ہیں جو اصل کتاب ہیں اور کچھ آیات متشابہات ہیں، پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور انھیں اپنے مطلب کے موافق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالاں کہ ان آیات کا صحیح مفہوم اللہ اور راسخون فی العلم کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا اس پر ایمان ہے۔ محکم ہوں یا متشابہ سب ہمارے رب کی جانب سے ہیں اور صاحبان عقل ہی اس بات سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

۸۔ ان کا کہنا ہے کہ اے ہمارے پروردگار جب تو نے ہمیں نعمت ہدایت سے نوازا ہے تو اب ہمارے دلوں میں کجی نہ آنے پائے اور ہمیں اپنی جانب سے رحمت عطا فرما کہ تو بہترین عطا کرنے والا ہے۔

۹۔ خدایا! تو تمام انسانوں کو اس دن جمع کرے گا جس کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور اللہ وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔

۷۔ هُوَ الَّذِيٓ اَنۡزَلَ عَلَيۡكَ ...... وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۔

وہ اللہ وہ ہے جس نے اے پیغمبر تم پر کتاب نازل کی جس کی کچھ آیتیں محکم ہیں یعنی عبارت واضح، صریح اور اجمال سے محفوظ ہے۔

هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وہی محکم آیات عمل کرنے کے لیے اصل اور بنیادی ہیں یعنی وہ ایسی کسوٹی ہے جس پر ہم ان کے علاوہ دیگر آیات کو لوٹا کر پرکھ سکتے ہیں۔

وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ اور دیگر آیات متشابہات ہیں یعنی ان کے معانی مبہم ہیں ان میں کئی احتمالات پائے جاتے ہیں۔ ان کا مقصود واضح نہیں ہے۔ غور وفکر کے بعد ہی اس کا صحیح مطلب سمجھ میں آسکتا ہے تاکہ اس طرح علمائے ربانی کی فضیلت ظاہر ہو۔

ان متشابہات کے معانی کو استنباط کرکے اور ان کو محکمات کی طرف لوٹا کر اور اس لیے بھی کہ اس کے ذریعے سے انھیں اللہ تعالٰی کی معرفت کا حصول اور توحید باری تک رسائی ہو۔

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے محکم ومتشابہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا محکم وہ آیات ہیں جن پر عمل کیا جائے اور متشابہ وہ آیتیں ہیں جو جاہل پر مشتبہ رہتی ہیں۔ ۱

اور ان کی تفسیر کے بارے میں ہم چوتھے مقدمے میں دیگر روایات کا ذکر کر چکے ہیں۔

کتاب کافی اور تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کی تاویل کے بارے میں مروی ہے کہ امیر المومنین اور ائمہؑ کرام آیات محکمات ہیں۔ ۲

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ .... ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ۔

پس جن کے دلوں میں کجی ہے یعنی حق سے ہٹے ہوئے ہیں جیسے بدعت کرنے والے تو وہ متشابہ آیات یعنی ظاہری معنی سے چمٹے رہتے ہین یا اس کی من مانی تاویلیں کرتے ہیں۔ ان کا مقصود فتنہ پردازی ہے وہ شک وشبہے میں ڈال کر اور محکم ومتشابہ میں تضاد پیدا کرا کے لوگوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں فتنے سے مراد کفر ہے۔ ۳

وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ اور ان کا منشاء یہ ہے کہ ان آیات کی من مانی تاویلیں کریں۔

وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ حالاں کہ اس کا اصل مفہوم جس پر ان آیات کو محمول کیا جائے کوئی نہیں جانتا۔

اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ سوائے اللہ اور ان افراد کے جو غور وفکر کرتے ہیں اور علم پر قدرت رکھتے ہیں۔

تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ سے مراد مکمل قرآن کی تاویل ہے صرف متشابہ کی تاویل نہیں۔ ۴

کتاب کافی اور تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے نحن الراسخون فی العلم و نحن نعلم تاویله ہم ہی علم میں پختہ ہیں اور ہم ہی اس کی تاویل کو جانتے ہیں۔ ۵

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم علم میں سب سے زیادہ پختہ ہیں اللہ تعالٰی نے جو

---

(۱) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۶۲، ح ۳ (۲) الکافی، ج ۱، ص ۴۱۴–۴۱۵، ح ۱۴ و تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۶۲، ح ۲
(۳) مجمع البیان، ج ۱، ۲، ص ۴۱۰ (۴) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۶۴، ح ۶
(۵) الکافی، ج ۱، ص ۲۱۳، ح ۱ و تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۶۴، ح ۸

کچھ نازل کیا ہے تنزیل اور تاویل دونوں کا علم آپ کو عطا کر دیا ہے اور ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ آں حضرتؐ پر کوئی چیز نازل کرے اور اس کی تاویل کا علم انھیں عطا نہ کرے اور آں حضرتؐ کے بعد ان کے اوصیاء مکمل علم رکھتے ہیں۔[۱]

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے ایک حدیث کے ذیل میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل ذکرہ جس کی رحمت و کرم اس کی مخلوق پر وسیع ہے اور اسے علم ہے کہ اس کے کلام میں تبدیلی کرنے والے کیا کیا تبدیلیاں کریں گے اس نے اپنے کلام کو تین حصّوں میں بانٹ دیا ہے اس میں سے ایک وہ حصّہ ہے جسے عالم و جاہل دونوں جانتے ہیں اور ایک حصّہ اس میں سے وہ ہے جسے صرف وہی جانتا ہے جس کا ذہن صاف اور حس پاکیزہ اور پرکھنے میں درست ہے یہ ان لوگوں میں سے ہے اللہ نے جس کے سینے کو اسلام کے لیے کشادہ کر دیا ہے۔ اور ایک حصّہ وہ ہے جسے صرف اللہ، اس کے انبیاء اور علم میں پختہ کار افراد ہی جانتے ہیں تاکہ کہیں صاحبان باطل میراث رسول پر زبردستی قبضہ کرنے والے اس علمِ کتاب کا دعویٰ نہ کر دیں جسے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے نہیں رکھا ہے۔[۲]

یَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ .... اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ۔

یہ علم میں پختہ کار، تاویل کا علم رکھنے والے کہتے ہیں ہم متشابہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں محکم و متشابہ دونوں طرح کی آیتیں ہمارے پروردگار کی جانب سے ہیں۔ اس صاحب حکمت کے پاس سے جس کے کلام میں کوئی تناقض نہیں ہے۔ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ صرف صاحبان عقل ہی اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ یہ جملہ درحقیقت راسخون (پختہ کار) کے جودتِ ذہن اور حسنِ تدبّر کی توصیف ہے۔ اور اشارہ ہے اس تیاری کی طرف جو تاویل قرآن کی رہنمائی کے لیے انھوں نے کی ہے اور وہ محسوسات کے پردوں سے عقل کا مجرد اور خالص ہونا ہے۔

کتاب توحید اور تفسیر عیاشی میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا جان لو! کہ راسخون فی العلم وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے غیب کے علاوہ پرپیچ راستوں میں گھسنے سے مستغنی کر دیا ہے۔ اور جس غیبِ محجوب (پوشیدہ) کی تفسیر وہ نہیں جانتے وہ اس کے عدمِ علم کا اقرار کرتے ہیں۔ اور انھوں نے کہا اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ۚ ہم متشابہ پر ایمان رکھتے ہیں یہ سب کا سب ہمارے پروردگار کی جانب سے ہے تو اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو تلاش کرنے کے لیے انھیں مکلّف نہیں بنایا اس میں تعمّق (یعنی گہرائی میں جانا) کو ترک کر دینے کا نام رسوخ رکھ دیا گیا۔ تم اسی بات کو کافی سمجھو اور عظمت خداوندی کو اپنی عقل کے معیار پر نہ پرکھو ورنہ ہلاک ہوجانے والوں میں سے ہوجاؤ گے۔[۳]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کی متشابہ آیات کو

---

(۱) الکافی، ج۱، ص ۲۱۳، ح ۲ والعیّاشی، ج۱، ص ۱۶۴، ح ۶ (۲) الاحتجاج، ج۱، ص ۳۷۶

(۳) التوحید، ص ۵۵، ح ۱۳ وتفسیر عیّاشی، ج۱، ص ۱۶۳، ح ۵

محکم آیات کی طرف لوٹائے گا تو گویا اس نے صراط مستقیم کی ہدایت پالی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: قرآنی متشابہات کی طرح ہماری احادیث میں بھی متشابہات ہیں تو تم پر لازم ہے کہ ان متشابہ احادیث کو محکم احادیث کی طرف لوٹاؤ اور محکم کو چھوڑ کر متشابہات کا اتباع نہ کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔[1]

۸-رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا.......... اَنْتَ الْوَهَّابُ-

راسخون فی العلم اس طرح دعا طلب کرتے ہیں پروردگارا ہمارے دلوں کو جادۂ حق سے منحرف نہ کرنا ایسی متشابہ آیات کی پیروی کی وجہ سے جن کی تاویل سے تو راضی نہیں ہے۔

لفظ ''زیغ'' (کجی) کو اللہ کی طرف اس لیے نسبت دی گئی کیوں کہ وہی اس کے امتحان کے اسباب فراہم کرنے والا اور اس سے ہاتھ کھینچ لینے والا ہے۔

بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا۔ حق کی جانب ہماری ہدایت کرنے کے بعد

وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً تو اپنے کرم، عنایت اور نصرت کو ہمارے شامل حال رکھ۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ اس لیے کہ تو ہی ہر سوال کو پورا کرنے والا ہے۔

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السّلام سے حدیث ہشام کے ذیل میں مروی ہے۔ امام علیہ السّلام نے ہشام سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صالح اور نیکو کار قوم کے الفاظ بیان کیے ہیں جنھوں نے کہا تھا ''رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ'' جب ان لوگوں نے جان لیا کہ دلوں میں کجی آجاتی ہے اور وہ گمراہی اور ہلاکت کی جانب لوٹ جاتے ہیں وہ شخص خوف خدا نہیں رکھتا جسے معرفت الٰہی کا تعقّل حاصل نہیں، اور جسے معرفت الٰہی کا حصول نہیں ہوا تو اس کا دل اس معرفت پر ثابت قدم نہیں رہتا جس کے ذریعے وہ دیکھ سکے اور اپنے دل میں اس کی حقیقت کو پا سکے۔ اور کوئی بھی اس سعادت تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا مگر جس کا قول اس کے عمل کی تصدیق کرے اور جس کا باطن اس کے ظاہر کے موافق ہو اس لیے کہ خداوند عالم باطل کی رہنمائی نہیں فرماتا جو عقل سے مخفی ہو۔ سوائے اس ہدایت کے جو بظاہر حاصل ہو جائے اور وہ گفتگو جو عقل کا پتا دے۔[2]

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تم لوگ اکثر یہ کہا کرو ''رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا'' اور کجی سے اپنے آپ کو کبھی محفوظ نہ سمجھو۔[3]

۹-رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ .... لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ-

پروردگارا تو روز حساب اور روز جزا تمام انسانوں کو جمع کرے گا جس کے واقع ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا اس لیے وعدے کو وفا نہ کرنا اس کی خدائی کے منافی ہے۔

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۲۹۰، ح ۳۹ (۲) الکافی، ج ۱، ص ۱۸، باب العقل والجہل (۳) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۶۴، ح ۹

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ
وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿١٠﴾
كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ
بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١١﴾
قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٢﴾
قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ
كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ ۗ
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿١٣﴾

۱۰۔ بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے انھیں خدا کے عذاب سے نہ ان کا مال بچائے گا اور نہ ہی ان کی اولاد اور یہی لوگ جہنّم کا ایندھن بنیں گے۔

۱۱۔ ان لوگوں کا حال قوم فرعون اور ان سے پہلے کے لوگوں جیسا ہے جنھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا تو خداوند عالم نے ان کے گناہوں کے بدلے میں ان کی گرفت کی تھی اور خدا تو سخت سزا دینے والا ہے۔

۱۲۔ اے رسول آپ کافروں کو بتلا دیں کہ اے کافرو! تم مسلمانوں کے مقابلے میں شکست خوردہ رہو گے اور جہنّم میں اکٹھے کیے جاؤ گے۔ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

۱۳۔ بے شک تمھارے سمجھنے کے لیے ان دو مخالف گروہوں میں جو غزوۂ بدر کے موقع پر ایک دوسرے سے جنگ کر رہے تھے رسول کی صداقت کی ایک بہت بڑی نشانی موجود ہے کہ ایک گروہ راہ خدا میں مصروف جہاد تھا اور دوسرا کافروں کا گروہ تھا جو مسلمانوں کو اپنے سے دگنا دیکھ رہا تھا۔ اللہ اپنی نصرت سے جس کی چاہتا ہے تائید کرتا ہے صاحبان بصیرت کے لیے اس واقعے میں عبرت موجود ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہمارے اصحاب کی طرف منسوب شدہ ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم غزوہ بدر میں قریش سے نمٹنے کے بعد جب مدینۂ منوّرہ تشریف لائے تو آپ نے قینُقاع کے بازار میں یہودیوں کو جمع کر کے فرمایا: اے یہودیو! قریش کے ساتھ غزوۂ بدر میں جو معاملہ پیش آیا اس بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اور قبل اس کے کہ ان کو جو معاملہ پیش آیا تھا تمھیں درپیش ہو تم اسلام قبول کر لو۔ تم جانتے ہو کہ میں

اللہ کا فرستادہ رسول ہوں اور تمھاری کتابوں میں بھی یہ موجود ہے تو انھوں نے جواب دیا اے محمد آپ دھوکے میں نہ رہیں آپ نے بدر میں ایسے لوگوں سے مقابلہ کیا جو نا تجربے کار تھے انھیں فنون جنگ کا کچھ علم نہ تھا تو آپ ان سے بچ گئے خدا کی قسم اگر آپ کا مقابلہ ہم سے ہوتا تو آپ کو پتا چل جاتا ہم لوگ کون ہیں؟ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور اللہ نے ایسا کر دکھایا، اور بنو قریظہ کو قتل کر کے بنی نضیر کو جلاوطن کر کے خیبر کو فتح کر کے اور جو لوگ باقی بچ گئے تھے ان پر جزیہ عائد کر کے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور مشرکین کو شکست سے دوچار ہونا پڑا یہ آں حضرتؐ کے دلائلِ نبوّت میں سے ہے۔[1]

۱۳-قَدْ كَانَ .... لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ-

بے شک تمھارے سمجھنے کے لیے رسول اکرمؐ کی صداقت کی بہت بڑی نشانی اور معجزہ موجود ہے ان دو مخالف گروہوں میں جو غزوۂ بدر کے موقع پر ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے۔ ان میں سے ایک گروہ راہ خدا میں مصروف جہاد تھا یعنی اطاعت خداوندی اور اس کے دین کی بقا کے لیے جنگ کر رہا تھا یعنی رسول اکرمؐ اور ان کے اصحاب۔ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ۔ اور دوسرا گروہ مشرکین مکّہ کا تھا۔

يَّرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ جن کی تعداد ایک ہزار تھی مگر انھیں یہ دکھائی دے رہا تھا کہ مسلمان ان سے دگنی تعداد میں ہیں یا یہ کہ خود مشرکین اپنی تعداد کو مسلمانوں سے دگنا دیکھ رہے تھے جب کہ مسلمانوں کی تعداد تین سو سے کچھ ہی زیادہ تھی۔ مشرکین نے جب مسلمانوں کی تعداد کم دیکھی تو انھیں حملے کی جرأت ہوئی اور وہ ان کی جانب بڑھے لیکن جب مڈبھیڑ ہوئی تو انھیں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ نظر آئی اور مومنین نصرت خداوندی کے سبب مشرکین پر غالب آگئے۔

اور اگر يَّرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ سے یہ مراد لیا جائے کہ مومنین، مشرکین کو اپنے سے دگنا دیکھ رہے تھے جب کہ حقیقت میں وہ تین گنا تھے تو اس آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ ان مومنین کو اس نصرت کے ذریعے ثابت قدم رکھنا تھا جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کیا تھا۔ فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ (۶۶ انفال ۸) اگر تم میں سو افراد بھی صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آسکتے ہیں۔

رَأْيَ الْعَيْنِ سے ظاہری رویت مراد ہے۔

وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ اللہ تعالیٰ بدر والوں کی طرح جس کی چاہے اپنی نصرت سے تائید کرتا ہے۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ یعنی اس قلّت و کثرت میں اور قلیل فوج کے کثیر فوج پر غالب آجانے میں۔

لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ۔ صاحبان بصیرت کے لیے عبرت اور نصیحت موجود ہے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۱-۲، ص ۴۱۳

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ ۚ

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ ۚ

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

۱۴- دنیا میں لوگوں کے لیے دل کو لبھانے والی چیزیں عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، عمدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں ہیں جن کی محبت کو زینت بنا دیا گیا ہے مگر یہ سب دنیوی زندگی کے چند روزہ فائدے ہیں حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔

۱۵- کہو! کیا میں تمھیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے تو سنو جن لوگوں نے پرہیزگاری اختیار کی ان کے لیے ان کے رب کے پاس ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہاں انھیں دائمی زندگی ملے گی اور پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ لوگ رضائے الٰہی سے سرفراز ہوں گے اور اللہ اپنے بندوں کے ہر عمل پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

۱۶- وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم تجھ پر ایمان لائے ہیں تو ہمارے گناہوں کو معاف کردے اور ہمیں جہنّم کے عذاب سے بچالے۔

۱۷- وہ لوگ صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، فرماں بردار اور فیّاض ہیں اور رات کے پچھلے پہر اللہ سے مغفرت کی دعائیں طلب کرتے ہیں۔

۱۴- زُيِّنَ لِلنَّاسِ ...... عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ۔

انسانوں کے لیے من پسند چیزوں کی محبت کو زینت قرار دیا گیا ہے۔ لفظ شهوات بطور مبالغہ استعمال ہوا ہے یعنی مُشتَهیَات۔ جن چیزوں کو پسند کیا جائے۔ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ یہ لوگ ان چیزوں کی محبت میں

ایسے منہمک ہو گئے گویا کہ یہ سب ان کی خواہش بن گئی جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السّلام کا قول نقل کیا ہے۔

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾

(۳۱۔ ۳۲ سورۂ ص ۳۸)

جب سلیمان کے سامنے تیسرے پہر بہترین اصیل گھوڑے پیش کیے گئے" تو انھوں نے کہا کہ میں نے خدا کی یاد پر مال کی الفت کو ترجیح دی یہاں تک کہ آفتاب مغرب کے پردوں میں چھپ گیا۔

مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ۔ عورتیں، اولاد اور سونے چاندی کے ڈھیر۔

تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ "قِنطار" کے معنی ہیں اتنا سونا جس سے بیل کے کھال سے بنی ہوئی مشک بھر جائے۔(۱)

لفظ مُقَنْطَرَةٌ قنطار سے ماخوذ ہے اور آیت میں یہ لفظ بطور تاکید آیا ہے۔

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ۔ وہ گھوڑے جن پر خاص نشان لگایا جاتا ہے یا عمدہ نسل کے آزاد گھوڑے۔

وَالْاَنْعَامِ۔ اور مویشی یعنی اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریاں۔

وَالْحَرْثِ ۭ اور کھیتیاں

ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ یہ سب چیزیں دنیوی زندگی کا عارضی اور چند روزہ سرمایہ ہیں۔

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ۔ اور حقیقت میں جو بہترین ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔

مآب کا لفظ اَوْب سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں واپسی کی جگہ ٹھکانا یہ جملہ لوگوں کو اس بات پر ابھارنے کے لیے ہے کہ اللہ کے پاس جو دائمی اور حقیقی لذتیں ہیں انھیں اپنی خالی اور ناقص خواہشات سے تبدیل کر لو۔

۱۵– قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ .... بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔

اے پیغمبر آپ ان سے کہہ دیجیے کہ "کیا میں تمھیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے؟" اللہ تعالیٰ اس طرح واضح کرنا چاہتا ہے کہ اللہ کا ثواب دنیاوی لذتوں سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

تو سنو! جن لوگوں نے پرہیز گاری اختیار کی ہے ان کے لیے ان کے رب کے پاس ایسے باغات جنت ہیں جس کے نیچے نہریں جاری ہیں وہاں انھیں دائمی زندگی ملے گی۔

وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ۔ نسوانی غلاظتوں سے پاک و پاکیزہ بیویاں بھی وہاں ملیں گی۔

وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ لوگ رضائے الٰہی سے سرافراز ہوں گے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۴۱۷

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ہر عمل پر نظر رکھے ہوئے ہے تاکہ نیکو کاروں کو ثواب اور گناہ گاروں کو عذاب ان کے استحقاق کی بنیاد پر دیا جائے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ عورتوں کی لذت سے بڑھ کر دنیا و آخرت میں انسانوں کے لیے کوئی اور لذت نہیں ہے۔ اور وہ فرمان خداوندی کے عین مطابق ہے۔ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ۔

اس کے بعد امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ نکاح سے بڑھ کر کوئی اور لذت نہیں ہے جس سے اہل جنت زیادہ لطف اندوز ہوں۔ کھانا اور پینا اس کے مقابل میں کچھ بھی نہیں۔ ۱

کہا گیا ہے کہ اس آیت کے ذریعے اس کی نعمتوں کے درجات سے آگاہ کیا جارہا ہے۔ جن میں سے سب سے ادنیٰ (کمتر) سرمایۂ دنیا ہے اور سب سے اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے "وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ" (۷۲ توبہ ۹) اور اللہ کی خوشنودی (مرضی) تو سب سے بڑی چیز ہے اور یہی سب سے عظیم کامیابی ہے۔

اور ان دونوں کے درمیان میں جنت اور اس کی تمام نعمتیں ہیں۔ ۲

اَلْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ۔ کی تفسیر کے ذیل میں مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو سحر کے وقت نماز پڑھتے ہیں۔ (یعنی نماز تہجد ادا کرتے ہیں) اور امامؑ نے فرمایا کہ جو شخص وقت سحر ستّر بار استغفار کرے وہ اس آیت کے اہل لوگوں میں سے ہے۔ ۳

کتاب فقیہ اور خصال میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو شخص نماز وتر میں حالت قیام میں ستر مرتبہ استغفر اللہ و اتوب الیہ کہے اور ایک سال تک اس وظیفے کو جاری رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کا نام ان لوگوں میں رقم کر دے گا جو "مُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ" ہیں یعنی وقت سحر اللہ سے مغفرت کی دعا طلب کرتے ہیں۔ اور ایسے شخص کے لیے اللہ کی جانب سے مغفرت واجب ہو جائے گی۔ ۴

کہا گیا ہے کہ استغفار کو سحر کے ساتھ اس لیے مخصوص کیا گیا اس لیے کہ اس وقت دعا قبولیت سے زیادہ قریب ہوتی ہے اور اس لیے بھی کہ اس وقت عبادت کرنا باعث رحمت ہوتا ہے۔ انسان کا دل پاک و صاف ہوتا ہے اور اس میں خوف خدا پایا جاتا ہے۔

اَلْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ مراد بالخصوص تہجد گزار افراد ہو سکتے ہیں۔ ۵

---

(۱) الکافی، ج۵، ص۳۲۱، ح۱۰ و تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۶۴، ح۱۰ (۲) تفسیر بیضاوی، ج۱، ص۱۵۳
(۳) تفسیر مجمع البیان ج۱-۲، ص۴۱۹ (۴) من لا یحضرہ الفقیہ، ج۱، ص۳۰۹ و خصال، ج۲، ص۵۸۱، ح۳
(۵) تفسیر بیضاوی، انوار التنزیل، ج۱، ص۱۵۲، س۱۳

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ ﴿۱۸﴾

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۫ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾

۱۸- اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اور تمام فرشتے اور صاحبان علم بھی عدل و انصاف کے ساتھ اس بات پر گواہی دے رہے ہیں کہ اس زبردست اور صاحبِ حکمت کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔

۱۹- بے شک سچا دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔ اہل کتاب نے اس دین سے ہٹ کو جو مختلف طریقے اختیار کیے تو اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انھوں نے حقیقت امر معلوم ہوجانے کے بعد آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے ایسا کیا ہے۔ جو شخص اللہ کی آیات (نشانیوں) سے انکار کر دے تو اللہ کو اس سے حساب لینے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔

۲۰- اب اگر یہ لوگ آپ سے بلا وجہ جھگڑا کریں تو ان سے کہہ دیجیے کہ میں نے اور میرے پیروکاروں نے تو اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ پھر اہل کتاب اور غیر اہل کتاب دونوں سے پوچھئے کیا تم نے بھی اطاعت و بندگی قبول کر لی؟ پس اگر وہ اسلام لے آئے تو ہدایت پا گئے اور اگر انھوں نے منہ پھیر لیا تو اے رسول آپ پر صرف پیغام رسانی کی ذمّے داری تھی۔ اور اللہ اپنے بندوں کے معاملات کو دیکھ رہا ہے۔

۱۸- شَهِدَ اللّٰهُ .... قَآئِمًا بِالْقِسْطِ-

اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے یعنی اس نے اپنی وحدانیت کو ہر شے میں ظہور کے ذریعے اور اپنی ذات کو ہر نور اور سائے کے توسّط سے پہنچوا کر ایک قوم کے سامنے واضح کر دیا

اور کسی قوم کے لیے واضح دلائل و براہین قائم کیے جو اس کی ذات کی جانب رہنمائی کریں اور کسی قوم کو آیات نازل کر کے سمجھایا جو اس کی شان بیان کر رہی ہیں۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ۔ اور فرشتے بھی اس کی وحدانیت کا اقرار کر کے کسی قوم کی ذاتی طور سے کسی کی عمل سے اور کسی کی قول سے رہنمائی کر رہے ہیں۔

وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ اور صاحبان علم ایمان، مشاہدے اور بیان سے عدل و انصاف کے ساتھ اپنی بات پر قائم ہیں۔

ظہور اور اظہار کو انکشاف اور کشف میں گواہ دینے والی کی گواہی کے مشابہ قرار دیا ہے۔ انکشاف کے معنی ہیں ظاہر ہونا اور کشف کے معنی ہیں ظاہر کرنا۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ صاحبان علم سے مراد انبیاء اور اوصیاء ہیں اور وہ سب عدل پر قائم ہیں۔ لفظ قسط کے معنی عدل کے ہیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ اس زبردست اور صاحب حکمت کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ تاکید اور الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ کی تمہید ہے۔

۱۹- اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۛ اللہ کے نزدیک دین اسلام کے سوا کوئی اور پسندیدہ دین نہیں ہے اور وہ توحید ہے۔ اور اس شریعت کا لباس پہنے ہوئے ہے جسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم لے کر آئے ہیں۔ کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایمان سے پہلے اسلام کا وجود تھا جس کی بنیاد پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے اور باہمی نکاح کیا کرتے تھے اور ایمان کی وجہ سے ثواب ملے گا۔

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ .... سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔

یہودیوں اور عیسائیوں نے اس دین سے ہٹ کر جو مختلف طریقے اختیار کیے تو اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انھوں نے حقیقت امر معلوم ہوجانے کے بعد آپس میں ایک دوسرے سے حسد اور حصول حکومت و اقتدار کے لیے ایسا کیا تھا انھیں اس دین کے بارے میں کوئی شبہہ نہ تھا۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔ اور جو شخص اللہ کی آیات (نشانیوں) سے انکار کردے تو اللہ کو اس کا حساب لینے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔

یہ درحقیقت ایک طرح کی وعید (ڈراوا، دھمکی) ہے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے دین اسلام کا انکار کیا ہے۔

۲۰- فَاِنْ حَآجُّوْكَ .... بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔

پس اگر وہ لوگ دین کے بارے میں اے رسولؐ آپ سے کج بحثی اور جھگڑا کریں جبکہ آپ نے ان کے

سامنے دلائل پیش کر دیے ہیں اور حجتیں قائم کر دی ہیں۔

فَقُلۡ اَسۡلَمۡتُ وَجۡهِىَ لِلّٰهِ تو اے رسولؐ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں نے تو اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ میں صدق دل سے اس کی وحدانیت کا قائل ہوں۔ اس کی ذات میں کسی کو شریک قرار نہیں دیتا۔

آیت میں نفس کی جگہ ''وجہ'' یعنی چہرہ اس لیے کہا کہ وہ اعضائے ظاہری میں سب سے نمایاں اور دیگر قوّتوں اور حواس کا مظہر ہے۔

وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ اور وہ لوگ بھی اسلام قبول کر چکے ہیں جو میرے پیروکار ہیں۔

وَقُلۡ لِّلَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ وَالۡاُمِّيّٖنَ۔ اے پیغمبر آپ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور جن کے پاس کوئی کتاب نہیں ہے جیسے عرب کے مشرکین ان سے کہہ دیجیے۔

ءَاَسۡلَمۡتُمۡ ؕ کیا تم نے اسلام قبول کر لیا ہے؟ جس طرح میں نے اسلام قبول کیا ہے جب کہ میں نے تم پر دلائل کو واضح کر دیا ہے یا یہ کہ اس کے بعد بھی تم اپنے کفر پر باقی ہو۔

فَاِنۡ اَسۡلَمُوۡا فَقَدِ اهۡتَدَوۡا ۚ پس اگر انھوں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو راہ راست کو پا لیا ہے انھوں نے اپنے فائدے کا کام کیا ہے کہ اپنے نفس کو گمراہی سے بچایا ہے۔

وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ ؕ اور اگر انھوں نے منہ پھیر لیا تو اے رسولؐ اس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اس لیے کہ آپ کا کام پیغام رسانی تھا سو وہ آپ نے انجام دے دیا ہے۔

وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ۔ اور اللہ اپنے بندوں کے معاملات کو دیکھ رہا ہے۔

یہ جملہ اپنے اندر وعدہ اور وعید (دھمکی) دونوں کو سموئے ہوئے ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۠ وَّغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

۲۱– اور جو لوگ اللہ کی نشانیوں (آیات) کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی جان لینے سے دریغ نہیں کرتے جو خلق خدا میں عدل و راستی کا حکم دیتے ہیں تو انھیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دو۔

۲۲– یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو گئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

۲۳– کیا تم نے نہیں دیکھا جنھیں کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ ملا ہے ان کا کیا حال ہے؟ انھیں جب کتاب الٰہی کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کر دے تو ان میں سے ایک فریق اس فیصلے سے روگردانی کرتے ہوئے پہلوتہی کرتا ہے۔

۲۴– ان کا یہ طرز عمل اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جہنّم کی آگ ہمیں مس نہیں کرے گی سوائے چند دنوں کے ان کے اس خودساختہ عقیدے نے دین کے معاملے میں انھیں دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔

۲۵– مگر اس وقت ان کیا کیفیت ہوگی جب ہم انھیں اس دن اکٹھا کریں گے جس کے آنے میں کوئی شبہہ نہیں ہے۔ اس روز ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۲۱- اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ ... بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ-

کہا گیا ہے کہ اس سے آں حضرتؐ کے دور کے اہل کتاب مراد ہیں جن کے پیشرو لوگوں نے انبیاء اور ان کے پیروکاروں کو جو بنی اسرائیل کے عبادت گزار لوگ تھے انھیں قتل کرڈالا تھا اور یہ لوگ اس قتل سے راضی تھے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور مومنین کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن اللہ نے ان کی حفاظت کی۔[۱]

اور اس کی مثال اس سے پہلے سورۂ بقرہ میں بیان ہو چکی ہے۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب کس قسم کے افراد پر ہوگا؟ تو آں حضرتؐ نے جواب دیا اس شخص پر جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا اس شخص کو قتل کیا جو امر بالمعروف (نیکی کا حکم) اور نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) کا فریضہ انجام دے رہا تھا اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل نے ۴۳ انبیاء کو دن کے آغاز میں ایک گھنٹے کے اندر قتل کرڈالا تو اس کے بعد بنی اسرائیل کے عبادت گزاروں میں سے ۱۱۲ افراد نے قتل کرنے والوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت دی تو اسی دن شام ہوتے ہوتے ان سب کو قتل کر ڈالا گیا اسی واقعے کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان کیا ہے۔[۳]

۲۲- اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ-

یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت دونوں میں برباد ہو گئے۔ کیوں کہ ان کے اس عمل پر کسی نے ان کی تعریف وتوصیف نہیں کی۔ نہ ہی ان کی جان محفوظ رہی اور نہ ہی مال۔ اور اس عمل پر وہ کسی اجر وثواب کے مستحق بھی قرار نہ پائے۔

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے جو ان سے عذاب کو دور کر سکے۔

۲۳- اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ-

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جنھیں کتاب کے علم میں سے کچھ حصّہ ملا تھا ان کا کیا حال ہے؟ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہودیوں کے علماء ہیں جنھیں توریت کا وافر علم عطا کیا گیا تھا یا نازل شدہ کتابوں میں سے کسی کتاب کا علم ملا تھا۔[۴]

يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ جب انھیں کتاب الٰہی کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اس سے مراد توریت ہے لِيَحْكُمَ

(۱) اس بات کو بیضاوی نے اپنی تفسیر انوار التنزیل، ج۱، ص ۱۵۳، س۱۷ میں بیان کیا ہے نیز رجوع کریں تفسیر ابوالسعود، ج۲، ص۱۹، تفسیر کشاف، ج۱، ص ۳۴۷، (۲) بقرہ ۶۱ (۳) مجمع البیان، ج۱-۲، ص ۴۲۳
(۴) اس بات کو بیان کیا ہے زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں، ج۱، ص ۳۴۸ میں

بَیْنَهُمْ تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کردے۔

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہمارے نبی کی نبوّت کا فیصلہ ہے۔[1]

اور ایک قول کے مطابق یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان کی درسگاہوں میں تشریف لے گئے اور انھیں دعوت دی تو ان میں سے کسی نے کہا آپ کس دین پر عمل کر رہے ہیں؟ آں حضرتؐ نے جواب دیا ملّت ابراہیمی پر تو انھوں نے کہا کہ ابراہیمؑ تو یہودی تھے تو آں حضرتؐ نے فرمایا ہمارے اور تمھارے مابین فیصلہ کرنے کے لیے توریت موجود ہے تو انھوں نے انکار کر دیا۔[2]

کہا گیا ہے کہ یہ آیت ''رجم'' (سنگسار کرنے) کے بارے میں نازل ہوئی جس بارے میں اختلاف ہوا تھا۔ اس واقعے کا ذکر اللہ تعالیٰ کے یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ (سورۂ مائدہ ۱۵) کی تفسیر کے موقع پر ہوگا۔[3]

ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ۔

پھر ایک فریق اس سے پہلو تہی کرتا ہے۔ اس علم کے باوجود بھی کہ کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا واجب ہے انھوں نے فیصلے سے دوری اختیار کی۔

وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔

وہ حق کی پیروی سے روگردانی کر رہے تھے۔

یعنی پہلو تہی اور روگردانی اس لیے کی تھی۔

۲۴ – ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔

انھوں نے یہ کہا تھا کہ اوّل تو آتش جہنّم ہمیں مس نہیں کرے گی اور اگر ہم جہنّم میں گئے بھی تو صرف چند دنوں کے لیے جائیں گے۔ ان کی یہ حرکت اس لیے تھی کہ وہ سمجھتے تھے ان پر عذاب میں تخفیف ہوگی۔

وَغَرَّهُمْ فِیْ دِیْنِهِمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ۔

ان کے اس خود ساختہ عقیدے نے دین کے معاملے میں انھیں دھوکے میں مبتلا کر رکھا تھا۔ یعنی یہ کہ آتش جہنّم میں وہ صرف چند دنوں کے لیے جائیں گے یا یہ کہ ان کے آباو اجداد میں جو انبیاء گزرے ہیں وہ ان کی شفاعت کریں گے۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کی اولاد پر عذاب نہیں کرے گا مگر محض اس لیے کہ وہ قسم کو پورا کرے یعنی قول رب العزت ہے لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ﴿۱۳﴾ (السجدہ ۱۳)۔

(میں ضرور بالضرور جہنّم کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا)

---

(۱) ابو مسلم اور ایک جماعت اس کی قائل ہے جیسا کہ مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۴۲۴، س ۳۰ میں ہے۔

(۲) زمخشری، تفسیر کشاف، ج ۱، ص ۳۴۸، اسی طرح انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۵۴ (۳) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۴۲۴، س ۳۲

اور جس کی طرف اللہ کے اس قول سے اشارہ ملتا ہے:

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ (مریم ۷۱)

(تم میں سے ہر ایک کو جہنّم میں جانا ہے)۔

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۟

مگر اس وقت ان کی کیا کیفیت ہوگی جب ہم انھیں اس دن اکٹھا کریں گے جس کا آنا یقینی ہے ان لوگوں کو آخرت میں جس طرح گھیرا جائے گا اس کا عظیم الشان تذکرہ ہے اور ان یہودیوں کے قول کی تکذیب بھی مقصود ہے جو یہ کہتے تھے لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۔

بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن کفار کے جھنڈوں میں جو جھنڈا بلند کیا جائے گا وہ یہودیوں کا جھنڈا ہوگا۔ اللہ تعالٰی انھیں گواہوں کے سامنے رسوا کرے گا پھر انھیں جہنّم میں لے جانے کا حکم دیا جائے گا۔[1]

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔

اس روز ہر شخص نے جو کمائی کی ہوگی اس کی جزا اسے پوری پوری ادا کی جائے گی اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

---

(۱) تفسیر ابوالسعود، ج ۱، ص ۱۲۱، تفسیر کشاف، ج ۱، ص ۳۴۹، اور انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۵۴

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۫ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۫ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

۲۶-کہو! خدایا ملک کے مالک تُو جسے چاہتا ہے حکومت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے، چھین لیتا ہے۔ جسے چاہے عزت بخشتا ہے اور جس کو چاہے ذلّت سے دوچار کردے بھلائی تیرے اختیار میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۲۷-تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ بے جان میں سے جاندار نکالتا ہے اور جاندار سے بے جان کو نکالتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

۲۶-قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ-

تم کہو! اے ملک کے مالک یعنی جو ہر قسم کی ملکیت کا مالک ہے وہ اس میں اسی طرح تصرّف کرتا ہے جس طرح حکمران اپنی ملکیت میں تصرّف کرتے ہیں۔

تُؤْتِي الْمُلْكَ-

تو اپنی ملکیت میں سے جو چاہے دیدے۔

وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫-

اور جس سے جو چاہے چھین لے۔

آیت میں لفظ ملک جو پہلے آیا ہے وہ عام ہے اور بعد میں دو مرتبہ مخصوص اور کل کا حصّہ ہے۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ-

دین و دنیا میں جسے چاہتا ہے عزت بخشتا ہے۔

وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ-

اور جسے چاہتا ہے ذلّت وخواری میں مبتلا کردیتا ہے۔

بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ- خیر تیرے ہاتھ میں ہے۔ تو دشمنوں کی ناپسندیدگی کے باوجود محبت کرنے والوں کو نوازتا ہے

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ۔

یعنی تو رات میں کمی کرتا ہے اور اس کمی کو دن میں بڑھا دیتا ہے اور دن میں کمی کرتا ہے اور اس کمی کو رات میں بڑھا دیتا ہے۔

۲۷- وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ۔

اور کافروں کو ایمان کی دولت دے کر بے جان کو جاندار بنا دیتا ہے۔

وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ۔

اور اگر مومنین میں سے کچھ لوگ کفر اختیار کر لیتے ہیں تو گویا وہ زندگی سے موت کے منہ میں چلے گئے۔ تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام اور امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔[۱]

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مومن جب مرتا ہے تو حقیقت میں وہ فنا نہیں ہوتا بلکہ ''میّت'' سے مراد کافر ہے۔[۲]

وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔

اور تو جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے یعنی کسی قسم کی تنگی اور کمی کے خوف کے بغیر رزق عطا کرتا ہے۔

---

(۱) تفسیر مجمع البیان، ج۱۔۲، ص۴۲۸ (۲) معانی الاخبار، ص۲۹۰، ح۱۰، باب معنی الموت (موت کا مفہوم)

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ ۗ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ ﴿۲۸﴾

قُلْ إِنْ تُخْفُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۹﴾

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا ۛ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ ۛ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ ۗ وَاللّٰهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ ع

معانقہ ۲ — ع ۱۰

۲۸– خبردار! مومنین کو چاہیے کہ صاحبان ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست اور سرپرست نہ بنائیں جو بھی ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ مگر یہ کہ تمھیں کفّار سے خوف ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اللہ تمھیں اپنی ہستی کا خوف دلاتا ہے اور اللہ ہی کی جانب پلٹ کر جانا ہے۔

۲۹– اے نبی لوگوں کو آگاہ کردو ! کہ تمھارے دلوں میں جو کچھ ہے خواہ تم اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو خدا تو بہرحال اسے جانتا ہے۔ زمین و آسمان کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں اور اس کا اقتدار ہر چیز پر قائم ہے۔

۳۰– وہ دن آنے والا ہے جس دن ہر شخص اپنے کیے کا پھل حاضر پائے گا خواہ اس نے بھلائی کی ہو یا برائی۔ اس روز انسان تمنّا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس دن کے درمیان طویل فاصلہ ہوجاتا اور اللہ تمھیں اپنی ہستی کا خوف دلاتا ہے۔ اور وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔

۲۸– لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ أَوْلِيَاءَ –

مومنین کو چاہیے کہ صاحبان ایمان کو چھوڑ کر وہ کافروں کو اپنا دوست اور سرپرست نہ بنائیں۔ کفار کی رفاقت سے روک دیا گیا ہے۔ اس کا سبب قرابت ہو یا جاہلیت کی دوستی یا اسی کی مانند کچھ اور یہاں تک کہ ان کی محبت اور دشمنی صرف اللہ کی خاطر ہو قرآن کریم میں یہ بات بار بار بیان کی گئی ہے۔ لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصٰرٰى أَوْلِيَاءَ تم یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا سرپرست اور رفیق نہ بناؤ۔ (المائدہ ۵۱)

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (مجادلہ ۲۲)

آپ کبھی نہ دیکھیں گے کہ جو قوم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہے وہ ان لوگوں سے دوستی برقرار رکھے جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کرنے والے ہیں۔

اللہ کے لیے دوستی اور اللہ ہی کے لیے دشمنی اصول ایمان کی سب سے بڑی بنیاد ہے۔

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ-

مومنین کو چھوڑ کر۔ بے شک ان کے لیے مومنین کی رفاقت اور دوستی میں کافروں کی دوستی کے مقابلے میں بڑی وسعت ہے لہٰذا کافروں کو مومنین پر ترجیح نہ دو۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ-

اور جو بھی ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ یعنی وہ اللہ کی سرپرستی اور دوستی سے یکسر باہر نکل جائے گا اور یہ نہایت معقول بات ہے اس لیے کہ دوست کی رفاقت اور دشمن کی رفاقت دونوں ایک دوسرے کے منافی ہیں۔ جیسا کہ کہا گیا

تَوَدُّ عَدُوِّيْ ثُمَّ تَزْعَمُ اَنَّنِيْ صَدِيْقُكَ اِنَّ الرَّاْيَ مِنْكَ لَعَازِبٌ

تم میرے دشمن کو دوست رکھتے ہو اور سمجھتے ہو کہ میں تمھارا دوست ہوں۔ تمہاری یہ رائے عقل سے بعید ہے۔ [1]

اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ-

مگر یہ کہ تمھیں ان کافروں کی جانب سے کسی قسم کا خوف ہو۔ یا ایسا امر درپیش ہو جس کی وجہ سے ڈرنا لازمی ہو۔

ایک قراءت کے مطابق لفظ تقاۃً کو تقیّۃً بھی پڑھا گیا ہے۔

کافروں سے ہر طرح کی رفاقت و دوستی خواہ وہ ظاہری طور سے یا باطنی اعتبار سے تمام اوقات میں اس سے منع کر دیا گیا ہے مگر صرف خوف کے وقت اس کی اجازت دی گئی ہے۔ یعنی مخالفت ترک کر کے اس وقت دوستی کے اظہار کی اجازت ہے۔

جیسا کہ کہا گیا ہے۔ كُنْ وَسَطًا وَّامْشِ جَانِبًا [2]

ہمیشہ درمیان میں چلو اور پہلو بچا کے چلو۔

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السّلام سے ایک حدیث میں آیا ہے اور میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ اپنے دین میں تقیّے کو جاری رکھو کیوں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الخ اور فرمایا تم اس سے بچو کہ

---

(۱) تفسیر کشاف، ج ۱، ص ۳۵۱ اور ابو السعود، ج ۲، ص ۲۳ و تفسیر بیضاوی، ج ۱، ص ۱۵۵ میں شعر اس طرح ہے

تَوَدُّ عَدُوِّيْ ثُمَّ تَزْعَمُ اَنَّنِيْ صَدِيْقُكَ لَيْسَ النَّوْكَ عَنْكَ بِعَازِبٍ

تم میرے دشمن کو دوست رکھتے ہو اور سمجھتے ہو کہ میں تمھارا دوست ہوں۔ یہ تو سراسر حماقت کی بات ہے۔

(۲) یہ قول حضرت عیسیٰؑ کا ہے جیسا کہ تفسیر انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۵۵ میں ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دو اور یہ کہ تم اس تقیّے کو ترک نہ کرو جسے اختیار کرنے کا میں نے تمھیں حکم دیا ہے کیوں کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تم اپنے اور اپنے بھائیوں کے خون ریزی کے ذمّے دار ہو گے۔ تم اپنی اور ان کی نعمتوں کے زوال کا باعث بنو گے۔ دین خداوندی کے دشمنوں کے ہاتھوں ان برادرانِ ایمانی کی ذلّت و رسوائی کا سبب بنو گے جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں ان کی عزّت و حرمت کا حکم دیا ہے۔[۱]

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ فرمایا کرتے تھے لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا تَقِیَّةَ لَهٗ۔ جو تقیّہ نہیں کرتا وہ مومن نہیں ہے اور فرمایا کرتے تھے کہ ارشاد باری ہے اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ[۲]

اور کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اَلتَّقِيَّةُ تُرْسُ اللّٰهِ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ خَلْقِهٖ[۳] تقیّہ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان اللہ کی ایک ڈھال ہے۔

اور کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا:- اَلتَّقِيَّةُ فِيْ كُلِّ شَيْئٍ يَضْطَرُّ اِلَيْهِ اِبْنُ اٰدَمَ وَ قَدْ اَحَلَّ اللّٰهُ لَهٗ۔ تقیّہ ہر اس شے میں ہے جس کی طرف اولاد آدم مجبور ہو اور اللہ نے تقیّے کو اس کی وجہ سے حلال قرار دیا ہے۔[۴]

اس سلسلے میں بے شمار روایات موجود ہیں۔

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ۔

اور اللہ تمھیں اپنی ہستی کا خوف دلاتا ہے اور اللہ ہی کی جانب پلٹ کر جانا ہے تو تم پر لازم ہے کہ اس کے احکامات کی مخالفت اور اس کے دشمنوں سے دوستی کر کے تم اس کی ناراضگی کا سامنا نہ کرو۔ یہ بہت بڑی دھمکی اور شدید ڈراوا ہے۔

۲۹ - قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ۔

اے پیغمبر آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دل میں کفار وغیرہ کی دوستی کو مخفی رکھو۔

اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ

یا اسے ظاہر کر دو وہ اللہ سے بہر طور مخفی نہیں رہ سکتی ہے۔

وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ

زمین اور آسمان کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں تو وہ تمھارے ظاہر و باطن سے بھی باخبر ہے۔

---

(۱) الاحتجاج، ج ۱، ص ۳۵۴ - ۳۵۵، ایک طولانی حدیث ہے جس میں امیر المومنینؑ نے طبیب یونانی سے احتجاج کیا ہے۔
(۲) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۶۶ - ۱۶۷ (۳) الکافی، ج ۲، ص ۲۲۰، ح ۱۹ (۴) الکافی ج ۲ ص ۲۲۰ ح ۱۸

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔

اور اللہ کا اقتدار ہر چیز پر حاوی ہے۔

تمھیں جن باتوں سے منع کیا گیا ہے اگر تم ان سے باز نہ آئے تو وہ تمھیں سزا دینے پر قدرت رکھتا ہے

کہا گیا ہے کہ آیت کا یہ حصہ اللہ تعالیٰ کے قول ''وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ'' کا بیان ہے گویا کہ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ وہ تمھیں اپنی ہستی سے اس لیے ڈرا رہا ہے کہ وہ علم ذاتی سے متصف ہے جو تمام معلومات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اور اس کی ذاتی قدرت تمام قدرتوں پر حاوی ہے تو تم پر لازم ہے کہ اس کی نافرمانی کی جسارت نہ کرو اس لیے کہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کا علم اسے نہ ہو اور وہ اس جرم کے بدلے میں سزا دینے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔[1]

۳۰۔ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ۭ۔

یعنی جس روز نامۂ اعمال دیا جائے گا ہر شخص اپنے اعمال کی جزا کو حاضر پائے گا خواہ اس نے بھلائی کی ہو یا برائی اس روز ہر شخص یہ تمنّا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس دن کے درمیان طویل فاصلہ ہو جاتا۔

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ۔

اور اللہ تمھیں اپنی ہستی کا خوف دلاتا ہے۔ تاکید اور یاددہانی کے لیے اس جملے کو دوبارہ بیان کیا گیا۔

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ۔

اور اللہ اپنے بندوں پر بہت مشفق و مہربان ہے۔ اس جملے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے انھیں کفار کی دوستی سے روکا اور اپنے آپ سے ڈرایا ہے تو یہ درحقیقت ان پر اللہ کا کرم ہے اور وہ ان کی بھلائی چاہتا ہے۔ وہ بخشنے والا اور عذاب کرنے والا ہے اس کی رحمت کی امید کی جاتی ہے اور اس کے عذاب سے ڈرا جاتا ہے۔

---

(۱) رجوع کریں، انوار التنزیل، ج۱، ص ۱۵۴

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳۱﴾

قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ‌ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۳۲﴾

۳۱۔ اے پیغمبر کہہ دیجیے اگر تم اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میری پیروی کرو تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے اور وہ تمھارے تمام گناہوں سے درگزر کردے گا اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

۳۲۔ کہہ دیجیے تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پس اگر تم نے روگردانی کی تو اللہ کافروں کو ہرگز دوست نہیں رکھتا۔

۳۱۔ قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ .... يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ۔

کتاب کافی اور تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ هَلِ الدِّيْنُ اِلَّا الْحُبّ۔ (دین نہیں ہے سوائے محبت کے) یعنی دین محبت کا نام ہے اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ [۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اگر محبت بندے کی جانب سے ہو تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ نفس کا کسی شے کی طرف اس کمال کی وجہ سے مائل ہونا جو اس میں پایا جاتا ہے تاکہ وہ نفس کو وہاں تک پہنچا دے جو اس کی قربت کا باعث ہو۔ اور اگر محبت اللہ کی جانب سے ہو تو اس کا مطلب ہے اللہ کا اپنے بندے سے راضی ہوجانا۔ اور اس کے دل سے حجابات کا ہٹ جانا۔ اور جب بندے کو پتا چل جائے گا کہ کمال حقیقی صرف اللہ کے لیے ہے اور انسان اپنی ذات یا دوسرے سے جس کمال کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اللہ کی جانب سے ہے اللہ کے ساتھ ہے اور اللہ کی طرف ہے تو اس وقت بندے کی محبت صرف اللہ کے لیے ہوگی اور اللہ کی ذات میں مرکوز ہوجائے گی اور اس کا مقتضیٰ یہ ہوگا کہ وہ اللہ کی اطاعت کا ارادہ کرے گا اور ایسے امور کی طرف رغبت کرے گا جو اسے خدا کی قربت دلا دیں۔ تو محبت کی علامت دراصل اطاعت وعبادت اور ایسے افراد کی پیروی کی سعی کرنا ہے جو اللہ کی معرفت و محبت کا وسیلہ بن جائیں وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو اللہ کی معرفت رکھتے ہیں اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کے محبوب ہیں پس جو ان صفات کے مالک ہیں اور جنھوں نے ایک طرح کی مخصوص اطاعت کے ذریعے ان اوصاف تک رسائی حاصل کی ہے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور وہ لوگ ہیں جو ان کے نقش قدم پر چلے ہیں۔ پس جو اللہ سے محبت کرتا ہے تو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ رسول اکرمؐ کی پیروی کرے ان کی عبادت، ان کی سیرت، ان کے اخلاق اور ان کے حالات میں یہاں تک کہ وہ اللہ کا محبوب بن جائے۔ اس طرح اسے اللہ کا

(۱) الکافی، ج۸، ص۷۹، باب وصیۃ النبیؐ لامیر المومنین علیہ السّلام وتفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۶۷۔ ۱۶۸، ح۲۸

تقرب حاصل ہوگا۔ اور تقرب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو جائے گی جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا ہے:

وَاِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّیٰ اُحِبَّہٗ[1]

''بندے کو چاہیے کہ نوافل کے ذریعے میرا تقرب حاصل کرے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگوں'' اوراس لیے بھی کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حبیب خدا ہیں تو جو بھی اللہ کی محبت کا دعوے دار ہوگا اسے لازمی طور پر آں حضرتؐ سے محبت کرنا ہوگی۔ اس لیے کہ ''مَحْبُوْبُ الْمَحْبُوْبِ مَحْبُوْبٌ'' محبوب کا محبوب، محبوب ہوتا ہے۔ اور رسول اکرمؐ کی محبت ان کی پیروی اور اپنے قول، فعل، عمل، اخلاق، حالات، سیرت اور عقیدت سے ان کی راہ پر گام زن ہونے سے حاصل ہوگی۔ اور اللہ سے محبت کا دعویٰ اس کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اس لیے کہ یہی محبت کا محور اور مظہر ہے۔ پس جس شخص کو نبی کی پیروی کا موقع نہیں ملا تو پھر محبت خداوندی میں بھی اس شخص کا کوئی حصّہ نہیں۔ اور جس شخص نے اتّباع پیغمبر کا حق ادا کر دیا تو گویا اس نے اپنے باطن، اپنے راز، قلب اور نفس کو آں حضرتؐ کے باطن، راز، قلب اور نفس سے منسوب کر دیا۔ اور آں حضرتؐ محبت خداوندی کے مظہر ہیں تو اس اعتبار سے یہ لازم آتا ہے کہ اس پیروکار کے لیے اس کی پیروی کے اعتبار سے اللہ کی محبت کا کچھ حصّہ میسّر آجائے تو اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا جلوہ اس پر ڈال دے گا۔ اور روح رسول کے باطن سے محبتؐ کا نور سفر کر کے اس تک پہنچے گا تو آں حضرتؐ سے محبت کرنے والا خدا کا محبوب بن جائے گا۔ اور جو شخص پیغمبر اکرمؐ کا اتباع نہیں کرے گا تو اس شخص کا باطن آں حضرتؐ کے باطن سے مختلف ہو جائے گا اور وہ محبوبیت کی صفت سے دور چلا جائے گا۔ اور بہت جلد اس کے دل سے محبت زائل ہو جائے گی اس لیے کہ اگر اللہ اسے دوست نہیں رکھے گا تو وہ اس کا مُحب نہیں ہوگا۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول نے جس کی محبت و اتباع کا حکم دیا ہے وہ حکم رسول ہی میں آتا ہے اور وہ لوگ ائمۂ کرام اور اوصیاے عِظام ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص یہ جان کر خوش ہونا چاہتا ہے کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے عمل کرے اور ہماری پیروی کرتا رہے۔ کیا تم نے وہ قول ربّانی نہیں سنا جو اس نے اپنے نبی سے مخاطب ہو کر کہا ہے ''قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔'' خدا کی قسم کوئی بندہ اللہ کی اطاعتؑ اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ ہمارا اتّباع نہ کرے اور بخدا بندہ جب ہمارا اتباع کرے گا تو اللہ کا محبوب بن جائے گا۔ اور قسم بخدا جب کوئی شخص ہمارا اتباع ترک کر دے گا تو وہ ہماری

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۳۵۲، ح ۸، باب من اذی المسلمین واحتقرھم

ناپسندیدگی کا سبب بنے گا اور جو شخص ہمیں ناپسند ہوگا وہ خدا کا نافرمان ہوگا اور جو خدا کا نافرمان ہو کر مرے گا تو اللہ اس کو رسوا کر دے گا اور اسے منہ کے بل جہنّم میں گرا دے گا۔ ۱

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ اور وہ (اللہ) تمھارے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔ تم سے جو کوتاہیاں ہوتی ہیں ان سے درگذر کرے گا۔

وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ اور اللہ ان لوگوں کو بخشنے والا اور مہربان ہے جو اس کا اور اس کے پیغمبر کا اتباع کر کے اس کے محبوب بن جاتے ہیں اور ان کی پیروی بھی کرتے ہیں جن کی پیروی کا حکم اللہ اور رسول نے دیا ہے۔

روایت ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جب انھوں نے کہا کہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ ۲ (۱۸ مائدہ ۵)

اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت نجران کے وفد کے بارے میں نازل ہوئی جب انھوں نے کہا اِنَّمَا نَعْبُدُ الْمَسِيْحَ حُبًّا لِلّٰهِ ہم اللہ کی محبت میں مسیح کی عبادت کرتے ہیں۔ ۳

اور ایک قول کے مطابق یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو عہدِ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں اپنے بارے میں یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں تو انھیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنے عمل سے اپنے اس قول کی تصدیق کر کے دکھائیں۔ ۴

۳۲- قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ۔

اے پیغمبر آپ کہہ دیجیے کہ تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا- پس اگر تم نے اس حکم سے روگردانی کی یا روگردانی کرو گے

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ-

تو یاد رکھو کہ یقیناً اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا یعنی اللہ نہ تو کافروں سے راضی ہے اور نہ ہی ان کی تعریف کرتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اللہ نے لَا يُحِبُّهُمْ نہیں کہا بلکہ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ کہا تاکہ عمومی مفہوم مراد ہو اور اس امر کی طرف رہنمائی ہو کہ روگردانی کفر ہے اور یہ کہ وہ شخص کفر کی وجہ سے اللہ کی محبت کی نفی کر رہا ہے اور یہ کہ اللہ کی محبت مومنین کے لیے مخصوص ہے۔ ۵

---

(۱) الکافی، ج ۸، ص ۱۴، باب رسالة ابی عبدالله الی جماعة الشیعة

(۲) تفسیر بغوی، ج ۱، ص ۲۹۳، اور تفسیر روح المعانی، ج ۳، ص ۱۳۰، اور انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۵۶

(۳) مجمع البیان، ج ۱-۲، ص ۴۳۲، فی شان النزول اور انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۵۶

(۴) جوامع الجامع، ج ۱، ص ۱۶۹، اور کشاف، ج ۱، ص ۳۵۳، اور تفسیر روح المعانی، ج ۳، ص ۱۳۰

(۵) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۵۶

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٣٣﴾
ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٣٤﴾

۳۳- یقیناً اللہ نے چن لیا ہے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر۔

۳۴- یہ ایک سلسلے کے لوگ تھے، جو ایک دوسرے کی نسل سے پیدا ہوئے تھے۔ اور اللہ ہر بات کو سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

۳۳- اِنَّ اللّٰہَ .... عَلَی الْعٰلَمِیْنَ-

بے شک اللہ تعالیٰ نے رسالت، روحانی خصوصیات اور جسمانی فضائل کے اعتبار سے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام کائنات کے مقابلے میں منتخب کرلیا ہے۔ اسی لیے جب رسولوں کی اطاعت فرض قرار دی گئی تو یہ ہستیاں اس کی اہل تھیں اور ان کے علاوہ دوسرے افراد میں یہ صلاحیت نہ تھی۔ اور واضح کردیا کہ اطاعت محبت خداوندی کو جلب (کھینچتی) کرتی ہے۔ اور اسی بات کو ابھارنے کے لیے اطاعت کے بعد انبیاء کے مناقب بیان کیے۔ اور اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام فرشتوں سے افضل ہیں۔

آل ابراہیم سے مراد اسماعیلؑ، اسحاقؑ اور ان کی اولاد ہیں۔

اور آل عمران سے موسیٰؑ اور ہارونؑ مراد ہیں جو عمران بن یصہر بن قاھث بن لاوی بن یعقوب کے بیٹے تھے -یا- اس سے عیسیٰؑ اور ان کی والدہ مریم بن عمران بن ماثان مراد ہیں۔ اور ماثان کا نسب ستائیس پشتوں میں یہودا بن یعقوب سے مل جاتا ہے اور دونوں عمران کے مابین ایک ہزار آٹھ سو سال کا فاصلہ تھا جیسا کہ کہا جاتا ہے۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ آل ابراہیم میں ہمارے نبیؐ اور ان کے اہل بیت علیہم السّلام شامل ہیں۔

تفسیر عیّاشی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت کے بعد فرمایا نَحْنُ مِنْهُمْ وَنَحْنُ بَقِيَّةُ تِلْكَ الْعِتْرَةِ ہم ان میں سے ہیں اور ہم اس عترت کے باقی ماندہ افراد میں سے ہیں۔[2]

مجالس (امالی صدوق) میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ محمد بن اشعث کندی لعنۃ اللہ علیہ نے امام حسینؑ سے کہا اے حسینؑ بن فاطمہ (صلوات اللہ علیہا) آپ کو رسولؐ اکرم سے کون سا ایسا شرف حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں ہے۔ تو اس وقت امام حسین علیہ السّلام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٣٣﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ اس کے بعد فرمایا خدا کی قسم حضرت محمدؐ آل ابراہیمؑ میں سے ہیں اور ان کی عترت طاہرہ جو ہدایت کا فریضہ انجام دے رہی ہے وہ آل محمد

(۱) اسے بیان کیا ہے بیضاوی نے اپنی تفسیر انوار التنزیل، ج۱، ص ۱۵۶۔ ۱۵۷ میں

(۲) تفسیر عیّاشی، ج۱، ص ۱۶۸، ح ۲۹

صلوات اللہ علیہ ہے۔ ۱

کتاب عیون میں عترت اور امت کے مابین فرق والی حدیث کے ذیل میں ہے کہ مامون نے امام رضا علیہ السّلام سے سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے عترت کو تمام انسانوں پر فضیلت عطا کی ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں پر عترت کی فضیلت کو اپنی محکم کتاب میں بیان فرمایا ہے۔ مامون نے دریافت کیا قرآن کریم میں وہ کون سی آیت ہے تو امام رضا علیہ السّلام نے فرمایا کہ ارشاد رب العزت ہے: اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ۲

تفسیر قمی میں امام محمد تقی علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی وَّ اٰلَ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ آل محمد کو کتاب سے حذف کر دیا گیا۔ ۳

تفسیر عیاشی میں امام محمد تقی علیہ السّلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا آیت میں ''وال محمد'' تھا جسے مٹا دیا گیا۔ ۴

اور دوسری روایت میں ہے کہ اس سے مراد آل ابراہیم اور آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ ۵

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اہل بیت کی قراءت یہ ہے وال محمد علی العالمین اور یہ بھی کہا ہے کہ آل ابراہیم سے مراد آل محمد ہیں جو آں حضرت کی عترت ہیں اور یہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن ہستیوں کو منتخب کیا ہے وہ پاک و پاکیزہ ہوں، معصوم ہوں اور تمام برائیوں سے منزہ ہوں اس لیے کہ جو ان صفات کا حامل نہ ہو اسے اللہ نہ منتخب کرتا ہے اور نہ ہی برگزیدہ قرار دیتا ہے۔ ۶

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے آل محمدؐ کا مفہوم دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اٰلُ مُحَمَّدٍ مَنْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ نِكَاحَهٗ ۷

آل محمد وہ ہیں جن سے آں حضرتؐ رشتۂ نکاح استوار نہیں کر سکتے اسے اللہ نے ان کے لیے حرام قرار دیا ہے۔

اور امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آل محمدؐ ان کی اولاد ہے اور اہل بیت سے مراد وہ ائمہ ہیں جو ان کے وصی ہیں اور عترت سے مراد اصحابِ کساء ہیں اور امت کا اطلاق ان افراد پر ہوتا ہے جو ان تمام چیزوں کی تصدیق کریں جسے آں حضرتؐ اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں اور جو ثقلین سے تمسک کرتے ہوں جن سے تمسک کا انھیں حکم دیا گیا ہے اور اس سے مراد اللہ کی کتاب اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے عترت اہل

(۱) الامالی شیخ صدوقؒ، ص ۴۳۱، المجلس الثلاثون

(۲) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۲۳۰، ح ۱، باب ۲۳ فی الفرق بین العترۃ والامۃ (۳) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۰۰

(۴) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۶۹، ح ۳۴ (۵) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۶۸، ح ۳۰

(۶) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۴۳۳ (۷) معانی الاخبار، ص ۹۳۔ ۹۴، ح ۱، باب معنی الآل والاہل والعترۃ والامۃ

بیت ہیں اللہ نے جن سے ہر طرح کے رجس کو دور رکھا ہے اور پاک و پاکیزہ رکھا ہے جو پاک رکھنے کا حق ہے اور یہ دونوں آں حضرتؐ کے بعد امت میں ان کے جانشین ہیں۔[1]

۳۴– ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ط ذریت کا لفظ واحد اور جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی وہ ایک ہی نسل سے ہیں اور ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں ایک دوسرے کی شاخ سے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ اللہ نے جن ہستیوں کو منتخب کیا ہے وہ ایک دوسرے کی نسل سے ہیں۔[2]

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کتاب اللہ سے کیا دلیل ہے کہ آل محمدؐ ہی اہل بیت پیغمبر ہیں تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ''رب العزت کا یہ قول اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ اس دعویٰ کی دلیل ہے اس لیے کہ کسی قوم کی ذریت ان کے اصلاب سے آنے والی نسل ہوتی ہے۔[3]

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اللہ لوگوں کے اقوال کو سنتا اور ان کے تمام اعمال کو جانتا ہے کہ کون اپنے قول اور عمل پر ثابت قدم رہا ہے۔

---

(۱) معانی الاخبار، ص ۹۴، ح ۳، باب معنی الآل والاہل والعترۃ والامۃ

(۲) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۴۳۳

(۳) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۶۹۔ ۱۷۰، ح ۳۵

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۳۶﴾

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚۛ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

۳۵- اس وقت کو یاد کرو جب عمران کی بیوی نے کہا کہ میرے پروردگار میں اس بچّے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں۔ وہ تیرے ہی کام کے لیے وقف ہوگا۔ میری اس پیشکش کو قبول فرما لے بے شک تو ہر ایک کی سننے والا اور ہر بات کو جاننے والا ہے۔

۳۶- پھر اس کے بعد جب ولادت ہوئی تو اس نے کہا میرے مالک میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوگئی ہے۔ حالاں کہ جو کچھ اس نے جنا تھا، اللہ کو اس کی خبر تھی۔ اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔ خیر میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی نسل کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

۳۷- آخر کار اس کے رب نے اس لڑکی کو بخوشی قبول کر لیا اور اس کی پرورش نہایت اچھے انداز میں کی اور زکریا کو اس کا سرپرست بنا دیا۔ زکریا جب بھی اس کے پاس محراب میں جاتے اس کے پاس رزق دیکھتے اور پوچھتے اے مریمؑ! یہ تمھارے پاس کہاں سے آیا ہے وہ جواب دیتیں یہ سب کچھ اللہ کے پاس سے آیا ہے بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے۔

۳۵۔ اِذْ قَالَتِ تم یاد کرو جب کہا، یا زوجۂ عمران کی بات کو سنا اور اس کی نیت کو جان لیا جب اس نے کہا امْرَاَتُ عِمْرٰنَ یہ عمران بن ماثان کی بیوی، مریم بتول کی والدہ اور حضرت عیسیٰؑ کی نانی تھیں اور یہ حاقوذ کی بیٹی تھیں۔[1] اور مشہور یہ ہے کہ مریم کی والدہ کا نام حنّہ تھا جیسا کہ امام صادق علیہ السّلام سے ایک حدیث میں

---

(۱) تفسیر کشاف، ج۱، ص ۳۵۵ میں اس کا نام فاقوذ ہے اور تفسیر انوار التنزیل، ج۱، ص ۱۵۷ میں اس کا نام فاقوذا ہے۔

مروی ہے۔[1]

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے ایک نصرانی سے فرمایا کہ مریم کی والدہ کا نام مرثان تھا جس کا عربی زبان میں ترجمہ ہے وُهَيْبَة[2]

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا۔

میرے پروردگار میں اِس بچّے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں۔ جو بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف ہوگا۔ میں اس سے کوئی اور کام نہ لوں گی۔

فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ تو میری نذر کو اور اس پیشکش کو قبول فرمالے۔

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ۔ بے شک تو میری بات کو سننے والا

الْعَلِیْمُ۔ اور میری نیت کو جاننے والا ہے

۳۶-فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ۔

پھر اس کے بعد جب ولادت ہوئی تو اس نے کہا میرے مالک میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوئی ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ۔

حالاں کہ جو کچھ اس نے جنا تھا اللہ کو اس کی خبر تھی۔

یہ جملہ معترضہ ہے۔ اور اللہ کا قول ہے۔

وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ۔

اور لڑکا تو لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔ زوجۂ عمران کی گفتگو کا یہ آخری حصّہ ہے۔ اور ایک قراءت کے مطابق وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتُ ہے یعنی میں نے جو کچھ جنا ہے اللہ اس سے بخوبی باخبر ہے۔ اس طرح یہ جملہ زوجۂ عمران کی گفتگو کا حصّہ ہوگا تا کہ اس ذریعے سے وہ لڑکی ولادت پر اپنے آپ کو تسلی دے یا یہ کہ اس لڑکی کی ولادت میں اللہ کا کوئی راز پنہاں ہے یا یہ کہ لڑکی کا وجود لڑکے سے بہتر ہے۔ یہ روایت مجمع البیان میں علی ابن ابی طالب سے ہے۔[3]

کتاب کافی اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمران کی طرف وحی کی کہ میں تمھیں ایسی اولاد نرینہ عطا کرنے والا ہوں جو مکمل انسان ہوگا، بابرکت ہوگا اور وہ اذن الٰہی سے نابیناؤں کو بینائی، جذامیوں کو صحت اور مردوں کو زندہ کرے گا اور میں اسے بنی اسرائیل کی طرف رسولؑ بنا کر بھیجوں گا۔ یہ بات عمران نے اپنی بیوی حنّہ کو بتائی جو مریم کی والدہ تھیں۔ جب وہ حاملہ ہوئیں تو انھوں نے سمجھا کہ اللہ نے عمران کو جس لڑکے کی بشارت دی ہے ان کے شکم میں پرورش پا رہا ہے۔ پس جب انھوں نے لڑکی کو

---

(۱) الکافی، ج۱، ص ۵۳۵، ح ۱ (۲) الکافی، ج۱، ص ۴۷۹، ح ۴ میں ''مرثا'' نام ہے۔

(۳) مجمع البیان، ج ۱-۲، ص ۴۳۴-۴۳۵

جنم دیا تو کہا رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ط وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ج پروردگارا! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا ہے اور یہ لڑکی تو رسول نہیں بن سکتی اور اللہ فرماتا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ط حالاں کہ جو کچھ اس نے جنا تھا اللہ کو اس کی خبر تھی پس جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو عیسیٰؑ کی صورت میں اولاد عطا کی تو یہی وہ بشارت تھی جو آل عمران کو دی گئی تھی اور اللہ نے اسی کا وعدہ کیا تھا۔ ۱

اور تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے اسی سے ملتی جلتی روایت موجود ہے۔ ۲

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مُحَرَّرٌ (جسے عبادت کے لیے وقف کیا جاتا ہے) وہ ہے جو گرجا گھر (یا یہودیوں کی عبادت گاہ) میں رہتا ہے اور اس سے باہر نہیں جاتا۔ پس جب حنّہ نے مریمؑ کو جنم دیا تو کہا رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ط .... وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ج۔

لڑکی کو حیض آتا ہے تو اسے مسجد سے باہر جانا پڑتا ہے۔ اور مُحرّر کو مسجد میں رہنا لازمی ہے اس سے نہیں نکل سکتا۔ ۳

اور امام محمد باقر علیہ السّلام اور امام جعفر صادق علیہ السّلام میں کسی سے روایت ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ "جو کچھ حنّہ (مادر مریم) کے شکم میں تھا اس نے اسے کنیسہ (عبادت گاہ) کے لیے نذر کر دیا تھا کہ وہ عبادت گزاروں کی خدمت کرے۔ اور اب جب لڑکی متولّد ہوئی تو کہا لڑکا خدمت میں لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔ امامؑ نے فرمایا کہ مریمؑ جوان ہو گئیں۔ اور وہ خدمت کر رہی تھیں اور عطایا وصول کر رہی تھیں یہاں تک کہ بلوغت کی منزل تک پہنچ گئیں تو حضرت زکریاؑ نے حکم دیا کہ حضرت مریمؑ اور عبادت گزاروں کے مابین حجاب قائم کر دیا جائے۔ ۴

وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ۔

میں نے اس کا نام مریمؑ رکھا ہے۔ یہ اس لیے کہا کہ وہ اللہ کا تقرب حاصل کرنا چاہتی تھیں اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ اس بچی کو محفوظ رکھے اور اس کی بھلائی چاہتا رہے تا کہ اس کا عمل اس کے نام کے مطابق ہو۔ ان کی زبان میں مریمؑ کے معنیٰ ہیں بہت عبادت گزار۔

وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا۔

اور میں اس بچی اور اس کی نسل کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

شیطان مردود کے شر سے۔ رجیم کے معنی ہیں دھتکارا ہوا اور رجم کے لغوی معنیٰ ہیں پتھر سے مارنا۔

---

(۱) الکافی، ج ۱، ص ۵۳۵، باب فی انہ اذا قیل فی الرجل شیء و تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۰۰۔ ۱۰۱

(۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۷۱، ح ۳۹ (۳) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۷۰، ح ۳۷ (۴) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۷۰، ح ۳۸

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرمؐ سے مروی ہے

مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلاَّ وَالشَّیْطَانُ یَمَسُّهُ حِیْنَ یُوْلَدُ فَیَسْتَهِلَّ صَارِخاً مِنْ مَسِّهِ اِلاَّ مَرْیَمَ وَ اِبْنَهَا

جب بھی کوئی بچّہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان وقت ولادت اسے چھوتا ہے اور اسی سبب سے وہ بچّہ چیخ مار کر روتا ہے سوائے مریمؑ اور ان کے بیٹے (عیسیٰؑ) کے۔ ۱

کہا گیا ہے کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ شیطان ہر بچّے کو بہکانے کی تمنّا کرتا ہے تاکہ وہ اس سے متاثر ہو جائے سوائے مریمؑ اور ان کے بیٹے کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس استعاذہ (طلب پناہ) کی برکت سے شیطان کے شر سے محفوظ رکھا ہے۔ ۲

۳۷- فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا-

تو اللہ بیٹے کی جگہ بیٹی کو بطور نذر قبول کرنے پر راضی ہو گیا۔

بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ- اچھے انداز سے قبول کر لیا جس طرح نذروں کو قبول کیا جاتا ہے

اور مریمؑ کو لڑکے کی جگہ مقرّر کرنا اور ولادت کے فوراً بعد اسے تسلیم کر لینا قبل اس کے کہ وہ بڑی ہوں اور عبادت خانے کی خدمت کے قابل ہوں۔ ۳

روایت بیان کی گئی ہے کہ حنّہ نے جب مریم کو جنم دیا تو انھیں ایک کپڑے میں لپیٹ کر مسجد میں لے گئیں اور انھیں علمائے یہود کے سامنے رکھ دیا اور ان سے کہا یہ میری نذر تمھارے سامنے ہے اس کے بارے میں وہ آپس میں لڑنے لگے کہ کون اس کی کفالت کرے اس لیے کہ مریمؑ ان کے امام اور صاحب نذر کی بیٹی تھیں۔ بنی ہامان کا شمار بنو اسرائیل کے رؤسا اور بادشاہوں میں ہوتا تھا۔ زکریّاؑ نے ان سے کہا میں اس لڑکی کی کفالت کا زیادہ حق دار ہوں اس لیے کہ میں اس کا خالو ہوں۔ ان لوگوں نے اس بات سے انکار کیا اور قرعہ اندازی پر راضی ہوئے کل ستائیس افراد تھے۔ وہ سب دریا کی طرف گئے اور اس میں اپنے اپنے قلم ڈالے تو زکریّاؑ کا قلم پانی کے اوپر تیرنے لگا اور باقی سب قلم ڈوب گئے اس طرح زکریّاؑ نے ان کی کفالت کی۔ ۴

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب کی روایت میں ملتا ہے کہ زکریّاؑ کی بیوی مریمؑ کی بہن تھیں ان کی خالہ نہیں تھیں۔

روایت کیا ہے قمی نے اپنی تفسیر میں اور عیّاشی نے اپنی تفسیر میں امام باقر علیہ السّلام سے اور تفسیر امام حسن عسکری علیہ السّلام سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ ۵

---

(۱) مجمع البیان ج ۱۔ ۲ ص ۴۳۵ (۲) اسے بیان کیا ہے بیضاوی نے تفسیر انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۵۷۔ ۱۵۸
(۳) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۵۸ (۴) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲۔ ص ۴۳۶، اور انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۵۸، تفسیر کشاف، ج ۱، ص ۳۵۷ (۵) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۴ و تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۷۰ و تفسیر امام حسن عسکری علیہ السّلام، ص ۲۶۱

وَّاَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ–

یہاں لفظی مفہوم کی جگہ مجازی معنیٰ مراد ہیں یعنی حضرت مریم کی ایسی تربیت کی جو تمام حالات میں ان کے لیے مناسب وموزوں ہو۔

وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ–

اللہ نے مریم کی کفالت کی ذمّے داری زکریا کے سپرد کی۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيۡهَا زَكَرِيَّا الۡمِحۡرَابَ ۙ–

زکریا جب بھی اس کے پاس محراب میں جاتے۔

محراب سے مراد وہ کمرہ ہے جو مریم کے لیے بنایا گیا تھا۔ یا اس سے مراد مسجد ہے یا مسجد میں کوئی بلند اور نمایاں مقام یا اس کے سامنے کا حصّہ۔

اور اسے محراب اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ شیطان سے (حرب) جنگ کی جگہ ہے۔ گویا کہ حضرت مریمؑ کو بیت المقدس کی بہترین بلند اور نمایاں جگہ پر رکھا گیا تھا۔

وَجَدَ عِنۡدَهَا رِزۡقًا ۚ–

(یہ جملہ كُلَّمَا کا جواب ہے) وہ اس کے پاس طرح طرح کے رزق کو پاتے۔ روایت ہے کہ ان کے پاس حضرت زکریا کے علاوہ کوئی اور نہیں آتا تھا۔ اور جب زکریا باہر جاتے تھے تو اُن پر سات دروازوں کو بند کردیتے تھے اور جب واپس آتے تو ان کے پاس موسم سرما کے میوے گرمیوں میں اور گرمیوں کے میوے سردیوں میں پایا کرتے تھے۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب کی روایت بھی اسی سے ملتی جلتی ہے۔[2]

قَالَ يٰمَرۡيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ–

تو وہ پوچھتے اے مریم یہ بغیر موسم کے پھل تمھارے پاس کہاں سے آگئے جب کہ دروازے تمھارے اوپر بند تھے؟

قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ–

تو وہ جواب دیتیں یہ سب کچھ اللہ کے پاس سے آیا ہے آپ اسے حیرت کی نظر سے نہ دیکھیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ–

بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے۔

تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہؑ نے حضرت علیؑ کی

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۵۸ (۲) مجمع البیان، ج ۱-۲، ص ۴۳۶ اور تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۷۰، ح ۳۶

خاطر گھر کے امور جیسے آٹا گوندھنا، روٹی پکانا اور جاروب کشی (جھاڑو دینا) کی ذمّے داری قبول کی اور حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کی خاطر گھر کی باہر کی ذمّے داری قبول کی جیسے لکڑیاں لانا، اور اناج وغیرہ مہیا کرنا علیؑ نے ایک دن فاطمہؑ سے پوچھا کیا تمھارے پاس کچھ سامان خورونوش ہے؟ حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عظیم بنایا ہے تین دن سے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے جس سے ہم آپ کی ضیافت کریں۔ تو علیؑ نے کہا تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا؟ فاطمہؑ نے کہا اللہ کے رسولؐ نے مجھے آپ سے سوال کرنے سے منع کر دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ اگر ابن عم خود اپنی مرضی سے نفقے کے لیے کچھ لے آئیں تو ٹھیک ہے ورنہ تم ہرگز ان سے اس بارے میں سوال نہ کرنا۔

توامام علی علیہ السّلام گھر سے نکلے کسی شخص سے ایک دینار قرض طلب کیا۔ شام کا وقت تھا۔ جب روانہ ہونے لگے تو مقداد بن الاسود سے ملاقات ہوگئی۔ مقداد سے سوال کیا اس وقت تمھارے باہر نکلنے کی وجہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنینؑ آپ کے حق کی قسم بھوک کی وجہ سے باہر نکلا ہوں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میرے نکلنے کا بھی یہی سبب ہے۔ میں نے ایک دینار قرض لیا ہے۔ اس کے لیے میں تم کو ترجیح دوں گا۔ وہ دینار انھیں دے دیا۔ اب جو گھر تشریف لائے تو کیا دیکھا کہ رسول اکرمؐ تشریف فرما ہیں، حضرت فاطمہؑ نماز میں مصروف ہیں اور ان دونوں کے درمیان کوئی چیز ڈھکی ہوئی رکھی ہے۔

حضرت فاطمہؑ جب نماز سے فارغ ہوئیں اور ڈھکنا اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بڑا پیالہ ہے جس میں گوشت اور روٹی رکھی ہوئی ہے۔ آں حضرتؐ نے دریافت کیا اے فاطمہؑ یہ تمھارے پاس کہاں سے آیا؟ تو انھوں نے جواب دیا یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے وہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے تو رسول اکرمؐ نے فرمایا اے علیؑ کیا میں تمھیں بتاؤں کہ تمھاری اور فاطمہؑ کی مثال کیا ہے؟ علیؑ نے کہا بے شک تو آں حضرتؐ نے فرمایا زکریاؑ کی مانند ہے جب وہ مریم کے پاس محراب میں گئے تو ان کے پاس طرح طرح کے پھل دیکھے دریافت کیا اے مریم یہ پھل تمھارے پاس کہاں سے آئے ہیں انھوں نے جواب دیا اللہ کے پاس سے وہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ انھوں نے ایک مہینے تک اس میں سے کھایا۔ اور یہی وہ پیالہ ہے جس سے قائم صلوات اللہ علیہ کھائیں گے اور وہ ہمارے پاس ہے۔[۱]

کتاب کافی میں اس حدیث کو دوسری طرح بیان کیا گیا ہے۔[۲]

اور روایت عامّہ میں کسی اور تیسرے طریقے سے واقعے کو بیان کیا گیا ہے۔ اس واقعے کو زمخشری، بیضاوی اور ان کے علاوہ دیگر مفسرین نے بھی تحریر کیا ہے۔[۳]

---

(۱) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۷۱، ح ۴۱ (۲) الکافی، ج ۱، ص ۴۶۰، ح ۷، باب مولد الزہرا فاطمہ علیہا السّلام

(۳) تفسیر کشاف، ج ۱، ص ۳۵۸ وانوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۵۸ وتفسیر ابوالسّعود، ج ۲، ص ۳۰ اور تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۳۱۰-۳۱۱

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ
اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾
فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى
مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾
قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ
كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾
قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا
رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع ۱۱/۱۲

۳۸- اسی وقت زکریاؑ نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے پروردگار! مجھے اپنی طرف سے ایک پاک و پاکیزہ اولاد عطا فرما کہ تو ہر ایک کی دعا کو سننے والا ہے۔

۳۹- تو جواب میں ملائکہ نے انھیں آواز دی جب کہ وہ محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کہ اے زکریا! اللہ تمھیں یحییٰؑ کی بشارت دے رہا ہے جو اللہ کی جانب سے ہر آنے والے کلمے کی تصدیق کرے گا۔ اس میں سرداری و بزرگی کی شان ہوگی وہ پاکیزہ کردار ہوگا نبوّت سے سرفراز ہوگا اور اسے صالحین میں شمار کیا جائے گا۔

۴۰- زکریاؑ نے کہا پروردگار بھلا میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جب کہ مجھ پر بڑھاپا آ گیا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے۔ جواب ملا ایسا ہی ہوگا، اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۴۱- انھوں نے عرض کی مالک میرے لیے قبولیت دعا کی کوئی نشانی مقرّر فرما دے ارشاد ہوا نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے اشاروں کے علاوہ کوئی بات نہ کر سکو گے اس دوران اپنے پروردگار کا ذکر کثرت سے کرتے رہنا اور صبح و شام اسی کی تسبیح میں مصروف رہنا۔

۳۸- هُنَالِكَ- اس جگہ یا اس وقت

دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ- جب مریم کی یہ کرامت اور اللہ کے نزدیک ان کی یہ منزلت دیکھی تو اس وقت زکریاؑ نے اپنے رب سے دعا کی۔

تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت مریمؑ تمام عورتوں میں سب سے خوبصورت تھیں اور جب وہ نماز پڑھتی تھیں تو ان کے نور سے محراب منور ہو جاتا تھا۔ جب زکریاؑ محراب میں تشریف لائے تو انھوں نے حضرت مریمؑ کے پاس موسم سرما کے پھلوں کو گرمیوں میں دیکھا اور گرمیوں کے پھلوں کو سردیوں میں پایا تو سوال کیا ''اے مریمؑ یہ پھل تمھارے پاس کہاں سے آئے ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا یہ پھل اللہ کے پاس سے آئے ہیں'' تو اسی وقت زکریاؑ نے اپنے رب سے دعا کی۔[1]

اور تفسیر امام حسن عسکری علیہ السّلام میں ہے کہ زکریاؑ نے اپنے دل میں سوچا کہ جو ہستی موسم سرما کے پھل گرمیوں میں اور گرمیوں کے پھلوں کو سردیوں میں مریم کے لیے لانے پر قدرت رکھتی ہے تو وہ میرے بوڑھے ہونے اور میری بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود مجھے اولاد عطا کرنے پر یقیناً قدرت رکھتی ہے۔ تو اس وقت زکریاؑ نے رب سے دعا طلب کی

رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً - اے میرے پروردگار تو مجھے اپنی طرف سے ایک بابرکت بیٹا عنایت فرما جس طرح تو نے حنّہ کو اولاد کی نعمت سے نوازا ہے۔[2]

کہا جاتا ہے کہ زکریاؑ کی بیوی ایشاع دختر عمران بن ماثان، حنّہ کی بہن تھیں زکریاؑ نے چاہا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے بیوی کی بہن حنّہ کو اولاد عطا کی ہے انھیں بھی اولاد کی نعمت مل جائے۔[3]

اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ - بے شک تو ہر ایک کی دعا کو سنتا ہے۔

۳۹ - فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ -

جب زکریاؑ محراب میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اس وقت فرشتوں نے انھیں آواز دے کر کہا۔

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى - بے شک اللہ تمھیں یحییٰؑ کے پیدا ہونے کی بشارت دیتا ہے۔

مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ -

جو اللہ کی جانب سے آنے والے کلمہ (عیسیٰ) کی تصدیق کرے گا۔ جو عن قریب آنے والا ہے۔

وَسَيِّدًا - وہ اپنی قوم کا سردار اور ان سے افضل ہوگا اور تمام انسانوں سے برتری کا سبب یہ ہے کہ اس نے گناہ کا کبھی قصد بھی نہیں کیا۔ امام حسن عسکری علیہ السّلام کی تفسیر میں ہے کہ اللہ کی اطاعت کرنے والوں پر اللہ کی اطاعت میں سرداری کرے گا۔[4]

وَّحَصُوْرًا - یعنی وہ اپنے نفس کو خواہشات اور لہو و لعب سے محصور (دور) رکھے گا۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت یحییٰؑ اپنے بچپن کے زمانے میں بچّوں کے قریب سے گزرے تو انھوں نے ان کو

---

(۱) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۷۰، ح ۳۶ (۲) تفسیر امام حسن عسکری علیہ السّلام، ص ۶۶۰
(۳) تفسیر کشّاف، ج ۱، ص ۳۵۹ (۴) تفسیر الامام العسکری، ص ۶۶۰

کھیلنے کی دعوت دی تو یحییٰ نے جواب دیا مَا لِلَّعِبِ خُلِقْتُ مجھے کھیلنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ [1]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے حصور اسے کہتے ہیں جو عورتوں کے قریب نہ جائے۔ [2]

ان شاء اللہ یہ دونوں روایتیں سورۂ مریم میں بیان کی جائیں گی۔

وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ- یحییٰ کو نبوت ملے گی اور یہ صالح لوگوں میں سے ہوں گے یا صالح لوگوں میں جنم لیں گے۔

امام حسن عسکری علیہ السّلام نے اپنی تفسیر میں آیت وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے چار بچّوں کے علاوہ کسی کو کامل العقل مردوں کے ساتھ ملحق نہیں کیا۔ عیسیٰ فرزند مریم، یحییٰ فرزند زکریا اور امام حسنؑ اور امام حسین علیہم السّلام۔ اس کے بعد امام نے ان کے واقعات بیان کیے ہیں۔ [3]

پھر امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ یحییٰؑ نے عیسیٰؑ کی پہلی تصدیق کی۔ واقعہ یوں ہے کہ جہاں پر مریمؑ رہتی تھیں اس عبادت خانے میں سوائے زکریاؑ کے کوئی اور نہیں جاتا تھا۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر وہاں جاتے تھے اور جب واپس جانے لگتے تو وہ دروازے کو مقفل کر دیتے تھے صرف دروازے کے اوپر ایک چھوٹا سا سوراخ بنا دیا تھا جس سے ہوا کا گزر ہوتا تھا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ مریمؑ حاملہ ہوگئیں ہیں تو انھیں اس بات سے بہت دکھ ہوا اور انھوں نے دل میں سوچا کہ مریمؑ کے پاس میرے علاوہ کوئی اور آتا نہیں ہے اور یہ حاملہ ہوگئیں ہیں اب تو میں بنی اسرائیل میں رسوا ہو جاؤں گا کیا وہ یہ نہ سوچیں گے کہ میں نے انھیں حاملہ کر دیا ہے تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان سے یہ بات بیان کی بیوی نے ان سے کہا "اے زکریاؑ ڈرو نہیں اللہ تمھارے ساتھ بہت اچھا برتاو کرے گا تم مریمؑ کو میرے پاس لاؤ تاکہ میں انھیں دیکھوں اور ان کی حالت دریافت کروں" تو زکریاؑ مریم کو اپنی بیوی کے پاس لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے مریمؑ کو سوال کا جواب دینے سے محفوظ رکھا۔

جب مریمؑ اپنی بہن کی خدمت میں تشریف لے گئیں تو زکریاؑ کی بیوی جو مریمؑ سے بڑی تھیں ان کی تعظیم کے لیے کھڑی نہیں ہوئیں۔ تو یحییٰؑ نے جو شکم مادر میں تھے اللہ کی اجازت سے شکم میں انگلی چھو کر انھیں متوجّہ کیا اور انھیں آواز دے کر کہا اے مادر گرامی آپ کی خدمت میں وہ خاتون تشریف لائی ہیں جو عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں اور ان کے شکم میں جو بچّہ ہے وہ عالمین کے مردوں کا سردار ہے۔ آپ ان کی تعظیم کے لیے کیوں نہیں کھڑی ہو رہی ہیں؟ تو وہ بے چین ہوئیں اور مریمؑ کی تعظیم کے کھڑی ہوگئیں اور یحییٰؑ نے شکم مادر میں حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کو سجدۂ تعظیمی کیا۔ تو اس طرح یہ یحییٰؑ کی عیسیٰؑ کے لیے پہلی تصدیق تھی۔ اور رسول اکرمؐ کا یہ قول امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے لیے ہے اِنَّهُمَا سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ یہ دونوں (حسنؑ اور حسینؑ) جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ [4]

---

(۱) انوار التنزیل، ج۱، ص۱۵۹ اور تفسیر ابوالسّعود، ج۲، ص۳۲ (۲) مجمع البیان، ج۱۔۲، ص۴۳۸

(۳) تفسیر امام حسن عسکریؑ، ص۶۵۹ (۴) تفسیر امام حسن عسکریؑ، ص۶۶۰۔۶۶۱

۴۰–قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ– اس امر کو بعید سمجھتے ہوئے استفہامیہ انداز میں زکریاؑ نے کہا اے میرے پروردگار بھلا میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟

وَّقَدْ بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ– مجھ پر بڑھاپا آ گیا ہے اور مجھے ناتواں بنا دیا ہے۔

وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ– اور میری بیوی بانجھ ہے، اس میں بچہ دینے کی صلاحیت نہیں ہے

قَالَ کَذٰلِکَ– جواب ملا ایسا ہی ہوگا کہ اللہ ایک بوڑھے مرد اور بانجھ عورت کے ذریعے بچہ خلق کرکے رہے گا۔

اللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ– اللہ ایسے واقعات رونما کرتا ہے جو عادت کے خلاف ہوں۔

۴۱–قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَۃً– انھوں نے کہا پروردگار میرے لیے کوئی ایسی نشانی بتا دے جس سے مجھے پتا چل جائے کہ حمل قرار پا گیا تاکہ میں شکر کرتے ہوئے اس کا استقبال کروں۔

قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ– ارشاد باری ہوا کہ تمھارے لیے نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے گفتگو کرنے پر قدرت نہیں رکھو گے۔

کہا گیا ہے کہ زکریاؑ کی زبان کو عام لوگوں سے گفتگو کرنے سے خاص طور پر روک دیا گیا تھا تاکہ وہ اس دوران خالصتً اللہ کا ذکر کریں اور اس کی نعمتوں کا حق ادا کرنے کے لیے شکر رب بجا لائیں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا ''سوائے شکر الٰہی کے تم اپنی زبان کو بند رکھو'' [۱]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ زکریاؑ نے جب اپنے رب سے دعا کی کہ اللہ انھیں اولاد کی دولت عطا کر دے تو ملائکہ نے انھیں پکار کر جو بتانا تھا بتا دیا زکریاؑ نے چاہا کہ وہ یہ جان لیں کہ یہ آواز اللہ کی جانب سے تھی تو اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ اس کی نشانی یہ ہے کہ تین دن تک ان کی زبان گفتگو کرنے سے قاصر رہے گی پس جب ان کی زبان رک گئی اور انھوں نے کلام نہیں کیا تو جان لیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی اس امر پر قادر نہیں ہے اور یہ اللہ ہی کا قول تھا جو فرشتوں نے سنایا تھا۔[۲]

اِلَّا رَمْزًا– سوائے اشارات کے۔

تفسیر عیاشی میں امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ میں سے کسی ایک سے مروی ہے کہ حضرت زکریاؑ سر ہلا کے اشارہ کرتے تھے [۳]

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا– اور اپنے رب کا زیادہ ذکر کرو۔ کہا گیا کہ یہ حکم ان دنوں سے مخصوص ہے جب وہ لوگوں سے کلام کرنے سے عاجز تھے۔

وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ– عشی کے معنی ہیں زوال سے یا وقت عصر سے مغرب تک اور ابکار ہے طلوع فجر سے دن چڑھے تک۔ یعنی صبح سے شام تک تسبیح خداوندی کرتے رہنا۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج۱، ص۱۵۹ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۷۲، ح۴۳ (۳) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۷۲، ح۴۴

وَاِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرۡيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصۡطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۲﴾

يٰمَرۡيَمُ اقۡنُتِىۡ لِرَبِّكِ وَاسۡجُدِىۡ وَارۡكَعِىۡ مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ ﴿۴۳﴾

ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ‌ؕ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ يُلۡقُوۡنَ اَقۡلَامَهُمۡ اَيُّهُمۡ يَكۡفُلُ مَرۡيَمَ ۖ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ يَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۴۴﴾

اِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرۡيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنۡهُ ۖ اسۡمُهُ الۡمَسِيۡحُ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ وَجِيۡهًا فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ۙ ﴿۴۵﴾

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الۡمَهۡدِ وَكَهۡلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۴۶﴾

۴۲-اور فرشتوں نے کہا: اے مریمؑ! بلا شبہہ اللہ نے تمھیں برگزیدہ کیا ہے، پاک و پاکیزہ بنایا ہے اور تمھیں دنیا کی تمام عورتوں پر ترجیح دے کر اپنی خدمت کے لیے چن لیا ہے۔

۴۳-اے مریمؑ! تم اپنے پروردگار کی اطاعت کرو، سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

۴۴-اے محمدؐ یہ غیب کی باتیں ہیں جو ہم تمھیں وحی کے ذریعے بتا رہے ہیں۔ تم اس وقت ان کے پاس نہ تھے جب ہیکل کے خادم قرعہ اندازی کر رہے تھے کہ ان میں سے کون مریمؑ کی کفالت کرے گا اور نہ ہی تم اس وقت وہاں موجود تھے جب وہ ایک دوسرے سے جھگڑ رہے تھے۔

۴۵-جب فرشتوں نے کہا: اے مریمؑ! اللہ تمھیں ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰؑ بن مریمؑ ہوگا، وہ دنیا و آخرت میں صاحب عزت ہوگا۔ اور اللہ کی بارگاہ میں مقرّب ہوگا۔

۴۶-وہ لوگوں سے گہوارے میں ہم کلام ہوگا اور بڑے ہو کر بھی اور وہ صالحین میں سے ہوگا۔

۴۲-وَاِذۡ قَالَتِ ...... نِسَآءِ الۡعٰلَمِيۡنَ-

فرشتے حضرت مریم سے بالمشافہ گفتگو کر رہے تھے اس لیے کہ وہ محدّثہ تھیں یعنی وہ فرشتوں سے باتیں کرتی تھیں اور فرشتے ان سے ہمکلام ہوا کرتے تھے۔

کہا گیا ہے کہ اصطفاء اوّل سے مراد ہے مریم کی والدہ کی جانب سے عبادت گاہ کی خادمہ کی حیثیت سے ان کی قبولیت "مریم سے پہلے کوئی عورت خادمہ کی حیثیت سے قبول نہیں کی گئی"، عبادت کے لیے تنہائی میسّر آنا،

بغیر کسی محنت کے جنت کا رزق مہیا ہونا، عورتیں ہر مہینے جس آلودگی کا شکار ہوتی ہیں اس سے محفوظ رہنا۔

اور اصطفاء ثانی سے مراد ہے ان کی رہنمائی کرنا، فرشتوں کو ان کی جانب بھیجنا، انھیں بہترین کرامتوں سے نوازنا جیسے بغیر باپ کے بچّے کی ولادت اور بچّے کو گویا کر کے یہودیوں کے لگائے ہوئے الزامات سے مریمؑ کو بری کرنا اور مریمؑ اور ان کے فرزند عیسیٰؑ کو تمام دنیا کے لیے نشانی قرار دینا۔ [1]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں روایت ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے مریمؑ اللہ نے تم کو انبیاء کی ذریت میں سے منتخب کیا ہے اور زنا سے تمھیں پاک رکھا ہے اور بغیر کسی مرد کی قربت کے عیسیٰ کو پیدا کر کے تمھیں منتخب کرلیا ہے۔ [2]

۴۳- یٰمَرْیَمُ .... مَعَ الرّٰكِعِیْنَ -

اے مریمؑ اپنے پروردگار کی اطاعت کرو، سجدہ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو

مَعَ الرّٰكِعِیْنَ کا مفہوم ہے کہ جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ ارکان نماز سجدہ اور رکوع کا ذکر کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا نام محدّثہ اس لیے رکھا گیا کہ فرشتے آسمان سے نازل ہو کر حضرت فاطمہؑ کو اسی طرح مخاطب کرتے تھے جس طرح حضرت مریمؑ بنت عمران کو مخاطب کیا کرتے تھے۔ فرشتے کہتے تھے یَا فَاطِمَةُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰی نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ یَا فَاطِمَةُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ”اے فاطمہؑ بے شک اللہ نے تمھیں برگزیدہ کیا ہے، پاک و پاکیزہ بنایا ہے اور تمھیں دنیا کی تمام عورتوں کے مقابلے میں منتخب کرلیا ہے۔ اے فاطمہؑ تم اپنے رب کی اطاعت گزار رہو اور سجدہ کرتی رہو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔“

تو فاطمہؑ فرشتوں سے گفتگو فرماتیں اور فرشتے حضرت فاطمہؑ سے ہمکلام ہوا کرتے تھے۔ ایک رات حضرت فاطمہؑ نے فرشتوں سے کہا کہ حضرت مریمؑ بنت عمران کیا تمام جہانوں کی عورتوں سے افضل نہیں ہیں؟ تو فرشتوں نے جواب دیا کہ مریمؑ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے زمانے اور ان کے زمانے دونوں کا سردار بنایا ہے۔ آپ کو اوّلین اور آخرین کی تمام عورتوں کا سردار بنایا گیا ہے۔ [3]

۴۴- ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ .... یَكْفُلُ مَرْیَمَ -

اے محمدؐ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمھیں وحی کے ذریعے بتا رہے ہیں۔ تم اس وقت ان کے پاس نہ تھے جب ہیکل کے خادم قرعہ اندازی کر رہے تھے کہ کون مریم کی کفالت کرے گا۔

---

(۱) بیضاوی، انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۶۰ (۲) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۴۴۰

(۳) علل الشرائع، ص ۱۸۲، ح ۱، باب ۱۴۶ حضرت فاطمہؑ کا نام محدّثہ کیوں رکھا گیا ہے؟

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مریمؑ یتیم تھیں ان کے والد کا انتقال ہو گیا تھا اس لیے ان کی کفالت کے لیے قرعہ اندازی کی جارہی تھی۔ ۱

۴۵- اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ .... اسْمُهُ الْمَسِيْحُ-

جب فرشتوں نے کہا اے مریمؑ! اللہ تمھیں ایک کلمے کی خوش خبری سناتا ہے جس کا نام مسیح ہے کہا گیا ہے کہ مسیح عبرانی زبان میں مشیح ہے جس کے معنیٰ ہیں بابرکت۔ ۲

عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ- کہا گیا ہے کہ دراصل یہ لفظ ایشوع تھا جسے عربی میں عیسیٰ کہا گیا۔ ۳

وَجِيْهًا- تفسیر قمی میں ہے کہ اس کے معنیٰ ہیں صاحب جاہ ومنزلت۔ ۴

فِي الدُّنْيَا- دنیا میں نبوّت اور رسالت کے ذریعے۔

وَالْاٰخِرَةِ- اور آخرت میں شفاعت اور بلند مرتبہ پاکر۔

وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ- اور اللہ کی نزدیک وہ مقرّب ہوں گے، آسمانوں پر اٹھائے جانے، ملائکہ کی مصاحبت اور جنت میں بلند درجات حاصل کرنے کی وجہ سے۔

۴۶- وَيُكَلِّمُ النَّاسَ- وہ لوگوں سے اس طرح گفتگو کریں گے جیسے انبیاء کیا کرتے ہیں۔

فِي الْمَهْدِ- جب کہ وہ بچّے ہوں گے۔

وَكَهْلًا- اور ادھیڑ عمر کو پہنچ کر بھی اس گفتگو کے انداز میں فرق نہیں آئے گا۔

اس لفظ سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے اس لیے کہ بڑھاپے کی منزلوں تک پہنچے سے قبل ہی انھیں اس دنیا سے اٹھالیا گیا۔

وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ- اور وہ صالحین میں سے ہوں گے۔

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے مختلف اور متضاد حالات کا ذکر اس لیے کیا کہ رہنمائی ملے کہ وہ الوہیت سے الگ تھلگ ہیں۔

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۷۳، ح ۴۷ (۲) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۶۰ اور کشاف، ج ۱، ص ۳۶۲ و مجمع البیان، ج ۱-۲، ص ۴۴۳۲

(۳) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۶۰ اور کشاف، ج ۱، ص ۳۶۳ (۴) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۰۲

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ﴿۴۸﴾

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ﴿۴۹﴾

۴۷- مریم نے کہا: اے میرے پروردگار! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا، مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا جواب ملا ایسا ہی ہوگا، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب وہ کسی کام کے انجام دینے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔

۴۸- اور اللہ اسے کتاب وحکمت کی تعلیم دے گا اور توریت اور انجیل کا علم عطا کرے گا۔

۴۹- اور بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجے گا (عیسیٰ نے کہا) میں تمھارے رب کی طرف سے تمھارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں تمھارے سامنے مٹی کی مورت بصورت پرندہ بناتا ہوں پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ حکم خدا سے سچ مچ پرندہ بن جائے گا۔ میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور مردے کو زندہ کرتا ہوں۔ میں تمھیں بتاؤں گا کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں ذخیرہ کر کے کیا رکھتے ہو۔ یقیناً اس میں تمھارے لیے نشانی موجود ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔

۴۷- قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ ...... فَيَكُوْنُ-

مریم نے کہا: پروردگارا میرے بیٹا کیسے ہوگا مجھے تو کسی انسان نے چھوا تک نہیں ہے جواب ملا! اللہ اسی طرح جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے جب وہ کسی امر کے بارے میں فیصلہ کر لیتا ہے تو کہتا ہے ہو جا اور وہ شے ہو جاتی ہے۔ جس طرح وہ چیزوں کو اسباب اور مواد کے ذریعے بتدریج پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو وہ اس بات پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ بغیر کسی اسباب و مواد کے دفعۃً کسی شے کو خلق کر دے۔

۴۸- وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ-

اور اللہ اس کو کتاب، حکمت، توریت اور انجیل کی تعلیم دے گا۔

کتاب کے معنی ہیں تحریر یا نازل شدہ کتابوں کی مانند کوئی کتاب، توریت اور انجیل کا نام الگ بیان کرنا ان کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

۴۹ - وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۔

اور بنی اسرائیل کی جانب رسول بنا کر بھیجے گا۔

کتاب اکمال میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو خاص طور سے بنی اسرائیل کی جانب نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اور ان کی نبوّت کا مرکز بیت المقدس تھا۔[1]

اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ۔

عیسیٰؑ نے کہا میں تمھاری طرف اپنے رب کے پاس سے ایسی واضح دلیل لایا ہوں جو میری نبوّت پر شاہد ہے۔

اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـــَٔةِ الطَّيْرِ۔

میں تمھارے لیے مٹی کے پرندوں جیسی شئے بناؤں گا۔

فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ -

پھر میں اس میں پھونک ماروں گا تو وہ امر خداوندی سے زندہ ہو کر اڑنے لگے گا۔

اِذْنِ اللّٰهِ کے لفظ سے یہ بتلا دیا کہ یہ سب کچھ امر الٰہی کی بنیاد پر ہوگا اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ۔ میں اندھے کو بینائی عطا کروں گا۔

وَالْاَبْرَصَ۔ اور مبروص کو اچھا کردوں گا۔ مبروص کے معنی ہیں کوڑھی ('کوڑھ' ایک بیماری ہے جس میں جلد پر سفید داغ آجاتے ہیں)۔

وَاُحْىِ الْمَوْتٰى۔ اور مردوں کو زندہ کردوں گا

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ۔ لیکن یہ سب کچھ اذن خداوندی سے ہوگا۔ یہ جملہ مکرّر اس لیے بیان کیا گیا کہ کہیں کسی کو عیسیٰؑ پر خدا کا گمان نہ ہو جائے اس لیے کہ کسی کو زندہ کرنا انسانوں کا کام نہیں ہوتا۔

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ۭ۔

اور میں تمھیں غیب کی ایسی باتیں بتاؤں گا جن کے بارے میں تمھیں کسی قسم کا شک نہیں ہوگا مثلاً تم کیا کچھ کھاتے ہو اور تم نے اپنے گھروں میں ضرورت کی کون کون سی چیزیں جمع کر رکھی ہیں۔

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

اگر تم تسلیم کرنے والے لوگ ہو اور تم میں دشمنی کا عنصر نہیں ہے تو جان لو کہ اس بات میں تمھارے لیے نشانی

---

(۱) اکمال الدین، ج ۱، ص ۲۲۰، ح ۱، باب ۲۲

موجود ہے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ عیسیٰؑ بنی اسرائیل سے یہ کہا کرتے تھے "میں تمھاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ اور میں مٹی سے پرندوں کا ہم شکل بناؤں گا اور اس میں پھونک ماروں گا تو وہ حکم خداوندی سے زندہ ہو کر اڑنے لگے گا۔ اور میں اندھوں کو بینائی اور مبروص (کوڑھی، جذامی) کو اچھا کردوں گا۔ تو انھوں نے کہا کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں یہ ہماری نظر میں جادو سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ ہمیں ایسی نشانی دکھائیں جس کی بنیاد پر ہم آپ کو سچّا تسلیم کرلیں۔ تو عیسیٰ نے کہا کہ اگر تمھارے گھروں سے نکلنے سے پہلے میں یہ بتادوں کہ تم نے کیا کیا کھایا ہے اور اپنے گھروں میں ضرورت کی کن کن چیزوں کو جمع کیا ہے اور تم نے رات کے وقت کیا چیز اکٹھی کی تھی تو کیا تم مجھے سچّا مان لوگے انھوں نے کہا بے شک تو عیسیٰ ان سے کہا کرتے تھے کہ تم نے یہ یہ کھایا ہے اور یہ پیا ہے اور دسترخوان سے ان ان چیزوں کو اٹھایا ہے۔ پس ان میں جو قبول کرلیتے تھے وہ ایمان لے آتے تھے اور کچھ لوگ کفر پر باقی رہتے تھے۔ اگر وہ مومن ہوتے تو ان کے لیے اس میں نشانی موجود تھی۔ [1]

تفسیر عیاشی میں روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام نے توقف کیا اور جب ان کی عمر سات یا آٹھ سال کی ہوئی تو وہ بنی اسرائیل کے افراد کو یہ بتادیا کرتے تھے کہ وہ کیا کھایا کرتے ہیں اور اپنے گھروں میں ضرورت کی کون سی چیزیں جمع کرلیتے ہیں۔ تو انھوں نے لوگوں کے سامنے مردوں کو جلانا، نابینا کو بینا بنانا اور مبروص کو اچھا کرنا شروع کردیا اور وہ انھیں توریت کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ اور جب اللہ نے ان پر اپنی حجّت قائم کرنا چاہی تو عیسیٰؑ پر انجیل کو نازل کردیا۔ [2]

روایت میں بیان ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے اصحاب نے ان سے گذارش کی کہ وہ ان کے لیے مردے کو زندہ کردیں تو وہ اپنے اصحاب کے ساتھ سام ابن نوح کی قبر پر آئے اور ان سے مخاطب ہو کر کہا "اے سام بن نوح اللہ کے حکم سے اٹھ جاؤ" امامؑ نے فرمایا قبر شق ہوئی پھر حضرت عیسیٰؑ نے دوبارہ کہا تو جسم میں حرکت نمودار ہوئی اور جب آخری بار کہا تو سام بن نوح قبر سے باہر آگئے۔ تو حضرت عیسیٰؑ نے ان سے دریافت کیا آپ کو کون سی بات پسند ہے آپ زندہ رہنا چاہتے ہیں یا واپس جانا چاہتے ہیں تو امامؑ نے فرمایا کہ سام نے کہا اے روح اللہ میں واپس جانا چاہتا ہوں اس لیے کہ میں آج کے دن سے ہی موت کی سوزش یا یہ کہا کہ موت کی اذیّت اپنے دل میں محسوس کر رہا ہوں۔ [3]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ حضرت عیسیٰؑ نے کسی شخص کو اس کی موت کے بعد اس طرح زندہ کیا ہے؟ کہ اس نے کھانا کھایا ہو، روزی کمائی ہو، ایک عرصے تک زندہ رہا ہو اور اس کی اولاد بھی ہوئی ہو؟ تو امامؑ نے فرمایا ہاں! ان کا ایک دوست تھا جس سے اللہ کی

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص ۱۰۲ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۱۷۴، ح ۴۹ (۳) تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۱۷۴، ح ۵۰

خاطر انھوں نے رشتۂ اخوت اختیار کیا تھا۔ جب حضرت عیسیٰؑ کا وہاں سے گزر ہوتا تھا تو اس کے پاس قیام فرماتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ ایک عرصے تک اس سے دور رہے۔ پھر جب وہاں سے گزرے تو اسے سلام کرنے کے لیے اس کے گھر گئے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس کی ماں نے بتایا اے اللہ کے رسول اس کا تو انتقال ہو چکا ہے۔ عیسیٰؑ نے فرمایا کیا تم اس کو زندہ دیکھنا چاہتی ہو؟ اس نے کہا جی ہاں! تو عیسیٰؑ نے فرمایا میں کل آؤں گا اور اسے امر خداوندی سے تمھارے لیے زندہ کردوں گا۔ جب دوسرا دن ہوا تو عیسیٰؑ تشریف لائے اور اس کی ماں سے کہا مجھے اس کی قبر کے پاس لے چلو۔ وہ دونوں روانہ ہوئے اور اس کی قبر تک پہنچے۔ عیسیٰؑ قبر کے پاس ٹھہر گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا طلب کی اتنے میں قبر شق ہوئی اور اس عورت کا بیٹا زندہ ہوکر باہر آگیا جب اس کی ماں نے اسے دیکھا اور اس نے اپنی ماں کو دیکھا تو دونوں رونے لگے عیسیٰؑ کو ان پر رحم آیا۔ عیسیٰؑ نے اس سے پوچھا کیا تم اپنی ماں کے ساتھ دنیا میں رہنا چاہتے ہو؟ تو اس نے کہا اے اللہ کے نبی کھانے، رزق حاصل کرنے، اور مدّت حیات کے ساتھ یا کھانے، رزق پانے اور مدّت حیات کے بغیر۔ تو عیسیٰؑ نے کہا کھانے، رزق پانے اور مدّت حیات کے ساتھ تم بیس سال زندہ رہو گے تمھاری شادی ہوگی اور اولاد بھی ہوگی اس نے کہا اگر ایسا ہے تو مجھے جینا منظور ہے۔ عیسیٰؑ نے اسے اس کی ماں کے حوالے کیا اور وہ بیس سال زندہ رہا اور صاحب اولاد بھی ہوا۔[۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں ہمارے نبیؐ سے بھی اسی قسم کے امور صادر ہوئے ہیں جیسے عیسیٰؑ سے ظہور میں آئے بلکہ ان سے کہیں زیادہ اور حیرت انگیز واقعات نظر آتے ہیں جیسا کہ کتاب احتجاج میں حسین بن علیؑ سے مروی ہے۔[۲]

کتاب توحید میں امام رضا علیہ السّلام سے ایک حدیث میں مروی ہے آپ نے فرمایا کہ قریش نے رسول اکرمؐ کی خدمت میں اکٹھے ہوکر یہ سوال کیا کہ وہ ان کے مردوں کو زندہ کردیں حضور اکرمؐ نے ان کے ساتھ حضرت علیؑ کو روانہ کرکے فرمایا اے علیؑ تم قبرستان میں جاکر ان افراد کا نام لے کر پکارو جن کے بارے میں قریش دریافت کررہے ہیں اے فلاں شخص، اے فلاں شخص ''محمدؐ تم سے یہ کہہ رہے ہیں تم اللہ کے حکم سے اٹھ جاؤ'' تو وہ سب کے سب سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے قریش نے آگے بڑھ کر ان کے امور سے متعلق سوالات کیے اور پھر قریش نے انھیں بتایا کہ محمدؐ کو نبی بنا کر بھیجا گیا ہے تو انھوں نے کہا ہماری تمنّا تھی کہ اگر ہم انھیں پالیتے تو ان پر ایمان لاتے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ آں حضرتؐ نے نابیناؤں کو بینائی، برص کے مریضوں کو صحت مندی اور دیوانوں کو فرزانگی عطا کی۔ چوپاؤں، پرندوں، جنوں اور شیاطین نے بھی آپ سے گفتگو کی اور اقرار کیا کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو رب نہیں بنائیں گے۔[۳]

(۱) الکافی، ج۸، ص۳۳۷، ح۵۳۲ و تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۷۴، ح۵۱
(۲) الاحتجاج، ج۱، ص۳۳۱۔۳۳۵ ایک طولانی حدیث کے ذیل میں
(۳) التوحید، ص۴۲۳، باب ۶۵ امام رضاؑ کی گفتگو مختلف ادیان والوں سے

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾

۵۰-اور جو میرے سامنے توریت نامی کتاب ہے میں اس کی تصدیق کرنے کے لیے آیا ہوں اور میں اس لیے آیا ہوں کہ تمھارے لیے بعض ان چیزوں کو حلال کردوں جو تم پر حرام کر دی گئیں ہیں۔ اور میں تمھارے لیے اللہ کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

۵۱-یقیناً اللہ میرا اور تمھارا دونوں کا رب ہے۔ لہٰذا تم اسی کی بندگی اختیار کرو، یہی سیدھا راستا ہے۔

۵۲-پس جب عیسیٰؑ نے یہ محسوس کیا کہ بنی اسرائیل کفر و انکار پر آمادہ ہیں تو ان سے کہا کہ کون ہے جو خدا کی راہ میں میرا مددگار ہوتا ہے۔ حواریوں نے جواب دیا ہم اللہ کے مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

۵۳-پروردگارا جو کچھ تو نے نازل کیا ہے ہم نے اسے مان لیا ہے اور تیرے رسول کا اتباع کیا ہے تو ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

۵۰-وَمُصَدِّقًا لِّمَا .... حُرِّمَ عَلَيْكُمْ-

میرے سامنے جو کتاب خداوندی توریت ہے میں اس کی تصدیق کرنے کے لیے آیا ہوں اور میں اس لیے بھی آیا ہوں کہ کچھ چیزیں جو تم پر حرام کر دی گئیں تھیں تمھارے لیے حلال کردوں اور میں تمھارے پروردگار کی جانب سے نشانی لے کر آیا ہوں تو اللہ سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرو۔

شریعت موسوی میں جن چیزوں کو حرام کر دیا گیا تھا مثلاً چربی، مچھلی، اونٹ کا گوشت اور ہفتے کے دن کام کرنا۔ میں ان سب کو حلال کرنے کے لیے آیا ہوں۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ حضرت داوٗدؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے

---

(۱) تفسیر کشاف از زمخشری، ج۱، ص ۳۶۵

درمیان چار سو سال کا فاصلہ تھا اور حضرت عیسیٰ کی شریعت یہ تھی کہ انھیں توحید او راخلاص کے ساتھ مبعوث کیا گیا تھا۔ اور اسی امر کی تلقین نوحؑ، ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کو کی گئی تھی۔ اور اللہ نے ان پر انجیل کو نازل فرمایا۔ اور ان سے اسی قسم کا عہد و پیمان لیا جیسا دیگر انبیاء سے لیا گیا تھا۔ اور کتاب میں ان کے لیے یہ قانون بنایا کہ فرماں برداری کے ساتھ نماز قائم کریں۔ نیکی کا حکم دیں برائی سے منع کریں۔ جو چیزیں حرام ہیں ان کی حرمت کو قائم رکھیں اور جو چیزیں حلال ہیں ان کی حلّت کو باقی رکھیں۔ اور انجیل میں ان پر نصیحتیں، مثالیں اور حدود کو نازل فرمایا۔ اس کتاب میں قصاص (قتل کا بدلہ قتل) اور حدود کے احکامات نہیں ہیں۔ اور نہ ہی میراث کی فرضیت کا حکم ہے اور جو احکامات حضرت موسیٰؑ کو توریت میں دیے گئے تھے انھیں تخفیف کر کے حضرت عیسیٰؑ کو دیا گیا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جس میں حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ اور میں ان میں سے کچھ چیزوں کو حلال کرنے کے لیے آیا ہوں جو تم پر حرام کر دی گئیں تھیں۔ اور حضرت عیسیٰ کے ساتھ جو افراد تھے اور مومنین میں سے جن لوگوں نے ان کا اتّباع کیا تھا انھیں یہ حکم دیا کہ وہ توریت اور انجیل کے قوانین پر ایمان لائیں۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ توریت کے کچھ احکامات کا منسوخ کرنا اس کی تصدیق کی نفی نہیں کرتا جس طرح قرآن کی بعض آیتیں بعض کو منسوخ کرتی ہیں تو ان سے تناقض لازم نہیں آتا۔ وہ اس لیے کہ منسوخ درحقیقت اس حکم کی مدّت کے ختم ہونے کا بیان ہے۔ اور اسے ایک خاص وقت کے ساتھ معیّن کرنا ہے۔

وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ – اور میں تمھارے پروردگار کی جانب آیت (نشانی) لے کر آیا ہوں۔ اس قول کو غالباً مکرّر اس لیے کہا ہے کہ پہلی مرتبہ دلیل پیش کرنے کے لیے بطور تمہید بیان کیا اور دوسری مرتبہ حکم سے قریب کرنے کے لیے ذکر کیا اسی لیے جملۂ مابعد کو ''ف'' سے شروع کیا ہے۔ جو تعقیب کے لیے استعمال ہوتا ہے اور کہا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ میں دوسری دلیل لے کر آیا ہوں جو میری نبوّت کے صحیح ہونے پر گواہی دیتی ہے اور وہ قول یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ بلاشبہ اللہ میرا اور تمھارا پروردگار ہے۔ کیوں کہ یہ حق کی وہ دعوت ہے جس پر سب رسولوں کا اتفاق ہے۔ اور یہی نبی اور جادوگر میں فرق کو واضح کرتا ہے اور ان کے درمیان جو اعتراض ہے اس کو رفع کرتا ہے۔[2]

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ – تم میری مخالفت کرتے وقت اللہ سے ڈرو اور میں تمھیں جس طرف بلا رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔

۵۱ – اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ – اس جملے میں اشارہ ہے علم کے اس طلب کمال کی جانب جو حق پر اعتقاد رکھنے سے حاصل ہوتا ہے جس کی غرض و غایت توحید ہے۔

فَاعْبُدُوْهُ – تم اس کی عبادت کرو۔ اس جملے میں اشارہ ہے عمل کے اس کمال کی جانب جو اطاعت کرنے سے

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۷۵، ح ۵۲ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۶۲

حاصل ہوتا ہے جس کا مفہوم ہے نیکیوں پر عمل کرنا اور برائیوں سے روکنا۔

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ- یہی سیدھا راستہ ہے۔

اس جملے کے ذریعے اشارہ ہے کہ دونوں امور یعنی اطاعت وعبادت کا جمع کرنا ایک ایسا راستہ ہے۔ جس کے مستقیم ہونے کی گواہی دی جارہی ہے۔

۵۲-**فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ**-

اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السّلام نے ان سے سنا اور یہ دیکھا کہ وہ کفر کررہے ہیں۔ قمی نے امام صادق علیہ السّلام سے اسی طرح روایت کیا ہے۔[۱]

قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ- تو کہا کہ راہ خدا تک جانے کے لیے کون میرا مددگار ہے؟

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ- تو حواریوں نے کہا۔ حواری کے لفظی معنیٰ ہیں مخلص یہ لفظ حور سے نکلا ہے یعنی بالکل سفید۔

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ حواریوں کو حواری کیوں کہتے ہیں تو امامؑ نے فرمایا جہاں تک لوگوں کی بات ہے تو ان کے نزدیک حواری اس لیے کہتے ہیں کہ یہ لوگ دھوبی تھے کپڑے دھوکر اسے میل کچیل سے صاف کیا کرتے تھے اور یہ نام مشتق ہے "خبز الحوار" سے جزری نے کتاب نہایہ میں کہا ہے الخبز الحوار یعنی نُخِلَ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ جسے بار بار چھانا اور صاف کیا گیا ہو۔ ہمارے نزدیک انھیں حواری اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ بذاتہ مخلص تھے۔ اور دوسروں کو اپنے وعظ ونصیحت سے گناہوں کے میل کچیل سے پاک اور صاف کیا کرتے تھے۔[۲]

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ لوگ بارہ افراد تھے جن میں سب سے افضل اور زیادہ علم رکھنے والا "الوقا" تھا۔[۳]

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ- ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ- ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں آپ اس بات کی گواہی دیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

یعنی اے عیسیٰ آپ روز قیامت اللہ کے نزدیک ہمارے شاہد (گواہ) کی حیثیت سے موجود ہوں جس دن تمام مرسلین اپنی قوموں کے بارے میں گواہی دیں گے کہ انھوں نے نیک اعمال کیے ہیں یا برے اعمال بجالائے ہیں۔

۵۳-**رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ**-

پروردگار! جو کچھ تونے نازل کیا ہے ہم نے اسے مان لیا ہے اور تیرے رسول کا اتباع کیا ہے، تو ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

جو تیری وحدانیت کی گواہی دینے والے ہیں۔ یا انسانوں پر گواہ ہیں ہمیں بھی ان گواہوں میں شامل کردے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۰۳ (۲) عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۷۹، باب ۳۲، ح ۱۰ (۳) توحید، ج ۱، ص ۴۲۱، ح ۴، باب ۶۵

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ع

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۬ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾

۵۴– پھر بنی اسرائیل (مسیح کے خلاف) خفیہ تدبیریں کرنے لگے جواب میں اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور ایسی تدبیروں میں اللہ سب سے بڑھ کر ہے۔

۵۵– اور جب خدا نے فرمایا اے عیسیٰؑ ہم تمھاری مدّتِ قیام دنیا میں پوری کرنے والے اور تمھیں اپنی طرف اٹھالینے والے اور کفار کی خباثت سے نجات دلانے والے ہیں اور تمھاری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں پر برتری عطا کرنے والے ہیں جنھوں نے تمھارا انکار کیا ہے۔ پھر تم سب کی بازگشت ہماری طرف ہوگی۔ اس وقت میں ان باتوں کا فیصلہ کردوں گا جن کے بارے میں تمھارے درمیان اختلاف ہوا ہے۔

۵۶– پس جن لوگوں نے کفر کی روش اختیار کی ہے انھیں میں دنیا و آخرت دونوں میں سخت سزادوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

۵۷– اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ہیں انھیں ان کا اجر پورا پورا دیا جائے گا۔ اور خدا ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۵۸– یہ جو ہم آپ کو سنا رہے ہیں یہ ہماری نشانیاں اور حکمت سے لبریز تذکرے ہیں۔

۵۴–وَمَكَرُوْا– حضرت عیسیٰؑ نے جن یہودیوں کے بارے میں محسوس کیا کہ وہ کافر ہو گئے ان لوگوں نے مکر کیا۔ وہ اس طرح کہ حضرت عیسیٰؑ پر ایک شخص کو مامور کیا کہ وہ انھیں دھوکے سے قتل کر ڈالے۔

وَمَكَرَ اللّٰهُ– اور اللہ نے ان کے مکر کا اس طرح جواب دیا کہ عیسیٰؑ کو زندہ اٹھا لیا اور ان کی جگہ پر دھوکے سے قتل کرنے والے کے لیے ان کے ہم شکل کو وہاں رکھ دیا یہاں تک کہ وہ عیسیٰؑ کے بدلے میں قتل ہو گیا یہ عامّۃ المسلمین نے روایت کیا ہے۔[۱]

اور سورۂ بقرہ میں امام حسن عسکری علیہ السّلام سے اس کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے مخصوص لوگوں میں سے کسی کو ان کی جگہ پر رکھ دیا تاکہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ بلند درجات حاصل کر کے رہے جیسا کہ قمی نے ذکر کیا ہے اور عن قریب اس کا بیان ہوگا۔[۲]

مکر کا مفہوم دراصل یہ ہے کہ ایسی تدبیر کرنا جس سے اپنے غیر کو نقصان پہنچایا جائے۔ اسے اللہ کی جانب نسبت نہیں دی جاسکتی سوائے اس کے کہ یہ جملہ مقابلے کے طور پر اور ہم وزن اور قافیہ بنانے کے لیے آیا ہے یا یہ کہ بدلے کے معنی میں ہے جیسا کہ امام رضا علیہ السّلام سے اس کا مفہوم پہلے بیان ہو چکا ہے یعنی مکر کے جواب کے طور پر۔[۳]

وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ–

اور اللہ مکر کا بہترین جواب دینے والا ہے۔ تدبیر کرنے والوں میں زیادہ طاقت ور، حیلہ کرنے والوں میں سب سے زیادہ اثر ونفوذ رکھنے والا۔ سزا دینے پر ایسی قدرت رکھتا ہے کہ سزا پانے والا سوچ بھی نہیں سکتا۔

۵۵–اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ–

جب اللہ نے کہا اے عیسیٰؑ ہم تمھاری مدّت کو پوری کرنے والے ہیں اور تمھاری مقرّرہ موت کو قتل سے بچا کر موخّر کر دینے والے ہیں۔ یا تمھیں زمین سے اٹھا لینے والے ہیں۔ جیسے ہم کہتے ہیں تَوَفَّيْتُ مَالِىْ میں نے اپنا مال پورا وصول کر لیا۔ یا یہ کہ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہم تمھاری اس خواہش کو مار ڈالیں گے جو عالم ملکوت تک بلند ہونے میں رکاوٹ بن رہی ہے۔

وَرَافِعُكَ اِلَىَّ–

اور ہم تمھیں بلند کر کے اپنی کرامت کے مقام اور فرشتوں کی جائے قیام تک لے جائیں گے۔

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا–

اور اس طرح کافروں کے برے پڑوس سے تمھیں نجات دلائیں گے۔

---

(۱) تفسیر ابوالسّعود، ج۲، ص۴۲ (۲) تفسیر امام حسن عسکریؑ ص ۳۷۲ و تفسیر قمی، ج۱، ص۱۰۳

(۳) عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۱۲۶، حدیث۱۹ کے ذیل میں

وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ -

مسلمانوں اور عیسائیوں میں سے جن لوگوں نے آپ کا اتباع کیا ہے انھیں میں قرار دوں گا۔

فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا -

یہودیوں اور جھٹلانے والوں سے بلند تر

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ -

تا روز قیامت۔ یہ لوگ دلائل اور تلوار کے ذریعے ان پر غالب رہیں گے۔

۵۶- فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا.......................وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ -

پس جن لوگوں نے کفر کی روش اختیار کی ہے انھیں میں دنیا اور آخرت دونوں میں سخت سزا دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ہیں۔ انھیں ان کا اجر پورا پورا دیا جائے گا اور خدا ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

کتاب اکمال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ بن مریمؑ کو مبعوث کیا اور انھیں نور، علم، حکمتیں اور ماسبق انبیاء کے جملہ علوم ودیعت کر دیے۔ اور اس میں انجیل کا اضافہ فرما دیا۔ اور انھیں بنی اسرائیل کی طرف بیت المقدس میں مبعوث کیا۔ جنھوں نے بنی اسرائیل کو کتاب خدا، حکمت الٰہی، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ سرکشی اور کفر کی بنیاد پر اکثریت نے ان کا انکار کر دیا۔ جب وہ لوگ ایمان نہیں لائے تو عیسیٰؑ نے اپنے رب سے دعا طلب کی اور قسم دلائی تو اللہ نے ان میں سے کچھ لوگوں کو مسخ کر کے جنوں کی شکل میں تبدیل کر دیا تا کہ وہ انھیں اپنی نشانی دکھادے اور وہ اس سے عبرت حاصل کریں لیکن اس بات سے ان کی سرکشی اور انکار میں اور اضافہ ہو گیا تو حضرت عیسیٰؑ بیت المقدس تشریف لائے اور ۳۳ سال تک ان لوگوں کو دین کی دعوت دیتے رہے اور اللہ کی طرف بلاتے رہے یہاں تک کہ یہودیوں نے انھیں تلاش کر لیا اور دعویٰ کیا کہ انھوں نے انھیں اذیت پہنچا کر زندہ درگور کر دیا۔ اور بعض نے یہ دعویٰ کیا کہ انھیں قتل کر ڈالا اور سولی دیدی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اس لیے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو حضرت عیسیٰؑ پر غالب نہیں ہونے دیا بلکہ وہ لوگ شبہے میں پڑ گئے اور وہ لوگ حضرت عیسیٰ کو اذیت پہنچانے، دفن کرنے، قتل کرنے اور نہ ہی سولی دینے پر قادر ہو سکے کیوں کہ اگر وہ اس امر پر قدرت حاصل کر لیتے تو اللہ تعالیٰ کے قول کی تکذیب ہو جاتی وَلٰكِنْ رَفَعَهُ اللّٰهُ بَعْدَ اَنْ تَوَفَّاهُ جب ان کی مدّت پوری ہو گئی تو اللہ نے انھیں دنیا سے زندہ اٹھا لیا۔[1]

تفسیر قمی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو

(۱) کمال الدین وتمام النعمۃ، ج۱، ص ۲۲۵

اللہ نے اٹھایا تھا، اسی روز حضرت عیسیٰؑ نے اپنے اصحاب سے ملنے کا پروگرام بنایا تھا اور وہ لوگ حسب وعدہ شام کے وقت آپ کے پاس آگئے۔ ان اصحاب کی تعداد بارہ تھی۔ حضرت عیسیٰؑ نے انھیں گھر کے اندر بلایا اور پھر وہ گھر کے ایک زاویے سے برآمد ہوئے تو وہ سر سے پانی کو جھٹک رہے تھے تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ نے مجھ پر وحی کی کہ وہ اسی وقت مجھے بلند کرلے گا اور مجھے یہودیوں سے نجات دلا دے گا۔ تم میں سے جس شخص کو میرا ہم شکل بنادیا جائے گا اسے قتل کر کے سولی پر چڑھادیا جائے گا۔ اور روز قیامت وہ میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔ تو ان میں سے ایک جوان نے کہا۔ اے روح خدا میں اس کام کے لیے حاضر ہوں تو حضرت عیسیٰؑ نے اس سے کہا تم ہی وہ ہو جو یہ کام کرے گا۔ تو عیسیٰؑ نے ان سے کہا تم میں سے وہ شخص بھی ہے جو بارہ افراد کے کفر اختیار کرنے سے پہلے میرا انکار کردے گا۔ تو ان میں سے ایک شخص نے کہا اے اللہ کے نبیؑ میں ہوں وہ شخص تو عیسیٰؑ نے کہا کہ اگر تم اپنے نفس میں ایسا محسوس کررہے ہو تو تم ہی وہ شخص ہو اس کے بعد عیسیٰؑ نے ان سے کہا کہ تم میرے بعد تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے جن میں سے دو فرقے اللہ پر بہتان باندھیں گے وہ جہنمی ہیں۔ اور ایک فرقہ جو شمعون کا اتباع کرے گا اور اللہ کی بات کو سچ جانے گا وہ جنتی ہوگا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب کے سامنے حضرت عیسیٰؑ کو گھر کے زاویے سے زندہ اٹھالیا۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اسی شب یہودی حضرت عیسیٰؑ کو تلاش کرتے ہوئے آئے۔ اور انھوں نے اس شخص کو پکڑ لیا جس کے بارے میں عیسیٰ علیہ السّلام نے کہا تھا کہ بارہ آدمیوں کے انکار کرنے سے قبل وہ کافر ہوجائے گا۔ اور اس جوان کو پکڑ کر لے گئے جو عیسیٰؑ کا ہمشکل تھا اسے قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا گیا۔ اور اس شخص نے اپنے کو کافر بنا لیا جس کے بارے میں عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا تھا کہ بارہ افراد کے کفر اختیار کرنے سے قبل یہ کافر ہو جائے گا۔ [1]

۵۷- ذٰلِكَ- حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں پہلے جو باتیں بیان کی جا چکی ہیں ان کی طرف اشارہ ہے۔

نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ-

ہم آپ کو آیتیں اور ذکر حکیم سنا رہے ہیں۔ آیات اور ذکر حکیم سے مراد قرآن یا لوح محفوظ ہے۔

الْحَكِيْمِ- جو احکامات پر مشتمل ہو یا ایسا محکم ہو جس میں کسی قسم کا خلل واقع ہونا منع ہو۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۰۳

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾

فَمَنْ حَاۗجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاۗءَنَا وَاَبْنَاۗءَكُمْ وَنِسَاۗءَنَا وَنِسَاۗءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَي الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾

ع ۶ ۹ ۱۴ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾

۵۹– بے شک عیسیٰؑ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم جیسی ہے کہ اللہ نے انھیں مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جاؤ اور وہ ہو گئے۔

۶۰– یہ حق بات ہے جو تمھارے رب کی جانب سے بیان کی جا رہی ہے لہٰذا خبردار تم ان لوگوں میں شامل نہ ہو جانا جو اس میں شک کرتے ہیں۔

۶۱– علم آجانے کے بعد اے محمدؐ جو آپ سے اس بارے میں جھگڑا کرے تو اس سے کہہ دیجیے کہ آؤ ہم اور تم اپنے اپنے فرزند اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفوس کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔

۶۲– یہ بالکل صحیح واقعات ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور وہ اللہ ہی ہے جس کی طاقت سب پر غالب اور جس کی حکمت نظام عالم پر محیط ہے۔

۶۳– پس اگر یہ لوگ مقابلے سے منہ موڑیں تو اللہ مفسدوں کے حال سے اچھی طرح باخبر ہے۔

۵۹– اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ–

عیسیٰؑ کا حال بھی آدم کی طرح عجیب و غریب ہے۔

خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ– اللہ نے جسد آدم کو مٹی سے خلق کیا۔

یہ جملہ درحقیقت تفسیر ہے اس مثال کی جسے بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ نے عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے خلق فرمایا جس طرح آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کی جس انداز سے تشبیہ دی ہے وہ دشمن کے لیے مسکت جواب اور تشبیہی مواد کے لحاظ سے یقینی ہے۔

ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ۔

یعنی اللہ نے انھیں بشری جامہ پہنا دیا جیسے فرمایا ہے ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰهُ خَلۡقًا اٰخَرَ ؕ (۱۴المومنون/ ۲۳) پھر ہم نے اسے دوسری خلقت عطا کی۔ مٹی سے آدم کی تخلیق کا فیصلہ کیا اور پھر انھیں لفظ ''کن'' سے وجود عطا کیا۔

۶۰ - اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ۔

تخلیق آدمؑ وعیسیٰؑ کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا یہ حق بات ہے جو تمھارے رب کی جانب سے بیان کی جارہی ہے لہٰذا خبردار تم ان لوگوں میں شامل نہ ہوجانا جو اس میں شک کرتے ہیں۔

۶۱ - فَمَنۡ حَآجَّكَ فِيۡهِ۔

اے محمدؐ یہ نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں اگر آپ سے کسی قسم کی بحث یا جھگڑا کریں۔

مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ۔

ان دلائل کے آجانے کے بعد جو موجب علم ہیں۔

فَقُلۡ تَعَالَوۡا - تو اے نبی آپ ان سے فرما دیجیے کہ تم راے اور ارادہ کر کے آؤ۔

نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَكُمۡ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمۡ وَاَنۡفُسَنَا وَاَنۡفُسَكُمۡ ۟ -

کہ ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو ہم اپنے نفوس کو تم اپنے نفوس کو یعنی ہم میں اور تم لوگوں میں سے ہر ایک اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال میں سے عزیز ترین افراد کو اپنے سینے سے لگا کر میدان مباہلے تک لے کر آئے۔

اَبۡنَآءَنَا اور نِسَآءَنَا کو اَنۡفُسَنَا پر اس لیے مقدم رکھا کیوں کہ ہر فرد اپنی جان سے زیادہ انھیں چاہتا اور ان کے لیے اپنی جان دیتا ہے۔

ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ - پھر ہم مباہلہ کریں یعنی ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس پر لعنت کریں بَهلة اور بُهلة دونوں کے معنیٰ ہیں لعنت اور بد دعا۔

فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ۔

پھر ہم جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں۔

روایت بیان کی گئی ہے کہ جب انھیں مباہلے کی دعوت دی گئی تو انھوں نے کہا ہم اس بارے میں غور کریں گے۔ جب تخلیے میں ملاقات کی تو انھوں نے عاقب سے جس کی راے سب سے وقیع تھی دریافت کیا تمھاری اس

بارے میں کیا رائے ہے؟ تو اس نے جواب دیا خدا کی قسم تم نے ان کی نبوّت کو تو جان لیا اور وہ عیسیٰؑ کے بارے میں تم تک بڑی انصاف کی بات لے کر آتے تھے۔ خدا کی قسم جب بھی کسی قوم نے کسی نبی سے مباہلہ کیا وہ ہلاک ہوگئی۔ تم بھی اگر مباہلہ کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے اگر تمھیں اپنے دین سے محبت ہے تو مباہلے سے انکار کر دو۔ وہ لوگ عاقب سے رخصت ہو کر چلے گئے۔ جب وہ رسول اللہؐ کے پاس آئے تو کیا دیکھا کہ آپ امام حسینؑ کو گود میں لیے حسنؑ کا ہاتھ تھامے ہوئے فاطمہؑ ان کے پیچھے اور علیؑ فاطمہؑ کے عقب میں چلے آرہے ہیں اور آں حضرتؐ فرمارہے ہیں جب میں دعا طلب کروں تو تم سب آمین کہنا۔ ان کے پادری نے کہا اے عیسائیو! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ وہ اگر اللہ سے سوال کریں کہ وہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو وہ ہٹا دے گا تم ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ نصاریٰ نے آں حضرتؐ کا حکم تسلیم کر لیا اور جزیہ دینا منظور کیا دو سو سرخ حلّے (لباس) لوہے کی تیس زرہیں تو آں حضرتؐ نے فرمایا جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو مسخ ہو کر بندر اور سوّر بن جاتے اور پوری وادی میں آگ بھڑک اٹھتی اور اللہ نجران اور اس کے باشندوں کو تباہ و برباد کر دیتا حتیٰ کہ درختوں پر پرندے بھی باقی نہ رہتے۔[1]

عام مسلمانوں کے ہاں بھی ایسی ہی روایت موجود ہے جو آں حضرتؐ کی نبوّت کی دلیل ہے۔ اور ان کے ساتھ جو اہل بیت تھے ان کی فضیلت کو واضح کرتی ہے اور انھیں ایسا شرف عطا کیا جو ان سے پہلے کسی اور مخلوق کو نہیں ملا جب نفس علیؑ کو آں حضرتؐ نے اپنا نفس بنا دیا۔

کتاب عیون میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آں حضرتؐ نے نصاریٰ سے مباہلہ کرتے وقت چادر کے نیچے سوائے علی ابن ابی طالبؑ، فاطمہ زہراؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے کسی اور کو داخل کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے قول "ابناء نا" سے مراد حسنؑ و حسینؑ "نساء نا" سے مراد بی بی فاطمہؑ اور "انفسنا" سے مراد علی بن ابی طالب علیہ السّلام ہیں۔[2]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ نصارائے نجران جب آں حضرت کی خدمت میں پہنچے تو اھتم، عاقب اور سیّد ان کے سربراہ تھے۔ ان کی نماز کا وقت آگیا تو انھوں نے ناقوس (گھنٹہ) بجانا شروع کر دیا اور نماز پڑھی۔ آں حضرتؐ کے اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ کی مسجد میں ہو رہا ہے؟ آں حضرتؐ نے فرمایا انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا آپ ہمیں کس چیز کی دعوت دے رہے ہیں تو آں حضرتؐ نے فرمایا کہ گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں اور عیسیٰؑ بندے اور مخلوق ہیں جو کھاتے اور پیتے تھے اور بول و براز سے مستثنیٰ نہیں تھے۔ پھر

---

(۱) الکشّاف، ج ۱، ص ۳۶۹۔ ۳۶۸

(۲) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۸۵ ذیل حدیث ۹، باب ۷ حضرت موسیٰ کاظمؑ کی ہارون سے گفتگو

انھوں نے سوال کیا یہ بتایئے کہ ان کا باپ کون تھا؟ اس وقت آں حضرتؐ پر وحی نازل ہوئی ارشاد رب العزت ہوا آپ ان لوگوں سے ذرا دریافت کیجیے کہ یہ آدمؑ کے بارے میں کیا کہتے ہیں آیا وہ ایسے عبد نہیں تھے جنھیں خلق کیا گیا تھا جو کھاتے پیتے اور بول و براز کرتے اور نکاح کرتے تھے؟ نبی اکرمؐ نے ان سے دریافت کیا تو انھوں نے جو اب دیا بے شک ایسا ہی تھا تو نبی اکرمؐ نے پوچھا یہ بتاؤ ان کے والد کون تھے؟ یہ سوال سن کر ان کے ہوش و حواس جاتے رہے اس وقت اللہ نے آیت نازل فرمائی اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ الخ اور فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ سے فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ تک۔

رسول اکرمؐ نے ان سے فرمایا تم مجھ سے مباہلہ کرلو اگر میں سچا ہوں تو تم پر لعنت ہوگی اور اگر میں جھوٹا ہوا تو مجھ پر لعنت کا نزول ہوگا۔ تو وہ بولے آپ نے انصاف کی بات کی ہے اس کے بعد ایک دوسرے نے مباہلے کا وعدہ کیا۔ جب وہ اپنے گھروں کو واپس آئے تو ان کے سرداروں سیّد، عاقب اور اھتم نے کہا کہ اگر وہ اپنی قوم کے افراد کو لے کر آئیں گے تو ہم ان سے مباہلہ کریں گے اور ہم سمجھ لیں گے کہ وہ نبی نہیں ہیں۔ اور اگر وہ مباہلہ کرنے کے لیے اپنے مخصوص اہل بیت کو لے کر آئیں تو ہم ان سے مباہلہ نہیں کریں گے اس لیے کہ جو اپنے اہل وعیال کو اس معاملے میں آگے بڑھاتا ہے وہ سچا ہوتا ہے جب صبح ہوئی وہ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ امیر المومنینؑ، فاطمہؑ زہرا، حسنؑ اور حسین علیہم السّلام تھے۔

نصاریٰ نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ ان سے کہا گیا یہ ان کے چچازاد بھائی ان کے وصی ان کے داماد علی ابن ابی طالب ہیں اور یہ ان کی بیٹی فاطمہؑ ہے اور یہ دونوں ان کے نواسے حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ یہ سن کر وہ متفرق ہو گئے اور انھوں نے رسول اکرمؐ سے کہا ہم آپ کی مرضی کے مطابق جزیہ عطا کریں گے ہمیں مباہلے سے معاف فرمادیجیے۔ تو رسول اللہؐ نے ان سے جزیہ لے کر مصالحت کر لی اور وہ واپس چلے گئے۔[1]

کتاب علل میں امام محمد تقی الجواد سے روایت ہے کہ اگر نبی اکرمؐ یہ فرماتے ”تم آؤ ہم مباہلہ کریں اور تم پر لعنت بھیجیں تو وہ مباہلے کے لیے ہرگز نہ آتے اور اللہ کو معلوم تھا کہ اس کا فرستادہ نبی اس کی جانب سے رسالت کا پیغام پہنچا رہا ہے اور وہ جھوٹوں میں سے نہیں ہے اور اسی طرح نبی اکرم بھی یہ جانتے تھے کہ وہ اپنے قول میں سچے ہیں لیکن نبی اکرمؐ نے اپنی جانب سے انصاف کی خاطر ایسا کیا۔[2]

۶۲ – اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ –

یہ بالکل صحیح واقعات ہیں جو بیان کیے گئے۔

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ –

اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اس جملے کے ذریعے عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث کی

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۰۴ (۲) علل الشرائع، ص ۱۲۹، ح ۱، باب ۱۰۷

رد کی گئی ہے۔

وَاِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔

اس کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جو مکمل قدرت اور نافذ ہونے والی حکمت میں اس کی برابری کر سکے تا کہ اس کی خدائی میں شریک ہو جائے۔

۶۳- فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌۢ بِالْمُفْسِدِیْنَ۔

پس اگر یہ لوگ مقابلے سے منہ موڑیں تو اللہ مفسدوں کے حال سے اچھی طرح باخبر ہے۔

یہ ایک طرح کی دھمکی ہے۔ اللہ نے پوشیدہ طور سے بیان کرنے کے بجائے بالکل واضح انداز میں یہ بتا دیا کہ دلائل سے منہ موڑنا اور توحید سے روگردانی کرنا دین کو برباد کرنا ہے، یہ نفس کی بربادی بلکہ دنیا کی بربادی پر منتہی ہوتا ہے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾

۶۴–اے پیغمبرؐ! آپ کہہ دیں اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا رب نہ بنالے۔ اے نبیؐ اب اگر وہ اس سے منہ موڑیں تو صاف کہہ دیجیے کہ گواہ رہو ہم تو اطاعت گزار لوگ ہیں۔

۶۵–اے اہل کتاب تم ابراہیمؑ کے بارے میں ہم سے کیوں جھگڑا کرتے ہو، توریت اور انجیل تو ابراہیمؑ کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں تم اتنا بھی نہیں سمجھتے ہو۔

۶۶–جن چیزوں کا تمھیں علم تھا ان میں تو تم خوب بحثیں کر چکے اب ان معاملات میں کیوں الجھ رہے ہو جن کا تمھیں سرے سے علم ہی نہیں ہے بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔

۶۷–ابراہیمؑ نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی عیسائی بلکہ وہ مسلمان حق پرست اور باطل سے کنارہ کش تھے اور مشرکین میں سے ہرگز نہیں تھے۔

۶۴–قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ–

اے پیغمبر آپ کہہ دیں اے اہل کتاب آؤ تم ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے یعنی ہم عبادت کے ذریعے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کریں اور اس بارے میں پورے خلوص سے کام لیں۔

وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا –

اور ہم غیر خدا کو اس کی عبادت میں شریک قرار نہ دیں۔

وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ –

اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا رب نہ بنالے نہ ہم یہ کہیں کہ عُزَیر فرزند خدا ہیں۔ اور نہ ہی یہ کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں اور نہ ہی حلال و حرام کے بارے میں ہم یہودی علماء کی اطاعت کریں اس لیے کہ وہ سب کے سب ہماری طرح کے بشر ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ جب یہ آیت اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۳۱ توبہ ۹) نازل ہوئی تو عدی بن حاتم نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے تو آں حضرتؐ نے فرمایا کیا وہ تمھارے لیے چیزوں کو حلال و حرام قرار نہیں دیتے اور کیا تم ان کی باتوں کو تسلیم نہیں کرتے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں! تو آں حضرت نے فرمایا اس آیت سے یہی مراد ہے۔ [۱]

فَاِنْ تَوَلَّوْا –

پس اگر وہ لوگ توحید سے منہ موڑ لیں۔

فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ –

جب دلائل سے تم پر واضح ہو گیا تو اس بات کا اعتراف کرو کہ تمھارے نزدیک ہم مسلمان ہیں کہا گیا ہے کہ غور کرو کہ اس واقعے میں دلائل کے ذریعے کس انداز سے رہنمائی کی گئی ہے اور خوب صورتی کے ساتھ بتدریج براہین بیان کیے گئے ہیں۔

سب سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کے حالات اور ان پر بیتے ہوئے واقعات جو خدائی کے منافی ہیں انھیں بیان کیا ہے۔ اس کے بعد ان امور کو بیان کیا ہے جو ان کے عقدوں کو کھولتا اور شبہات کا ازالہ کرتا ہے۔ اس کے بعد جب ان کی دشمنی اور ضد کو آں حضرتؐ نے دیکھا تو بطور اعجاز انھیں مباہلے کی دعوت دی جب نصاریٰ نے مباہلے سے انکار کیا اور سر تسلیم خم کر دیا تو دوبارہ ان کی رہنمائی کی جانب توجہ مبذول کی اور بہت آسان طریقہ اختیار کیا اور ان لوگوں کو اس امر کی جانب بلایا جو عیسیٰ علیہ السلام انجیل اور تمام انبیاء اور جملہ کتب کے مطابق تھیں۔ پھر جب یہ دیکھا کہ وہ انھیں نہیں مان رہے ہیں اور جان لیا کہ آیات اور تنبیہ بھی انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہی ہیں تو آپ نے اس بات سے بے توجہی کرتے ہوئے کہا: اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ [۲]

۶۵ – يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ .... مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ –

اے اہل کتاب تم ابراہیمؑ کے بارے میں ہم سے کیوں جھگڑا کرتے ہو، توریت اور انجیل تو ابراہیمؑ کے بعد

---

(۱) مجمع البیان ا۔ ۲ ص ۴۵۵ (۲) تفسیر انوار التنزیل بیضاوی، ج ۱، ص ۱۶۵

ہی نازل ہوئی ہیں۔

کہا گیا کہ یہود و نصاریٰ ابراہیم کے بارے میں جھگڑنے لگے، ان میں سے ہر ایک یہی سمجھ رہا تھا کہ ابراہیم کا تعلّق اس کے گروہ سے ہے، وہ لوگ یہ معاملہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی خدمت میں لے کر گئے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ یہودیت اور نصرانیت کا آغاز حضرت موسیٰؑ پر توریت اور حضرت عیسیٰؑ پر انجیل کے نازل ہونے کے بعد سے ہوتا ہے جبکہ ابراہیمؑ موسیٰؑ سے ایک ہزار سال قبل اور عیسیٰ سے دو ہزار سال پہلے موجود تھے تو ایسی صورت میں بھلا وہ ان دونوں گروہوں میں سے کیسے ہو سکتے ہیں۔(۱)

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔

کیا تم عقل نہیں رکھتے جو ایسی محال باتیں کہہ رہے ہو۔

۶۶ – ھٰٓاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ .... لَیْسَ لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ۔

حرفِ تنبیہ کے ذریعے ان لوگوں کی اس حالت سے آگاہ کیا جا رہا ہے جس سے وہ لوگ غافل ہیں یعنی تم ہی وہ احمق لوگ ہو! اور تمھاری حماقت یہ ہے کہ تم نے ان امور میں دشمنی کی بنیاد پر جھگڑا کیا جن کا تمھیں علم تھا اور جسے تم نے توریت و انجیل میں پایا تھا۔ یا تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ وہ باتیں توریت اور انجیل میں موجود ہیں۔ تو اب بھلا دینِ ابراہیمی سے متعلّق ان باتوں میں کیوں جھگڑ رہے وہ جن کا تمھیں کوئی علم نہیں ہے اور نہ ہی تمھاری کتابوں میں اس کا ذکر ہے۔

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ۔

تم نے ابراہیم اور ان کے دین کے بارے میں جو بحثیں کی ہیں اللہ انھیں خوب جانتا ہے۔

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

اور تم اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے لہٰذا اس سلسلے میں کوئی بات نہ کہو۔

۶۷ – مَا کَانَ اِبْرٰھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّ لَا نَصْرَانِیًّا۔

یہودی اور نصاریٰ جس بات پر ڈٹے ہوئے تھے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ابراہیم یہودی اور نصرانی (عیسائی) نہیں تھے۔

وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا۔

بلکہ وہ باطل عقائد سے کنارہ کش تھے۔

مُّسْلِمًا۔

اور اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار تھے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ملّت اسلام پر تھے ورنہ اس کا ماننا بھی ان

(۱) تفسیر انوار التنزیل بیضاوی، ج ۱، ص ۱۶۵

پر واجب ہو جاتا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ "حَنِيفًا مُّسْلِمًا" کا مفہوم یہ ہے کہ وہ پورے خلوص اور اخلاص کے ساتھ اللہ کے اطاعت گزار تھے اس میں بت پرستی کا ذرا سا بھی شائبہ نہ تھا۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ ابراہیم نہ تو یہودی تھے کہ مغرب کی طرف نماز پڑھتے اور نہ ہی عیسائی تھے کہ مشرق کی جانب نماز پڑھتے بلکہ وہ سچے مسلمان اور دین محمدؐ پر گام زن تھے۔[2]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کعبے کی طرف رُخ کر کے عبادت کرتے تھے جو مشرق اور مغرب کے درمیان ہے اور ان کا دین، حضرت محمدؐ کے دین کے مطابق تھا۔

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ -

اور وہ مشرکین میں سے ہرگز نہیں ہیں۔ یہ جملہ درحقیقت کنایہ ہے اس بات کی طرف کہ عُزیر اور مسیح کو اللہ کا شریک قرار دے کر وہ لوگ مشرک ہو گئے ہیں۔ اور مشرکین کے اس دعویٰ کو رد کرنا ہے کہ وہ ملّت ابراہیمی پر ہیں۔

---

(۱) الکافی، ج۲، ص۱۵، ح۱، باب الاخلاص

(۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۷۷۔۱۷۸، ح۶۰

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع ۷ / ۸ / ۱۵

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ۚ

۶۸–ابراہیمؑ سے نسبت رکھنے کا سب سے زیادہ حق انھیں پہنچتا ہے جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے۔ اب یہ نبی اور مومنین اس نسبت کے زیادہ حقدار ہیں اور اللہ مومنین کا حامی و مددگار ہے۔

۶۹–اے ایمان لانے والو! اہل کتاب کا ایک گروہ یہ چاہتا ہے کہ تمھیں کسی طرح راہ راست سے ہٹا دے حالاں کہ وہ خود اپنے آپ کو گمراہی میں ڈال رہے ہیں۔ مگر اس کا شعور نہیں رکھتے۔

۷۰–اے اہل کتاب! تم آیات خداوندی کا انکار کیوں کر رہے ہو حالاں کہ تم خود ان کے گواہ ہو۔

۷۱–اے اہل کتاب! تم حق کو باطل سے کیوں مشتبہ کرتے ہو اور جانتے بوجھتے ہوئے حق کو کیوں چھپاتے ہو؟

۷۲–اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ نبی کے ایمان لانے والوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر صبح کو ایمان لے آؤ اور شام کے وقت انکار کر دو شاید اس ترکیب سے یہ لوگ بھی ایمان سے برگشتہ ہو جائیں۔

۶۸–اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ–ابراہیم کے مخصوص ترین اور قریب ترین افراد وہ ہیں۔ (لفظ ''اولیٰ'' ولی سے ہے جس کے معنیٰ ہیں نزدیک)۔

لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ–ان کی امت میں سے جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے

وَهٰذَا النَّبِيُّ–اور خصوصیت کے ساتھ یہ نبی بھی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ - اوران کی امت کے وہ لوگ جو ایمان لائے یعنی حضرت ابراہیمؑ نے ان کے لیے شریعت کے جو قوانین ازسرنو مقرر کیے تھے ان میں زیادہ تر امور میں وہ ابراہیمؑ کی موافقت کرتے ہیں۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سے مراد ائمہ اور ان کے پیرکار ہیں۔[1]

تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں عمر بن یزید نے امام صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا اَنْتُمْ وَاللهِ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ خدا کی قسم تم لوگ آل محمد میں سے ہو تو میں نے کہا میری جان آپ پر قربان ہو جائے مِنْ اَنْفُسِهِمْ میں اس گروہ سے ہوں تو امام نے تین مرتبہ فرمایا ''مِنْ اَنْفُسِهِمْ'' اس کے بعد انھوں نے میری طرف دیکھا اور میں نے ان کی طرف دیکھا تو فرمایا اے عمر اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ الخ[2]

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ انبیاء سے نزدیک ترین افرادوہ ہیں جو تعلیمات انبیاء کا سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ اور اس کے بعد فرمایا اِنَّ وَلِيَّ مُحَمَّدٍ مَنْ اَطَاعَ اللهَ وَاِنْ بَعُدَتْ لُحْمَتُهُ وَاِنَّ عَدُوَّ مُحَمَّدٍ مَنْ عَصَى اللهَ وَاِنْ قَرُبَتْ قَرَابَتُهُ[3]

بے شک محمدؐ کا ولی (دوست) وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے خواہ اس کی قرابت دور کی ہو اور محمدؐ کا دشمن وہ ہے جو ان کی نافرمانی کرے خواہ وہ نزدیکی رشتہ دار ہو۔

وَاللهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ - اور اللہ نے مومنین کی نصرت کی ضمانت لی ہے۔

۶۹ - وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ -

اہل کتاب کا ایک گروہ یہ چاہتا ہے کہ وہ تمھیں کسی طرح راہ راست سے ہٹا دے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جس وقت انھوں نے حذیفہ، عمار اور معاذ کو یہودیت کی طرف بلایا۔[4]

وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ - گمراہی ان سے دور رہنے والی نہیں ہے اور اس کا وبال انھیں کی طرف لوٹ کر جائے گا۔ جب ان کا عذاب دگنا ہو جائے گا یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے ہی جیسے افراد کو گمراہ کر سکتے ہیں۔

وَمَا يَشْعُرُوْنَ - انھیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ اس گمراہی کا کتنا وزن ان پر ہے اور کتنا نقصان ان کے لیے مختص ہو چکا ہے۔

۷۰ - يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللهِ - اے اہل کتاب تم آیات خداوندی کا انکار کیوں کر رہے ہو؟

---

(۱) الکافی، ج۱، ص۴۱۶، ح۲۰ و تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۷۷۔ ۱۷۸، ح۶۲

(۲) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۰۵ و تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۷۷، ح۶۱ (۳) تفسیر مجمع البیان، ج۱۔۲، ص۴۵۸

(۴) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج۱، ص۱۶۶

توریت اور انجیل جن نشانیوں کو واضح طور سے بتلا رہی ہیں اور نبوت محمدؐ کی طرف رہنمائی کر رہی ہیں۔

وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ- حالاں کہ تم خود اس بات کے گواہ ہو کہ یہ آیات خداوندی ہیں یا تمھارے سامنے قرآن مجید کی جن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے اور وہ تمام صفات تم دونوں کتابوں توریت اور انجیل میں پاتے ہو یا یہ کہ تم معجزات کے بارے میں جانتے ہو کہ وہ حق ہیں یا تمھیں معجزات کا علم ہے اور تم شہادت دیتے ہو کہ معجزات کا ظاہر ہونا رسالت کی صداقت پر دلالت کرتا ہے۔

۷۱ -**يَآاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ**- اے اہل کتاب تم حق کو باطل سے کیوں مشتبہ کرتے ہو تحریف کے ذریعے باطل کو حق کی صورت میں ظاہر کر کے یا اس طرح گھٹا کر کہ ان کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہو جائے۔

وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ- اور تم حق کو چھپاتے ہو یعنی حضرت محمدؐ کی نبوّت یا ان کے اوصاف پر پردہ ڈالتے ہو۔

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ- جب کہ تم جانتے ہو کہ تم کیا چھپا رہے ہو۔

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ .... وَجْهَ النَّهَارِ-

اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس نبی کے ایمان لانے والوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر صبح کو ایمان لے آؤ۔

یعنی جب دن کا آغاز ہو تو تم قرآن پر اپنے ایمان کا اظہار کر دو۔

وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ- اور شام کے وقت انکار کر دو شاید اس ترکیب سے یہ لوگ بھی ایمان سے برگشتہ ہو جائیں۔

یعنی وہ بھی اپنے دین میں شک کرنے لگیں کہ تم نے جو اس دین کو ترک کیا ہے یقیناً اس دین میں کوئی خرابی ہوگی جو تم پر عیاں ہو گئی ہے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم جب مدینۂ منوّرہ تشریف لائے وہ بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے یہ بات اس قوم کو بہت عجیب لگتی تھی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس سے بیت الحرام (خانۂ کعبہ) کی طرف ان کے رخ کو پھیر دیا تو یہودیوں کو اس بات کا بہت دکھ ہوا اور نماز ظہر کے عالم میں قبلے کی تبدیلی عمل میں آئی تھی تو انھوں نے کہا کہ محمدؐ نے صبح کی نماز ہمارے قبلے کی طرف منہ کر کے پڑھی تو محمدؐ پر صبح کے وقت جو نازل ہوا اس پر ایمان لے آؤ اور بعد میں جو کچھ آیا ہے اس کا انکار کر دو ان کی مراد اس سے قبلہ ہے جب آں حضرتؐ نے مسجد الحرام (خانۂ کعبہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی کہ ہوسکتا ہے وہ ہمارے قبلے کی طرف واپس آجائیں۔ [1]

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۰۵

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى
اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ
اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۚ﴿۷۳﴾
يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

۷۳- نیز یہ لوگ آپس میں یہ کہتے ہیں کہ خبردار اپنے مذہب والوں کے سوا کسی اور کی بات کا اعتبار نہ کرنا۔ پیغمبر آپ کہہ دیجیے کہ اصل میں ہدایت تو صرف اللہ کی ہدایت ہے اور یہودی یہ بھی کہتے ہیں کہ ہرگز نہ ماننا کہ خدا ویسی ہی فضیلت اور کرامت کسی اور کو دے سکتا ہے جیسی تم کو دی ہے اور یہ بھی نہ ماننا کہ خدا کے یہاں تم سے کوئی جھگڑا کرے گا۔ اے رسولؐ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ فضل و کرم تو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے عطا فرمادے اور اللہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

۷۴- اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور وہ بڑے فضل والا ہے۔

۷۳- وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ؕ۔

یہ جملہ یہودیوں کی گفتگو کا تتمہ ہے خبردار اپنے مذہب والوں کے سوا اور کسی کی بات کا اعتبار نہ کرنا یعنی نہ تو تم اس بات کو سچ سمجھو اور نہ ہی اس امر کا اقرار کرو کہ جو کچھ تمھیں دیا گیا تھا وہ تمھارے ہم مذہب لوگوں کے سوا کسی اور کو دیا گیا ہے۔[1]

قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ۔

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ دین تو صرف اللہ کا دین ہے۔

اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ۔

کہ خدا ویسی ہی فضیلت و کرامت کسی اور کو دے سکتا ہے جیسی تمھیں دی ہے۔ یعنی علم، حکمت، کتاب، حجّت، منّ و سلویٰ، فضائل اور کرامات۔

اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ۔

یہودی کہتے ہیں یعنی اس بات پر بھی یقین نہ رکھو کہ وہ لوگ تم سے دین کے بارے میں جھگڑا کریں گے کیوں کہ تمھارا دین ان سے بہتر ہے اس لیے وہ تم پر غالب نہیں آسکتے اور اس آیت کے دوسرے پہلو بھی ہیں نیز یہ آیت متشابہات میں سے ہے اہل بیت علیہم السّلام نے اس بارے میں خاموشی اختیار کی ہے۔

(۱) مجمع البیان، ج ۱۔۲، ص ۴۶۱

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ –

اے پیغمبر آپ کہہ دیجیے کہ ہدایت اور توفیق خدا کی جانب سے ہوتی ہے۔

يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ –

وہ جسے چاہے عطا فرمادے اللہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

۷۴ – يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ –

اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور وہ بڑے فضل والا ہے۔

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾

۷۵–اہل کتاب میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ اگر تم ان کے پاس مال و دولت کا ڈھیر بھی بطور امانت رکھ دو تو وہ تمھیں واپس کر دیں گے اور بعض ایسے بھی ہیں کہ اگر ایک دینار کے معاملے میں تم ان پر بھروسا کرو تو وہ ادا نہ کریں گے الاّ یہ کہ تم ان کے سر پر سوار ہو جاؤ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ عرب کے جاہلوں کا حق مار لینے میں ہم پر کوئی الزام عاید نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرتے ہیں حالاں کہ انھیں معلوم ہے کہ اللہ نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔

۷۶–ہاں جو اپنے عہد کو پورا کرے اور برائی سے بچتا رہے تو اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۷۷–بے شک جو لوگ اللہ سے کیے ہوئے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی سی قیمت میں بیچ ڈالتے ہیں تو ان کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں، اللہ قیامت کے دن نہ تو ان سے بات کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ہی انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

۷۵–وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ .... اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۗ۔

اہل کتاب میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ اگر تم ان کے پاس مال و دولت کا ڈھیر بھی بطور امانت رکھ دو تو وہ تمھیں واپس کر دیں گے۔ اور بعض ایسے بھی ہیں کہ اگر ایک دینار کے معاملے میں تم ان پر بھروسا کرو تو وہ ادا نہ کریں گے۔

اِلَّا مَا دُمۡتَ عَلَيۡهِ قَآئِمًا –

مگر یہ کہ تم ان کے سر پر سوار ہو کر سختی سے اپنے مال کا مطالبہ کرو۔

ذٰلِكَ – اور ادا نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ

بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا – وہ یہ کہتے ہیں کہ

لَيۡسَ عَلَيۡنَا فِى الۡاُمِّيّٖنَ سَبِيۡلٌ –

کہ جو لوگ اہل کتاب نہیں ہیں اور ہمارے دین پر عمل نہیں کرتے ان کا مال کھانے پر ان کا حق مار لینے میں ہم پر کوئی الزام عاید نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ قابل مذمت ہے۔

وَيَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ –

اور یہ دعویٰ کرکے، وہ اللہ پر بہتان لگاتے ہیں۔

وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ – حالاں کہ انھیں معلوم ہے کہ وہ جھوٹے ہیں اس لیے کہ انھوں نے اپنے مخالفین پر ظلم کو جائز قرار دے دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ توریت میں اس بات کو حرام نہیں قرار دیا گیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ نبی اکرم صلی الہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ جب آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو کہا ! اللہ کے دشمنوں نے جھوٹ کہا۔ جاہلیت کے زمانے کی تمام باتیں میرے قدموں کے نیچے ہیں سوائے امانت کے اسے ہر حال میں ادا کرنا ہے خواہ وہ امانت نیکوکار کی ہو یا بدکار کی۔[1]

۷۶ – بَلٰى – ہاں ! اس لفظ کے ذریعے یہودیوں نے جس بات کا انکار کیا تھا اس بات کا اثبات کرنا مقصود ہے یعنی یہ جملہ اس طرح ہے اَىۡ بَلٰى عَلَيۡهِمۡ سَبِيۡلٌ کہ ایسا نہیں ہے جیسا وہ یہودی کہتے ہیں بلکہ ان پر الزام عائد ہوتا ہے۔

مَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ –

جو اپنے عہد کو پورا کرے اور برائی سے بچتا رہے تو اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

یعنی جس شخص نے بھی کوئی معاہدہ کیا تھا اسے پورا کیا اور خوف خدا کی وجہ سے کسی سے خیانت اور دھوکا نہیں کیا تو اللہ ایسے شخص کو دوست رکھتا ہے ظاہری طور سے یہ جملہ بتا رہا ہے کہ تمام امور کا دارومدار تقویٰ پر ہے۔

۷۷ – اِنَّ الَّذِيۡنَ يَشۡتَرُوۡنَ –

یعنی جو لوگ تبدیل کر لیتے ہیں۔

بِعَهۡدِ اللّٰهِ – اس معاہدے کو جو انھوں نے اللہ سے کیا تھا رسول اکرمؐ پر ایمان لانے اور امانت کو پورا کرنے کا۔

وَاَيۡمَانِهِمۡ – انھوں نے جو قسم کھائی تھی۔

ثَمَنًا قَلِيۡلًا – تھوڑے سے دنیاوی سرمائے سے جیسے ریاست (سرداری) رشوت ستانی، برادر مسلم کا مال ہڑپ کر جانا

---

(۱) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۴۶۳

اور اسی قبیل کی دوسری چیزیں۔

أُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ –

تو ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ –

اللہ قیامت کے دن نہ تو ان سے بات کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا۔

اس جملے میں کنایہ ہے اس امر کی طرف کہ اللہ ان سے ناراض ہے اور روز قیامت ان کی رسوائی ہوگی۔

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السّلام سے "لَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ" کی تفسیر میں وارد ہوا ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ ان تک کسی قسم کی نیکی نہیں پہنچے گی امام علیہ السّلام نے فرمایا عرب یہ کہتے ہیں وَاللّٰهِ مَا يَنْظُرُ اِلَيْنَا فُلَانٌ یعنی ہم کو اس سے کسی قسم کی بھلائی کی توقع نہیں ہے۔[1]

وَلَا يُزَكِّيْهِمْ – کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی تعریف نہیں کی جائے گی۔[2]

اور امام حسن عسکری علیہ السّلام کی تفسیر میں ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ان کے گناہوں سے انھیں پاک نہیں کرے گا۔[3]

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ – کتاب امالی میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جو خدا کے نام پر قسم کھا کر اپنے بھائی کا مال ہڑپ کر جائے تو وہ اس حال میں اللہ کا سامنا کرے گا کہ اللہ اس سے ناراض ہوگا اور اس کی تصدیق اللہ کے اس قول سے ہوتی ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ"[4]

(۱) التوحید، ص ۲۶۵، ح ۵ باب الرد علی الثنویۃ والزنادقۃ (۲) تفسیر کشاف زمخشری، ج ۱، ص ۳۷۶

(۳) تفسیر امام حسن عسکریؑ، ص ۵۸۶، سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۷۴ کے ذیل میں

(۴) امالی شیخ طوسیؒ، ص ۳۵۸، ح ۷۴۳ / ۸۳

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا
هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ
وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾
مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ
كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ
الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ۙ
وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ
اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ۧ

ع ۸/۹ ۱۲

۷۸–اور ان اہل کتاب میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو توریت پڑھتے ہوئے اس طرح زبان کا الٹ پھیر کرتے ہیں کہ تم سمجھو کہ یہ عبارت کتاب کی ہے حالاں کہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ وہ پڑھ رہے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہے حالاں کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا وہ جان بوجھ کر اللہ کی طرف جھوٹ کی نسبت دیتے ہیں۔

۷۹–کسی انسان کے لیے یہ زیبا نہیں ہے کہ اللہ تو اسے کتاب، حکمت اور نبوّت عطا کرے اور وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ کے بجائے میرے بندے بن جاؤ بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ تم اللہ والے بن جاؤ جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔

۸۰–وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ تم فرشتوں یا پیغمبروں کو اپنا رب بناؤ۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی نبی تمھیں کفر کا حکم دے جب کہ تم مسلم ہو؟

۷۸– وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ –

اور ان اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو توریت پڑھتے ہوئے زبان کو الٹ پلٹ کرتے ہیں یعنی اس کی قراءت میں ایسا زیر و بم کرتے ہیں کہ نازل شدہ کتاب تحریف شدہ کتاب بن جاتی ہے۔

لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ –

تا کہ تم یہ سمجھو کہ وہ کتاب کی عبارت ہے حالاں کہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ وہ

پڑھ رہے ہیں وہ اللہ کی جانب سے ہے حالاں کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا۔

یہ جملہ بطور تاکید اور ان کی رسوائی میں اضافے کے لیے بیان کیا گیا ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔

اور وہ جان بوجھ کر اللہ کی طرف جھوٹ بات منسوب کرتے ہیں۔

یہ جملہ بھی تاکید کے لیے اور ریکارڈ میں رکھنے کے لیے ہے کہ وہ اللہ پر جھوٹا الزام لگا رہے ہیں اور یہ کہ عمداً ایسا کر رہے ہیں۔

تفسیر قمی میں روایت مقطوع ہے کہ یہودی ایسی باتیں گڑھ لیتے تھے جو توریت میں نہیں ہوتی تھیں اور کہا کرتے تھے یہ توریت میں لکھا ہوا ہے اللہ نے ان کی اسی بات کو جھٹلایا ہے۔[۱]

۷۹- مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

کسی انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اللہ تو اسے کتاب، حکمت اور نبوّت عطا کرے اور وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ کے بجائے میرے بندے بن جاؤ۔

تفسیر مجمع البیان میں بیان کیا گیا ہے کہ ابو رافع قرظی اور سیّد نجرانی نے کہا کہ اے محمد کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کریں اور آپ کو رب بنالیں تو آں حضرت ؐ نے فرمایا معاذ اللہ، اللہ کی پناہ کہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کی جائے اور ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کا حکم دیں، نہ تو اللہ نے ہمیں اس مقصد کے لیے مبعوث کیا ہے اور نہ ہی اس بات کا حکم دیا ہے۔ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[۲]

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ۔

بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ تم اللہ والے بن جاؤ۔ ربانی منسوب ہے "ربّ" کی طرف اور ربانی کا مفہوم ہے ایسا شخص جو علم و عمل میں کامل ہو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ میں نے تم کو پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میری بندگی کرو۔ بلکہ ان سے کہا "كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ" یعنی "تم عالم بن جاؤ"[۳]

بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ۔

جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو اس لیے کہ تم کتاب کے معلم ہو اور اسے پڑھا بھی کرتے ہو اور تعلیم و تعلم کا فائدہ یہ ہے کہ اعتقاد اور عمل کے لیے حق اور خیر کی معرفت ہونی چاہیے۔

ایک قراءت کے مطابق "تُعَلِّمُوْنَ" تَعْلَمُوْن ہے یعنی اس وجہ سے کہ تم کتاب کا علم رکھتے ہو۔

کتاب عیون میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا تم مجھے میرے حق

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۰۶، س۹ (۲) مجمع البیان، ج۱۔ ۲، ص۴۶۶ (۳) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۰۶

سے زیادہ بلند نہ کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی بنانے سے پہلے مجھے عبد بنایا تھا اور اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔[1]

اور امیر المومنینؑ سے روایت ہے میرے بارے میں دو طرح کے افراد ہلاک ہو جائیں گے اور اس میں میرا کوئی قصور نہ ہوگا میری محبت میں حد سے گزر جانے والا اور میری دشمنی میں حد سے تجاوز کرنے والا اور میں اللہ تعالیٰ سے اس شخص سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں جو ہمارے بارے میں غلو سے کام لیتا ہے اور ہمیں ہماری حد سے زیادہ بڑھاتا ہے جس طرح حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ نے نصاریٰ سے براءت کی تھی۔[2]

۸۰ – وَلَا يَأْمُرَكُمْ – اور وہ ہرگز تمھیں یہ حکم نہ دے گا۔

أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ –

کہ تم فرشتوں یا پیغمبروں کو اپنا رب بنالو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی نبی تمھیں کفر کا حکم دے جب کہ تم مسلم ہو۔

تفسیر قمی میں ایک روایت ہے کہ ایک قوم فرشتوں کی عبادت کیا کرتی تھی اور نصاریٰ میں سے ایک قوم کا یہ عقیدہ تھا کہ عیسیٰؑ رب ہیں اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر ابن اللہ ہیں[3] (یعنی خدا کے بیٹے ہیں) تو اللہ نے فرمایا وَلَا يَأْمُرَكُمْ الخ[4]

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۰۱، حدیث ۱، باب ۴۶ (۲) عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۰۱، ح ۱، باب ۴۶
(۳) ۳۰، توبہ ۹ (۴) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۰۶

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

۸۱–اور یاد کرو، جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا ہم تمھیں کتاب، حکمت اور دانش جو کچھ دیں گے اس کے بعد تمھارے پاس کوئی رسول اس کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمھارے پاس موجود ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا (یہ ارشاد فرما کر) اللہ نے پوچھا کیا تم نے اقرار کرلیا اور اس کی ذمّے داری کا عہد اٹھا لیا؟ انھوں نے کہا ہاں! ہم اقرار کرتے ہیں اللہ نے فرمایا اچھا تو گواہ رہو اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوں۔

۸۲–اس کے بعد جو اپنے عہد سے پھر جائے گا تو وہ فاسق ہوگا۔

لَمَآ کو لِمَا اور اٰتَيْتُكُمْ کو اٰتَيْنَاكُمْ بھی پڑھا گیا ہے۔

تفسیر جوامع الجامع اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی امتوں سے عہد لیا کہ ہر امت اپنے نبی کی تصدیق کرے گی اور جو کچھ وہ تعلیم دیں گے؟ ان پر عمل کرے گی تو ان لوگوں نے اس عہد کو پورا نہیں کیا اور انبیاء کے پیش کردہ قوانین خداوندی میں سے بیشتر کو چھوڑ دیا اور بہت سے قوانین میں تبدیلی پیدا کر دی۔ ۱

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں اسی قسم کی روایت نہایت شرح و بسط کے ساتھ ملتی ہے امام علیہ السّلام نے یہ فرمایا کہ اللہ نے آیت کو اسی طرح نازل فرمایا یعنی لفظ امّت کو بیان نہیں کیا۔ ۲

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کی تشریف آوری سے قبل تمام انبیاء سے عہد و پیمان لیا کہ وہ اپنی امتوں کو ان کی بعثت کی اطلاع دیں اور ان کی صفات سے آگاہ کریں، ان کی تشریف آوری کی خوش خبری سنائیں اور ان کی تصدیق کا حکم دیں۔ ۳

امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور ان کے بعد تمام انبیاء کو مبعوث

(۱) تفسیر جوامع الجامع ج۱، ص۱۸۶–۱۸۷ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۸۰، ح۷۳(۱) و (۳) مجمع البیان، ج۱–۲، ص۴۶۸

کرنے سے پہلے ان سے یہ عہد لیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ حضرت محمدؐ کو مبعوث کرے گا اور وہ اس وقت زندہ ہوں تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی نصرت کریں اور یہ بھی حکم دیا کہ اپنی قوم سے بھی ان کے بارے میں عہد لیں۔[1]

تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام سے لے کر اس وقت تک جتنے انبیاء کو مبعوث کیا ہے وہ ضرور بالضرور دنیا میں تشریف لائیں گے اور امیر المومنین کی نصرت فرمائیں گے اللہ تعالیٰ کے قول ''لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ'' سے مراد ہے رسول اللہ پر ایمان لانا اور ''وَلَتَنْصُرُنَّهٗ'' سے مراد ہے امیر المومنینؑ کی نصرت کرنا۔[2]

کتاب واحدۃ میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یکتا، یگانہ اور وحدانیت میں منفرد تھا پھر اس نے ایک لفظ کہا اور نور پیدا ہو گیا پھر اسی نور سے حضرت محمدؐ، مجھے اور میری ذرّیت کو خلق کیا اس نے پھر ایک لفظ کہا تو روح وجود میں آگئی تو اللہ نے اس نور میں اس روح کو ٹھہرا دیا اور ہمارے جسموں میں اسے رکھ دیا پس ہم رُوْحُ اللهِ اور كَلِمَاتُ اللهِ ہیں۔ وہ ہماری وجہ سے مخلوقات سے مخفی رہا ہم سبز شامیانے میں رہے جہاں نہ سورج تھا نہ چاند، نہ دن تھا نہ رات اور نہ ہی زندگی کے آثار تھے پس ہم اللہ کی عبادت، تقدیس اور تسبیح میں مصروف تھے قبل اس کے کہ وہ مخلوقات کو پیدا کرے اس وقت اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ ہم پر ایمان لائیں گے اور ہماری نصرت کریں گے اور یہ اللہ کا قول ہے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ یعنی یہ کہ تم محمدؐ پر ایمان رکھو گے اور ان کے وصی کی نصرت کرو گے اور وہ وصی ہر ایک کی مدد کرے گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کے بارے میں عہد کے ساتھ ساتھ میرے لیے بھی عہد لیا تھا کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ تو میں نے محمدؐ کی نصرت کی اور ان کے سامنے جہاد کیا اور ان کے دشمنوں کو قتل کر ڈالا، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کی نصرت کا جو وعدہ مجھ سے لیا تھا وہ میں نے پورا کیا۔ اور انبیاء اور مرسلین میں سے کسی نے میری نصرت نہیں کی اس لیے کہ اللہ نے ان سب کو اس دنیا سے اٹھا لیا۔ لیکن عن قریب وہ میری مدد کریں گے اور مشرق سے لے کر مغرب تک ہر چیز میری ہو گی۔ اللہ تعالیٰ آدم علیہ السّلام سے حضرت محمدؐ تک تمام انبیاء و مرسلین کو زندہ کر کے مبعوث کرے گا وہ میرے سامنے تلوار کے ذریعے زندہ مردہ، جنوں اور انسانوں کی گردن اڑائیں گے۔ ''کتنے تعجب کی بات ہے۔''

اور بھلا میں کیونکر تعجب نہ کروں ان مردوں کے بارے میں جنھیں اللہ دوبارہ زندگی عطا کرے گا جو فوج در فوج لبیك لبیك یا داعی اللہ (اے اللہ کے بلانے والے ہم حاضر میں ہم حاضر ہیں) کہہ کر اٹھیں گے۔ جو کوفے کی گلیوں کے قریب ہوں گے اور انھوں نے اپنے کندھوں سے تلواروں کو نیام سے باہر نکال لیا ہو گا اور وہ اوّلین و آخرین کے تمام ظالم لوگوں، کافروں، جابروں اور ان کے پیروکاروں کے سروں کو اڑا دیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس وعدے کو پورا کرے گا جو اس نے ان سے کیا تھا اپنے قول وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا

---

(۱) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۴۶۸ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۰۶ و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۸۱، ح ۷۴

الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا (۵۵ سورۂ نور ۲۴)

اللہ نے تم میں صاحبان ایمان اور اعمال صالحہ بجالانے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ انھیں روے زمین پر اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور ان کے اس دین کو ان کے لیے مستحکم اور پائیدار بنا دے گا جسے ان کے لیے پسند کر لیا ہے اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کر دے گا۔ وہ صرف اس کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دیں گے۔

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا یعنی وہ میری عبادت امن و امان کے ساتھ کریں گے اور میری عبادت کرتے ہوئے کسی سے خوف زدہ نہ ہوں گے۔ انھیں تقیّے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور میرے لیے بار بار واپس آنا اور رجعت کے بعد رجعت ہے میں صاحب الرّجعات والکرّات (یعنی بار بار واپس آنے والوں میں سے ہوں) میں حملے کرنے والا اور انتقام لینے والا اور عجیب وغریب حکومت قائم کرنے والا ہوں میں نئی صدی کا بانی ہوں۔[۱]

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ۔

اللہ نے پوچھا کیا تم نے اقرار کرلیا اور اس کی ذمّے داری کا عہد اٹھا لیا۔

قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔

انھوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں اللہ نے فرمایا اچھا تو گواہ رہو اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوں۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ذر میں ان سے خطاب کر کے کہا تھا ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ کیا تم نے اقرار کرلیا اور اس کی ذمّے داری قبول کرنے کا عہد اٹھا لیا تو انھوں نے جواب دیا اَقْرَرْنَا ہم نے اقرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرشتوں سے کہا فَاشْهَدُوْا اے فرشتو تم گواہ ہو جاؤ وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں فرمایا کہ اللہ نے فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس بارے میں اپنی امّتوں سے عہد لے لیا ہے تو انبیاء اور ان کی امّتوں نے جواب دیا پروردگارا تو نے ہمیں جس بات کے اقرار کا حکم دیا تھا ہم نے اس کا اقرار کرلیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اپنی امّتوں پر اس بات کے گواہ ہو جاؤ اور میں تمھارے ساتھ تم پر اور تمھاری امّتوں پر گواہ ہوں۔[۱]

۸۲ – فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ – اب جو اس عہد و پیمان کے بعد اس سے روگردانی کرے گا تو وہ ان کافروں میں سے ہوگا جو سرکش اور باغی ہیں۔

---

(۱) ''کتاب واحدۃ'' کا اب کوئی وجود نہیں البتّہ علامہ طہرانی نے الذریعہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ اس کا ایک نسخہ ابن طاؤس کے پاس موجود تھا جلد ۲۵، ص ۸۔۹۔ کتاب واحدہ آٹھ جلدوں میں تھی جس میں احادیث مناقب اور مثالب تھے جیسا کہ ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست ص ۲۷۸ میں ذکر کیا ہے۔ (۲) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۰۶۔۱۰۷ (۳) تفسیر مجمع البیان، ج ۱۔۲، ص ۴۶۸

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْۤا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾

اُولٰۤئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۤئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَاُولٰۤئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾

۸۳–کیا یہ لوگ خدا کے دین کے سوا کوئی اور دین تلاش کر رہے ہیں حالاں کہ آسمان و زمین کی ساری چیزیں چار و ناچار اللہ ہی کی تابع فرماں ہیں اور سب کو اسی کی طرف پلٹنا ہے۔

۸۴–اے نبی آپ کہہ دیجیے! ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور ان تمام چیزوں پر جو ہم پر نازل کی گئیں۔ اور جو کچھ ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ پر نازل ہوئی ہیں اور ان ہدایات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور خدا کی طرف سے آنے والے دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئیں۔ ہم ان کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم سب اللہ کے فرماں بردار ہیں۔

۸۵-اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو وہ دین ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا۔

۸۶-یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ ان لوگوں کی ہدایت کرے جنھوں نے نعمت ایمان پالینے کے بعد کفر اختیار کیا حالاں کہ وہ گواہی دے چکے ہیں کہ بے شک رسول برحق ہیں اور ان کے پاس نشانیاں بھی آئی ہیں اور اللہ ظلم کرنے والوں کی ہدایت نہیں کیا کرتا۔

۸۷-ایسے لوگوں کی سزا یہی ہے کہ ان پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت ہوگی۔

۸۸-وہ ہمیشہ اسی حالت میں رہیں گے۔ نہ ان کی سزا میں کمی ہوگی اور نہ ہی انھیں مہلت دی جائے گی۔

۸۹-البتہ وہ لوگ بچ جائیں گے جو اس کے بعد توبہ کر کے اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لیں تو اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

۹۰-مگر جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا پھر اپنے کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے تو ان کی توبہ بھی قبول نہ ہوگی اور یہی لوگ پکّے گمراہ ہیں۔

۸۳- اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ-

کیا یہ لوگ خدا کے دین کے سوا اور کوئی دین تلاش کر رہے ہیں۔ اس کی ایک قرات ''تبغون'' بھی ہے جس کے معنی ہیں ''تم لوگ تلاش کر رہے ہو''

وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا-

حالاں کہ آسمان و زمین کی ساری چیزیں چار و ناچار اللہ ہی کی تابع فرمان ہیں۔

کتاب توحید اور تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر رہے ہیں۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ کچھ قوموں نے مجبوراً نہ چاہتے ہوئے اسلام کو قبول کیا اور کچھ قومیں اطاعت گزار بن کر آئیں امامؑ نے فرمایا ''کَرْهًا'' کے معنی ہیں ''تلوار سے گھبرا کر''[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ شاید اس سے یہ مراد ہو کہ قائم آخر الزمان علیہ السّلام کے زمانے میں ایسا ہوگا جیسا کہ عیّاشی نے امام صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ یہ آیت امام قائم علیہ السّلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[۳]

---

(۱) توحید، ص ۴۶، ح ۷، باب التوحید ونفی [illegible] تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۸۲ - ۱۸۳، ح ۸۷

(۲) مجمع البیان، ج ۱-۲، ص ۴۷۰ (۳) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۸۳، ح ۸۲

اور ایک روایت میں ہے کہ امام صادق علیہ السّلام نے اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب قائم علیہ السّلام قیام فرمائیں گے تو زمین کا کوئی ایسا خطّہ باقی نہ ہوگا جہاں سے اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً رسول اللّٰہ کی آوازنہ سنائی دے رہی ہو۔[1]

وَّاِلَیۡہِ یُرۡجَعُوۡنَ – اور سب کو اسی کی طرف پلٹ کر آنا ہے اور ایک قرأت کے مطابق یہ لفظ تُرۡجَعُوۡنَ ہے یعنی تم کو پلٹ کر جانا ہے۔

۸۴ – قُلۡ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ .... مِنۡ رَّبِّہِمۡ –

رسولؐ اکرم کو حکم دیا جارہا ہے کہ اپنے ایمان اور اپنے متّبعین کے ایمان کے بارے میں لوگوں کو بتا دیں اے رسول آپ کہہ دیجیے ہم اللّٰہ پر ایمان رکھتے ہیں اور ان تمام چیزوں پر جو ہم پر نازل کی گئیں اور جو کچھ ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ پر نازل ہوئی تھیں۔ اور ان ہدایات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور خدا کی طرف سے آنے والے دیگر انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دی گئیں۔

لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡہُمۡ –

تصدیق اور تکذیب کے بارے میں ہم ان کے مابین کوئی فرق نہیں کرتے۔

وَنَحۡنُ لَہٗ مُسۡلِمُوۡنَ – اور ہم اللّٰہ کے اطاعت گزار اور اس کی عبادت میں مخلص ہیں۔

۸۵ – وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا –

جو شخص بھی توحید اور فرمان خداوندی کو تسلیم کرنے کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرے گا۔

فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ ۚ وَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ –

تو وہ دین اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا اس لیے کہ اس نے درست اور صحیح فطرت کو باطل قرار دیا ہے جس پر تمام انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے۔

۸۶ – کَیۡفَ یَہۡدِی اللّٰہُ قَوۡمًا کَفَرُوۡا بَعۡدَ اِیۡمَانِہِمۡ وَشَہِدُوۡۤا اَنَّ الرَّسُوۡلَ حَقٌّ وَّجَآءَہُمُ الۡبَیِّنٰتُ –

کیسے ہوسکتا ہے کہ اللّٰہ ان لوگوں کی ہدایت کرے جنھوں نے نعمت ایمان پالینے کے بعد کفر اختیار کیا حالاں کہ وہ گواہی دے چکے ہیں کہ بے شک رسول برحق ہیں اور ان کے پاس نشانیاں بھی آئی ہیں۔

اس بات کو بعید از عقل قرار دیا جارہا ہے کہ اللّٰہ اس قسم کے افراد کی ہدایت کرے گا اس لیے کہ جس پر حق واضح ہو چکا ہے اگر وہ اس سے دور چلا جائے تو ایسا شخص گمراہی میں پوری طرح گھس جاتا ہے اور ہدایت سے دور چلا جاتا ہے۔

وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ –

اور اللّٰہ ظلم کرنے والوں کی ہدایت نہیں کیا کرتا۔

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۱۸۳، ح ۸۱

۸۷، ۸۸، ۸۹ — اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ .... فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ـ

ایسے لوگوں کی سزا یہی ہے کہ ان پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت ہوگی۔ اور وہ ہمیشہ اسی حالت میں رہیں گے، نہ ان کی سزا میں تخفیف ہوگی اور نہ ہی انھیں مہلت دی جائے گی۔ البتہ وہ لوگ بچ جائیں گے جو اس کے بعد توبہ کر کے اپنے طرز عمل کی اصلاح کرلیں تو اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ یہ آیتیں انصار کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئیں جس کا نام حارث بن سوید بن صامت تھا جس نے عہد شکنی کر کے محذّر بن زیاد البلویٰ کو قتل کر ڈالا وہ دین اسلام سے برگشتہ ہو کر مرتد ہونے کے بعد بھاگ کر مکّے چلا گیا اپنے کیے پر شرمندہ ہوا اور اس نے اپنے خاندان والوں تک یہ پیغام بھیجا کہ وہ رسول اکرمؐ سے دریافت کریں کہ کیا میرے لیے توبہ ممکن ہے؟ جب انھوں نے آں حضرتؐ سے اس بارے میں دریافت کیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اس آیت کو لے کر اس کی قوم کا ایک آدمی اس تک گیا تو اس نے کہا میں جانتا ہوں کہ تم سچے ہو اور رسول اکرمؐ تم سب سے زیادہ سچے ہیں اللہ تعالیٰ تینوں میں سب سے زیادہ سچّا ہے وہ مدینے میں واپس آیا اس نے توبہ کی اور اس کا اسلام بہترین قرار پایا۔[1]

۹۰ — اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا .... وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ـ

مگر جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرلیا پھر اپنے کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے تو ان کی توبہ قبول نہ ہوگی اور یہی لوگ بالکل پکے گمراہ ہیں۔

جیسے یہودیوں نے حضرت موسیٰؑ اور توریت پر ایمان لانے کے بعد حضرت عیسیٰؑ اور انجیل کا انکار کر دیا۔

پھر حضرت محمدؐ اور قرآن کے بارے میں ان کے کفر میں اور اضافہ ہوگیا یا یہ کہ آں حضرتؐ کی بعثت سے قبل ان پر ایمان لا کر پھر حضرت محمدؐ کا انکار کر دیا۔ اور ان کے اصرار، عناد، طعن و تشنیع ایماں سے روکنے اور معاہدہ شکنی کی وجہ سے ان کے کفر میں اضافہ ہوگیا۔ اور وہ اس قوم کی طرح ہیں جو مرتد ہو گئے اور مکّے میں پہنچ گئے۔ پھر ان کا کفران کے اس قول نَتَرَبَّصُ بِمُحَمَّدٍ رَيْبَ الْمَنُوْنَ (ہم محمدؐ کے لیے گردش زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں) کی وجہ سے بڑھ گیا یا یہ کہ ہم محمدؐ کے پاس واپس جائیں گے اور توبہ کر کے منافقت سے کام لیں گے۔

لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ـ ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی اس لیے کہ اس میں اخلاص نہیں ہوگا یا اس سبب سے کہ وہ ناامیدی کے عالم میں موت کو سامنے دیکھ کر توبہ کر رہے گے۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ـ

اور یہی لوگ پکے گمراہ ہیں اور گمراہی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۴۷۱

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَھُمۡ کُفَّارٌ فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِھِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَھَبًا وَّ لَوِ افۡتَدٰی بِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ وَّ مَا لَھُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿۹۱﴾

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۬ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ ﴿۹۲﴾

۹۱- یقیناً جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور وہ اسی حالت میں مر گئے تو اگر وہ اپنی گلوخلاصی کے لیے اتنا سونا بھی دیں کہ زمین بھر جائے تب بھی یہ بدلہ ان سے قبول نہیں کیا جائے گا ایسے ہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی ناصر و مددگار نہ ہوگا۔

۹۲- تم ہرگز نیکی کو نہ پاسکو گے جب تک وہ چیز راہ خدا میں صرف نہ کرو جس کو تم محبوب رکھتے ہو اور تم جو کچھ بھی راہ خدا میں خرچ کرو گے اللہ اس کا جاننے والا ہے۔

۹۱- اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا .... مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ-

مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَھَبًا-

کے معنی ہیں کہ زمین کا جو حصّہ سونے سے بھر جائے۔

وَّلَوِ افۡتَدٰی بِہٖ ؕ- کہ وہ یہ سونا فدیہ دے کر اپنے آپ کو عذاب سے بچا لے۔

کہا گیا ہے کہ جملہ اس طرح ہے فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِھِمۡ فِدۡیَۃٌ وَلَوِ افۡتَدیٰ بِہٖ بِمِلۡءِ الۡاَرۡضِ ذَھَبًا۱

ان میں سے کسی فرد سے فدیہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا خواہ وہ زمین بھر سونا ہی کیوں نہ بطور فدیہ دے دے۔

یہ بھی احتمال ہے کہ مراد یہ ہو فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِھِمۡ اِنۡفَاقُہٗ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِمِلۡئَ الۡاَرۡضِ ذَھَبًا فِی الدُّنۡیَا وَلَوۡ کَانَ عَلیٰ وَجۡہِ الۡاِفۡتِدَاءِ مِنۡ عَذَابِ الۡاٰخِرَۃِ مِنۡ دُوۡنِ تَوَقُّعِ ثَوَابٍ اٰخَرَ۔

ان میں کسی ایک سے قبول نہ کیا جائے گا خواہ وہ دنیا میں زمین بھر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر دے اگرچہ وہ اس لیے بھی ہو کہ وہ آخرت کے ثواب کی توقع کے بغیر عذاب آخرت سے بچنے کے لیے بطور فدیہ یہ سونا دے رہا ہو۔

اُولٰٓئِکَ لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ وَّ مَا لَھُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ایسے افراد ہی کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی ناصر و یاور نہیں ہوگا۔

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج۱، ص ۱۷۱، س ۱۰

۹۲- لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ-

تم ''بِرّ'' کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ ہی نیکوکار بن سکتے ہو۔

حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ-

یہاں تک کہ وہ چیز راہ خدا میں خرچ نہ کرو جسے تم محبوب رکھتے ہو یعنی مال، عزت، جان وغیرہ کو اطاعت الٰہی میں خرچ نہ کر دو۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے ایک لباس خریدا تو آپ کو بہت پسند آیا آپ نے اسے صدقہ دے دیا اور فرمایا ''میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یہ فرماتے سنا ہے جو اپنے نفس پر کسی اور کو ترجیح دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ روز قیامت جنت میں داخل کرتے وقت اسے دوسروں پر ترجیح دے گا۔ اور جو شخص کسی شے کو پسند کرتا ہو اور اسے اللہ کے لیے مخصوص کر دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ فرمائے گا کہ بندے باہمی جود وسخا سے ایک دوسرے کو غنی بناتے تھے اور آج میں تم کو جنت دے کر غنی بنا دوں گا۔[1]

امام حسینؑ بن علیؑ اور امام صادق علیہ السّلام کے بارے میں یہ آیا ہے کہ وہ دونوں شکر صدقہ کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تمام چیزوں میں ہمیں سب سے زیادہ یہی پسند ہے اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ تم ہرگز نیکی کو نہ پاسکو گے جب تک وہ چیز راہ خدا میں خرچ نہ کر دو جسے تم محبوب رکھتے ہو۔[2]

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ-

تم جو بھی خرچ کرو گے خواہ اسے محبوب رکھتے ہو یا نہیں رکھتے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ-

اللہ اسے جانتا ہے وہ اسی کے مطابق تمھیں جزا دے گا۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۴۷۳ (۲) عوالی اللآلی، ج ۲، ص ۴۷، حدیث ۱۹۶ اور حدیث امام حسن سے مروی ہے بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۸۹، حدیث علی بن الحسین سے مروی ہے کافی، ج ۴، ص ۶۱، حدیث ۳، باب النوادر

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِيۡلُ عَلٰى نَفۡسِهٖ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰىةُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰىةِ فَاتۡلُوۡهَآ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۹۳﴾

فَمَنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۹۴﴾

قُلۡ صَدَقَ اللّٰهُ ۚ فَاتَّبِعُوۡا مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۹۵﴾

۹۳–تمام کھانے بنی اسرائیل پر حلال تھے مگر جو توریت کے نازل ہونے سے پہلے اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کر لیے تھے۔ اے نبی آپ یہودیوں سے کہہ دیجیے کہ توریت لاؤ اور اگر سچے ہو تو اسے ہمارے سامنے پڑھ کر سناؤ۔

۹۴–اس کے بعد جو اللہ پر افترا پردازی کرے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

۹۵–اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اللہ نے سچ کہا ہے، تم ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو باطل سے کترا کر چلتے تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔

۹۳– كُلُّ الطَّعَامِ– یعنی کھانے کی تمام چیزیں۔

كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ–

بنی اسرائیل کے لیے ان کا کھانا حلال تھا۔

اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِيۡلُ عَلٰى نَفۡسِهٖ–

سوائے اس کے جسے یعقوب نے اپنے اوپر حرام کر دیا تھا۔

مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰىةُ ؕ–

توریت کے نازل ہونے سے پہلے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یعقوب علیہ السّلام جب اونٹ کا گوشت کھاتے تھے تو عرق النساء کے درد میں مبتلا ہو جاتے تھے تو انھوں نے اپنے اوپر اونٹ کے گوشت کو حرام قرار دے دیا تھا۔ یہ توریت کے نازل ہونے سے پہلے تھا پس جب توریت نازل ہوئی تو نہ اسے حرام قرار دیا اور نہ ہی اس کے کھانے کی تاکید کی۔[۱]

---

(۱) الکافی، ج۵، ص۳۰۶، حدیث۹ باب النوادر و تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۸۴، ح۸۶

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس سے مراد ہے کہ موسیٰ علیہ السّلام نے اسے نہ تو حرام قرار دیا اور نہ ہی کھایا ''یا'' اس کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ نہ تو توریت نے اسے حرام قرار دیا اور نہ اس کے کھانے پر زور دیا یعنی اسے چھوڑ دیا کھانے کی تاکید نہیں کی۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یعقوب علیہ السّلام عرق النساء کے درد میں مبتلا تھے تو انھوں نے اپنے اوپر اونٹ کے گوشت کو حرام قرار دے دیا تھا تو یہودیوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اونٹ کا گوشت کھانا توریت میں حرام ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ فَأْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ تم توریت لاؤ اور اس کی تلاوت کر کے دیکھو اگر تم اپنی بات میں سچے ہو، حضرت یعقوبؑ نے اسے محض اپنے اوپر حرام کرلیا تھا لوگوں کے لیے حرام نہیں کیا تھا۔[۱]

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر قسم کے کھانے توریت کے نازل ہونے سے قبل بنی اسرائیل پر حلال تھے ان کے ظلم و زیادتی کی وجہ سے بہت سے کھانوں کو ان کے لیے حرام کر دیا گیا سوائے اس کھانے کے جسے یعقوبؑ نے خود اپنے لیے حرام قرار دے دیا تھا۔ یہ آیت یہودیوں کی رد میں نازل ہوئی جب انھوں نے خود کو بے گناہ ثابت کرنا چاہا جس کے بارے میں قرآن نے گفتگو کی کہ ''ان پر طیبات کو ان کے ظلم و زیادتی کی وجہ سے حرام کر دیا گیا ہے۔ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ (ہم نے ان کی سرکشی کی یہ سزا دی)[۲] اور قول رب فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ[۳] یہودیوں نے جو ظلم کیا ہے اس کی وجہ سے ہم نے ان پاکیزہ چیزوں کو جو ان پر حلال تھیں حرام کر دیا ہے۔

''ان یہودیوں نے کہا کہ ہم لوگ پہلے نہیں ہیں جن پر یہ حرام کیا گیا ہے یہ تو نوحؑ اور ابراہیمؑ پر بھی حرام تھا اور ان کے بعد یعقوبؑ اسرائیل کے لیے بھی حرام تھا۔ یہاں تک کہ اس کی حرمت کا سلسلہ ہم تک آپہنچا''

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کی تکذیب کی ہے۔

قُلْ فَأْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اے نبی آپ ان سے کہہ دیجیے کہ توریت لے کر آؤ اور اسے ہمارے سامنے پڑھو اگر تم اپنی بات میں سچے ہو! یہودیوں کو حکم دیا کہ اپنی کتاب سے ثبوت پیش کرو تاکہ اس تحریر کے ذریعے انھیں شکست دی جائے اور ذلیل کر دیا جائے اور ان پر واضح کر دیا جائے کہ ان یہودیوں کے ظلم و زیادتی کی وجہ سے یہ حرمت جدیدہ ہے ایسا نہیں ہے کہ اسے زمانۂ قدیم سے حرام قرار دیا جاچکا تھا جیسا کہ وہ سمجھ رہے ہیں۔ وہ یہ حکم سن کر مبہوت ہوگئے اور توریت لانے کی جسارت نہ کر سکے۔

۹۴ ۔ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۔

پس جو اللہ پر افترا پردازی کرے یہ سمجھ کر کہ توریت کے نازل ہونے سے قبل یہ دیگر انبیاء اور بنی اسرائیل پر حرام تھا۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۰۸۔۱۰۷ (۲) ۱۴۶، انعام ۶ (۳) ۱۶۰، النساء ۴

مِنۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ۔

اس حجت و دلیل کے آجانے کے بعد

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ۔

تو ایسے ہی لوگ اپنے اوپر ظلم ڈھانے والے ہیں کیوں کہ انھوں نے حق کے واضح ہوجانے کے بعد تکبّر سے کام لیا ہے۔

قُلۡ صَدَقَ اللّٰهُ ۗ۔

اے پیغمبر آپ فرمادیجیے کہ اللہ نے سچ کہا ہے یہ جملہ در حقیقت ان کے جھوٹ کو اَلَم نَشرَح کرنے کے لیے ہے کہ ثابت ہوگیا ہے کہ اللہ نے جو کچھ نازل کیا ہے وہ اس میں سچّا ہے اور تم لوگ جھوٹے ہو۔

فَاتَّبِعُوۡا مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ۔

پس تم سب ابراہیم کا اتّباع کرو جو باطل سے کترا کر چلتے تھے

یہی اسلام کی ملّت ہے جس پر حضرت محمدؐ اور ان پر ایمان لانے والے افراد ہیں۔

یہودی اور مشرکین ابراہیم علیہ السّلام کو اپنے دین کی جانب منسوب کررہے تھے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سے براءت کا اعلان ان الفاظ میں کیا ہے وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ابراہیمؑ مشرکین میں سے نہیں تھے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۹۶﴾ فِيۡهِ اٰيٰتٌ ۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰهِيۡمَ ۚ وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الۡبَيۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَيۡهِ سَبِيۡلًا ؕ وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۹۷﴾

۹۶–سب سے پہلا گھر جو انسانوں کے لیے بنایا گیا وہ مکّے میں ہے، بابرکت اور تمام جہانوں کے لیے باعث ہدایت ہے۔

۹۷–اس گھر میں روشن نشانیاں ہیں جن میں مقام ابراہیم بھی ہے جو شخص اس گھر میں داخل ہو جائے اس کے لیے امان ہے۔ اور لوگوں پر واجب ہے کہ خوشنودی خدا کے لیے خانۂ کعبہ کا حج کریں بشرطے کہ وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو اس سے انکار کر دے تو اللہ تمام جہانوں سے بے پروا ہے۔

۹۶–اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ .... لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ۔

بے شک پہلا گھر جو انسانوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا وہ مکّے میں ہے اور اسے کعبہ کہا جاتا ہے۔

کتاب کافی میں امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے اور فقیہ اور عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا کرنا چاہا تو ہوا کو حکم دیا تو اس نے پانی کو تھپیڑے مارے جس سے موج بنی پھر جھاگ بنا اس جھاگ کو یکجا کر کے گھر کی جگہ پر جمع کر دیا پھر جھاگ سے پہاڑ بنائے اور خانۂ کعبہ کے نیچے زمین کو بچھایا اور وہ ارشاد الٰہی ہے اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا۱

فقیہ میں یہ جملہ زیادہ ہے فَاَوَّلُ بُقْعَةٍ خُلِقَتْ مِنَ الْاَرْضِ الْكَعْبَةُ ثُمَّ مُدَّتِ الْاَرْضُ مِنْهَا زمین کے جس پہلے حصّے کی تخلیق کی گئی وہ کعبہ ہے اس کے بعد اسی کعبے سے زمین کو پھیلایا گیا۔۲

اور اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں سے کسی چیز کو چنا تو اس نے زمین میں سے کعبے کے مقام کو چن لیا۔۳

کتاب علل میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مکّے کو بکّہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ لوگ اس کے گرد جوق در جوق جمع ہوتے ہیں۔۴

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۱۹۰۔ ۱۸۹، حدیث ۷ و من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۱۵۶، حدیث ۶۷۰، باب ابتداء الکعبہ و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۸۶، حدیث ۹۱ (۲) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۱۵۶، باب ابتداء الکعبہ و فضلھا (۳) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۱۵۷، باب ۶۴، ابتداء الکعبہ و فضلھا (۴) علل الشرائع، ص ۳۹۷، ح ۱، باب ۱۳۷، العلۃ التی من اجلھا سمیت مکہ بکۃ

اور ایک روایت میں ہے کہ بکّہ کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کے گرد اور اس کے اندر گریہ و بکا کرتے ہیں۔[1]

اور کہا گیا ہے کہ مکّے کو بکّہ کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بڑے بڑے سرکش لوگوں کی گردنیں اس کے سامنے جھک جاتی ہیں۔[2]

امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ خانۂ کعبہ جس جگہ بنا ہے اس کا نام بکّہ ہے اور بستی کا نام مکّہ ہے۔[3]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مکّے کا نام بکّہ اس لیے پڑا کہ مرد اور عورتیں کثیر تعداد میں اس کے گرد جمع ہوتی ہیں اور عورت تمھارے سامنے 'دائیں طرف' 'بائیں طرف، تمھارے نزدیک اور تمھارے ساتھ نماز پڑھتی ہے اور اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے البتّہ دوسرے مقامات پر اسے مکروہ قرار دیا گیا ہے۔[4]

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مکّے کے پانچ نام ہیں:

ام القریٰ، مکّہ، بکّہ، بَسَّاسَہ یعنی جب لوگوں نے اس کے قریب ظلم ڈھایا تو انہیں وہاں سے نکال دیا اور ہلاک کر ڈالا۔ اور امّ رُحم[5] لوگ جب اس سے چمٹے رہتے تھے تو مہربان رہتے تھے[6] ایسی ہی روایت کتاب فقیہ میں بھی ہے۔[7]

اور فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس گھر کو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کے لیے جنت سے نازل کیا تھا جو سفید موتی کی طرح تھا اسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں اٹھا لیا اور اس کی بنیاد کو رہنے دیا اور وہ اس گھر کے اطراف میں ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو دوبارہ وہاں نہیں آتے تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السّلام اور اسماعیلؑ کو حکم دیا کہ وہ اسی بنیاد پر گھر کی تعمیر کریں۔[8]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کعبے کا مقام زمین کی بلندی پر سفید رنگ کا تھا اور وہ اسی طرح روشن تھا جس طرح سورج اور چاند روشن ہیں جب آدمؑ کے بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا تو اس کی رنگت سیاہ ہوگئی۔ پس جب آدم نازل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے پوری زمین ان کے لیے بلند کی اور

---

(۱) علل الشرائع، ص ۳۹۷، ح ۲، باب ۱۳۷، العلۃ التی من اجلھا سمیت مکہ بکۃ

(۲) تفسیر ابوالسعود، ج ۲، ص ۶۰ (۳) علل الشرائع، ج ۲، ص ۳۹۷، ح ۳، باب ۱۳۷، العلۃ التی من اجلھا سمیت مکہ بکۃ

(۴) علل الشرائع، ج ۲، ص ۳۹۷۔ ۳۹۸، ح ۴، باب ۱۳۷، العلۃ التی من اجلھا سمیت مکہ بکۃ والکافی، ج ۴، ص ۲۱۱، تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ بکّہ اس لیے کہتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے کو ہاتھ سے ہٹاتے ہیں اور امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ 'بکّہ' خانۂ کعبہ کی جگہ اور 'مکّہ' حرم کو کہتے ہیں، تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۸۷، ح ۹۵۔ ۹۶

(۵) رُحم رحمت ارشاد باری ہے واقرب رُحما ۸۱ کہف ۱۸ (۶) خصال، ص ۲۷۸، ح ۲۲

(۷) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۱۲۶، حدیث ۲۵۷ (۸) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۱۵۷، ح ۶۷۵، ابتداء الکعبہ وفضلھا

انھوں نے اسے دیکھا۔ پھر ان سے کہا یہ سب کچھ تمھارے لیے ہے آدمؑ نے عرض کی ! اے میرے پروردگار یہ سفید اور روشن زمین کیسی ہے؟ تو ارشاد ہوا زمین میں یہ میرا حرم ہے، میں نے یہ لازم قرار دیا ہے کہ تم ہر روز سات سو بار اس کا طواف کرو۔ ۱

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ پتھر پر یہ تحریر ملی ہے ''اِنّیٓ اَنَا اللّٰهُ ذُوْبَكَّةَ صَنَعْتُهَا يَوْمَ خُلِقَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ، وَ يَوْمَ خُلِقَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَ حَفَفْتُهَا بِسَبْعَةِ اَمْلَاكٍ حَفًّا مُبَارَكًا لِّاَهْلِهَا فِي الْمَاءِ وَاللَّبَنِ يَاْتِيْهَا رِزْقُهَا مِنْ ثَلَاثَةِ سُبُلٍ مِنْ اَعْلَاهَا وَ اَسْفَلِهَا وَالثَّنِيَّةِ بَعْدَهٗ''

میں اللہ ہوں میں نے بکّے کو اس دن بنایا تھا جس دن آسمانوں اور زمینوں، سورج اور چاند کو پیدا کیا تھا اور میں نے اسے سات سلطنتوں میں گھیر رکھا ہے، بابرکت طریقے سے وہاں کے رہنے والوں کے لیے پانی اور دودھ میسّر ہے اور اس کا رزق تین راستوں سے آتا ہے بلندی سے، پستی سے اور اس کے بعد پہاڑ کی گھاٹیوں سے۔ ۲

مُبٰرَكًا- جس میں زیادہ خیر و برکت اور فائدہ ہے اس کے لیے جو خانۂ کعبہ کا حج کرے، عمرہ ادا کرے، اس کے پاس اعتکاف کرے اور اس کے گرد طواف کرے اور ثواب میں اضافہ گناہوں کی مغفرت فقر و فاقے سے دوری اور کثرت رزق کے لیے جو وہاں جانے کا قصد کرے۔

وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ-

اور پوری کائنات کے لیے باعث ہدایت ہے۔ اس لیے کہ وہ ان کا قبلہ اور عبادت گاہ ہے۔

۹۷ - فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ-

اس گھر میں روشن نشانیاں ہیں جیسے غلبہ حاصل کر لینا ان ظالموں کے مقابلے میں جنھوں نے خانۂ کعبہ کی برائی چاہی تھی جیسے اصحاب الفیل وغیرہ ۳

مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ- یعنی ان نشانیوں میں سے ایک مقام ابراہیم بھی ہے۔ کتاب کافی ۴ اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ ''آیات بینات'' سے کیا مراد ہے؟ تو امام علیہ السّلام

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۱۸۹، ح ۴ (۲) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۱۵۸، باب ۶۴، ابتداء الکعبہ وفضلھا

(۳) ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے اٰیۃ بینۃ مقام ابراہیمؑ اور انھوں نے کہا کہ مقام میں حضرت ابراہیمؑ کے نشانات قدم ایک روشن نشانی ہے تفسیر مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۴۷۸ میں بھی ایسی ہی روایت پائی جاتی ہے اور کہا گیا کہ مکمل مشعر الحرام (مزدلفہ وغیرہ) روشن نشانیاں ہیں کیوں کہ لوگ کثیر تعداد میں وہاں جمع ہوتے اور اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ کعبے کا طواف کبھی بھی ختم نہیں ہوتا، اور نشانیوں میں سے خانۂ کعبہ کے مقابل سے پرندوں کا ہٹ کر محوِ پرواز ہونا، اور حرم کی زمین پر شکار کا درندے جانوروں سے اختلاط اور لوگوں سے اُن کا مانوس ہونا۔ کنکریاں مارنے والوں کی کثرت تعداد کے باوجود ان کنکریوں کے آثار مٹا دینا اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کنکریوں سے ایک پہاڑ بن جاتا اور اسی قبیل کی دیگر نشانیاں بھی ہیں۔

(۴) الکافی، ج ۴، ص ۲۲۳، ح ۱، باب فی قولہ تعالیٰ ''فیہ آیت بینت''

نے فرمایا کہ اس سے مراد مقام ابراہیمؑ ہے یعنی وہ پتھر جس پر آپ کھڑے ہو کر کعبے کی تعمیر کر رہے تھے اور اس پر آپ کے دونوں پیروں کے نشانات آ گئے۔ اور حجر اسود اور حضرت اسماعیلؑ کا گھر بھی آیات بینات میں سے ہے۔[۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ مقام ابراہیمؑ بھی اللہ کی ایک نشانی ہے جیسا کہ بیان کیا گیا اور حضرت ابراہیمؑ کو بلند کرنے کی وجہ سے وہ پہاڑوں سے بھی زیادہ طویل ہے جیسا کہ سورۂ حج میں ہم ان شاء اللہ اس کا ذکر کریں گے۔ اب رہا حجر اسود کا آیت (نشانی ہونا) تو انبیاء اور اولیاء کے لیے اس سے بہت سے عجائبات ظاہر ہوئے ہیں۔ چوں کہ وہ ایک جوہر (نگینہ) تھا اس لیے اللہ نے اس کو جنت میں آدم علیہ السّلام کے ساتھ رکھ دیا تھا اور اس لیے بھی کہ وہ عظیم فرشتوں میں ایک فرشتہ تھا اللہ نے میثاق اور عہد و پیمان کو اس کے سپرد کر دیا تھا اور جب وہ بروز قیامت آئے گا تو زبان گویا اور چشم بینا کے ساتھ ہو گا لوگ اسے پہچان لیں گے اور وہ اس شخص کے لیے گواہی دے گا جس نے حج میں اس سے ملاقات کی ہو اور جس نے وعدہ وفا کیا ہو اور جس نے اس کا انکار کیا ہو وغیرہ وغیرہ جیسا کہ ائمہ اطہار کی روایات میں وارد ہوا ہے۔[۲]

جب معصومینؑ میں سے کسی کی وجہ سے ایک گروہ کے سامنے وہ گویا ہوا جیسے حضرت سجاد علیہ السّلام کے لیے امر امامت کے بارے میں جب ان کے چچا حضرت محمد حنفیہ نے اس بارے میں ان سے نزع کی تھی جیسا کہ روایات میں وارد ہوا ہے۔[۳]

اور حجر اسود اس لیے بھی نشانی ہے کہ کئی بار تجربہ کیا جا چکا ہے کہ تعمیر کعبہ کے بعد جب اسے اس کی جگہ نصب کیا جانے لگا تو اس نے غیر معصوم کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا اور اسے معصوم نے نصب کیا۔

حضرت اسماعیلؑ کا جائے نزول اس لیے نشانی قرار پایا کہ جہاں پر انھیں اتارا گیا تھا وہاں پانی نہ تھا اس جگہ سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔

قرآن مجید میں اور نشانیوں کو چھوڑ کر مقام ابراہیمؑ کو مخصوص طریقے سے اس لیے بیان کیا گیا کہ آج بھی وہ تمام انسانوں کے لیے ایک واضح نشانی ہے۔

کہا گیا کہ نشانات قدم کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب کعبے کی دیواروں کو بلند کر رہے تھے تو اس پتھر پر کھڑے ہوتے تھے تا کہ پتھروں کو اٹھانے میں آسانی ہو تو اس وقت آپ کے قدم اس میں گڑ گئے۔[۴]

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب شام سے مکۂ مکرّمہ میں تشریف لائے تو ان سے اسماعیلؑ کی بیوی نے کہا آپ سواری سے اتر جائیں تا کہ ہم آپ کا سر دھو دیں، ابراہیمؑ سواری سے نہیں اترے تو اس وقت زوجۂ اسماعیلؑ یہ پتھر لائیں اور ان کی دائیں جانب رکھ دیا حضرت ابراہیمؑ نے اپنا دایاں قدم اس پر رکھا اور انھوں

(۱) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۸۸ ـ ۱۸۷، ح ۹۹ (۲) علل الشرائع، ج ۲، ص ۴۲۷ ـ ۴۲۵ تک حدیث ۶ ـ ۷ ـ ۸ ـ ۹ ـ ۱۰، باب ۱۶۱
(۳) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۱۳ ـ ۱۱۱، ح ۲، ۳، ۴، ۵، اثبات الھدیٰ، ج ۳، ص ۶، ح ۴ (۴) تفسیر ابی السعود، ج ۲، ص ۶۰

نے ان کے سر کے اس حصّے کو دھویا پھر وہ پتھر اٹھا کر بائیں جانب رکھا اور ابراہیمؑ نے اس پر بایاں قدم رکھا اور انھوں نے سر کا بایاں حصّہ دھودیا اس طرح حضرت ابراہیمؑ کے پیروں کے نشانات اس پتھر پر باقی رہ گئے۔ [۱]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے مقام ابراہیم کی اصل جگہ جہاں حضرت ابراہیمؑ نے اسے رکھا تھا دیوارِ کعبہ کے نزدیک تھی اور یہ وہیں رکھا رہا یہاں تک زمانۂ جاہلیت کے لوگوں نے اسے وہاں منتقل کر دیا جہاں پر آج موجود ہے جب آں حضرتؐ نے مکّے کو فتح کر لیا تو اسے اسی جگہ پر رکھ دیا جہاں حضرت ابراہیمؑ نے رکھا تھا اس کے بعد عمرؓ بن الخطاب جب خلیفہ ہوئے تو انھوں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم میں سے کون اس جگہ کو جانتا ہے جہاں پر مقام ابراہیمؑ تھا تو ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک ڈوری سے اس کی پیائش کی ہے وہ میرے پاس ہے حضرت عمرؓ سے اسی ڈوری نے ناپ کر مقام ابراہیمؑ کو اس جگہ پر منتقل کر دیا۔ [۲]

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ

اور جو اس گھر میں داخل ہو جائے اس کے لیے امان ہے۔

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت ابوحنیفہؒ سے کہا کہ ذرا مجھے اللہ کے اس قول کے بارے میں تو بتاؤ ''وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ'' کہ یہ زمین میں کہاں واقع ہے؟ تو ابوحنیفہؒ نے جواب دیا ''کعبہ'' امامؑ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ حجاج بن یوسف نے کعبے میں منجنیق کے ذریعے عبداللہ بن زبیر پر حملہ کر کے انھیں قتل کرنا چاہا تو کیا وہاں پر امان میں تھے امامؑ نے فرمایا کہ ابوحنیفہ خاموش ہو گئے۔

امام علیہ السّلام سے اس کا جواب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ''جو بھی ہمارے قائم کی بیعت کرے گا اور ان کے ساتھ داخل ہوگا اور ان سے اچھا برتاو کرے گا اور ان کے اصحاب کے زمرے میں شامل ہو جائے گا وہ امان پا جائے گا۔ [۳]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے مَنْ دَخَلَهٗ وَهُوَ عَارِفٌ بِحَقِّنَا كَمَا هُوَ عَارِفٌ بِهٖ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ وَ كُفِيَ هَمَّ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ [۴]

جو بھی کعبے میں داخل ہو اور ہمارے حق کو اسی طرح پہچانتا ہو جیسا کہ کعبے کو پہچانتا ہے تو وہ گناہوں سے باہر نکل جائے گا اور اسے دنیا اور آخرت کے غم سے نجات مل جائے گی۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا مَنْ اَمَّ هٰذَا الْبَيْتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ الْبَيْتُ الَّذِيْ اَمَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِهٖ وَعَرَفَنَا اَهْلَ الْبَيْتِ حَقَّ مَعْرِفَتِنَا كَانَ اٰمِناً فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ [۵]

---

(۱) تفسیر ابوالسعود، ج ۲، ص ۶۰ (۲) الکافی، ج ۴، ص ۲۲۳، باب قولہ تعالیٰ ''فیہ آیات بینات''

(۳) علل الشرائع، ج ۱، ص ۹۰، ح ۵، باب ۸۱ (۴) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۸۹، ح ۱۰۲

(۵) الکافی، ج ۴، ص ۵۴۵، ح ۲۵، باب النوادر و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۹۰۔ ۱۸۹، ح ۱۰۶

جو بھی اس گھر کا قصد کرے یہ جانتے ہوئے کہ یہی وہ گھر ہے جس کی طرف آنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ہم اہل بیت کی معرفت کا جو حق ہے ویسی ہی ہماری معرفت رکھتا ہو تو اسے دنیا اور آخرت دونوں میں امان حاصل ہوگی۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر جو کچھ واجب قرار دیا ہے اگر کوئی اس کی معرفت رکھتے ہوئے خانۂ کعبہ میں داخل ہو تو وہ آخرت میں دائمی عذاب سے امان میں ہوگا۔[1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے خانۂ کعبہ میں داخل ہونے کی دعاؤں کے ذیل میں آیا ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِناً فَاٰمِنِّیْ من عَذَابَ النَّار پروردگار تو نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے "جو بھی اس گھر میں داخل ہوگا وہ امان میں ہوگا" تو اے پالنہار تو مجھے جہنّم کے عذاب سے بچالے۔[2]

کتاب کافی اور تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ انسانوں میں سے جو بھی حرم میں اس سے پناہ لینے کے لیے داخل ہوگا تو وہ اس کی وجہ سے اللہ کی ناراضی سے امان میں ہوگا اور اگر کوئی وحشی جانور یا پرندہ حرم میں داخل ہو جائے تو وہ اس بات سے امان میں ہوگا کہ اسے وہاں سے ہنکا دیا جائے یا اسے تکلیف پہنچائی جائے یہاں تک کہ وہ حرم سے باہر چلا جائے۔[3]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر کوئی بندہ حرم کے باہر جرم کرے پھر بھاگ کر حرم میں آجائے تو کسی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ حرم میں اسے گرفتار کرلے البتہ اسے بازار سے روکا جاسکتا ہے نہ اسے کچھ بیچا جائے اور نہ اسے کچھ کھلایا پلایا جائے اور نہ ہی اس سے بات کی جائے کیوں کہ جب ایسا کیا جائے گا تو ہوسکتا ہے وہ حرم سے باہر نکل آئے تو اس وقت اسے گرفتار کیا جاسکتا ہے اور اگر کوئی شخص حرم میں کوئی جرم کرے تو اس پر حرم میں حد جاری کی جائے گی۔[4]

اور کافی میں اس روایت میں مزید یہ جملہ بھی ہے کہ "اس نے حرم کی حرمت کا پاس نہیں کیا" اس لیے اس پر حرم میں حد جاری کی جائے گی۔[5]

ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی نے مکّے سے باہر چوری کی یا اس نے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور بھاگ کر مکّے میں آگیا تو جب وہ حرم میں ہے اس سے کسی قسم کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ حرم سے باہر چلا جائے لیکن اسے بازار سے روک دیا جائے کہ نہ کچھ فروخت کر سکے اور نہ ہی کسی کے ساتھ بیٹھ سکے اس طرح جب وہ حرم سے باہر آجائے گا تو اسے گرفتار کرلیا جائے۔ اور اگر یہ واقعہ حرم میں ہوا ہے تو اسے وہیں پکڑ لیا جائے گا۔[6]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ساعہ نے آپ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا کہ میرا مال اس کے ذمّے ہے وہ ایک عرصے تک غائب رہا میں نے اسے خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے

(۱) مجمع البیان، ج ۴، ص ۴۷۸ (۲) الکافی، ج ۴، ص ۵۲۸، ح ۳، باب دخول الکعبہ
(۳) الکافی، ج ۴، ص ۲۲۶، ح ۱، باب ومن دخلہ کان امنا و تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۸۹، ح ۱۰۱ (۴) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۸۹، ح ۱۰۵ (۵) الکافی، ج ۴، ص ۲۲۶، ح ۲، باب ومن دخلہ کان امنا (۶) الکافی، ج ۴، ص ۲۲۷ ح ۲

دیکھا کیا میں اس جگہ اس سے اپنے مال کا تقاضا کروں امام نے فرمایا نہیں، تم اسے سلام نہ کرو اور نہ ہی اسے ڈراؤ دھمکاؤ جب تک وہ حرم سے باہر نہ نکل جائے۔[۱]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو بھی حرم میں دفن ہوگا وہ بڑے خوف سے محفوظ رہے گا۔

آپ سے دریافت کیا گیا نیکوکاروں میں سے ہو یا بدکاروں میں سے تو امامؑ نے فرمایا ہاں چاہے وہ نیکوکاروں میں سے ہو یا بدکاروں میں سے۔[۲]

کتاب فقیہ میں ہے کہ جو دونوں حرموں (حرم مکّہ اور حرم مدینہ) میں سے کسی ایک میں موت سے ہمکنار ہو گا تو اللہ تعالیٰ اسے امن پانے والوں میں اٹھائے گا اور جو حرمین کے درمیان مرے گا تو اس کا نامۂ اعمال نشر نہیں کیا جائے گا اور جسے حرم میں دفن کیا جائے گا تو وہ سب سے بڑے خوف سے محفوظ رہے گا۔[۳]

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ –

اور لوگوں پر واجب ہے ک خوشنودی خدا کے لیے خانۂ خدا کا قصد کریں۔

تا کہ مناسک مخصوصہ ادا کر سکیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ حج البیت سے حج اور عمرہ دونوں مراد ہیں اس لیے کہ دونوں کو فرض قرار دیا گیا ہے۔[۴]

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا –

جس کے پاس وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اَلصِّحَّةُ فِيْ بَدَنِهٖ وَالْقُدْرَةُ فِيْ مَالِهٖ اس سے مراد جسمانی صحت اور مالی استطاعت ہے۔[۵]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ سبیل کیا ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اس کے پاس وسیلہ ہو کہ وہ کعبے کا قصد کر سکے۔ راوی نے کہا میں نے عرض کی کہ اگر اسے ایسی چیز پیش کی جائے جس سے وہ مکّے آ سکتا ہے لیکن اسے اس سواری سے شرم آتی ہے کیا اس کا شمار ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ امام علیہ السّلام نے جواب دیا بے شک ایسی سواری پر بھی جس سے شرم آتی ہو بلکہ وہ ایسے گدھے پر بھی سفر کر سکتا ہے جو کان کٹا اور دم کٹا ہوا ہو اور اگر کچھ حصّہ سواری اور کچھ حصّہ پیدل طے کر سکے تو بھی اس پر حج کرنا لازم ہے۔[۶]

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۲۴۱، ح ۱ (۲) الکافی، ج ۴، ص ۲۵۸، ح ۲۶، باب فیمن رای غریمہ فی الحرم

(۳) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۱۴۷، ح ۶۵۰۰۱۰۰ باب ۶۲ فضائل الحج

(۴) الکافی، ج ۴، ص ۲۶۵ ـ ۲۶۴، ح ۱، باب فرض الحج والعمرة (۵) تفسیر العیاشی، ج ۱، ص ۱۹۳، ح ۱۱۷

(۶) الکافی، ج ۴، ص ۲۶۶، ح ۱، باب استطاعة الحج و تفسیر العیاشی، ج ۱، ص ۱۹۳ ـ ۱۹۲، ح ۱۱۴

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ نکل پڑے اور اگر اس کے پاس سواری نہ ہو تو پیدل چلے راوی کہتا ہے میں نے سوال کیا کہ اگر وہ پیدل چلنے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو امامؑ نے فرمایا کبھی پیدل چلے اور کبھی سوار ہو جائے۔

میں نے کہا اسے اس بات پر قدرت حاصل نہیں ہے تو امامؑ نے فرمایا کہ لوگوں کی خدمت کرے اور ان کے ساتھ حج کے لیے نکل پڑے۔[۱]

اور ایک روایت میں ہے کہ امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا: جو جسمانی اعتبار سے صحت مند ہو، آزاد ہو اور اس کے پاس زادراہ اور سواری ہو تو ان لوگوں میں ہے جن پر حج فرض ہے یا امامؑ نے یہ فرمایا کہ اس کے پاس مال و متاع ہو۔[۲]

اور ایک روایت میں ہے کہ امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ جواب ملا ''زاد سفر اور سواری'' تو امامؑ نے فرمایا کہ امام محمد باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تھا تو امامؑ نے فرمایا تھا کہ اگر اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا سے مراد صرف زاد سفر اور سواری ہے تو ہلاکت میں پڑ گئے اس لیے کہ اگر کسی کے پاس زادراہ اور سواری ہو جس کی مالیت اتنی ہو جتنا اس کے اہل وعیال کے اخراجات ہیں تو وہ ہلاکت میں پڑ جائے گا۔ امام علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا کہ ''سبیل'' سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے پاس اتنا زیادہ سرمایہ ہو کہ کچھ حصّہ حج کے مصارف میں خرچ کرے اور کچھ حصّہ اہل وعیال کے اخراجات کے لیے رکھ چھوڑے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض نہیں قرار دی اور صرف اسی سے زکوٰۃ نکالنے کے لیے کہا جس کے پاس دوسو درہم ہوں۔[۳]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے پاس اتنا سرمایہ ہو جو اس کے اہل و عیال کی روزی کے لیے کافی ہو وہ اسے زاد سفر کے لیے خرچ کردے اور پھر لوگوں کے پاس جا کر اپنے اہل وعیال کی روزی کا سوال کرے تو وہ ان کی ہلاکت کا سبب ہوگا۔

اور یہ لازم ہے کہ روایات کے اختلافات کو استطاعت کے اعتبار اور توکّل کے درجات کے لحاظ سے جو مختلف قسم کے افراد ہیں ان پر محمول کیا جائے۔ اور قوت وضعف کو بھی ملحوظ رکھا جائے بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ انسان اپنے بارے میں اچھی طرح جانتا ہے۔[۴]

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔

اور جو اس سے انکار کردے تو اللہ تمام جہانوں سے بے پروا ہے۔

کہا گیا ہے کہ ''جس نے حج نہیں کیا'' کی جگہ ''جس نے انکار کیا'' کا جملہ اس لیے رکھا گیا تا کہ حج کا وجود

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۱۹۳، ح ۱۱۶ (۲) الکافی، ج ۴، ص ۲۶۷، ح ۲، باب استطاعة الحج
(۳) الکافی، ج ۴، ص ۲۶۷، ح ۳، باب استطاعة الحج (۴) القیامة ۱۴

ثابت ہو اور اس کے ترک کرنے والے کو حج کی اہمیت کا پتا چلے۔ ۱؎

کتاب فقیہ میں روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی علیہ السّلام کو وصیّت کرتے ہوئے فرمایا: اے علیؑ! جو شخص استطاعت کے باوجود حج نہ کرے وہ کافر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۔ اے علیؑ جو شخص مرتے دم تک حج کو ٹالتا رہے تو روز قیامت اللہ تعالیٰ اسے یہودی یا نصرانی بنا کر اٹھائے گا۔ ۲؎

کتاب کافی اور تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو شخص حجۃ الاسلام ادا کیے بغیر مر جائے جب کہ کوئی ایسی حاجت رکاوٹ نہ بنے جو اسے محتاج بنا دے، یا ایسا مرض جس کی وجہ سے حج کرنے کی طاقت باقی نہ رہے یا بادشاہ وقت کی جانب سے کوئی پابندی ہو تو ایسے شخص کی موت یہودی یا نصرانی کی موت ہوگی۔ ۳؎

کتاب تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے اللہ تعالیٰ کے قول ''وَمَنْ كَفَرَ'' کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اس کا مفہوم یہ ہے مَنْ تَرَكَ جس نے چھوڑ دیا اور ادا نہ کیا۔ ۴؎

امام کاظم علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ کے بھائی علیؑ نے آپ سے سوال کیا کہ کیا ہم میں سے جس شخص نے حج نہیں کیا وہ کافر ہو گیا؟ امامؑ نے جواب دیا: نہیں، البتّہ جس نے یہ کہا کہ یہ اس طرح نہیں ہے وہ کافر ہو گیا۔ ۵؎

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یہ اس وجہ سے ہے کہ کفر کا تعلّق اعتقاد سے ہے نہ کہ عمل سے اب اللہ تعالیٰ کا یہ قول ''وَمَنْ كَفَرَ'' کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو اس کے وجوب کا عقیدہ نہ رکھے یا اس کے ترک ہو جانے کی اسے کوئی پرواہ بھی نہ ہو تو عدم توجّہی اسے عدم اعتقاد کی طرف لے جاتی ہے۔

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا یہ درحقیقت نعمتوں کا انکار ہے اور آپ نے فرمایا كَفَرَ کے معنی ہیں تَرَكَ یعنی چھوڑ دیا۔ ۶؎

اور روایت بیان کی گئی ہے کہ جب آیت حج نازل ہوئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مختلف مذاہب والوں کو جمع کیا اور ان سے کہا اللہ تعالیٰ نے تم پر حج کو فرض قرار دیا ہے پس حج کیا کرو ایک مذہب والوں نے اسے تسلیم کیا اور پانچ اہل مذاہب نے انکار کر دیا تو یہ آیت نازل ہوئی وَمَنْ كَفَرَ ۷؎

کہا گیا ہے کہ اس آیت میں مختلف طریقوں سے حج کی تاکید کی ہے۔ جملۂ خبریہ کے ذریعے اس کے

---

(۱) تفسیر انوار التنزیل للبیضاوی، ج۱، ص ۱۷۳، س ۱۸

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج۴، ص ۲۶۶، ح ۸۲۱، باب ۱۶۷ النوادر الکافی، ج۴، ص ۲۶۸، ح ۱ و تہذیب الاحکام، ج۵، ص ۱۷، باب ۲

(۴) تہذیب الاحکام، ج۵، ص ۱۸، ح ۵۲ (۵) الکافی، ج۴، ص ۲۶۶ ـ ۲۶۵، باب فرض الحج والعمرۃ

(۶) تفسیر عیّاشی، ج۱، ص ۱۹۳، ح ۱۱۵ و امر الٰہی کو تسلیم کر لینا شکر ہے اور نعمتِ خداوندی کا انکار کر دینا کفر کہلاتا ہے۔

(۷) تفسیر ابی السعود، ج۲، ص ۶۲ اور کشاف، ج۱، اور انوار التنزیل، ج۱، ص ۱۷۳

وجوب کی جانب رہنمائی کی ہے اور اسے اسم کی صورت میں ظاہر کیا ہے اور اسے اس انداز میں بیان کیا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ لوگوں کی گردنوں پر اللہ تعالیٰ کا ایک واجب حق ہے پہلے عمومی حکم ہے بعد میں اس کی تخصیص ہے گویا کہ ابہام کے بعد وضاحت کی ہے اور مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک امر کو دوسرے سے مربوط کر کے دوبارہ ذکر کیا اور حج نہ کرنے کو کفر قرار دیا گویا کہ یہ منکرین کا عمل ہے اور استغناء کا ذکر اس مقام پر ناپسندیدگی اور رسوائی پر دلالت کرتا ہے اور اللہ کا قول "عَنِ الْعٰلَمِيْنَ" اس کا بدل ہے اس لیے کہ اس میں مبالغۂ تعمیمی ہے اور دلیل کے ساتھ استغناء کی طرف رہنمائی کی گئی ہے اور اس سے عظیم ناراضی کا پتا چلتا ہے اس لیے کہ حج ایک ایسی تکلیف شرعی ہے جس میں نفس کو مارنا، بدن کو تھکانا، مال کا خرچ کرنا اور خواہشات سے اپنے آپ کو الگ کر لینا اور اللہ تعالیٰ کی جانب قدم بڑھانا سب ایک ساتھ جمع ہو جاتے ہیں۔[1]

---

(۱) تفسیر انوار التنزیل للبیضاوی، ج۱، ص ۱۷۳

قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ‌ۖ وَاللّٰهُ شَهِيۡدٌ عَلٰى مَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۸﴾
قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ تَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا وَّ
اَنۡتُمۡ شُهَدَآءُ‌ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۹﴾

۹۸-کہو! اے اہل کتاب تم آیات خداوندی کا کیوں انکار کرتے ہو جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

۹۹-فرما دیجیے! اے اہل کتاب تم ایمان لانے والوں کو اللہ کے راستے سے کیوں روکتے ہو؟ اور دیدہ و دانستہ یہ چاہتے ہو کہ وہ بھی کج روی اختیار کریں تمھاری ان حرکتوں سے اللہ غافل نہیں ہے۔

۹۸- قُلۡ يٰۤاَهۡلَ .... بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ‌ۖ-

اے اہل کتاب تم اللہ کی ان سماعی اور عقلی نشانیوں کا کیوں انکار کرتے ہو جو حضرت محمدؐ کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں جس چیز کی طرف وہ بلا رہے ہیں جیسے حج کو واجب قرار دینا وغیرہ۔

اہل کتاب سے خصوصی خطاب اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا کفر سب سے زیادہ قبیح ہے۔ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ توریت اور انجیل پر ان کا ایمان ہے لیکن درحقیقت وہ لوگ ان کتابوں کا انکار کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ شَهِيۡدٌ عَلٰى مَا تَعۡمَلُوۡنَ-

دراں حالے کہ اللہ گواہ ہے، تمھارے کرتوتوں سے باخبر ہے اسی کے مطابق تمھیں بدلہ دے گا تحریف اور امور میں رازداری تمھارے کسی کام نہیں آئے گی۔

۹۹- قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ-

کہو! اے اہل کتاب تم ایمان لانے والوں کو اللہ کے راستے سے کیوں روکتے ہو؟ اہل کتاب سے مکرّر خطاب ہے اور سوالیہ انداز ہے تاکہ اس بات کو واضح کر دیا جائے کہ مومنین کو اللہ کے راستے سے روکنے کا انھیں کوئی جواز نہیں ہے۔ اور یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ کفر اختیار کرنا اور مومنین کو اللہ کی راہ سے روکنا دونوں امور فی نفسہ برے ہیں اور عذاب نازل ہونے کا باعث ہیں۔

سَبِيۡلِ اللّٰهِ- دین حق جس پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ اسلام ہے۔

کہا گیا ہے کہ اہل کتاب مومنین کو آزمائش میں ڈالتے تھے اور انھیں ایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ اوس و خزرج کے پاس گئے اور انھیں یاد دلایا کہ زمانۂ جاہلیت میں وہ کس طرح ایک دوسرے کے دشمن تھے اور باہمی جھگڑتے رہتے تھے تاکہ یہ مومنین اسی روش پر واپس چلے جائیں اور یہ اہل کتاب

مومنین کو دین سے روکنے کی اس طرح تدبیریں کررہے تھے۔[۱]

تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا۔

وہ اس راستے کو کج کردینا چاہتے ہیں تاکہ لوگوں پر اسے مشتبہ بنادیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حق کو پوشیدہ کرکے اور آں حضرتؐ کے اوصاف کو تبدیل کرکے وہ راستہ کج کردیں گے یا یہ کہ وہ مومنین کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکائیں گے تاکہ ان کے افکار میں اختلاف پیدا ہوجائے اور امر دین مختل ہوکر رہ جائے۔

وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ۔

حالاں کہ تم اس بات پر گواہ ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اور اس سے روکنا گمراہی ہے اور گمراہی میں ڈالنا ہے اور تم لوگ تو اپنی قوم والوں کے نزدیک صاحبان عدل ہو وہ تمھاری باتوں کو معتبر جانتے ہیں اور اپنے فیصلوں میں تمھیں گواہ بناتے ہیں۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔

تمھاری ان حرکتوں سے اللہ غافل نہیں ہے۔

یہ جملہ اہل کتاب کے لیے ایک طرح کی تنبیہ ہے۔ اس سے پہلے والی آیت میں چوں کہ کفر کی وجہ سے انھوں نے انکار کیا تھا اور وہ علانیہ طور سے ایسا کررہے تھے اس لیے اس آیت کو ''وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ'' پر ختم کیا۔ اور اس آیت میں تذکرہ ہے کہ وہ مومنین کو اسلام سے روک رہے ہیں اور وہ مخفی طور سے اس کی تدبیریں کررہے ہیں اس لیے فرمایا گیا وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔

(۱) انوار التنزیل، ج۱، ص ۱۷۴

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع ۱۰

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

۱۰۰- اے ایمان والو! اگر تم نے اہل کتاب میں سے کسی گروہ کا کہا مانا تو یہ تمھیں ایمان سے پھر کفر کی طرف پلٹا دیں گے۔

۱۰۱- اور تم کفر کیسے اختیار کر سکتے ہو جب کہ تم کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جا رہی ہیں اور تمھارے درمیان اللہ کا رسول بھی موجود ہے۔ یاد رکھو جو بھی اللہ سے تعلّق استوار رکھے گا تو وہ ضرور راہ راست پا لے گا۔

۱۰۲- اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور جب تمھیں موت آئے تو اس حال میں کہ تم اسلام پر قائم رہو۔

۱۰۰- يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ...... كٰفِرِيْنَ -

کہا گیا ہے کہ یہ آیت اوس اور خزرج کے کچھ افراد کے بارے میں نازل ہوئی جو بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے ایک یہودی شاس بن قیس کا وہاں سے گزر ہوا اسے ان لوگوں کی یگانگت اور اجتماعیت نے غضب ناک کر دیا، اس نے ایک یہودی جوان کو حکم دیا کہ ان کے قریب بیٹھ کر انھیں ''بُعاث''[۱] کا معرکہ یاد دلائے اور اس جنگ کے بارے میں جو اشعار کہے گئے ہیں انھیں سنائے اس معرکے میں اوس کو کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس یہودی جوان نے ایسا ہی کیا جس کے سبب وہ لوگ آپس میں جھگڑنے لگے ایک دوسرے پر فخر و مباہات کرنے لگے اور باہمی آتش غضب کو بھڑکانے لگے اور کہنے لگے ہتھیار لاؤ ہتھیار اٹھاؤ اور دونوں قبائل کے بہت سے افراد وہاں جمع ہو گئے تو رسول اکرمؐ اور ان کے اصحاب ان کی طرف روانہ ہوئے اور ان سے کہا تم جاہلیت کی باتوں کو ہوا دے رہے ہو جب کہ میں تمھارے درمیان موجود ہوں اور اللہ نے تمھیں اسلام کے ذریعے قابل احترام و تکریم بنا دیا ہے اور اس کے ذریعے جاہلیت کی تمام باتوں کو منقطع کر دیا ہے اور تمھارے دلوں میں الفت و محبت

(۱) فیض کاشانیؒ نے فرمایا: بُعاث مدینے میں ایک مقام کا نام ہے، فیّومی نے کہا بُعاث غُراب کا ہم وزن ہے مدینے میں ایک مقام ہے اور وہاں کا معرکہ مشہور ہے اوس و خزرج کے مابین مبعث اور ہجرت کے دوران ایک جنگ ہوئی تھی جس میں اوس کو کامیابی ہوئی المصباح المنیر ص ۵۲۔ فیروز آبادی نے القاموس المحیط ج ۱، ص ۱۶۲، میں کہا ہے کہ اس لفظ کا مادہ ''بعث'' ہے۔

پیدا کر دی ہے تو اس وقت انھوں نے جانا کہ یہ شیطان کا کارنامہ تھا اور دشمن کی ایک چال تھی۔ انھوں نے اسلحے پھینک دیئے، اللہ سے مغفرت طلب کی اور ایک دوسرے سے بغل گیر ہوگئے اور رسول اکرمؐ کے ساتھ واپس چلے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے براہ راست خطاب کیا ہے جب کہ اہل کتاب سے خطاب کے وقت رسول اکرمؐ کو واسطہ قرار دیا ہے۔ تاکہ مومنین کی قدر و منزلت کو ظاہر کیا جائے اور یہ واضح کر دیا جائے کہ وہ اس بات کے حق دار ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے خطاب کرے اور ان سے ہم کلام ہو۔[1]

۱۰۱–وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ .... وَفِيكُمْ رَسُولُهُ–

اور تم کفر کیسے اختیار کر سکتے ہو جب کہ تم کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جا رہی ہیں اور تمھارے درمیان اللہ کا رسول بھی موجود ہے۔

ان کے کفر کا انکار کیا جا رہا ہے اور اس بات پر تعجّب ہے کہ وہ کفر کی روش پر کیوں چل رہے ہیں جب کہ وہ تمام اسباب موجود ہیں جو انھیں میں ایمان کی طرف بلا رہے ہیں اور کفر سے دور کر رہے ہیں۔

وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ–

اور جو بھی اپنے دین کو مضبوطی سے تھامے گا یا اپنے جملہ امور میں اس کی پناہ تلاش کرے گا۔

فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ–

تو لا محالہ سیدھے راستے کی رہنمائی حاصل کر لے گا۔

۱۰۲–يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا .... حَقَّ تُقَاتِهِ–

ایمان والوں سے کہا جا رہا ہے کہ ایسا تقویٰ اختیار کرو جو تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے اور وہ ہے واجب امور کو انجام دینے میں حتی الوسع کوشش کرنا اور حرام باتوں سے اجتناب کرنا۔

کتاب معانی اور تفسیر عیّاشی میں روایت ہے کہ امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:[2]

يُطَاعُ وَلَا يُعْصَىٰ وَيُذْكَرُ فَلَا يُنْسَىٰ وَيُشْكَرُ وَلَا يُكْفَرُ

ایسی اطاعت کی جائے جس میں عصیان نہ ہو، ایسا ذکر کیا جائے جس میں نسیان نہ ہو اور ایسا شکر کیا جائے جس میں کفران نہ ہو۔[3]

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے تو سوال کیا گیا کہ کس آیت نے اسے منسوخ کیا جواب دیا اللہ تعالیٰ

(۱) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۷۴

(۲) معانی الاخبار، ص ۲۴۰ ح ۱، باب معنیٰ اتقاء اللہ حق تقاتہ و تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۹۴، ح ۱۲۰

(۳) عصیان: نافرمانی نسیان: بھول چوک کفران: انکار کرنا

کے قول فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ سے یہ آیت منسوخ ہوئی ہے۔ ۱

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

یعنی جب تمھیں موت آئے تو تم اس وقت سوائے اسلام کی حالت کے کسی اور حالت میں باقی نہ رہنا۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ لفظ ''مُسَلِّمُوْن'' ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب نبی اکرمؐ تشریف لائیں تو اپنے آپ کو ان کے سپرد کردو اور ان کی اطاعت کرو۔ ۲

تفسیر عیّاشی میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے کسی صحابی سے دریافت کیا کہ تم اس آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کی تلاوت کس طرح کرتے ہو اس نے جواب دیا ''مُّسْلِمُوْنَ'' پڑھتے ہیں امامؑ نے فرمایا اللہ اس بات سے منزہ ہے کہ انھیں ایمان کی دولت عطا کرے انھیں مومنین کے نام سے یاد کرے اور پھر ان سے اسلام کا سوال کرے، جبکہ ایمان 'اسلام' سے بالاتر ہے اصحاب میں سے کسی نے کہا زید بن ثابت کی قراءت میں اسی طرح پڑھا جاتا ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا قراءت علی بن ابی طالب میں جو مطابق تنزیل ہے جسے جبرئیل امین حضرت محمدؐ پر لے کر نازل ہوئے تھے وہ یہ ہے ''اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُسَلِّمُوْنَ'' کہ تم اپنے آپ کو آں حضرتؐ اور ان کے بعد آنے والے امام کے سپرد کردو۔ ۳

(۱) التغابن و تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۱۹۴، حدیث ۱۲۱ (۲) مجمع البیان، ج۱۔۲، ص ۴۸۲

(۳) تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۱۹۴۔ ۱۹۳، ح ۱۱۹

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۱۰۵﴾

۱۰۳–سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو اور اللہ کے احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمھارے دلوں کو جوڑ دیا اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے اور تم تو دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے اللہ نے تمھیں اس سے بچا لیا اللہ وہ اسی طرح اپنے احکام کو واضح طور پر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ۔

۱۰۴–تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیکیوں کی طرف بلائے، بھلائیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

۱۰۵–اور ان لوگوں جیسے نہ بنو جنھوں نے تفرقہ اندازی کی اور روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی اختلافات سے نہ بچے ایسے ہی لوگوں کے لیے عذاب عظیم ہے۔

۱۰۳–وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا۔

سب مل کر اللہ کے دین کو یا اس کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لو اس لیے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْقُرْاٰنُ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ کہ قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے۔[1]

قرآن مجید کے لیے "حبل" کا استعارہ استعمال کیا ہے اور اس سے بندھ جانا "اعتصام" ہے اس لیے کہ قرآن سے تمسک رکھنا ہلاکت سے نجات کا باعث ہے جس طرح مضبوط رسی میں بندھ جانے کے بعد گڑھے میں

(۱) تفسیر ابوالسعود، ج ۲، ص ۶۶، اور انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۷۵

گرنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ ۱

تفسیر قمی میں ''حبل'' سے مراد توحید اور ولایت ہے۔ ۲

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین ہی وہ ''حَبْلُ اللّٰہِ الْمَتِیْن'' ہیں جن سے وابستہ رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور فرمایا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ ۳

امام کاظم علیہ السّلام سے روایت ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب ''حبل اللہ المتین'' ہیں۔ ۴

امالی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ہم ''حبل اللہ'' ہیں۔ ۵

کتاب معانی میں امام سجادؑ سے مروی ہے کہ ہم میں سے ہر امام کا معصوم ہونا لازم ہے اور عصمت ظاہری خلقت سے نظر نہیں آتی جسے پہچانا جاسکے اسی لیے امام ''مَنْصُوْصٌ مِّنَ اللّٰہِ'' (اللہ کا مقرر کردہ) ہوتا ہے۔ تو آپ سے سوال کیا گیا اے فرزند رسولؐ معصوم کے کیا معنیٰ ہیں؟ تو امامؑ نے جواب دیا کہ وہ حبل اللہ سے اعتصام رکھتا ہے اور حبل اللہ قرآن ہے اور قرآن امام کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ۔ ۶

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں ان تمام روایات کا مقصد ایک ہے اور اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے حَبْلَیْنِ مَمْدُوْدَیْنِ طَرَفٌ مِنْھُمَا بِیَدِ اللّٰہِ وَطَرَفٌ بِاَیْدِیْکُمْ وَاِنَّھُمَا لَنْ یَفْتَرِقَا۔ ۷

یہ دو پھیلی ہوئی رسّیاں ہیں جن کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمھارے ہاتھوں میں ہے اور یہ ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گی۔

وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔

اور آپس میں اختلاف پیدا کرکے حق سے جدا جدا نہ ہو جاؤ۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ نبی اکرم کے تشریف لے آنے کے بعد یہ لوگ تفرقہ اندازی اور اختلافات کرنے لگیں گے اسی لیے اس نے افتراق سے روکا ہے جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو منع کیا تھا اور ان سب کو حکم دیا تھا کہ وہ سب آل محمدؐ کی ولایت پر اکٹھے ہو جائیں اور اختلافات سے گریز کریں۔ ۸

وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً۔

اور اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ہے، تم زمانۂ جاہلیت میں ایک دوسرے کے دشمن تھے ایک دوسرے سے جنگ کرتے تھے۔

---

(۱) تفسیر انوار التنزیل للبیضاوی، ج ۱، ص ۱۷۵، س ۵ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۰۸

(۳) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۹۴، ح ۱۲۳ (۴) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۹۴، ح ۱۲۲

(۵) الامالی للشیخ طوسیؒ، ص ۲۷۲، ح ۵۱۰ (۶) الاسراء ۹۱ و معانی الاخبار، ص ۱۳۲، ح ۱، باب معنی عصمۃ الامام

(۷) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۴۸۲ (۸) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۰۸

فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ۔

اس نے تمھارے دلوں کو اسلام کے ذریعے جوڑ دیا۔

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔

اور اس کے فضل و کرم سے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے اور بھائی چارے پر مجتمع ہو گئے۔

کہا جاتا ہے کہ اوس اور خزرج حقیقی بھائی تھے ان کی اولاد میں دشمنی کی بنیادیں قائم ہو گئیں اور جنگ کا سلسلہ ایک سو بیس سال تک جاری رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے اس آگ کو بجھا دیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ذریعے ان کے درمیان الفت قائم کر دی۔[۱]

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ۔

اور تم جہنّم کے کنارے کھڑے تھے اور اپنے کفر کی وجہ سے آتش جہنّم میں گرنے والے تھے یعنی اگر اس حالت میں تمھیں موت آجاتی تو تم آگ میں گر جاتے۔

فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔

اللہ نے تمھیں اس سے بچالیا کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا فَاَنْقَذَكُمْ مِنْهَا بِمُحَمَّدٍ حضرت محمدؐ کے ذریعے تمھیں بچالیا خدا کی قسم جبرئیل حضرت محمد پر اسی طرح آیت لے کر نازل ہوئے تھے۔[۲]

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔

اللہ اسی طرح اپنے احکام کو واضح طور سے بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت کے ارادے پر ثابت قدم رہو اور اس میں اضافہ ہوتا رہے۔

۱۰۳ - وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ۔

تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ امام صادق علیہ السّلام "اُمّة" کو "اَئِمة" پڑھا کرتے تھے۔[۳]

يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے، نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یہ امت کے ہر فرد پر واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں تو آپ سے عرض کیا گیا

---

(۱) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۴۸۳۔ ۴۸۲ اور تفسیر ابوالسعود، ج ۲، ص ۶۶ اور انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۷۵

(۲) الکافی، ج ۸، ص ۱۵۹، ح ۲۰۸ (۳) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۴۸۴

کہ ایسا کیوں ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا کہ وہ ایسے طاقت ور پر فرض ہے لوگ جس کی اطاعت کریں جو منکر اور معروف میں تمیز کرسکتا ہو نہ ایسے کم زور افراد جنھیں راستے کی خبر ہی نہ ہو کہ کس سے کس تک جانا ہے اسی وجہ سے وہ لوگوں کو حق سے باطل کی طرف دعوت دے رہا ہے اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کی کتاب سے دلیل ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یہ حکم خاص ہے عام نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۱ اور قوم موسیٰ میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو حق کی ہدایت کرتے ہیں اور انصاف سے کام لیتے ہیں۔

یہ نہیں کہا "علیٰ اُمَّةِ مُوسیٰ" اور نہ یہ کہا کہ علیٰ کُلِّ قَوْم درآں حالے کہ وہ لوگ ان دنوں مختلف ٹولوں میں بٹے ہوئے تھے اور امت ایک ہوتی ہے اس کے بعد اس میں اضافہ شروع ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ ۲ بے شک ابراہیم ایک امت تھے اور اللہ کے اطاعت گزار تھے اور اگر کوئی امر بالمعروف۔ اور نہی عن المنکر کا علم رکھتا بھی ہوتو خاموشی اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اگر اس کے پاس طاقت اور افراد نہ ہوں اور اس کی اطاعت نہ کی جاتی ہو۔ ۳

امام صادق علیہ السّلام سے سوال کیا گیا کہ نبیؐ اکرم سے جو یہ حدیث مروی ہے کہ "بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے" تو اس حدیث کا مفہوم کیا ہے؟ امام علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ معرفت حاصل کرنے کے بعد امر بالمعروف کرے۔ اس شرط سے امر بالمعروف قبول کیا جائے گا ورنہ اس کی اجازت نہیں ہے۔ ۴

امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اگر مومن کو کیا جائے تو وہ نصیحت قبول کرلے گا یا اگر جاہل ہوگا تو علم حاصل کرلے گا لیکن کوتوال یا جنگجو سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرو۔ ۵

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے آپ نے فرمایا کہ یہ آیت آل محمد صلوات اللہ علیہم اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں ہے وہ خیر کی دعوت دیتے ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ ۶

نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا کہ پہلے تم خود برائی سے باز رہو اور اس کے بعد دوسروں کو منع کرو اس لیے کہ تمھیں حکم دیا گیا ہے کہ روکنے سے پہلے خود رک جاؤ۔ ۷

امام علی علیہ السّلام نے فرمایا ہے لعنت ہے ان افراد پر جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور خود اسے چھوڑ دیتے ہیں اور دوسروں کو برائی سے روکتے ہیں جبکہ خود برائی پر عمل کرتے ہیں۔ ۸

---

(۱) الاعراف ۱۵۹ (۲) النحل ۱۲۰ (۳) الکافی، ج ۵، ص ۵۹، باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر
(۴) الکافی، ج ۵، ص ۶۰، باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر (۵) الکافی، ج ۵، ص ۶۰، ح ۲، باب انکار المنکر
(۶) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۰۹ (۷) نہج البلاغہ، ص ۱۵۲، خطبہ فی بعض صفات الرسول
(۸) نہج البلاغہ، ص ۱۸۸، خطبہ فی ذکر المکاییل والموازین

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔

اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں یعنی کامیابی کا کمال ان ہی افراد کے لیے مخصوص ہے اور یہی اس کے حق دار ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دو مخلوقات ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے خلق فرمایا ہے جو ان دونوں کی نصرت کرے گا تو اللہ اسے عزّت بخشے گا اور جو ان کو رسوا کرے گا تو اللہ اسے بھی رسوا کردے گا۔[۱]

کتاب تہذیب میں نبی اکرمؐ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ لوگ اس وقت تک خیر کے ساتھ رہیں گے جب تک وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہیں اور نیکی کے کاموں میں تعاون کرتے رہیں اگر انھوں نے ایسا نہیں کیا تو برکتیں سلب کرلی جائیں گی اور بعض کو بعض پر مسلّط کردیا جائے گا اور زمین و آسمان میں کوئی بھی ان کا مددگار نہ ہوگا۔[۲]

کتاب کافی اور تہذیب دونوں میں امام باقر علیہ السّلام سے یہ مروی ہے کہ آخری زمانے میں ایک قوم ہوگی جس میں ایسے گروہ کی پیروی کی جائے گی جو ریاکار ہو وہ نماز روزے کے پابند اور عبادت گزار ہوں گے جدت پسند اور احمق ہوں گے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام نہیں دیں گے جب تک انھیں یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ وہ نقصان سے محفوظ رہیں گے وہ اپنے لیے طرح طرح کے حیلے اور بہانے تلاش کریں گے علماء کی لغزشوں اور ان کے غلط کاموں کی پیروی کریں گے۔ وہ نماز روزے اور ان امور میں مشغول رہیں گے جو ان کی جان اور مال کے لیے باعث اذیت نہ ہو۔ اگر وہ یہ محسوس کریں گے کہ نماز ان تمام امور کے لیے نقصان دہ ہے جن کا تعلّق جان اور مال سے ہے تو وہ نماز کو بھی اسی طرح ترک کردیں گے جس طرح انھوں نے اعلیٰ ترین اور اشرف ترین فرائض کو ترک کر رکھا ہے۔[۳]

بے شک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک ایسا عظیم فریضہ ہے جس کے ذریعے دوسرے فرائض کو قائم کیا جاتا ہے (اگر ایسا نہ کیا جائے) تو اس وقت ان پر غضب خداوندی مکمل ہوجاتا ہے اور اس کا عذاب ان پر تمام ہوجاتا ہے تو وہ نیکوکاروں کو فاجروں کے گھروں میں اور چھوٹوں کو بڑوں کے گھروں میں ہلاک کرڈالتا ہے۔

بے شک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انبیاء کا راستہ اور نیکوکاروں کا طریقہ ہے یہ ایک عظیم فریضہ ہے جس کے ذریعے فرائض کو قائم کیا جاتا ہے اور شاہ راہ دین کو امن نصیب ہوتا ہے، رزق حلال حاصل ہوتا ہے اور لوگوں

---

(۱) الکافی، ج۵، ص۵۹، ح۱۱، باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

(۲) تہذیب الاحکام، ج۶، ص۱۸۱، ح۳۷۳، باب ۸۰، الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

(۳) الکافی، ج۵، ص۵۵۔۵۶، ح۱، باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

کے حقوق کو واپس دلوایا جاتا ہے، زمین کو آباد کیا جاتا ہے، دشمنوں سے انتقام لیا جاتا ہے اور دینی و دنیاوی امور کو درست کیا جاتا ہے۔ تم منکر کا دل سے انکار کر دو اور اسے اپنی زبان سے جاری کرو اور محاذ جنگ میں ان سے ٹکراؤ اور اس راہ خدا میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو، اگر ان لوگوں نے نصیحت قبول کر لی اور حق کی جانب واپس چلے گئے تو ان پر کوئی الزام عائد نہیں ہوگا اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ[1] بلکہ الزام تو بس انھی لوگوں پر ہوگا جو انسانوں پر ظلم کرتے ہیں اور روئے زمین پر ناحق زیادتیاں کرتے پھرتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے پس اگر یہ لوگ نصیحت قبول نہ کریں اور حق کی جانب واپس نہ آئیں تو تم اپنے جسم کے ذریعے ان سے جہاد کرو اور اپنے دلوں کے ذریعے ان سے نفرت کرو، اقتدار طلب نہ کرتے ہوئے اور مال کی طمع کے بغیر، اور ظلم سے کامیابی نہ چاہ کر یہاں تک کہ وہ امر خداوندی تک واپس آجائیں اور اس کی اطاعت پر گام زن ہو جائیں۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السّلام پر وحی کی کہ میں تمھاری قوم کے ایک لاکھ افراد کو ہلاک کرنے والا ہوں جن میں چالیس ہزار بدکار ہیں اور ساٹھ ہزار نیکوکار تو حضرت شعیب نے اللہ سے دعا کی پروردگار ابروں پر عذاب کرنا تو سمجھ میں آرہا ہے ان نیکوکاروں نے تیرا کیا بگاڑا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی کی کہ ان لوگوں نے گناہ گاروں کو نصیحت کرنا چھوڑ دیا تھا اور میرے غضب ناک ہونے پر ان سے غضب ناک نہیں ہوتے تھے یعنی انھیں برائیوں سے نہیں روکتے تھے۔[2]

۱۰۵–وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا–

اور تم لوگ یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے توحید، تقدیس (خدا کی جانب کسی برائی کی نسبت نہ دینا) اور احوال آخرت میں اختلاف کیا۔

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ–

جب کہ ایسے واضح دلائل اور نشانیاں آچکی ہیں جو حق کو واضح کر رہی ہیں اور اُن پر سب کا متفق ہونا ممکن ہے۔

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ–

یہ وعید (دھمکی) ہے ان افراد کے لیے جنھوں نے تفرقہ اختیار کیا اور جو لوگ ایسی ہی حرکت کریں ان کے لیے تہدید (انجام سے خوف دلانا) ہے۔

(۱) الشوریٰ ۴۲ (۲) تہذیب الاحکام، ج ۶، ص ۱۸۰۔۱۸۱، باب ۸۰، الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

ع ۱۱ ۸ ۲ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ ع

۱۰۶- جس دن کچھ چہرے تو روشن ہوں گے اور کچھ سیاہ پس جن کے منہ کو کالک لگی ہوگی ان سے سوال کیا جائے گا تم وہی ہو نہ، جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے تو اپنے کفر کی وجہ سے عذاب کا مزا چکھو۔

۱۰۷- لیکن جن کے چہرے چمک رہے ہوں گے تو وہ لوگ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

۱۰۸- یہ وہ آیات الٰہی ہیں جنھیں ہم حق کے ساتھ آپ کو پڑھ کر سنا رہے ہیں اللہ دنیا میں بسنے والوں میں سے کسی پر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا۔

۱۰۹- آسمان وزمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کی ملکیت ہے اور تمام امور کی بازگشت اسی کی طرف ہے۔

۱۰۶- يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ -

جس روز کچھ چہرے تو سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔ چہرے کا سفید ہونا خوشی اور مسرت کے ظاہر ہونے کا کنایہ ہے اور چہرے کا سیاہ ہونا رنج وخوف کی علامت ہے۔ کہا گیا ہے کہ صاحبان حق کے نشان کو چہرے کی سفیدی اور کھال کی چمک دمک اور نور کے دائیں بائیں پھیل جانے سے تعبیر کیا گیا ہے اور اہل باطل کو اس کی ضد سے واضح کیا گیا ہے۔[۱]

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ -

پس جن کے منہ کو کالک لگی ہوگی ان سے کہا جائے گا تم وہی ہو نہ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے۔

(ا) ھمزہ ان کی سرزنش اور ان کے حال پر تعجب کے لیے لایا گیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین سے مروی ہے کہ اس سے امّت کے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے بدعتیں کیں اور وہ خواہشات اور باطل خیالات پر عمل کرتے رہے۔[۲]

(۱) انوار التنزیل، ج۱، ص۱۷۶ (۲) مجمع البیان، ج۱۔۲، ص۴۸۵

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے آں حضرتؐ نے فرمایا کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم میرے اصحاب میں سے کچھ افراد کو میرے پاس حوض کوثر پر لایا جائے گا اور وہ مجھے اس حال میں نظر آئیں گے کہ مصیبت میں گرفتار ہوں گے تو میں آواز دوں گا میرے اصحاب، میرے اصحاب تو مجھ سے کہا جائے گا کیا آپ نہیں جانتے انھوں نے آپ کے بعد کیا گل کھلائے ہیں یہ لوگ مرتد ہو کر پچھلے پیروں پر پلٹ چکے ہیں ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اسے بیان کیا ہے۔[۱]

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۔

اب تم اپنے کفر کی وجہ سے عذاب کا مزا چکھو۔

۱۰۷ – وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ۔

لیکن جن کے چہرے سفیدی مائل اور چمک دار ہوں گے تو وہ لوگ جنت اور دائمی ثواب کے حق دار ہوں گے۔ اسے رحمت سے اس لیے تعبیر کیا گیا کہ مومن پوری زندگی بھی اطاعت خداوندی میں مستغرق رہنے کے باوجود رحمت و فضل الٰہی کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔

اور کہا گیا ہے کہ ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ مومنین کا تذکرہ کفار سے پہلے کیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ کلام کا آغاز بھی مومنین کے ذکر سے ہوا اور کلام کے انجام میں مومنین کا حلیہ اور ان کو ملنے والا ثواب بیان کیا جائے۔[۲]

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

یہ جملہ تاکیدی انداز سے سوال کا جواب ہے کہ وہ لوگ جنت میں کس طرح رہیں گے؟ تو جواب دیا هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ کہ وہ اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

تفسیر قمی نے حضرت ابوذر سے روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت ''يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ'' نازل ہوئی تو آں حضرتؐ نے فرمایا کہ روز قیامت میری امت پانچ جھنڈوں کے ساتھ مجھ تک پہنچے گی ایک پرچم اس امّت کے گوسالہ کے ساتھ ہوگا تو میں ان سے سوال کروں گا تم نے میرے بعد ثقلین (قرآن واہل سنت) کے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا وہ جواب دیں گے کہ بڑے میں ہم نے تحریف کی اور اسے اپنے پس پشت ڈال دیا اور چھوٹے کے ساتھ دشمنی کی، بغض رکھا اور ظلم ڈھایا۔ تو میں کہوں گا تم جہنّم کی طرف واپس چلے جاؤ پیاسے ہو کر پانی کو ترستے ہوئے تمھارے چہرے سیاہ رہیں گے اس کے بعد میرے پاس ایک پرچم اس امّت کے فرعون کے ساتھ آئے گا تو میں ان سے پوچھوں گا تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیسا برتاو کیا تھا تو وہ کہیں گے بڑے کو تو ہم نے پارہ پارہ کر دیا اور اس کی مخالفت کرتے رہے اور جہاں تک چھوٹے کا تعلّق ہے ہم نے اس سے دشمنی کی اور اس سے جنگ کی تو میں انھیں حکم دوں گا جہنّم میں واپس چلے جاؤ پیاس کے عالم میں پانی کو ترستے ہوئے تمھارے چہرے سیاہ رہیں گے۔ اس کے

---

(۱) مجمع البیان، ج ۱-۲، ص ۸۵۴ ثعلبی سے نقل کیا ہے۔ (۲) تفسیر انوار التنزیل للبیضاوی، ج ۱، ص ۱۷۶، س ۱۳

بعد میرے پاس ایک پرچم آئے گا اس امّت کے سامری کے ساتھ تو میں ان سے دریافت کروں گا تم لوگوں نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا تو وہ بولیں گے بڑے کی ہم نے نافرمانی کی تھی اور چھوٹے کو ہم نے رسوا اور برباد کیا تھا تو میں کہوں گا تم جہنّم کی جانب لوٹ جاؤ پیاس کی حالت میں پیاس سے تڑپتے ہوئے تمھارے چہرے سیاہ رہیں گے اس کے بعد میرے پاس ذی الثدیہ کا جھنڈا آئے گا خوارج کے پہلے اور آخری فرد کے ساتھ تو میں ان سے استفسار کروں گا میرے بعد تم نے ثقلین کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھا تھا تو وہ جواب دیں گے بڑے کے ہم نے پرخچے اڑا دیے اور اس سے براءت کا اظہار کیا اور چھوٹے کے ساتھ ہم نے جنگ کی اور قتل کیا تو میں فرمان جاری کروں گا تم جہنّم کی جانب پیاس کی حالت میں پانی کو ترستے ہوئے لوٹ جاؤ تمھارے چہرے سیاہ رہیں گے۔ اس کے بعد میرے پاس امام المتقین، سیّد الوصیین اور قائد غر المحجلین وصی رسول رب العالمین کا پرچم آئے گا تو میں ان سے دریافت کروں گا تم لوگوں نے میرے بعد ثقلین سے کیسا برتاو کیا تھا تو وہ گویا ہوں گے ہم نے ثقل اکبر کا اتباع کیا اور اس کی اطاعت کی تھی اور ثقل اصغر کے ساتھ محبت، الفت اور نصرت کی تھی جس کے سبب ہمارا خون بہایا گیا تو میں کہوں گا تم جنت کی جانب روانہ ہو جاؤ سیرابی کے ساتھ سیراب کرتے ہوئے تمھارے چہرے روشن رہیں گے اس کے بعد آں حضرتؐ نے آیت ''يَّوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوۡهٌ'' کی تلاوت ''خٰلِدُوۡنَ'' تک فرمائی۔[1]

۱۰۸– تِلۡكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ–

یہ وہ آیات الٰہی ہیں جو وعدہ اور وعید (دھمکی) کے لیے آئی ہیں۔

نَتۡلُوۡهَا عَلَيۡكَ بِالۡحَقِّ ؕ–

جنھیں ہم حق کے ساتھ تمھیں پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ یہ حق کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور ان میں کسی قسم کا شک وشبہہ نہیں ہے۔

وَمَا اللّٰهُ يُرِيۡدُ ظُلۡمًا لِّلۡعٰلَمِيۡنَ–

اور اللہ دنیا میں بسنے والوں میں سے کسی پر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ ظلم کرنا اس کے لیے محال ہے۔ اس لیے کہ ظلم کرنے والا یا تو اس کی برائی سے ناواقف ہوتا ہے یا ظلم کسی ضرورت کے تحت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نہ تو ناواقف ہے اور نہ ہی محتاج ہے۔

۱۰۹– وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ–

آسمان وزمین میں جو کچھ ہے وہ اقتدار، حکومت اور تخلیقی اعتبار سے اللہ کی ملکیت ہے۔

وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ– اور تمام امور کی بازگشت اسی کی طرف ہے اور وہ ان تمام امور کا بدلہ دے گا جو اس نے وعدہ کیا ہے اور جس کی وعید (دھمکی) کی ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص ۱۱۰۔۱۰۹

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

۱۱۰-تم ہی وہ بہترین امّت ہو جسے لوگوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے پیدا کیا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اگر اہل کتاب اب بھی ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر تھا۔ اگر چہ ان میں کچھ لوگ ایمان دار ہیں مگر ان کے بیشتر افراد نافرمان ہیں۔

۱۱۰- كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ-

تم بہترین امّت ہو۔ لفظ ''کون'' اس آیت میں ہر زمانے کے لیے عام ہے صرف ماضی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جیسے كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا[1] میں بھی لفظ کان زمانۂ ماضی پر دلالت کرتا ہے لیکن اس میں حال کا مفہوم پایا جاتا ہے یعنی اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

أُخْرِجَتْ- ظاہر کیا گیا۔

لِلنَّاسِ- انسانوں کے لیے۔

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ-

تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو۔

یہ الگ جملہ ہے جس کے ذریعے ان کا بہترین امت ہونا واضح کیا جارہا ہے۔ یا 'کنتم' کی خبر ثانی ہے۔

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ-

اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس ایمان میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کا ماننا لازمی اور ضروری ہے اس لیے کہ اللہ پر ایمان لانا اسی وقت صحیح ثابت ہوگا اور اس کی اہمیت ہوگی جب ان تمام چیزوں کا ایمان حاصل ہوجائے جن پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس جملے کو موٴخّر کر دیا حالاں کہ حق یہ تھا کہ یہ جملہ مقدم ہوتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جملے کو بیان کرکے اس امر کی جانب رہنمائی کی ہے کہ ان لوگوں کو نیکی کا حکم دیا گیا اور برائی سے اس لیے روکا گیا کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اپنے دین کا اظہار کر رہے ہیں۔

---

(۱) ۹۶ النساء ۴

تفسیرقمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ان کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی گئی ''كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ'' تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ کیا بہترین امت امیر المومنینؑ، حسنؑ اور حسینؑ علیہ السّلام کو قتل کرتی ہے؟ تو قاری نے کہا میں آپ پر قربان ہو جاؤں یہ آیت کس طرح نازل ہوئی تو امام علیہ السّلام نے فرمایا یہ آیت نازل ہوئی كُنْتُمْ خَيْرَ اَئِمَّةٌ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تم بہترین ائمہ تھے جو انسانوں کے لیے منظر عام پر لائے گئے۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توصیف اس طرح کی ہے تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ ۱

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السّلام کی قراءت یہ تھی كنتم خير ائمة اخرجت للناس امام علیہ السّلام نے فرمایا اس سے مراد آل محمدؐ ہیں۔ ۲

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت محمدؐ پر ان کے بارے میں اور خاص طور سے ان کے اوصیاء کے بارے میں نازل ہوئی فرمایا (انتم خير ائمة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر) خدا کی قسم جبرئیل یہی لے کر نازل ہوئے اور اس آیت کے مصداق حضرت محمدؐ اور ان کے اوصیاء ہیں۔ ۳

امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ''خَيْرَ أُمَّةٍ'' سے مراد وہ امّت ہے جس کے لیے ابراہیم علیہ السّلام کی دعا مستجاب ہوئی یہ وہی امّت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی میں، انھی لوگوں میں سے اور انھی کی جانب مبعوث کیا ہے اور اس سے مراد امّتِ وسطیٰ ہے جو بہترین امّت ہے جسے انسانوں کے لیے ظاہر کیا گیا۔ ۴

کتاب مناقب میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت اَنتم خَيْرُ اُمَّةٍ تھی جسے جبرئیل امین لے کر نازل ہوئے تھے اور اس سے مراد صرف محمدؐ، علیؑ اور ان کے اولاد میں آنے والے تمام اوصیاء ہیں۔ ۵

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ الخ.....

اگر اہل کتاب جیسے عبداللہ بن سلام اور اس کے ساتھی ایمان لے آئے تو ان کے حق میں بہتر تھا اگر چہ ان میں کچھ لوگ ایمان دار ہیں لیکن اکثر افراد وہ ہیں جو اپنے کفر پر ڈٹے ہوئے اور نافرمان ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص ۱۱۰ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۱۹۵، ح ۱۲۸ (۳) تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۱۹۵، ح ۱۲۹
(۴) تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۱۹۵، ح ۱۳۰ (۴) (۵) مناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۲

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۟ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

۱۱۱- یہ لوگ معمولی ایذارسانی کے سوا تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اگر یہ تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کے بھاگیں گے اور کہیں سے بھی انھیں مدد نہ ملے گی۔

۱۱۲- یہ اہل کتاب جہاں کہیں نظر آئیں گے انھیں ذلّت کا سامنا کرنا پڑے گا بجز اس کے کہ یہ اللہ اور مسلمان لوگوں کی پناہ میں آجائیں۔ یہ اللہ کے غضب میں گھر چکے ہیں ان پر محتاجی مسلط کردی گئی ہے اور یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ یہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کردیتے تھے اور یہ اس لیے کہ وہ نافرمانی کیے جاتے اور حد سے بڑھے جارہے تھے۔

۱۱۰- لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ-

لوگ معمولی ایذارسانی کے سوا تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے جیسے طعن و تشنیع کرنا اور ڈرانا دھمکانا۔

وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۟-

اور اگر یہ تم سے جنگ کریں گے تو انھیں شکست ہوگی اور تم قتل اور قید کی اذیت سے محفوظ رہو گے۔

ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ-

اس کے بعد کوئی ایسا نہ ہوگا جو تمھارے خلاف ان کی مدد کرے یا تمھاری سختیوں کو ان سے دور کرے اور ایسا ہی ہوگا۔

۱۱۱- ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ-

جس طرح چہار دیواری گھر کا احاطہ کیے رہتی ہے اسی طرح ذلّت نے انھیں گھیر رکھا ہے۔

الذِّلَّةُ سے مراد ہے جان، مال اور اہل کا نقصان۔

اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا- جہاں کہیں پائے گئے۔

اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ۔

ان کے پاس کوئی چارہ نہیں ہے بجز اس کے کہ یہ لوگ اللہ اور مسلمان لوگوں کی پناہ میں آجائیں۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا ہے ''الحبل من اللہ' سے مراد اللہ کی کتاب ہے اور ''الحبل من الناس' سے مراد علی ابن ابی طالب علیہ السّلام ہیں۔[1]

وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ۔

یہ اللہ کے غضب میں گھر چکے ہیں۔

وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡمَسۡكَنَةُ۔

ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی ہے اور یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ یہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے رہے اور انھوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا جس کا سبب ان کی نافرمانی اور ظلم و زیادتی ہے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ خدا کی قسم انھوں نے انبیاء کو نہ تو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا اور نہ ہی تلواروں سے مارا البتہ ان کی باتیں سن کر انھیں نشر کیا اسی بنیاد پر انبیاء کو پکڑا گیا اور قتل کر ڈالا گیا تو اس طرح قتل، ظلم اور نافرمانی کو ان کی طرف منسوب کیا گیا۔ کہا گیا کہ اس آیت میں ''بغیر حق' یعنی ناحق کی قید لگائی گئی حالاں کہ اس کے بغیر بھی بات ہوسکتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے عقیدے کے مطابق بھی یہ بات درست نہ تھی۔[2]

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۹۶، ح۱۳۱ (۲) الکافی ج۲، ص۳۷۱، ح۶ و تفسیر عیاشی ج۱، ص۱۹۶، ح۱۳۲

لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ
وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِىَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔـا ۭ
وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾
مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ ھٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْھَا صِرٌّ اَصَابَتْ
حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَاَھْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَھُمْ
يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

۱۱۳– یہ تمام اہل کتاب یکساں نہیں ہیں ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دین خدا پر قائم اور راتوں کو آیات الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

۱۱۴– وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں سرگرم رہتے ہیں اور یہی لوگ نیکوکار ہیں۔

۱۱۵– اور جو بھی عمل خیر انجام دیں گے اس کی ناقدری نہ کی جائے گی اور اللہ پرہیزگاروں سے خوب واقف ہے۔

۱۱۶– رہے وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا ہے تو اللہ کے مقابلے میں ان کا مال اور ان کی اولاد کچھ کام آنے والی نہیں۔ ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

۱۱۷– وہ اپنی اس دنیاوی زندگی میں جو کچھ خرچ کر رہے ہیں اس کی مثال اس ہوا جیسی ہے جس میں سخت سردی ہو اور وہ ان لوگوں کی کھیتی تک جا پہنچے جنھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور اسے برباد کر کے رکھ دے۔ اور اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم ڈھا رہے ہیں۔

۱۱۳-لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ-

یعنی اہل کتاب اپنے دین میں ایک دوسرے کے برابر نہیں

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ-

اور ان اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو حق پر ہیں جنھوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔

يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ-

اور وہ راتوں کو آیات الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ ریز ہوتے ہیں یعنی نماز تہجد میں قرآن پڑھتے ہیں۔

۱۱۴-يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ .... فِي الْخَيْرٰتِ ؕ-

وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں سرگرم رہتے ہیں۔ مومنین کی ایسی صفات بیان کیں جو یہودیوں میں نہیں پائی جاتیں۔ وہ لوگ حق سے برگشتہ ہیں، رات کے وقت عبادت نہیں کرتے، اللہ کی ذات میں شریک قرار دیتے ہیں، اس کی صفات میں الحاد کرتے ہیں، روز قیامت کے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں یہ اس کے خلاف بیان کرتے ہیں، حساب کتاب میں دھوکا دیتے ہیں اور خیرات میں سستی کرتے ہیں۔

وَاُولٰٓىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ-

اور یہی لوگ نیکوکار ہیں۔

۱۱۵- وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ-

اور یہ لوگ جو بھی عمل خیر انجام دیں گے اس کی ناقدری نہ ہوگی۔ نہ تو وہ ضائع ہوگا اور نہ ہی اس کا ثواب کم ہوگا۔ لفظ ''کُفر'' ''شُکر'' کے مقابل میں ہے۔

کتاب علل میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مومن کی قدردانی نہیں کی جاتی اس لیے کہ اس کی نیکی اللہ کی طرف بلند ہوتی ہے اور لوگوں میں اس کی شہرت نہیں ہوپاتی اور کافر کی بڑی قدر ہوتی ہے وہ اس لیے کہ اس کی نیکی لوگوں میں پھیل جاتی ہے اور آسمان پر بلند نہیں ہوتی۔[1]

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ-

اور اللہ متقین سے خوب واقف ہے۔

یہ ان کے لیے خوش خبری ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ تقویٰ ہر خیر اور بہترین عمل کا مبدا اور نقطۂ آغاز ہے

۱۱۶-اِنَّ الَّذِيْنَ .... فِيْهَا خٰلِدُوْنَ-

رہے وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا ہے تو اللہ کے مقابلے میں ان کا مال اور ان کی اولاد کچھ کام آنے والی

---

(۱) علل الشرائع، ج۲، ص۵۶۰، ح۱، باب ۳۵۳

نہیں ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

۱۱۷–مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ .... فِيْهَا صِرٌّ–

وہ اپنی اس دنیاوی زندگی میں جو کچھ خرچ کر رہے ہیں اس کی مثال اس ہوا جیسی ہے جس میں سخت سردی ہو۔

اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ–

اور وہ ان لوگوں کی کھیتی تک جا پہنچے جنھوں نے کفر اور نافرمانی کے سبب اپنے اور پر ظلم کیا ہے۔

فَاَهْلَكَتْهُ ؕ–انھیں سزا دینے کے لیے وہ اسے برباد کر کے رکھ دے۔

ان لوگوں نے دنیاوی زندگی میں جو کچھ خرچ کیا ہے اس کے ضائع ہو جانے کو کافروں کے اس کھیت سے تشبیہ دی ہے جسے غضب الٰہی کے سبب شدید سردی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور ان کے لیے کسی قسم کا فائدہ باقی نہ رہا نہ دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ –

یہ خرچ کرنے والے جنھوں نے دنیاوی زندگی میں اخراجات کی بربادی کی ہے اللہ نے ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں ڈھایا۔

وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ–

اور انھوں نے جہاں خرچ کرنا ضروری تھا وہاں خرچ نہ کر کے خود اپنے نفوس پر ظلم ڈھایا ہے۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًاؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْۖۚ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّاۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾

۱۱۸–اے صاحبان ایمان اپنے لوگوں کے سوا دوسروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ، کیوں کہ وہ تمھاری بربادی میں کوئی کمی نہ کریں گے اور جس قدر تمھیں تکلیف پہنچے گی اتنا ہی یہ خوش ہوں گے بغض و عداوت تو ان کی باتوں سے نظر آرہا ہے۔ اور جو کچھ وہ اپنے دلوں میں چھپائے بیٹھے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے اگر تم عقل رکھتے ہوتو ہم نے تم کو اپنی آیتیں واضح طور سے بتا دی ہیں۔

۱۱۹–تم ان سے دوستی رکھتے ہو مگر وہ تم سے دوستی نہیں رکھتے حالاں کہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو جب یہ لوگ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے ایمان قبول کر لیا اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تمھارے خلاف انگلیاں چبا چبا کر اپنے غصّے کا اظہار کرتے ہیں۔ تم ان سے کہو کہ اپنے غصّے میں جل مرو اللہ دل کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔

۱۱۸–یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً–

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اپنا راز دار نہ بناؤ۔

بِطَانَةً وہ شخص جس پر اعتماد کر کے اسے راز داں بنایا جائے۔

مِّنْ دُوْنِكُمْ–

مسلمانوں کے سوا کسی غیر کو۔

لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًاؕ–

وہ تمھاری بربادی میں کوئی کمی نہ چھوڑیں گے۔

وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْۚ–

وہ تمھیں شدید نقصان اور اذیت پہنچانا چاہتے ہیں۔

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۔

بغض و عداوت تو ان کی باتوں سے نظر آ رہا ہے۔

وہ بغض کی شدّت کے سبب اپنی زبانوں پر قابو نہیں رکھ سکتے۔

وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۔

اور جو کچھ وہ اپنے دلوں چھپائے بیٹھے ہیں وہ اس سے زیادہ شدید ہے جو وہ ظاہر کر رہے ہیں۔

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔

ہم نے اپنی نشانیوں کو تم پر واضح کر دیا ہے اگر تم عقل رکھتے ہو تو ان لوگوں سے الگ تھلگ رہنا۔

۱۱۹ ۔ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ ۔

تم کافروں کی دوستی میں غلطی پر ہو۔

تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۔

تم ان سے دوستی رکھتے ہو مگر وہ تم سے دوستی نہیں رکھتے حالاں کہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔

ان کی کتابوں، اپنی کتابوں اور ان کے علاوہ دیگر کتب پر بھی تمھارا ایمان ہے۔ اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ تم سے دوستی نہ رکھیں گے حالاں کہ تم ان کی کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہو تو تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ان سے دوستی کے خواہاں ہو جب کہ وہ تمھاری کتاب پر ایمان نہیں رکھتے۔ اس جملے کے ذریعے سرزنش کی گئی ہے کہ وہ کفار باطل پر ہونے کے باوجود تمھارے حق میں تم سے زیادہ سخت ہیں۔

وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۔

اور جب یہ لوگ تم سے ملتے ہیں تو از روے نفاق یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایمان قبول کر لیا ہے۔

وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۔

اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تمھاری اجتماعیت، باہمی وحدت اور کلمے کی یگانگت کو دیکھتے ہیں تو حسرت و اندوہ کے مارے انھیں تشفّی اور تسلّی کی کوئی راہ نظر نہیں آتی اور وہ اپنی انگلیاں چبا چبا کر تمھارے خلاف اپنا غصّہ اتارتے ہیں۔

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۔

تم ان سے کہہ دو کہ اپنے غصّے میں جل مرو۔

یہ ایک طرح کی بددعا ہے کہ وہ مرتے دم تک غصّے کی آگ میں جلتے رہیں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔

اللہ تعالیٰ دلوں کے مخفی رازوں تک کو جانتا ہے کہ اس میں خیر چھپا ہوا ہے یا شر وہ ان کے غیظ و غضب اور کینہ پروری سے اچھی طرح باخبر ہے البتہ وہ جو کچھ چھپا رہے ہیں اللہ نے بھی اس پر پردہ ڈال رکھا ہے۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ؗ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ۧ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ ۙ

۱۲۰- جب تمھیں خوشیاں نصیب ہوتی ہیں تو انھیں برا لگتا ہے اور جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ خوشی مناتے ہیں۔ اگر تم صبر سے کام لو اور تقویٰ پر قائم رہو تو ان کی کوئی تدبیر تمھارے خلاف کارگر نہیں ہو سکتی۔ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اس پر حاوی ہے۔

۱۲۱- اے رسول وہ وقت یاد کریں جب آپ اپنے گھر سے صبح سویرے نکل پڑے تھے اور مومنین کو لڑائی کے موروں پر بٹھا رہے تھے اللہ سب سے زیادہ سننے اور جاننے والا ہے۔

۱۲۰- اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ-

جب تمھیں خوشیاں نصیب ہوں یعنی الفت کی نعمت ملے یا دشمن پر کامیابی حاصل ہو۔

تَسُؤْهُمْ ؗ - انھیں برا لگتا ہے۔

وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ-

اور جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے یعنی افتراق کا غم یا دشمن کا تم تک پہنچ جانا۔

يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ- تو وہ خوشی مناتے ہیں۔ یہ ان کی دشمنی کی انتہا کا بیان ہے۔

وَاِنْ تَصْبِرُوْا- اگر تم ان کی دشمنی پر صبر سے کام لو۔

وَتَتَّقُوْا- اور ان سے ملنے جلنے اور دوستی کرنے سے بچتے رہو۔

لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ-

تو ان کی کوئی تدبیر تمھارے خلاف کارگر نہیں ہو سکتی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ-

یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اس پر حاوی ہے۔

۱۲۱- وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ-

اس وقت کو یاد کریں جب آپ اپنے اہل کے پاس سے یعنی اپنے گھر سے صبح سویرے نکل کھڑے ہوئے تھے۔

تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ - اور مومنین کے لیے مقرّر کر رہے تھے۔

مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ - لڑائی کے مورچے۔

وَاللهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ - اللہ تمھاری باتوں کو سن رہا ہے اور تمھاری نیتّوں کو جان رہا ہے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ قریش مکۂ مکرّمہ سے نکل کر رسول اکرمؐ سے جنگ کرنا چاہتے تھے تو اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم گھر سے نکل کر لڑائی کے لیے کوئی جگہ ڈھونڈھ رہے تھے۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں تفسیر قمی سے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی یہ روایت موجود ہے امامؑ نے فرمایا کہ غزوۂ احد کا سبب یہ ہے کہ قریش جب مقام بدر سے مکۂ مکرّمہ واپس گئے اور ان پر جو قتل اور قید ہونے کی مصیبت پڑی تھی اور اس کا سبب یہ تھا کہ ان کے ستّر آدمی مارے گئے تھے اور ستّر ہی قیدی بنائے گئے تھے تو ابوسفیان نے کہا ایک قریشیو! اپنی عورتوں کو اپنے مقتولین پر رونے کی اجازت نہ دو اس لیے کہ اگر آنسو نکل پڑے تو ان کا غم اور محمدؐ کی دشمنی دونوں ختم ہو جائیں گی۔ جب انھوں نے رسول اکرمؐ سے جنگ احد کی تو اپنی عورتوں کو گریہ و بکا کی اجازت دی۔ وہ مکّے سے تین ہزار سوار اور دو ہزار پیادوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور اپنے ساتھ اپنی عورتوں کو بھی لے کر چلے۔

جب رسولؐ اکرم کو یہ خبر ملی تو آپ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور انھیں جہاد پر آمادہ کیا تو عبداللہ بن اُبَی نے کہا۔ اے اللہ کے رسولؐ آپ مدینے سے باہر نہ جائیں تاکہ ہم اس کی گلیوں میں لڑائی کریں اور کم زور مرد، عورت، غلام اور کنیز راستوں کے سامنے اور چھت پر لڑیں۔ جب بھی کسی قوم نے ہمارا قصد کیا وہ کامیاب ہوئے حالاں کہ ہم قلعوں اپنے گھروں میں تھے اور جب بھی ہم دشمن کے مقابلے کے لیے نکلے تو بھی انھیں ہم پر کامیابی نصیب ہوئی۔ تو سعد بن معاذ اور ان کے علاوہ قبیلۂ اوس کے افراد نے کھڑے ہو کر کہ اے اللہ کے رسولؐ جب ہم مشرک تھے اور بت پرستی کیا کرتے تھے تو عرب کے کسی فرد نے ہماری طرف للچا کر نہیں دیکھا۔ اب جب کہ آپ ہمارے درمیان موجود ہیں وہ ہم پر کیسے کامیابی حاصل کر سکتے ہیں؟ ہم مدینے سے نکل کر ان کی طرف جائیں گے اور ان سے جنگ کریں گے۔ رسول اکرمؐ نے اس رائے کو قبول کر لیا اور اپنے کچھ اصحاب کے ساتھ جا کر جنگ کے مورچے بنانے لگے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ''وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ'' عبداللہ ابن ابی اور خزرج کے وہ لوگ جو اس کے پیروکار تھے وہ جنگ میں شامل نہ ہوئے۔ قریش احد تک پہنچ گئے۔

آں حضرتؐ نے اپنے اصحاب کو جنگ کے لیے تیار کیا اور وہ کل سات سو افراد تھے عبداللہ بن جبیر کو پچاس تیراندازوں کے ساتھ درّے کے دہانے پر اس خوف سے مقرّر کر دیا کہ کہیں اس جگہ سے کوئی چھپ کر حملہ نہ کر دے رسول اکرمؐ نے عبداللہ بن جبیر اور اس کے ساتھیوں سے کہا اگر تم یہ بھی دیکھو کہ ہم نے قریش کو شکست دے دی ہے

(۱) تفسیر قمی، ج ا، ص ۱۱۰

اور انھیں مکّے میں داخل بھی کر دیا ہے پھر بھی اس درّے کو ہرگز نہ چھوڑنا اور اگر یہ دیکھو کہ انھوں نے ہمیں شکست دیدی ہے اور ہمیں مدینے میں داخل کر دیا ہے تو اس وقت بھی تم اس درّے کو نہ چھوڑنا اور یہیں جمے رہنا ابوسفیان نے خالد بن ولید کو دوسو سواروں کے ساتھ کمین گاہ پر مقرّر کر دیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ جب دیکھو کہ دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہو چکی ہے تو تم نکل کر اس گھاٹی سے ان کے پیچھے پہنچ جانا۔ رسول اکرمؐ نے لشکر کو جنگ پر آمادہ کیا اور امیر المومنینؑ کو پرچم جنگ عنایت فرمایا انصار نے مشرکین قریش پر حملہ کر دیا اور انھیں بہت بری شکست کا سامنا کرنا پڑا اور رسول اکرمؐ کے اصحاب لوٹ مار میں لگ گئے۔ اور خالد بن ولید دوسو سواروں کے ساتھ عبد اللہ بن جبیر پر حملہ آور ہوا انھوں نے تیروں سے اس کا مقابلہ کیا تو وہ واپس چلا گیا۔

اب عبد اللہ بن جبیر کے ساتھیوں نے دیکھا کہ اصحابِ رسول مال غنیمت لوٹ رہے ہیں تو انھوں نے عبداللہ بن جبیر سے کہا کہ ہمارے ساتھی تو مال غنیمت لوٹ لیں گے اور ہم اس سے محروم رہ جائیں گے عبد اللہ نے ان سے کہا اللہ سے ڈرو۔ آں حضرتؐ نے ہم سے فرمایا ہے کہ ہم یہاں سے کسی طرح نہ ہٹیں انھوں نے بات نہیں مانی اور ایک ایک کر کے کھسکنے لگے یہاں تک کہ درّے کو چھوڑ دیا صرف عبد اللہ بن جبیر بارہ افراد کے ساتھ وہاں لڑتے رہے اور قریش کا پرچم طلحہ بن ابی طلحہ عبدی کے پاس تھا جو عبدالدّار سے تعلّق رکھتا تھا اسے حضرت علیؑ نے قتل کر دیا تو ابوسعید بن ابی طلحہ نے پرچم اپنے ہاتھ میں لے لیا اسے بھی علیؑ نے قتل کر ڈالا تو پرچم گر گیا تو اسے مسافع بن ابی طلحہ نے اٹھا لیا علی نے اسے بھی قتل کر دیا یہاں تک کہ قبیلہ عبدالدّار کے نو افراد قتل ہو گئے اس کے بعد پرچم ان کے حبشی غلام نے اٹھا لیا جس کا نام صواب تھا علی اس تک بھی پہنچ گئے اور اس کا ایک ہاتھ قطع کر دیا تو اس نے پرچم بائیں ہاتھ میں لے لیا علیؑ نے وہ ہاتھ بھی کاٹ ڈالا تو اس نے پرچم کو اپنے سینے سے لگا لیا اور ابوسفیان سے کہا کیا بنو عبدالدّار کے بارے میں کیا تم نے معذرت قبول کر لی؟ علیؑ نے اس کے سر پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا جب پرچم گرا تو اسے عمرہ بنت علقمہ کنانیہ نے اٹھا لیا اور بلند کیا۔ خالد بن ولید عبد اللہ بن جبیر کی طرف بڑھا جس کے ساتھی راہ فرار اختیار کر چکے تھے صرف معدودے چند افراد رہ گئے تھے خالد نے انھیں درّے کے دہانے پر قتل کر ڈالا اور مسلمانوں پر عقب سے حملہ کر دیا۔

جب قریش نے شکست کے بعد یہ دیکھا کہ پرچم بلند ہو گیا ہے تو اس کے گرد جمع ہوئے اور اصحاب رسول کو بہت بری شکست سے دوچار ہونا پڑا اور وہ ہر طرف سے پہاڑوں پر چڑھ کر بھاگنے لگے۔ جب رسول اکرمؐ نے شکست کو دیکھا تو سر سے اپنا خود اتارا اور کہا ''میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں تم اللہ اور اس کے رسول سے کہاں بھاگے جا رہے ہو؟'' امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہند بنت عتبہ لشکر کے درمیان میں تھی اور جب بھی قریش کا کوئی فرد شکست کھاتا تو اسے سرمہ دانی اور سلائی دیتی اور کہتی تم عورت ہو لو سرمہ لگا لو اور حضرت حمزہ ابن عبد المطلب قوم قریش پر حملہ کر رہے تھے وہ جب بھی حمزہ کو دیکھتے شکست سے دوچار ہوتے اور کوئی بھی ان کے

سامنے ثابت قدم نہ رہتا۔

اور ہند نے وحشی سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم محمدؐ، علیؑ یا حمزہ کو قتل کر دو گے تو میں تمھیں یہ یہ کچھ دوں گی اور وحشی جبیر بن مطعم کا حبشی غلام تھا تو وحشی نے ہند سے کہا کہ محمدؐ پر میں قابو نہ پاسکوں گا جہاں تک علیؑ کا سوال ہے وہ بہت چوکنا رہتے ہیں ان کو قبضے میں کرنا بہت دشوار ہے۔ پس وہ حضرت حمزہ کے لیے گھات میں لگ گیا وحشی نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ حمزہ لوگوں کو مولی گاجر کی طرح کاٹ رہے ہیں ان کا گزر میرے پاس سے ہوا انھوں نے نہر کے کنارے کو روندا اور گر گئے تو میں نے اپنا تیر نکالا اور اسے تیزی سے حرکت دے کر ان کی طرف پھینکا اور وہ تیر ان کے پچھلے حصّے سے نکل کر توڑتا ہوا اگلے حصّے نکل گیا اور وہ گر پڑے اور میں ان کے پاس گیا میں نے ان کا شکم چاک کیا ان کا جگر نکالا اور اسے ہند کو لا کر دیدیا اور کہا یہ حمزہ کا جگر ہے اس نے اسے منہ میں رکھا اور چبانے لگی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے منہ میں اسے ''داغصہ'' کی مانند کر دیا یعنی گھٹنے کی چپنی کی طرح ہند نے اسے تھوک دیا اور پھینک دیا آں حضرتؐ نے فرمایا اللہ نے ایک فرشتے کو بھیجا جس نے اسے اٹھا کر اس کی جگہ پہنچا دیا۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہند حمزہ کی لاش کے قریب آئی اور ان کے کان، ہاتھ اور پیروں کو کاٹ ڈالا۔

اور رسولؐ اللہ کے ساتھ ابودجانہ، سمّاک بن خرشہ اور علیؑ کے علاوہ کوئی اور نہ تھا جب بھی کوئی گروہ رسولؐ اللہ پر حملہ آور ہوتا تو علیؑ سامنے آتے اور رسول اکرمؐ کے سامنے سے بھگا دیتے۔ یہاں تک کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی تو رسول اکرمؐ نے انھیں اپنی تلوار ذوالفقار عطا کر دی اور رسولؐ اکرم نے احد کے ایک گوشے میں پناہ لی اور جنگ ایک جانب سے ہو رہی تھی اور علیؑ مسلسل لڑ رہے تھے کہ لڑتے لڑتے ان کے چہرے، سر، ہاتھ، شکم اور پاؤں پر ستر زخم آئے تھے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے کہا اِنَّ هٰذِهٖ لَهِيَ الْمُوَاسَاةُ يَا مُحَمَّدُ اے محمدؐ بے شک یہ مواسات (مصیبت کے وقت ہمدردی کرنا) ہے تو آں حضرتؐ نے فرمایا اِنَّهٗ مِنِّي وَ اَنَا مِنْهُ بے شک علیؑ مجھ سے ہے اور میں ان سے ہوں۔

امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے جبرئیل کو دیکھا کہ وہ زمین و آسمان کے درمیان سونے کی ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے یہ صدا لگا رہے ہیں:

لا سَيفَ اِلّا ذوالفقار ولا فتىٰ اِلّا علی

بجز ذوالفقار کے کوئی تلوار نہیں اور سوائے علی کے کوئی جوان نہیں۔[1]

روایت بیان کی گئی کہ مسلمانوں کے شکست کی وجہ ابلیس کی یہ آواز تھی کہ ''محمدؐ قتل کر دیے گئے'' اور نبی اکرمؐ اس وقت لوگوں کی بھیڑ میں اس طرح گھرے ہوئے تھے کہ مسلمانوں کو نظر نہیں آ رہے تھے۔[2]

---

(۱) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۴۹۵۔ ۴۹۷

(۲) اعلام الوریٰ، ص ۸۱، بحارالانوار، ج ۲۰، ص ۲۶، ۶۳، ۹۴، ۹۵، ۱۱۶، مناقب ابن شہر آشوب، ج ۳، ص ۱۲۳

اِذۡ هَمَّتۡ طَّآٮِٕفَتٰنِ مِنۡكُمۡ اَنۡ تَفۡشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾

وَلَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾

اِذۡ تَقُوۡلُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَلَنۡ يَّكۡفِيَكُمۡ اَنۡ يُّمِدَّكُمۡ رَبُّكُمۡ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓٮِٕكَةِ مُنۡزَلِيۡنَ ؕ ﴿۱۲۴﴾

بَلٰٓى ۙ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا وَيَاۡتُوۡكُمۡ مِّنۡ فَوۡرِهِمۡ هٰذَا يُمۡدِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ بِخَمۡسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓٮِٕكَةِ مُسَوِّمِيۡنَ ﴿۱۲۵﴾

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشۡرٰى لَكُمۡ وَلِتَطۡمَٮِٕنَّ قُلُوۡبُكُمۡ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصۡرُ اِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ۙ ﴿۱۲۶﴾

لِيَقۡطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَوۡ يَكۡبِتَهُمۡ فَيَنۡقَلِبُوۡا خَآٮِٕبِيۡنَ ﴿۱۲۷﴾

---

۱۲۲ – یاد کرو جب تم میں سے دو گروہ بزدلی دکھانے پر آمادہ ہو گئے تھے حالاں کہ اللہ ان کی مدد کے لیے موجود تھا۔ اور مومنوں کو اللہ پر توکّل کرنا چاہیے۔

۱۲۳ – آخر اس سے پہلے جنگ بدر میں اللہ تمھاری مدد کر چکا تھا جب کہ تم بہت کم زور تھے۔ تم اللہ سے ڈرو تاکہ اس کا شکر ادا کر سکو۔

۱۲۴ – یاد کرو جب تم مومنین سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمھارے لیے یہ کافی نہیں کہ تمھارا پروردگار تین ہزار فرشتے بھیج کر تمھاری مدد کرے۔

۱۲۵ – بے شک اگر تم صبر کرو اور خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو تو جس وقت تمھارا دشمن تم پر چڑھائی کرے گا اسی وقت تمھارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے تمھاری مدد کرے گا جو نشان جنگ لگائے ہوئے ہوں گے۔

۱۲۶ – اور اللہ نے یہ امداد صرف تمھاری خوشی اور اطمینان قلب کے لیے کی ہے فتح و نصرت تو اللہ کی جانب سے ہے جو سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

۱۲۷ – اور وہ یہ مدد تمھیں اس لیے دے گا تاکہ وہ کافروں کے ایک بازو کو کاٹ ڈالے یا ان کو ایسی ذلیل

شکست دے کہ وہ نامرادی کے ساتھ پسپا ہو جائیں۔

۱۲۲– اِذۡ هَمَّتۡ طَّآئِفَتٰنِ مِنۡكُمۡ–

یاد کرو جب تم میں سے دو گروہوں نے آمادگی ظاہر کی۔

تفسیر قمی میں ہے ان گروہوں سے مراد عبد اللہ بن ابی اس کے ساتھی اور اس کی قوم ہے۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ان دو گروہوں سے مراد بنو سلمہ اور بنو حارثہ انصار کے دو قبیلے ہیں۔[۲]

اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد خزرج کے بنو سلمہ اور اوس کے بنو حارثہ ہیں اور یہ دونوں لشکر کے دو بازو تھے۔[۳]

اَنۡ تَفۡشَلَا –

بزدلی کر کے اور کم زوری کے ذریعے۔

وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا –

اور اللہ دونوں کی نصرت کے لیے موجود تھا۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ –

اور مومنین کو چاہیے کہ وہ اللہ پر مکمل اعتماد کریں کہ وہ ان کی مدد کے لیے کافی ہے۔

۱۲۳– وَلَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدۡرٍ –

اور اللہ نے مقام بدر میں اس سے پہلے تمھاری مدد کی تھی۔ توکّلِ خداوندی کا جو فائدہ انھیں حاصل ہو چکا ہے اس میں سے کچھ کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

بدر: مکّہ اور مدینے کے مابین ایک کنویں کا نام ہے جو ایک شخص کی ملکیت تھا جس کا نام بدر تھا اسی لیے اس کنویں کا نام بدر پڑ گیا۔

وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّةٌ –

جب کہ تم بہت کم زور تھے۔

تفسیر قمی اور عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ان لوگوں کے درمیان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم موجود تھے اس لیے کسی ذلّت وخواری کا کوئی مسئلہ ہی نہ تھا بلکہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی "وانتم ضعفاء" جب کہ تم بہت کم زور تھے۔[۴]

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے جب ابو بصیر نے ان کے سامنے اس آیت کی تلاوت

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۱۰ (۲) مجمع البیان، ج۱۔۲، ص۴۹۵

(۳) تفسیر انوار التنزیل، ج۱، ص۱۸۰ (۴) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۲۲ و تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۹۶، ح۱۳۵

کی تو امام علیہ السّلام نے فرمایا خاموش رہو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو اس طرح نازل نہیں فرمایا تھا بلکہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی "وانتم قلیل" جب کہ تم تعداد میں کم تھے۔[۱]

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو ہرگز رسوا نہیں کیا بلکہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی "وانتم قلیل" جب کہ تم تعداد میں کم تھے۔[۲]

اور معصومینؑ کے ایک زیادہ اقوال سے یہ پتا چلتا ہے کہ ان کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔[۳]

فَاتَّقُوا اللّٰهَ-

تم ثابت قدمی میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ-

تاکہ اس نے تمھیں جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کا شکر ادا کرسکو۔

۱۲۴- اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ .... مُنْزَلِيْنَ-

یاد کرو جب تم مومنین سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمھارے لیے یہ کافی نہیں کہ تمھارا پروردگار تین ہزار فرشتے بھیج کر تمھاری مدد کرے۔

۱۲۵- بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ-

بے شک اگر تم صبر کرو اور خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو تو جس وقت تمھارا دشمن تم پر چڑھائی کردے۔

مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا-

تو اسی وقت

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ-

بغیر کسی تاخیر کے تمھارا پروردگار پانچ ہزار فرشتوں سے تمھاری مدد کرے گا۔

مُسَوِّمِيْنَ- نشان جنگ لگائے ہوئے۔ یہ لفظ "تسویم" سے بنا ہے جس کے معنی ہیں علامت لگانا سیماء الشیٔ کسی چیز کی ظاہری علامت، جیسے داغ لگانا وغیرہ۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر آنے والے فرشتوں نے سفید عمامے پہن رکھے تھے۔[۴]

اور امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جن فرشتوں نے غزوۂ بدر کے موقع پر آں حضرتؐ کی نصرت کی

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۹۶، ح ۱۳۳ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۹۶، ح ۱۳۴

(۳) اکمال الدین واتمام النعمۃ، ص ۶۵۴، ح ۲۱، اور ص ۶۷۳-۶۷۱، ح ۲۲ اور ۲۵ التبیان فی تفسیر القرآن، ج ۲، ص ۵۷۸

(۴) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۹۶، ح ۱۳۶

تھی وہ اس کے بعد واپس نہیں گئے اور نہ ہی واپس جائیں گے جب تک صاحب الامر کی نصرت نہ کر لیں اور ان فرشتوں کی تعداد پانچ ہزار تھی۔(۱)

۱۲۶–وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ–

اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی اس امداد کو قرار نہیں دیا۔

اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ–

مگر یہ کہ تمھیں مدد کے ذریعے بشارت دی جائے۔

وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ–

اور اس لیے بھی کہ خوف کے موقع پر تمھیں قلبی تسکین میسّر آجائے۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ–

حقیقی فتح و نصرت تو اللہ کی جانب سے ہوتی ہے۔

اس کا تعلّق نہ تو لشکر کی تعداد سے ہے اور نہ ہی آلات جنگ سے جیسے تلوار گھوڑے زرہ بکتر وغیرہ۔

اس آیت کے ذریعے اس امر کی جانب متنبّہ کرنا ہے کہ انھیں مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے اللہ نے جو ان کی مدد کی یا مدد کا وعدہ کیا وہ درحقیقت ایک قسم کی بشارت و خوش خبری تھی اور ان کے دلوں کو مضبوط کرنا تھا اس لیے کہ عوام النّاس زیادہ تر اسباب جنگ پر نظر کرتے ہیں اور انھیں اس بات پر آمادہ کرنا ہے کہ جو مدد پیچھے رہ گئی ہے اس کے بارے میں انھیں فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

الْعَزِيْزِ– جو اپنے فیصلوں میں کسی سے مغلوب نہیں ہوتا۔

الْحَكِيْمِ– جو اپنی حکمت اور مصلحت کے تقاضوں کے مطابق کسی کی مدد کرتا ہے اور کسی کو رسوا کرتا ہے۔

۱۲۷–لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا–

تاکہ اس طرح وہ کافروں کے ایک بازو کو کاٹ ڈالے۔

اَوْ يَكْبِتَهُمْ– یا انھیں رسوا کر دے ''کبت'' کے معنی ہیں غصّے کی شدّت یا کم زوری جو دل میں بیٹھ جائے اور حرف ''او'' اس لیے لایا گیا کہ نئی بات کو بیان کرنا مقصود تھا۔

فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ–

کہ وہ نامرادی کے ساتھ پسپا ہو جائیں۔

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۹۷، ح ۱۳۸

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾
وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ
يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۳ ۹ ۴

۱۲۸-اے پیغمبر اس معاملے میں آپ کا کوئی اختیار نہیں (اللہ کو اختیار ہے) یا تو ان کی توبہ قبول کر لے یا ان پر عذاب نازل کرے۔ بلاشبہ یہ لوگ ظالم ہیں۔

۱۲۹-آسمان وزمین میں جو کچھ ہے اس کا مالک صرف اللہ ہے وہ جسے چاہے معاف کر دے اور جس پر چاہے عذاب نازل کرے اور اللہ تو بخشنے والا اور مہربان ہے۔

۱۲۸-لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ-

اے پیغمبر اس معاملے میں آپ کا کوئی اختیار نہیں۔

اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ-

اگر یہ لوگ مسلمان ہو جائیں تو ان کی توبہ قبول کر لے۔

اَوْ يُعَذِّبَهُمْ-

یا اگر یہ لوگ اپنے کفر پر ڈٹے رہیں تو ان پر عذاب نازل کرے۔

فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ-

یہ لوگ اپنے ظلم کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہیں۔

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب ان کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ" تو امامؑ نے فرمایا خدا کی قسم آں حضرتؐ کا اس امر سے تعلّق ہے اور آپ نے تین مرتبہ یہ فرمایا۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم نے سمجھ رکھا ہے۔ اصل بات سے میں تمھیں باخبر کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبیؐ سے کہا کہ وہ علیؑ کی ولایت کو ظاہر کر دیں تو آں حضرتؐ قوم کی دشمنی کے بارے میں فکر مند ہو گئے جو ان لوگوں کو حضرت علیؑ کی فضیلت کی وجہ سے تھی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کو تمام صفات میں ان لوگوں سے افضل قرار دیا تھا اور آں حضرتؐ قوم کے حسد کی وجہ سے بھی پریشان تھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں مطّلع کیا کہ "اے نبی آپ کا اس امر سے کوئی تعلّق نہیں یہ معاملہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ آپ کے بعد علیؑ کو آپ کا وصی اور ولی بنا دے۔" اس آیت سے یہ مراد ہے بھلا آں حضرتؐ کا معاملات سے تعلّق کیسے نہیں ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کر دیا کہ وہ جس چیز کو حلال قرار دیں وہ حلال ہے اور جس چیز کو حرام

قرار دیں وہ حرام ہے ارشاد رب العزت ہے: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (۷ حشر ۵۹)
۱

عام طریقے سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے غزوۂ احد میں آں حضرتؐ کے فرق مبارک پر ضربت لگائی تھی جس سے آپ کے چار دانت شہید ہو گئے تھے رسول اکرمؐ اپنے چہرے سے خون صاف کرتے جاتے تھے اور فرما رہے تھے کیف یُفلِحُ قوم خَضَبُوْا وجه نبیّهم بالدم بھلا وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون سے رنگین بنا دیا ہے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور انھیں بتایا گیا کہ اکثر لوگ ان میں ایمان قبول کر لیں گے۔ ۲

۱۲۹ – وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ –

تخلیق اور ملکیت کے اعتبار سے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ان سب کا مالک اللہ ہے۔ جملہ اسی سے مربوط ہے۔

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ –

وہ جسے چاہے معاف کر دے اور جس پر چاہے عذاب نازل کرے اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عذاب اور مغفرت کے امر کو مبہم رکھا ہے تاکہ مکلّف خوف اور امید کے مابین ٹھہرا رہے اور امام صادق علیہ السّلام کا قول بھی اسی جانب توجہ دلاتا ہے:

لَوْ وُزِنَ رَجَاءُ الْمُؤْمِنِ وَ خَوْفُهُ لَاعْتَدَلَا ۳

اگر مومن کی امید اور خوف کو تولا جائے تو ان کے وزن میں اعتدال ہوگا۔ یعنی دونوں برابر ہوں گے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۹۷، ح ۱۳۹ (۲) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۸۱ (۳) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۵۰۲، س ۵

یَآ اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡکُلُوا الرِّبٰوٓا اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَۃً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۳۰﴾ۚ

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡۤ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۱۳۱﴾ۚ

وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۳۲﴾ۚ

۱۳۰–اے ایمان لانے والو! سود در سود جسے بڑھا کر دیا جائے اسے نہ کھاؤ اور اللہ ہی سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پا سکو

۱۳۱–اور جہنّم کی اس آگ سے بچو جسے کافروں کے لیے مہیا کیا گیا ہے

۱۳۲–اور تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جا سکے

۱۳۰–یَآ اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡکُلُوا الرِّبٰوٓا اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَۃً ۪–

کہا جاتا ہے کہ ان میں سے کوئی شخص ایک مدّت معیّنہ کے لیے قرض دیتا تھا پھر اس مدّت میں اضافہ کرتا چلا جاتا تھا یہاں تک کہ اپنی قلیل رقم کے عوض قرض دار کے پورے مال پر قبضہ حاصل کر لیتا تھا۔[۱]

وَّاتَّقُوا اللّٰہَ–

اور جس بات سے تمھیں روک دیا گیا ہے اس بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ–

امید ہے کہ اس طرح تم فلاح پا سکو گے۔

۱۳۱–وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡۤ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ–

اور تم اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے مہیا کی گئی ہے یعنی وہ اعمال نہ بجا لاؤ جو کفار بجالاتے ہیں۔

۱۳۲–وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ–

اور تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ اس اطاعت کی وجہ سے تم پر رحم کیا جائے۔ اس قسم کے جملوں میں اگر لفظ ''لعلّ'' اور ''عسٰی'' آئے تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اس مقصد تک رسائی بہت دشوار ہے۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۸۲

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ
اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۱۳۳﴾
الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ
النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ﴿۱۳۴﴾
وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا
لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۟ۙ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾
اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ؕ﴿۱۳۶﴾

۱۳۳-اے ایمان والو! اپنے رب کی مغفرت کی طرف تیزی سے دوڑو اور اس جنت کو حاصل کرنے کی سعی کرو جس کی چوڑائی تمام آسمان اور زمین ہے اور جو متقین کے لیے بنائی گئی ہے۔

۱۳۴-وہ لوگ جو راحت و مصیبت دونوں حالتوں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں غصّے کو پینے والے ہیں، لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

۱۳۵-اور اگر اتفاقاً کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں اور دیدہ و دانستہ اپنے کیے پر ہٹ دھرمی نہیں کرتے۔

۱۳۶-ان کی جزا ان کے رب کی جانب سے مغفرت اور وہ جنت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے لیے کتنا اچھا اجر ہے۔

۱۳۳-وَسَارِعُوْٓا-

اور تیزی سے دوڑو۔

اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ-

اسباب مغفرت کی جانب جو تمھارے پروردگار کی جانب سے میسّر ہوں گے۔

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ دوڑو ادائے فرائض کی جانب۔ ۱

وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ ۙ –

اور ایسی جنت کی جانب جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے۔

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر زمین و آسمان کو اس طرح رکھا جائے اور آپ نے ایک ہاتھ کو دوسرے سے ملا کر پھیلا دیا۔ ۲

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ جب جنت کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے تو جہنّم کہاں پر ہوگی۔ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا سبحان اللہ جب دن نکلتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے۔ ۳

صاحب مجمع البیان فرماتے ہیں یہ ایک طرح کا تقابل ہے جس سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے اس لیے کہ اللہ قدرت رکھتا ہے کہ رات کو جہاں چاہے لے جائے اسی طرح وہ اس بات پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ جہنّم کو جس طرح چاہے پیدا کرے۔ ۴

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس بات کا راز یہ ہے کہ دونوں جہانوں میں سے ایک جہان ہر انسان کے لیے دوسرے کا بدل ہوگا جس طرح دن اور رات کا معاملہ ہے۔

اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِیۡنَ –

جو متّقین کے لیے بنائی گئی ہے۔

کتاب خصال میں امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت ہے فَاِنَّكُمۡ لَنۡ تَنَالُوۡهَا اِلاَّ بِالتَّقۡوٰی تم اس جنت کو حاصل نہیں کر سکتے مگر یہ کہ تمھارے پاس تقویٰ ہو۔ ۵

۱۳۴ – اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ –

لوگ راحت و مصیبت دونوں حالتوں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں یعنی وہ جس حال میں بھی ہوں راحت ہو یا مصیبت خوش حالی ہو یا بدحالی جو کچھ انھیں میسّر ہوتا ہے کم ہو یا زیادہ وہ اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ –

اور غصّے کو پینے والے ہیں۔ وہ غصّے پر قابو رکھتے ہیں اور اس کے دور کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اور جو شخص غصّے کو پی جائے اور جب اسے دور کرنا

---

(۱) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۵۰۲ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۹۸، ح ۱۴۲ (۳) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۵۰۴
(۴) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۵۰۴ (۵) الخصال، ص ۶۳۳، ح ۱۰، باب اربعمائۃ

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ دوڑو ادائے فرائض کی جانب۔[۱]

وَ جَنَّةٍ عَرۡضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ ۙ–

اور ایسی جنت کی جانب جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے۔

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر زمین و آسمان کو اس طرح رکھا جائے اور آپ نے ایک ہاتھ کو دوسرے سے ملا کر پھیلا دیا۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ جب جنت کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے تو جہنّم کہاں پر ہوگی۔ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا سبحان اللہ جب دن نکلتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے۔[۳]

صاحب مجمع البیان فرماتے ہیں یہ ایک طرح کا تقابل ہے جس سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے اس لیے کہ اللہ قدرت رکھتا ہے کہ رات کو جہاں چاہے لے جائے اسی طرح وہ اس بات پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ جہنّم کو جس طرح چاہے پیدا کرے۔[۴]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس بات کا راز یہ ہے کہ دونوں جہانوں میں سے ایک جہان ہر انسان کے لیے دوسرے کا بدل ہوگا جس طرح دن اور رات کا معاملہ ہے۔

اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِيۡنَ–

جو متّقین کے لیے بنائی گئی ہے۔

کتاب خصال میں امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت ہے فَاِنَّكُمۡ لَنۡ تَنَالُوۡهَا اِلاَّ بِالتَّقۡوٰى تم اس جنت کو حاصل نہیں کر سکتے مگر یہ کہ تمھارے پاس تقویٰ ہو۔[۵]

۱۳۴– اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ–

لوگ راحت و مصیبت دونوں حالتوں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں یعنی وہ جس حال میں بھی ہوں راحت ہو یا مصیبت خوش حالی ہو یا بدحالی جو کچھ انھیں میسّر ہوتا ہے کم ہو یا زیادہ وہ اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

وَالۡكٰظِمِيۡنَ الۡغَيۡظَ–

اور غصّے کو پینے والے ہیں۔ وہ غصّے پر قابو رکھتے ہیں اور اس کے دور کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اور جو شخص غصّے کو پی جائے اور جب اسے دور کرنا

---

(۱) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۵۰۲ (۲) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۹۸، ح ۱۴۲ (۳) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۵۰۴

(۴) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۵۰۴ (۵) الخصال، ص ۶۳۳، ح ۱۰، باب اربعمائۃ

چاہے تو دور کر سکے تو اللہ ایسے شخص کے دل کو روز قیامت خوشنودی سے بھر دے گا۔[۱]

وَالۡعَافِيۡنَ عَنِ النَّاسِ ۔

اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ آں حضرتؐ نے فرمایا تم پر لازم ہے کہ عفو ودرگذر سے کام لو اس لیے کہ معاف کرنا بندے کی عزّت کو بڑھادیتا ہے لہٰذا ایک دوسرے کو معاف کردو اللہ تمھیں عزت عطا کرے گا۔[۲]

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۔

اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ امام زین العابدین علیہ السّلام کی ایک کنیز پانی ڈال رہی تھی تا کہ امام نماز کے لیے تیاری کرلیں کہ لوٹا اس کے ہاتھ سے گر گیا اور امام کے سر کو زخمی کر دیا۔ امام نے اس کی طرف سر اٹھایا تو کنیز نے امام سے مخاطب ہو کر کہا خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَالۡكٰظِمِيۡنَ الۡغَيۡظَ امامؑ نے اس سے کہا "میں نے اپنے غصّے کو پی لیا" پھر اس نے پڑھا وَالۡعَافِيۡنَ عَنِ النَّاسِ امامؑ نے فرمایا اللہ نے تمھیں معاف کر دیا اس نے کہا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ امامؑ نے فرمایا تم روانہ ہو جاؤ میں نے تم کو اللہ کی خاطر آزاد کر دیا۔[۳]

۱۳۵ – وَالَّذِيۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَةً ۔

اور جو لوگ اتّفاقاً بہت برے کام کر بیٹھتے ہیں جیسے زنا وغیرہ۔

اَوۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ ۔

یا انھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا یعنی زنا سے بھی زیادہ بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا۔

ذَكَرُوا اللّٰهَ ۔

پھر اس کے بعد وہ اس کی دھمکی یا اس کے عظیم حق کو یاد کرتے ہیں۔

فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِهِمۡ ۔

اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں نادم ہو کر اور توبہ کر کے۔

وَمَنۡ يَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

اور اللہ کے سوا گناہوں کی مغفرت کرنے والا کوئی نہیں۔

اس جملے کا سوالیہ انداز ہے جو نفی کے معنی دیتا ہے اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنا ہے کہ اس کی رحمت وسیع ہے، اس کی بخشش عام ہے نیز لوگوں کو مغفرت طلب کرنے کے لیے آمادہ کرنا ہے اور توبہ قبول

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۱۱۰، ح ۶، باب کظم الغیظ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۱۰۸، ح ۵، باب العفو (۳) مجمع البیان، ج ۱۔۲، ص ۵۰۵

کرنے کا وعدہ ہے۔

وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوْا۔

اور وہ اپنے گناہوں پر مغفرت طلب کیے بغیر باقی نہیں رہتے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے۔ آپ نے فرمایا اصرار یہ ہے کہ گناہ کرنے کے بعد اللہ سے مغفرت طلب نہ کرے اور اپنے نفس سے توبہ کی کوئی بات نہ کرے اسی کا نام اصرار ہے۔[۱]

اور کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم بندہ جب تک اصرار کرتا رہے گناہوں سے باہر نہیں نکل سکتا اور بندہ جب تک گناہوں کا اقرار نہ کرلے اس وقت تک گناہوں سے باہر نہیں آسکتا۔[۲]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اصرار کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا او استغفار کرنے سے کوئی کبیرہ باقی نہیں رہتا۔[۳] (صغیرہ) چھوٹا، (کبیرہ) بڑا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت ہے جس نے استغفار کرلیا اس نے گویا اصرار نہیں کیا اگرچہ دن بھر میں ستّر بار اس کا اعادہ کیا ہو۔[۴]

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔

درآں حالے کہ وہ اس کو جانتے ہیں یعنی عمداً دیدہ و دانستہ اپنے برے اعمال پر اصرار نہیں کرتے۔

۱۳۶۔ أُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ۔

ان کی جزا ان کے رب کی جانب سے مغفرت اور وہ جنت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے لیے کتنا اچھا اجر ہے۔

یعنی مغفرت اور جنتیں بطور اجر ان کو ملیں گی۔

کتاب مجالس میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابلیس نے پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز میں اپنے خبیث ساتھیوں کو پکارا وہ سب کے سب اس کے گرد جمع ہو گئے اور انھوں نے کہا اے ہمارے گرو تم نے ہمیں کیوں بلایا ہے تو اس نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے کون ہے جو اس کا

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۲۸۸، ح ۲، باب الاصرار علی الذنب و تفسیر العیاشی، ج ۱، ص ۱۹۸، ح ۱۴۴

(۲) الکافی، ج ۲، ص ۴۲۷۔۴۲۶، ح ۴، باب الاعتراف بالذنوب والندم علیھا

(۳) الکافی، ج ۲، ص ۲۸۸، باب الاصرار علی الذنب (۴) الکشاف، ج ۱، ص ۴۱۶

تدارک کرے تو شیطانوں میں سے ایک عفریت نے کہا میں اس کے لیے یہ کروں گا اور یہ کروں گا۔ تو ابلیس نے کہا تم اس کام کے لیے موزوں نہیں ہو تو دوسرا کھڑا ہوا اس نے بھی اسی قسم کی بات کی تو ابلیس بولا تم بھی اس کے لائق نہیں ہو تو اب وسواس خناس کھڑا ہوا اور اس نے کہا میں اس کام کی ذمّے داری لیتا ہوں تو ابلیس نے پوچھا تم کس طرح اس کام کو انجام دو گے تو اس نے کہا میں ان سے وعدہ کروں گا انھیں امید دلاؤں گا یہاں تک کہ وہ گناہوں کا ارتکاب کرلیں گے اور جب وہ گناہوں کے مرتکب ہو جائیں گے تو طلب مغفرت کو ان کے ذہن سے بھلا دوں گا۔ تو ابلیس نے کہا تم اس کام کے لیے موزوں ہو ابلیس نے وسواس خناس کو قیامت تک کے لیے اس کام پر مامور کردیا۔[1]

عبدالرحمٰن بن غنم دوسی سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ معاذ بن جبل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں روتے ہوئے آئے انھوں نے آں حضرتؐ کو سلام کیا اور رسول اکرمؐ نے انھیں جواب سلام دیا اس کے بعد دریافت کیا اے معاذ تمھیں کس چیز نے رلایا؟ تو معاذ نے کہا یا رسولؐ اللہ دروازے پر ایک جوان رعنا جو وجیہ و شکیل ہے وہ اپنی جوانی پر اس طرح گریہ کر رہا ہے جیسے کوئی ماں اپنے بیٹے کے مرنے پر گریہ کرے وہ آپ کی خدمت میں باریابی چاہتا ہے تو آں حضرتؐ نے فرمایا اے معاذ اس جوان کو میرے پاس لے کر آؤ اس نے سلام کیا آں حضرتؐ نے جواب سلام دیا پھر اس سے دریافت کیا اے جوان تم کیوں گریہ کناں ہو؟ تو اس نے کہا بھلا میں کیوں نہ گریہ کروں میں نے ایسا گناہ کیا ہے کہ اگر اس کے ایک حصّے کا بھی اللہ مجھ سے مؤاخذہ کرے گا تو مجھے جہنّم کی آگ میں جھونک دے گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور مجھ سے مؤاخذہ کرے گا اور میری بخشش ہرگز نہیں ہوگی۔

تو آں حضرتؐ نے اس سے پوچھا کیا تم نے اللہ کی ذات میں کسی کو شریک قرار دیا؟ تو اس نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک بناؤں۔ تو آں حضرتؐ نے استفسار کیا کیا تم نے کسی کو قتل کیا ہے جسے اللہ نے حرام قرار دیا تھا؟ اس نے کہا نہیں تو آں حضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو بخش دے گا خواہ وہ بلند پہاڑوں جتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ تو جوان نے کہا کہ وہ بلند وبالا پہاڑوں سے بھی زیادہ ہیں تو حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اللہ تمھارے گناہوں سے درگذر کرے گا خواہ وہ ساتوں زمین اور اس کے سمندروں ریگستانوں، درختوں اور اس میں بسنے والی مخلوق جتنے ہی کیوں نہ ہوں جوان بولا! کہ وہ گناہ ساتوں زمین، اس کے سمندروں، ریگستانوں، درختوں اور اس میں بسنے والی مخلوق سے بھی بڑھ کر ہے تو رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم تمھاری خطاؤں کو معاف کر دے گا خواہ وہ آسمانوں اور اس میں جگمگاتے ستاروں، عرش و کرسی جتنے ہی کیوں نہ ہوں؟ تو جوان کہنے لگا کہ میرا گناہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

---

(۱) امالی شیخ صدوق، ص ۳۷۶، ح ۵، المجلس الحادی والسبعون (۷۱ ویں مجلس)

کو ناکام نہ ہونے دے، میری دعا کو مسترد نہ کر اور مجھے اپنی رحمت سے مایوس نہ لوٹا۔

وہ چالیس رات دن تک مسلسل یہ دہراتا رہا۔ درندے اور حیوانات اس کے لیے گریہ کرنے لگے۔ جب چالیس شب و روز گزر گئے تو اب اس نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور کہنے لگا بار الہا! تو نے میری گذارش کا کیا فیصلہ کیا اگر تو نے میری دعا قبول کر لی ہے اور میرے گناہوں کو معاف کر دیا ہے تو اپنے نبی پر وحی کر کے بتا دے اور اگر میری دعا شرف قبولیت حاصل نہ کر سکی اور تو نے میرے گناہ کو معاف نہیں کیا تو جلدی سے آگ نازل کر دے جو مجھے جلا ڈالے یا دنیا میں ایسی سزا سے جو مجھے ہلاک کر ڈالے اور تو مجھے قیامت کے دن کی رسوائی اور ذلّت سے بچا لے۔

تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل کی وَالَّذِیۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَۃً یعنی جو لوگ زنا کا ارتکاب کرتے ہیں اَوۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ یا زنا سے بھی زیادہ بڑے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں جیسے قبروں کو کھود کر مردوں کو نکالنا اور کفن چرالینا ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِہِمۡ اور پھر وہ خدا کو یاد کرتے ہیں اور پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں تو اللہ کے سوا ان کے گناہوں کا معاف کرنے والا کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمدؐ میرا بندہ تمھارے پاس توبہ کرنے کے لیے آیا تو تم نے اسے بھگا دیا تو وہ کہاں جائے اور کس تک رسائی حاصل کرے اور میرے علاوہ وہ اپنے گناہوں کی مغفرت کا کس سے سوال کرے؟

اس کے بعد ارشاد قدرت ہوا وَمَنۡ یَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰہُ ۟ وَلَمۡ یُصِرُّوۡا عَلٰی مَا فَعَلُوۡا وَہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ اور اس کے بعد وہ زنا کرنے، قبروں کو کھود کر مردوں کو نکالنے اور کفن چرانے پر باقی نہیں رہا۔

اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَجَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ وَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِیۡنَ ان کا بدلہ ان کے رب کی جانب سے بخشش اور ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے لیے کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔

پس جب یہ آیت رسول اکرمؐ پر نازل ہوئی تو آں حضرتؐ نے دولت سرا سے روانہ ہوئے وہ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے اور مسکرا رہے تھے آپ نے اپنے اصحاب سے کہا اس توبہ کرنے والے جوان کی طرف کون مجھے لے جائے گا؟ تو معاذ نے کہا یا رسول اللہ مجھے پتا چلا ہے کہ وہ فلاں جگہ پر ہے تو آں حضرتؐ اپنے

اصحاب کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے جب اس پہاڑ پر چڑھ کر اس توبہ کرنے والے جوان کی تلاش کر رہے تھے کہ کیا دیکھا کہ ایک جوان دو چٹانوں کے درمیان کھڑا ہے اور اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہیں اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا ہے اور روتے روتے پلکیں گر گئی ہیں اور وہ کہہ رہا ہے:

"میرے آقا تو نے مجھے بہترین ہیئت عطا کی اور خوب صورت بنایا کاش مجھے پتا چل جاتا کہ میرے بارے میں اب تیرا کیا ارادہ ہے؟ کیا تو مجھے آتش جہنّم میں جلائے گا یا جوار رحمت میں جگہ دے گا؟ پروردگار تیرا احسان

مجھ پر بہت زیادہ ہے، تیری نعمتیں مجھ پر ان گنت ہیں اب مجھے معلوم نہیں کہ میرا انجام کیا ہونے والا ہے؟ کیا تو مجھے جنت کی طرف سجا سنوار کے لے جائے گا یا جہنّم کا ایندھن بنائے گا؟ پروردگارا میری خطائیں آسمانوں، زمینوں تیری باوسعت کرسی اور تیرے عرش عظیم سے بھی زیادہ ہیں۔ کاش مجھے پتا چل جاتا کہ تو میری خطاؤں کو معاف کردے گا یا قیامت کے دن مجھے ان خطاؤں کے سبب رسوا کرے گا۔"

وہ اسی قسم کی باتیں کرتا رہا اور گڑگڑاتا رہا، سر کو خاک آلودہ بناتا رہا، درندوں نے اس کے گرد گھیر ڈال دیا، پرندوں نے اس کے سر پر منڈلانا شروع کر دیا اور وہ سب کے سب اس کے رونے کے سبب خود بھی رونے لگے۔ رسول اکرمؐ اس کے قریب گئے اس کے ہاتھوں کو گردن سے رہا کیا اور اس کے سر سے مٹی کو صاف کیا اور کہا "اے بہلول تجھے بشارت ہو اللہ نے تجھے جہنّم کی آگ سے آزاد کر دیا" اس کے بعد آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا دیکھو اس طرح اپنے گناہوں کی تلافی چاہو جیسے بہلول نے گناہوں کی مغفرت طلب کی ہے اس کے بعد آپ نے ان آیات کی تلاوت کی جو اس کے بارے میں نازل ہوئی تھیں اور اسے جنت کی بشارت دی۔[1]

---

(۱) امالی شیخ صدوقؒ ص ۴۵-۴۷، ح ۳، المجلس الحادی عشر (گیارھویں مجلس)

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۳۷﴾
هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۸﴾
وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾
إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ
نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ
شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿۱۴۰﴾
وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿۱۴۱﴾

۱۳۷–تم سے پہلے بہت سے دور گزر چکے ہیں زمین میں سیر کر کے دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔

۱۳۸–یہ لوگوں کے لیے صاف اور واضح تنبیہ ہے اور متقین کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔

۱۳۹–اے مومنو! دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو تم ہی غالب رہو گے بشرطے کہ ایمان پر قائم رہو۔

۱۴۰–اگر تمھیں اس وقت شکست کا زخم لگا ہے تو اس سے پہلے یہ زخم تمھارے مخالف گروہ کو لگ چکا ہے۔ یہ تو زمانے کے نشیب و فراز ہیں جنھیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔ تاکہ اللہ جان لے کہ تم میں سچے مومن کون ہیں؟ اور تم میں سے حقانیت کے گواہ بنانا چاہتا ہے۔ اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔

۱۴۱–اس آزمائش کے ذریعے مومنوں کو الگ چھانٹ کر کافروں کی سرکوبی کرنا چاہتا ہے۔

۱۳۷–قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ–

تم سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جھوٹی اقوام کو بہت سے حالات اور حادثات سے دُوچار کیا ہے۔

فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ–

زمین میں سیر کر کے دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔ ان کی ہلاکت کے آثار دیکھ کر تم عبرت حاصل کرو۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے اللہ کے قول قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ۚ (۴۲ سورۂ روم) کے ذیل میں مروی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا اس سے مراد ہے کہ قرآن میں

غور کرو تم جان لوگے کہ تم سے پہلے قوموں کا انجام کیا ہوا۔[1]

۱۳۸ - هٰذَا - یعنی قرآن۔

بَيَانٌ لِّلنَّاسِ -

عمومی طور سے تمام انسانوں کے لیے واضح تنبیہ ہے۔

وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ -

اور خصوصیت کے ساتھ متّقین کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔

۱۳۹ - وَلَا تَهِنُوْا -

احد کے دن جو کچھ ہوا اس وجہ سے جہاد میں دل شکستہ نہ ہو۔

وَلَا تَحْزَنُوْا -

اور تم میں سے جو لوگ قتل ہو گئے اس کا غم نہ کرو۔

ان مسلمانوں پر جو مصیبت پڑی ہے اس کے بارے میں تسلی دلائی جارہی ہے۔

وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ -

حالاں کہ تم عظمت کے اعتبار سے کفّار سے اعلیٰ ہو تم حق پر ہو اور تمھارا جہاد اللہ کے لیے ہے اور تمھارے مقتولین جنت میں ہیں اور وہ لوگ باطل پر ہیں اور ان کی جنگ شیطان کی خاطر ہے اور ان کے مقتولین جہنّم میں ہیں۔ مشرکین نے تم سے آج جو کچھ پایا ہے اس سے کہیں زیادہ تم بدر میں ان سے پا چکے ہو۔ تمھاری نصرت کی جا چکی ہے اور انجام کار تم ہی غالب رہو گے۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ -

اگر تم ایمان پر ثابت قدم رہے۔ تمھارا ایمان درست رہا۔

۱۴۰ - اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ -

اگر تمھیں اس وقت شکست کا زخم لگا ہے۔

لفظ ''قَرح'' زبر کے ساتھ زخم کے معنیٰ میں ہے اور لفظ ''قُرح'' پیش کے ساتھ درد اور تکلیف کا مفہوم رکھتا ہے۔[2]

فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ -

تو اس سے پہلے یہ زخم مخالف گروہ کو لگ چکا ہے۔ یعنی پہلے انھوں نے تم سے زخم کھایا تھا اب تم نے ان سے

---

(۱) الکافی، ج۸، ص۲۴۸ ۲۴۹ ذیل حدیث ۳۴۹

(۲) انوار التنزیل، ج۱، ص ۱۸۳، الکشاف، ج۱، ص ۴۱۸، تفسیر ابی سعود، ج۲، ص ۸۹

زخم کھایا ہے۔

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ -

ہم نصرت اور غلبے کے نشیب و فراز کو لوگوں کے مابین گردش دیتے رہتے ہیں آج اِس کے حق میں ہے تو کل اُس کے حق میں ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

فَيَوْمًا عَلَيْنَا وَيَوْمًا لَنَا　　　وَيَوْمًا نُسَاءُ وَيَوْمًا نُسَرُّ ۱

ایک دن ہمارے خلاف ہوتا ہے تو ایک دن ہمارے حق میں ہوتا ہے۔ ایک دن ہم غم سے دوچار ہوتے ہیں تو ایک دن ہم خوشیاں مناتے ہیں۔

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا -

تاکہ اللہ جان لے کہ تم میں سچّے مومن کون ہیں۔

ہماری گردش کا مطمح نظر طرح طرح کی مصلحتیں ہیں اور یہ بھی ہے کہ اس طرح ان افراد کا پتا چل جاتا ہے جو ایمان میں ثابت قدم رہتے ہیں اور جن کے قدم پھسل جاتے ہیں اور جس وقت لوگ اپنی آنکھوں سے اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اللہ اس کے بارے میں جان لیتا ہے جس طرح اس سے پہلے اور اس کے بعد کا علم بھی اس کے پاس ہے۔ ۲

وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ۗ -

اور وہ تم میں سے کچھ لوگوں کو حقّانیت کا گواہ بنا کر ان کی تکریم چاہتا ہے۔ ۳

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ -

اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔

یہ اظہار امر اور اس بات کی طرف متوجّہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی نصرت نہیں ہے بلکہ اس گردش کا مقصد کبھی ان مشرکین کو مہلت دینا اور مومنین کا امتحان لینا ہے۔ ۴

۱۴۱ - وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا -

اگر حالات اور زمانہ مومنین کے خلاف ہو تو اللہ اس امتحان کے ذریعے ان کے قلوب کو پاکیزہ اور انھیں گناہوں سے مبرّا کرنا چاہتا ہے۔

وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ -

اور اگر زمانہ کفّار کے خلاف ہو تو اللہ انھیں ہلاک کر کے ان کی سرکوبی کرنا چاہتا ہے۔

لفظ مَحق کے معنیٰ ہیں کسی چیز کا تھوڑا تھوڑا گھٹنا اور کم ہونا۔

---

(۱) تفسیر ابی السعود، ج ۲، ص ۸۹، الکشاف، ج ۱، ص ۴۱۹　(۲) و (۳) و (۴) اقتباس از انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۸۴ - ۱۸۳

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَ يَعۡلَمَ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۴۲﴾

وَ لَقَدۡ كُنۡتُمۡ تَمَنَّوۡنَ الۡمَوۡتَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَلۡقَوۡهُ فَقَدۡ رَاَيۡتُمُوۡهُ وَ اَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۱۴۳﴾ ع

۱۴۲- کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت میں چلے جاؤ گے حالاں کہ ابھی اللہ نے یہ جائزہ نہیں لیا کہ تم میں کون لوگ جہاد کرنے والے ہیں اور کون اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔

۱۴۳- تم تو موت کی تمنّائیں کر رہے تھے مگر یہ اس وقت کی بات تھی جب موت سامنے نہ آئی تھی لو اب تمھارے سامنے آگئی اور تم نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا۔

۱۴۲- اَمۡ حَسِبۡتُمۡ-

کیا تم نے سمجھ رکھا ہے یعنی تم ایسا نہ سمجھو۔

اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ............الصّٰبِرِيۡنَ-

کہ تم یوں ہی جنت میں چلے جاؤ گے جب کہ ابھی اللہ نے دیکھا ہی نہیں کہ تم میں جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون لوگ ہیں۔

تفسیر عیّاشی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے آیت کے ذیل میں مروی ہے۔ آپ نے فرمایا: ابھی لوگ عالم ذر میں ہوتے ہیں کہ اللہ جن کو پیدا کرنے والا ہے ان کے پیدا کرنے سے قبل ان کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کون جہاد کرے گا اور کون جہاد میں حصّہ نہ لے گا جس طرح اس کے علم میں ہے کہ ان کو موت دینے سے قبل وہ اپنی دوسری مخلوق کو موت سے ہمکنار کرے گا اور ان کی موت انھیں نہیں دکھائے گا جب کہ یہ زندہ ہوں گے۔[1]

۱۴۳- وَلَقَدۡ كُنۡتُمۡ تَمَنَّوۡنَ الۡمَوۡتَ-

حالاں کہ تم تو شہادت کے متمنّی تھے۔

مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَلۡقَوۡهُ-

مگر یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ تم نے موت کا مشاہدہ نہیں کیا تھا اور اس کی شدّت سے ناآشنا تھے۔

(۱) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۱۹۹، ح ۱۴۸

فَقَدْ رَاَیْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔

اوراب جب کہ وہ تمھارے سامنے ہے اور تمھارے بھائیوں نے موت کا جام پی کر شہادت حاصل کرلی ہے تو تم نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ لیا۔

تفسیر قمی میں اس آیت کے بارے میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت موجود ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مومنین کو غزوۂ بدر میں شہید ہونے والے افراد کے درجات جو انھیں جنت میں ملے تھے دکھادیے تو مومنین اس طرف راغب ہوئے اور کہنے لگے پروردگارہمیں ایسی جنگ دکھادے جس میں ہم درجۂ شہادت پر فائز ہوں تو اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احد میں یہ منظر دکھا دیا وہ اس میں ثابت قدم نہ رہے سوائے ان افراد کے جنھیں اللہ نے چاہا اللہ کے قول وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ سے یہی مراد ہے۔[1]

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص ۱۱۹

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ ؕ وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡـًٔا ؕ وَ سَيَجۡزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيۡنَ ﴿۱۴۴﴾

وَمَا كَانَ لِنَفۡسٍ اَنۡ تَمُوۡتَ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ مَنۡ يُّرِدۡ ثَوَابَ الدُّنۡيَا نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا ۚ وَمَنۡ يُّرِدۡ ثَوَابَ الۡاٰخِرَةِ نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا ؕ وَسَنَجۡزِى الشّٰكِرِيۡنَ ﴿۱۴۵﴾

وَ كَاَيِّنۡ مِّنۡ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوۡنَ كَثِيۡرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَ مَا ضَعُفُوۡا وَ مَا اسۡتَكَانُوۡا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۴۶﴾

وَ مَا كَانَ قَوۡلَهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡا رَبَّنَا اغۡفِرۡلَنَا ذُنُوۡبَنَا وَاِسۡرَافَنَا فِىۡۤ اَمۡرِنَا وَ ثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۴۷﴾

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنۡيَا وَ حُسۡنَ ثَوَابِ الۡاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۴۸﴾ ع ۱۵/۵/۶

۱۴۴–محمدؐ تو بس اللہ کے رسول ہیں، ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں، اگر ان کا انتقال ہو جائے یا وہ قتل کر دیے جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے یاد رکھو جو بھی الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انھیں وہ اس کی جزا دے گا۔

۱۴۵–کوئی ذی روح اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں مر سکتا، موت کا وقت تو لکھا ہوا اور مقرّر ہے۔ جو شخص ثواب دنیا کے ارادے سے کام کرے گا اسے ہم دنیا ہی میں دے دیں گے اور جو ثواب آخرت کے لیے کام کرے گا وہ آخرت کا ثواب پائے گا اور شکر کرنے والوں کو ہم ان کی جزا ضرور عطا کریں گے۔

۱۴۶–اس سے پہلے بہت سے ایسے نبی گزرے ہیں جن کے ساتھ مل کر خدا پرستوں نے جنگ و جدال میں حصّہ لیا۔ اللہ کی راہ میں ان پر جو مصیبتیں پڑیں ان سے وہ دل برداشتہ نہیں ہوئے، نہ انھوں نے کم زوری دکھائی اور نہ ہی وہ باطل کے آگے سرنگوں ہوئے۔ اللہ ایسے ہی صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

۱۴۷-ان کی دعا تو بس یہ تھی کہ "پروردگارا! ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرما، اپنے امور میں اگر ہم نے حد سے تجاوز کیا ہو تو اسے معاف کر دے ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے خلاف ہماری مدد کر۔

۱۴۸-آخر کار اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا کا ثواب بھی دیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت بھی عطا کیا اور اللہ تو ایسے ہی نیک عمل انجام دینے والوں کو پسند کرتا ہے۔

۱۴۴-وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ-

محمدؐ تو بس اللہ کے رسول ہیں۔ یہ بھی اسی طرح گزر جائیں گے جس طرح ان سے پہلے انبیاء موت یا قتل کی وجہ سے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ-

اگر ان کا انتقال ہو جائے یا وہ قتل کر دیے جائیں تو کیا تم اپنے الٹے پیروں پر پھر جاؤ گے۔ جملہ انکاریہ ہے کہ کیا یہ لوگ محض اس لیے مرتد ہو جائیں گے اور دین سے الٹے پاؤں پھر جائیں گے کہ نبی اکرمؐ موت یا قتل کی وجہ سے ان کے درمیان سے چلے گئے۔ جب کہ انھیں معلوم ہے کہ ان سے پہلے انبیاء دنیا سے روانہ ہو گئے اور جس دین سے ان کا تعلق تھا وہ باقی ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص قتل کر دیا گیا ہو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مر گیا! تو امام علیہ السّلام نے فرمایا نہیں "اَلْمَوْتُ مَوْتٌ وَالْقَتْلُ قَتْلٌ" موت، موت ہوتی ہے اور قتل، قتل ہوتا ہے۔ آپ سے پھر سوال کیا گیا کہ اگر کسی کو قتل کر دیا جائے گا تو کیا وہ مر جائے گا؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا اللہ کا قول تمھارے قول سے زیادہ سچّا ہے۔ اور قرآن نے دونوں میں فرق رکھا ہے اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ کہ اگر وہ مر جائیں یا وہ قتل کر دیے جائیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ خواہ تم مر جاؤ یا قتل کر دیے جاؤ سب کو اللہ ہی طرف جانا ہے۔[۱]

کیا اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا جو میں نے کہا ہے کہ اَلْمَوْتُ مَوْتٌ وَالْقَتْلُ قَتْلٌ۔[۲]

آپ سے پھر پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ ہر فرد موت کا مزا چکھے گا۔[۳]

تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو قتل کر دیا گیا اس نے موت کا مزا نہیں چکھا پھر آپ نے فرمایا اس کے لیے لازم ہوگا کہ وہ دنیا میں دوبارہ جائے اور موت کا مزا چکھ کر واپس آئے۔[۴]

ان شاء اللہ سورہ کے اختتام پر اسی مفہوم کی دوسری حدیث بیان کی جائے گی۔

---

(۱) آل عمران ۱۵۸ (۲) کہا گیا ہے کہ موت اور قتل میں جسم کے زوال سے روح نکل جاتی ہے اور موت میں روح کے نکل جانے سے جسم ختم ہو جاتا ہے۔ (۳) آل عمران ۱۸۵ (۴) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۰۲، ح ۱۶۰

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ بروز احد جب لوگوں نے شکست کھانے کے بعد نبی اکرمؐ کو چھوڑ کر فرار کی راہ اختیار کی تو نبی اکرمؐ نے ان کی طرف رخ کر کے فرمایا۔

اَنَا مُحَمَّدٌ اَنَارَسُوْلُ اللّٰہِ لَمْ اُقْتَلْ وَلَمْ اَمُتْ میں محمد ہوں، میں اللہ کا رسول ہوں نہ قتل ہوا ہوں اور نہ ہی موت سے ہمکنار ہوا ہوں۔ تو اس وقت کچھ لوگوں نے کہا اَلْاٰنَ یَسْخَرُ بِنَااَیْضًا وَقَدْ ھُزِمْنَا کہ آں حضرتؐ اب ہم سے مذاق کر رہے ہیں جب کہ ہمیں شکست ہو چکی ہے۔''

ان کے ساتھ صرف علی علیہ السّلام اور سماک بن خرشہ ابودجانہ باقی رہ گئے تھے۔(۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انھیں بلایا اور کہا اے ابودجانہ تم چلے جاؤ میں تم سے اپنی بیعت اٹھائے لیتا ہوں جہاں تک علی کا سوال ہے فَھُوَاَنَا اور اَنَا ھُوَ تو اس میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ''وہ میں'' اور ''میں وہ'' ہیں ابودجانہ پلٹے نبی اکرمؐ کے سامنے بیٹھ گئے اور رونے لگے اور انھوں نے کہا نہیں خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور انھوں نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ میں نے جو بیعت کی تھی اس سے اپنے نفس کو آزاد نہیں کیا۔ میں نے آپ کی بیعت کی تھی اے اللہ کے رسول میں کس کی طرف پلٹ کر جاؤں ؟ اس بیوی کی طرف جس کا مرنا برحق ہے وہ اولاد جس کے لیے مرنا مقدّر ہے یا اس گھر کی جانب جو بالآخر ویران ہو جائے گا یا اس مال کی طرف جو فنا ہو جائے گا جب کہ موت میرے قریب آ گئی ہے۔ نبی اکرمؐ کو اس پر بڑا رحم آیا۔ اور وہ مسلسل جنگ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ زخموں سے چور ہو گیا ایک طرف وہ تھا اور ایک طرف علیؑ محوِ جنگ تھے جب زخموں کی تاب نہ لا کر وہ گر پڑا تو علیؑ اسے اٹھا کر لائے اور نبی اکرم کے قریب چھوڑ دیا اس نے کہا یا رسولؐ اللہ کیا میں نے اپنی بیعت کا حق ادا کر دیا آں حضرتؐ نے فرمایا بے شک اور نبی اکرمؐ نے اس کو کلمۂ خیر سے یاد کیا۔

---

(۱) ابن ابی الحدید نے کہا کہ واقدی نے بیان کیا کہ جو جماعت آں حضرتؐ کے ساتھ باقی رہ گئی وہ صرف چودہ افراد تھے سات مہاجرین میں سے اور سات انصار میں سے۔ مہاجرین میں علی علیہ السّلام اور ابوبکر، عبد الرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص طلحہ بن عبید اللہ، ابوعبیدہ بن الجراح اور زبیر بن العوام تھے۔

انصار میں حباب المنذر، ابودجانہ، عاصم بن ثابت، حارث بن صمہ، سہل بن حنیف، سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر تھے۔

واقدی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس روز موت کے محضر پر آٹھ افراد نے بیعت کی تھی تین مہاجرین میں سے اور پانچ انصار میں سے۔ مہاجرین میں علیؑ، طلحہ اور زبیر تھے۔

اور انصار میں ابودجانہ، حارث بن صمہ، حباب بن المنذر، عاصم بن ثابت اور سہل بن حنیف تھے۔

اور واقدی نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ مجھ سے بیان کیا موسیٰ بن محمد بن ابراہیم نے اور انھوں نے اپنے والد سے نقل کیا انھوں نے کہا کہ جب شیطان ملعون نے چیخ کر کہا کہ محمد قتل ہو گئے تو اصحاب کو اس کا بڑا دکھ ہوا اور وہ ہر طرف منتشر ہو گئے اور لوگ آں حضرتؐ کے قریب سے گزرے پر ان میں سے کسی نے نبی اکرم کو دیکھ کر توقف نہیں کیا اور رسول اکرم انھیں پکارتے رہے یہاں تک کہ قوم کو بہت بری شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

جب لوگ نبی اکرمؐ پر دائیں طرف سے حملہ آور ہوتے تھے تو علیؑ انھیں شکست دیدیتے تھے اور اس کے بعد وہ لوگ بائیں جانب سے نبی اکرم پر حملہ کرتے تھے۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ علیؑ کی تلوار کے تین ٹکڑے ہو گئے علیؑ نے نبی اکرمؐ کے قریب آ کر اپنی تلوار کو پھینک دیا اور کہا کہ میری تلوار تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ تو اس روز آں حضرتؐ نے انھیں ذوالفقار عطا کی۔[1] اور جب نبی اکرمؐ نے جنگ کی کثرت کے سبب حضرت علیؑ کی پنڈلیوں کو درد میں مبتلا پایا تو آسمان کی طرف سر کو اٹھا کر روتے ہوئے فرمایا پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو اپنے دین کو غلبہ عطا کرے گا اور تو چاہے تو یہ امر تیرے لیے دشوار نہیں اتنے میں علی علیہ السّلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا یا رسولؐ اللہ میں گھوڑوں کے ٹاپوں کی شدید آواز سن رہا ہوں یوں محسوس ہوتا ہے کہ جبرئیل کا گھوڑا آ رہا ہو میں جب بھی کسی کا سر قلم کرنے کے لیے بڑھتا ہوں تو میری ضرب سے پہلے ہی وہ کٹ کر گر پڑتا ہے۔

تو آں حضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں ملائکہ کے ساتھ جبرئیلؑ، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ تشریف لائے ہیں۔ اس کے بعد جبرئیلؑ آگے بڑھے اور رسول اکرمؐ کے پہلو میں کھڑے ہو کر فرمایا:

یَا مُحَمَّدُ اِنَّ هٰذِهٖ لَهِيَ الْمُوَاسَاةُ فَقَالَ النَّبِيُّ اِنَّ عَلَيًّا مِنِّيْ وَ اَنَا مِنْهُ فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اَنَا مِنْكُمَا۔

اے محمدؐ بے شک یہ مواسات (مدد و نصرت) ہے تو نبی اکرمؐ نے فرمایا بلاشبہ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں تو جبرئیل علیہ السّلام نے کہا اور میں تم دونوں سے ہوں۔ پھر یہ ہوا کہ لوگوں نے شکست کھا کر بھاگنا شروع کیا۔ تو رسول اکرمؐ نے علیؑ سے فرمایا اے علیؑ اپنی تلوار لے کر راستے کے ایک طرف کھڑے ہو کر ان مشرکین پر نظر رکھو اگر یہ دیکھو کہ یہ لوگ جوان اونٹنیوں پر سوار ہو رہے ہیں اور گھوڑوں سے پہلو تہی کر رہے ہیں تو سمجھو کہ یہ مکے کا قصد کر رہے ہیں اور اگر یہ دیکھو کہ گھوڑے پر سوار ہیں اور اونٹنیوں کو علیحدہ کر دیا ہے تو ان کا ارادہ مدینے کی طرف پیش قدمی کرنے کا ہے۔ جب علیؑ نے آ کر دیکھا تو واقعی وہ لوگ اونٹنیوں پر سوار ہو چکے تھے ابوسفیان نے

---

(۱) ابن اثیر کامل، ج ۲، ص ۱۵۴، ابن اثیر نے کہا کہ جس نے پرچم برداروں کو قتل کیا وہ علی تھے ابو رافع نے یہ کہا ہے کہ جب علی نے پرچم برداروں کو قتل کر دیا تو نبی اکرمؐ نے دیکھا کہ مشرکین کی ایک جماعت آپ کی طرف بڑھ رہی ہے تو آپ نے علیؑ سے کہا ان پر حملہ کرو علیؑ نے حملہ کر کے انھیں تتر بتر کر دیا اور ان میں سے اکثر افراد کو قتل کر ڈالا۔ پھر نبی اکرمؐ نے دیکھا کہ کوئی اور جماعت چلی آ رہی ہے تو آپ نے فرمایا اے علیؑ اس پر حملہ کرو علیؑ نے ان پر حملہ کر کے انھیں پراگندہ کر دیا اور ان میں سے کچھ افراد کو قتل کر ڈالا تو جبرئیلؑ نے کہا یا رسول اللہؐ اس کو مواسات کہتے ہیں تو رسول اکرمؐ نے فرمایا اِنَّهٗ مِنِّيْ وَ اَنَا مِنْهُ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں تو جبرئیل نے کہا اور میں تم دونوں سے ہوں ابو رافع نے کہا کہ اس وقت آواز سنائی دی:

لَا سَيْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارُ وَلَا فَتٰى اِلَّا عَلِيٌّ

کہ ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں اور علیؑ کے سوا کوئی جوان نہیں۔

علیؑ سے کہا تم کیا چاہتے ہو ہم مکّہ واپس جا رہے ہیں تم اپنے ساتھی (محمدؐ) کے پاس واپس چلے جاؤ۔ جبرئیل نے ان کا پیچھا کیا جب انھوں نے جبرئیلؑ کے گھوڑے کی ٹاپ کی آواز کو سنا تو تیز تیز چلنے لگے اور جبرئیلؑ مسلسل ان کا پیچھا کر رہے تھے۔ جب وہ کوچ کر رہے تھے اس وقت انھوں نے کہا تھا کہ محمدؐ کا لشکر آ گیا ہے۔ ابوسفیان مکّے میں داخل ہوا اور انھیں اس واقعے کی اطلاع دی اور مویشی کے نگہبان اور لکڑہارے جب مکّے پہنچے تو انھوں نے بتایا کہ ہم نے محمدؐ کے لشکر کو دیکھا ہے جب ابوسفیان نے کوچ کیا تو اس لشکر نے وہاں پڑاو ڈالا ان کا پیشرو ایک شہسوار تھا جو گہرے سرخ رنگ کے زردی مائل گھوڑے پر سوار تھا اور ان کے نشانات قدم تلاش کر رہا تھا۔ تو مکّے والوں نے ابوسفیان کو سخت سست باتیں سنائیں۔ پھر یہ ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کوچ فرمایا اور پرچم علیؑ کے ہاتھ میں تھا اور آں حضرتؐ آگے آگے چل رہے تھے جب گھاٹی سے پرچم نمودار ہوا اور لوگوں کی نظر اس پر پڑی تو علیؑ نے پکارا اَیُّھَاالنَّاسُ ھٰذَا مُحَمَّدٌ لَمْ یَمُتْ وَلَمْ یَقْتُلْ اے لوگو! یہ محمدؐ ہیں نہ ہی ان کا انتقال ہوا ہے اور نہ ہی یہ قتل ہوئے ہیں۔ پس جب انھوں نے نبیؐ کو اس حال میں اچانک آتے دیکھا اور انصار کی عورتیں گھر کے صحن میں اپنے گھروں کے دروازوں پر آ گئیں اور مردوں نے آپ کی خدمت میں آ کر پناہ لینا شروع کی اور توبہ کرنے لگے اور عورتیں بھی آئیں اور انصار کی عورتوں نے اپنے چہرے نوچ ڈالے، اپنے بال بکھرا لیے اور اپنی پیشانی کے بالوں کو پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور گریباں چاک کر ڈالے، اور نبی اکرمؐ کے حضور کھانا پینا سب ترک کر دیا جب نبی اکرمؐ نے انھیں اس حال میں دیکھا تو ان کے لیے دعاے خیر کی اور انھیں حکم دیا کہ وہ پردے کا خیال رکھیں اور گھروں کے اندر چلی جائیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کر کے رہے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ الخ (۱)

وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْـًٔا ؕ۔

اور یاد رکھو جو بھی الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا بلکہ وہ خود اپنا نقصان کرے گا۔

وَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِیْنَ۔

البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انھیں وہ اس کی جزا دے گا جیسے امیر المومنینؑ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے۔

کتاب احتجاج میں ہے کہ خطبۂ غدیر میں آں حضرتؐ نے فرمایا:

''اے لوگو! میں تمھیں اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ میں تمھاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں مجھ سے پیشتر بہت سے رسول گزر چکے ہیں کیا اگر میرا انتقال ہو جائے یا میں قتل کر دیا جاؤں تو تم لوگ پچھلے پیروں

---

(۱) الکافی، ج ۱، ص ۳۲۲۔ ۲۱۸، ح ۵۰۲

پلٹ جاؤ گے اور یاد رکھو جو بھی الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا اور عن قریب اللہ شکر گزار بندوں کو ان کے عمل کی جزا دے گا۔

آگاہ ہو جاؤ علیؑ صبر و شکر کے پیکر ہیں اور میرے بعد ان کے صلب سے آنے والی اولاد صبر و شکر کا مرقع ہوگی۔(۱)

۱۴۵- وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ-

کوئی ذی روح اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں مر سکتا۔

کسی ذی نفس کی روح کو قبض کرنے کے لیے موت کے فرشتے کو مشیت خداوندی اور اذن الٰہی کی ضرورت ہے۔ جنگ کے خوف سے پیچھے ہٹنے کی وجہ سے موت نہ تو ایک لمحے کے لیے موخر ہو سکتی ہے اور نہ آگے بڑھنے سے موت پہلے آسکتی ہے۔ اس آیت کے ذریعے جنگ کے لیے آمادہ کیا گیا اور ہمت دلائی گئی ہے۔

كِتٰبًا- موت کو تحریری شکل میں لازم کر دیا گیا ہے۔

مُّؤَجَّلًا- وقت معین کر دیا گیا ہے نہ وہ پیچھے ہٹ سکتی ہے اور نہ آگے بڑھ سکتی ہے۔

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا-

اور جو شخص ثواب دنیا کے ارادے سے کام کرے گا اسے ہم دنیا ہی میں دے دیں گے۔

اس جملے کے ذریعے ان لوگوں کو سنانا مقصود ہے جنھیں غزوۂ احد کے موقع پر مال غنیمت نے غافل کر دیا تھا۔

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا-

اور جو شخص ثواب آخرت کے ارادے سے کام کرے گا وہ آخرت کا ثواب پائے گا۔

وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ-

اور شکر کرنے والوں کو ہم ان کی جزا ضرور عطا کریں گے۔ یعنی جن لوگوں نے نعمت خداوندی کا شکر ادا کیا تو انھیں جہاد کرنے سے کسی چیز نے غافل نہیں کیا۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ غزوۂ احد میں حضرت علی علیہ السّلام کو ساٹھ زخم لگے تھے۔ اور نبی اکرمؐ نے ام سلیم اور ام عطیہ کو حکم دیا تھا کہ وہ زخموں کی مرہم پٹی کریں تو ان دونوں نے کہا کہ جب ہم ایک جگہ زخم بھرتے ہیں تو وہ دوسری جگہ سے کھل جاتا ہے ہم اس سلسلے میں بہت متردّد ہیں۔ رسول اکرمؐ وہاں تشریف لائے اور مسلمان حضرت علیؑ کی عیادت کو آرہے تھے آں حضرتؐ نے زخموں کو دیکھا تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ گویا وہ ایک بڑا زخم بن گیا ہو آں حضرتؐ زخموں کو ہاتھ سے مس کرتے ہوئے فرما رہے تھے۔ اس مرد میدان نے اللہ کی خاطر یہ زخم پائے ہیں اس نے میدان جنگ میں داد شجاعت دی اور غلبہ حاصل کر لیا ہے اور

---

(۱) الاحتجاج ج ۱ ص ۷۷

آں حضرتؐ جس زخم کو ہاتھ لگاتے تھے وہ مندمل ہو جاتا تھا۔

پھر علی علیہ السّلام نے کہا خدا کا شکر ہے کہ میں نے فرار نہیں کیا اور میں نے پشت نہیں دکھائی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو مقامات پر اس شکر کا تذکرہ کیا۔

وَ سَیَجۡزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیۡنَ   وَسَنَجۡزِی الشّٰکِرِیۡنَ[۱]

۱۴۶–وَکَاَیِّنۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ–

اس سے پہلے بہت سے ایسے نبی گزرے ہیں۔

قٰتَلَ ۙ مَعَہٗ–

جن کے ساتھ مل کر جنگ و جدال میں حصّہ لیا۔

رِبِّیُّوۡنَ کَثِیۡرٌ ۚ–

بہت سے خدا پرستوں نے۔

یعنی ایسے علماء وفقہاء جو صبر کرنے والے تھے۔[۲]

اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد لوگوں کی ایک جماعت ہے۔ یہ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے۔[۳]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ رِبِّیُّوۡنَ کَثِیۡرٌ سے مراد دس ہزار افراد ہیں۔[۴]

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ نے اس آیت کو اس طرح پڑھا ''وَکَاَیِّنۡ مِّنۡ نَبِیٍّ قُتِلَ مَعَہٗ رِبِّیُّوۡنَ کَثِیۡرٌ'' ''بہت سے ایسے نبی گزرے ہیں جن کے ساتھ بہت سے خدا پرست قتل کر دیے گئے۔''

امام علیہ السّلام نے فرمایا ہزار ہا اور ہزار ہا افراد تھے خدا کی قسم انھیں قتل کر ڈالا گیا۔[۵]

فَمَا وَهَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَهُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ–

اللہ کی راہ میں ان پر جو مصیبتیں پڑیں اس سے وہ دل برداشتہ نہیں ہوئے۔

ان کے عزم واستقلال میں کسی قسم کی کم زوری یا کوتاہی پیدا نہیں ہوئی اور ان میں سے جو افراد قتل کر دیے گئے ان کی وجہ سے ان کی کوششوں میں شکستگی نمودار نہیں ہوئی۔

وَمَا ضَعُفُوۡا–دین کے معاملات میں انھوں نے نہ تو کسی قسم کی کم زوری دکھائی اور نہ ہی دشمن کے مقابلے میں وہ ناتواں ہوئے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج۱۔۲، ص۵۱۵ (۲) یہ ابن عباس اور حسن کا قول ہے جیسا کہ مجمع البیان، ج۱-۲، ص۵۱۷ پر ہے۔
(۳) یہ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے مجمع البیان، ج۱۔۲، ص۵۱۷ (۴) مجمع البیان، ج۱۔۲، ص۵۱۷
(۵) تفسیر عیّاشی، ج۱، ص۲۰۱، ح۱۵۴

وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ –

اور نہ ہی باطل کے آگے وہ سرنگوں ہوئے۔ دراصل یہ جملہ ان لوگوں کو سنانے کے لیے ہے جو آں حضرت کے قتل کی افواہ سن کر افراتفری میں مبتلا ہو گئے تھے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قتل کر دیے جاتے جیسا کہ احد کے دن جھوٹی افواہ ہر طرف پھیل گئی تھی تو پھر بھی یہ مناسب نہ تھا کہ وہ کم زوری دکھائیں یا دل برداشتہ ہو جائیں جس طرح جو لوگ انبیائے کرام کے ساتھ تھے وہ ان کے قتل سے دل برداشتہ نہیں ہوئے۔[۱]

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ –

اور اللہ ایسے ہی صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اور فرجام کار ان کی نصرت کرتا ہے اور ان کی قدر و منزلت میں اضافہ کر دیتا ہے۔

۱۴۷ – وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا –

ان کی ثابت قدمی اور دین کے بارے میں ان کی طاقت و قوّت اور خدا پرستی کے باوجود ان کے لبوں پر یہ دعا تھی۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ –

کہ پروردگارا! ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگذر فرما اپنے امور میں اگر ہم نے حد سے تجاوز کیا ہو تو اسے معاف کر دے ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔ انھوں نے گناہوں اور زیادتیوں کی نسبت اپنے نفس کی طرف دی ہے اس لیے کہ اس سے ظلم کا صدور ہوتا ہے۔ اور ان پر جو مصیبتیں پڑی ہیں اسے اپنی بداعمالی کی جانب منسوب کیا ہے۔ اور اس سے مغفرت طلب کی ہے، اس کے بعد جنگ کے مقامات اور دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے ثابت قدمی کی دعا مانگی ہے۔ تاکہ وہ دعا خضوع و خشوع کے ساتھ پاک و پاکیزہ بھی ہو جائے اور اس طرح قبولیت سے قریب ہو جائے۔[۲]

۱۴۸ – فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ –

آخر کار اللہ تعالیٰ نے دنیا کا ثواب بھی دیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت بھی عطا کیا اللہ تعالیٰ نے استغفار اور اللہ کی پناہ حاصل کرنے کے صلے میں انھیں نصرت مال غنیمت اور آخرت کے ثواب کو حُسن کے ساتھ مخصوص کر دیا تاکہ آخرت کی فضیلت کو واضح کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ اللہ کے نزدیک اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ –

اور اللہ ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اپنے اقوال اور افعال دونوں میں اچھے اور نیک ہوتے ہیں۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۵۱۷ (۲) اقتباس از کتاب انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۸۵

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ
فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ
سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ
وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ
يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ
وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

۱۴۹–اے ایمان لانے والو! اگر تم کفر کرنے والوں کی اطاعت کرو گے تو وہ تم کو پچھلے پیروں پر لوٹا دیں گے اور تم نامراد ہو جاؤ گے۔

۱۵۰–تمھارا حامی و مددگار تو اللہ ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے۔

۱۵۱–عن قریب ہم کفر اختیار کرنے والوں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کیوں کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ انھیں خدائی میں شریک گردانا ہے جن کے شریک ہونے پر اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی ان کا ٹھکانا تو جہنّم ہے اور ظلم کرنے والوں کی آخری منزل کتنی بری ہے۔

۱۵۲–اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دکھایا ابتدا میں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے۔ پس جب تم نے کم زوری دکھائی اور امر میں اختلاف کرنے لگے اور جس مال دنیا کی محبت میں تم گرفتار تھے جوں ہی وہ تمھیں نظر آیا تو تم نے اپنے سردار کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اس لیے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طلب گار تھے اور کچھ لوگ آخرت کے خواستگار۔ پس اللہ نے تمھیں کفار کے مقابلے میں پسپا کر دیا تا کہ تمھارا امتحان لے اور اس کے باوجود بھی اللہ نے تمھیں معاف کر دیا کیوں کہ وہ اپنے فضل کو مومنین کے شامل حال رکھتا ہے۔

۱۴۹-یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ .... فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ-

اے ایمان لانے والو! اگر تم کفر کرنے والوں کی اطاعت کروگے تو وہ تم کو پچھلے پیروں پر لوٹادیں گے اور تم نامراد ہوجاؤگے۔

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ غزوۂ احد کے موقع پر جب شکست کا سامنا کرنا پڑا تو انھوں نے مومنین سے یہ کہا ارجعوا الیٰ اخوانکم ارجعوا الیٰ دینھم تم اپنے بھائیوں کی طرف پلٹ جاؤ۔ اور تم ان کا دین اختیار کرلو۔[1]

۱۵۰-بَلِ اللّٰہُ مَوْلٰکُمْ-

بلکہ تم اللہ کی اطاعت کرو تمھارا حامی و مددگار تو اللہ ہے۔

وَھُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ-

اللہ سے مدد طلب کرو اور اس کے غیر کی مدد اور نصرت سے اپنے آپ کو مستغنی کردو وہ بہترین مدد کرنے والا ہے۔

۱۵۱-سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ-

عن قریب ہم کفر اختیار کرنے والوں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے۔

کہا گیا ہے کہ جنگ احد کے موقع پر ان کے دلوں میں ایسا خوف چھایا کہ انھوں نے لڑائی بند کردی اور بغیر کسی وجہ کے میدان سے روانہ ہوگئے۔[2]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ دشمنوں پر ایسا رعب چھایا کہ انھوں نے ایک ماہ کی مسافت طے کرلی یعنی واپس مکّہ چلے گئے۔[3]

بِمَآ اَشْرَکُوْا بِاللّٰہِ-

اس لیے کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک قرار دیا ہے۔

مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطٰنًا-

یعنی ایسے معبود بنالیے ہیں جن کے شریک خدا ہونے پر اللہ کی جانب سے ان کی طرف کوئی حجّت نازل نہیں کی گئی اور اس سے مراد حجّت اور اس کے نزول دونوں کی نفی کرنا ہے۔

وَمَاْوٰھُمُ النَّارُ وَبِئْسَ مَثْوَی الظّٰلِمِیْنَ-

ان کا ٹھکانا تو جہنم ہے اور ظلم کرنے والوں کی آخری منزل کتنی بری ہے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۱۔۲، ص ۵۱۸ (۲) انوار التنزیل للبیضاوی، ج ۱، ص ۱۸۶ (۳) مجمع البیان ج ۱۔۲ ص ۵۱۹

۱۵۲–وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ –

اور اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔

یعنی اللہ نے ان سے نصرت کا وعدہ کیا تھا بشرطے کہ وہ تقویٰ اور صبر پر قائم رہیں اور یہ وعدہ بحال تھا۔ یہاں تک کہ تیراندازوں نے مخالفت کی۔ اس لیے کہ جب مشرکین آئے تھے تو تیرانداز ان پر تیر برسا رہے تھے اور باقی لوگ تلوار سے جنگ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ مشرکین کو شکست ہوگئی۔ اور مسلمان ان کا پیچھا کر رہے تھے۔

اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ –

جب تم انھیں اللہ کی اجازت سے قتل کر رہے تھے۔ تَحُسُّوْنَ حِسّ سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ ہیں قتل کرنا۔

حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ –

یہاں تک کہ تم نے بزدلی دکھائی اور مال غنیمت کی لالچ میں تمھارا عزم کم زور پڑ گیا۔

وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ –

اور اس امر میں اختلاف کرنے لگے۔ یعنی مشرکین جب شکست کھا گئے تو۔

تیر اندازوں میں اختلاف ہو گیا کچھ نے یہ کہا اب یہاں مزید ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور دوسرے افراد نے کہا ہم حکم رسول کی مخالفت نہیں کریں گے۔ تو ان کا قائد چند افراد کے ساتھ درّے پر موجود رہا اور دیگر افراد لوٹ مار کے لیے درّے کو چھوڑ کر چلے گئے۔

وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ –

اور جس مال دنیا کی محبت میں تم گرفتار تھے جوں ہی وہ تمھیں نظر آئی تم نے اپنے سردار کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

مَّا تُحِبُّوْنَ سے مراد ہے کامیابی اور مال غنیمت، نیز دشمن کا شکست کھا جانا اور ''اذا'' کا جواب محذوف ہے وہ یہ کہ تمھارا امتحان لیا تمھیں آزمایا۔

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا –

اس لیے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طلب گار تھے۔

یعنی جن لوگوں نے مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے مرکز کو چھوڑ دیا تھا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ عبد اللہ بن جبیر کے وہ رفقاء تھے جو اپنے اپنے مرکز کو چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے کے لیے چلے گئے۔ [1]

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۲۰

وَ مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ -

اور تم میں سے وہ لوگ بھی تھے جو آخرت کے خواستگار تھے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد عبد اللہ بن جبیر اور ان کے وہ رفقاء ہیں جو قتل ہونے تک وہاں پر جمے اور ڈٹے رہے۔[1]

ثُمَّ صَرَفَكُمۡ عَنۡهُمۡ -

پس اللہ نے تمھیں کفار کے مقابلے میں پسپا کر دیا۔

پھر اس کے بعد تمھیں ان سے پھیر دیا دور کر دیا یہاں تک کہ وہ تم پر غالب آ گئے۔

لِيَبۡتَلِيَكُمۡ -

تا کہ تمھیں مصیبتوں پر آزمائے اور ایسے وقت میں تمھارے ایمان پر ثابت قدم رہنے کو جانچ لے۔

وَلَقَدۡ عَفَا عَنۡكُمۡ -

اس نے اپنے فضل و کرم سے اس کے باوجود بھی تمھیں معاف کر دیا جب اسے علم ہوا کہ تم نے مخالفت کرنے کے باوجود اپنے کیے پر شرمندگی کا اظہار کیا ہے۔

وَاللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ -

اور اللہ اپنے فضل کو مومنین کے شامل حال رکھتا ہے۔

وہ تمام حالات میں ان پر عفو و کرم کی بارش کرتا ہے خواہ انھیں ایک دشواری کے بعد دوسری مشکلات کا سامنا کرنا پڑے اس لیے کہ آزمائش بھی ایک طرح کی رحمت ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۲۰

اِذۡ تُصۡعِدُوۡنَ وَ لَا تَلۡوٗنَ عَلٰۤی اَحَدٍ وَّ الرَّسُوۡلُ یَدۡعُوۡکُمۡ فِیۡۤ اُخۡرٰىکُمۡ فَاَثَابَکُمۡ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّکَیۡلَا تَحۡزَنُوۡا عَلٰی مَا فَاتَکُمۡ وَ لَا مَاۤ اَصَابَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵۳﴾

ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَۃً نُّعَاسًا یَّغۡشٰی طَآئِفَۃً مِّنۡکُمۡ ۙ وَ طَآئِفَۃٌ قَدۡ اَہَمَّتۡہُمۡ اَنۡفُسُہُمۡ یَظُنُّوۡنَ بِاللّٰہِ غَیۡرَ الۡحَقِّ ظَنَّ الۡجَاہِلِیَّۃِ ؕ یَقُوۡلُوۡنَ ہَلۡ لَّنَا مِنَ الۡاَمۡرِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡاَمۡرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ ؕ یُخۡفُوۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ مَّا لَا یُبۡدُوۡنَ لَکَ ؕ یَقُوۡلُوۡنَ لَوۡ کَانَ لَنَا مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ مَّا قُتِلۡنَا ہٰہُنَا ؕ قُلۡ لَّوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ لَبَرَزَ الَّذِیۡنَ کُتِبَ عَلَیۡہِمُ الۡقَتۡلُ اِلٰی مَضَاجِعِہِمۡ ۚ وَ لِیَبۡتَلِیَ اللّٰہُ مَا فِیۡ صُدُوۡرِکُمۡ وَ لِیُمَحِّصَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۱۵۴﴾

۱۵۳–یاد کرو جب تم پہاڑوں پر بھاگے جا رہے تھے اور کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے کا تمھیں ہوش تک نہ تھا اور رسول تمھارے آخر میں تمھیں پکار رہے تھے اس وقت تمھارے اس کیے کا بدلہ اللہ نے یہ دیا کہ تم کو رنج پر رنج دیے تا کہ آئندہ کے لیے تمھیں یہ سبق ملے کہ جو کچھ تمھارے ہاتھ سے جائے یا جو مصیبت تم پر نازل ہو اس پر تم ملول و غمگین نہ ہو اللہ تمھارے ہر عمل سے باخبر ہے۔

۱۵۴–اس غم کے بعد پھر اللہ نے تم پر ایسی اطمینان کی حالت طاری کر دی کہ ایک گروہ تو اونگھنے لگا مگر ایک دوسرا گروہ جو صرف اپنے مفادات کو مدّ نظر رکھے ہوئے تھا اللہ کے متعلّق طرح طرح کے جاہلانہ گمان کرنے لگا جو سراسر حق کے خلاف تھے یہ لوگ اب یہ کہتے ہیں کہ اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصّہ ہے؟ ان سے کہو اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں دراصل یہ لوگ دل میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں انھیں تم پر ظاہر نہیں کرتے ان کا اصل مطلب یہ ہے کہ اگر قیادت ان کے پاس ہوتی تو ہم یہاں مارے نہ جاتے ان سے کہہ دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنے مقتل تک آ جاتے اور یہ معاملہ اس لیے پیش آیا کہ جو کچھ تمھارے سینوں میں

پوشیدہ ہے اللہ اسے آزمالے اور جو کھوٹ تمھارے دلوں میں ہے اسے چھانٹ دے۔ اللہ دلوں کے حال خوب جانتا ہے۔

۱۵۳- اِذْ تُصْعِدُوْنَ-

جب تم نے راہ فرار اختیار کی تو زمین میں دور تک چلے گئے۔

وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ-

کسی نے کسی کا انتظار نہ کیا اور نہ ہی کوئی دوسرے کے لیے ٹھہرا۔

وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ-

آں حضرت فرما رہے تھے۔ اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ پلٹ آؤ میں اللہ کا رسول ہوں۔ تم اللہ اور اس کے رسول سے بھاگ کر کہاں جا رہے ہو؟ اور روایت میں ہے کہ جو دوبارہ حملہ کرے گا اس کے لیے جنت ہے۔[1]

فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ-

تمھارے عقب میں اور تمھارے دوسرے گروہ میں۔

فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ-

تمھاری بزدلی اور نافرمانی کا اللہ نے یہ بدلہ دیا کہ تم یکے بعد دیگرے غم سے دوچار کر دیا۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ پہلا غم شکست اور قتل ہو جانا اور دوسرا غم خالد بن ولید کا وادی سے آکر حملہ کر دینا ہے۔[2]

لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ-

تاکہ تمھارے ہاتھ سے جو نکل گیا تم اس پر ملول وحزین نہ ہو یعنی مال غنیمت کے نہ ملنے پر کفِ افسوس نہ ملو۔

وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ-

اور بھائیوں کے قتل ہو جانے کی جو مصیبت تم پر پڑی ہے اس کا غم نہ کرو۔

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ-

اور اللہ تمھارے ہر عمل سے باخبر ہے۔

۱۵۴- ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً-

پھر اس غم کے بعد اللہ نے تم پر اطمینان کی حالت طاری کر دی "بعد الغم" کے معنی ہیں اس شکست کے بعد

نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآىِٕفَةً مِّنْكُمْ-

تم میں سے ایک گروہ پر اونگھ کا غلبہ ہو گیا۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۸۷، اور تفسیر ابوالسعود، ج ۲، ص ۱۰۰ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۱۲۰

طائفۃ سے مراد مومنین ہیں۔ روایت میں آیا ہے کہ میدان جنگ میں ان پر نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ جب ان میں سے کسی کے ہاتھ سے تلوار گر پڑتی تھی تو وہ اسے اٹھا لیتا تھا اور وہ دوبارہ گر پڑتی تھی اور وہ پھر اٹھاتا تھا۔(۱)

وَطَآئِفَةٌ- اس طائفے سے مراد منافقین ہیں۔

قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ-

ان کے نفوس کو غم میں مبتلا کر دیا تھا۔ ان لوگوں کو صرف اپنی جانوں کا غم تھا اور کسی طرح انھیں چھٹکارا دلانا تھا۔

يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ-

وہ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے جاہلانہ گمان کر رہے تھے جو سراسر حق کے خلاف تھے۔

وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت محمدؐ کا معاملہ کمزور پڑ جائے گا اور ان کی مدد نہیں ہوگی۔

ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ-

جاہلیت کی قوموں جیسی بدگمانیاں یعنی کافروں کی طرح بدگمانیاں کر رہے تھے۔

يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ-

یہ لوگ اب یہ کہتے ہیں کہ اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصّہ ہے یعنی نصرت اور کامیابی میں بھی ہمارا کوئی حصّہ ہے جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔ یا اپنے نفوس کی تدبیر اور امر کو نافذ کرنے میں بھی ہمارا کوئی اختیار ہے اس جملے میں لفظ ''یقولون ''بطور انکار آیا ہے۔

قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ-

اے نبی ان سے کہہ دیجیے اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ حقیقی غلبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ولیوں کے لیے ہے اس لیے کہ حزب اللہ ہی غلبہ پانے والے ہیں یا نصرت اور گواہی اور فیصلہ سب اللہ کے لیے ہے وہ جو چاہے کرتا ہے اور جب چاہے فیصلہ کرتا ہے۔

يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ-

دراصل یہ لوگ دل میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں انھیں تم پر ظاہر نہیں کرتے۔

وہ ظاہر یہ کرتے ہیں کہ راہ راست پر آنا چاہتے ہیں، مدد کے طالب ہیں اور باطنی طور سے انکار کرتے اور جھٹلاتے ہیں۔

يَقُوْلُوْنَ- جب وہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو آپس میں یہ کہتے ہیں۔

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ-

کہ کاش ہماری نصرت ہوتی یا اختیار ہمارے ہاتھ میں ہوتا۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۱۸۷

مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ–

تو ہم یہاں پر قتل نہ ہوتے۔ ہم مدینہ نہ چھوڑتے بلکہ وہیں ٹھہرے رہتے جیسی ابن ابی کی رائے تھی تو اس صورت میں ہمیں شکست کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور اس معرکے میں ہمارے جو افراد قتل ہوئے وہ قتل نہ ہوتے۔

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ–

ان سے کہہ دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی تو وہ خود اپنے مقتل تک آجاتے۔

مدینے میں قیام کرنا ان کے لیے سودمند نہ ہوتا۔ اور قتل ہونے سے کوئی نہ بچتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جن امور کا فیصلہ کر دیا ہے اور پہلے سے جو امور طے پا چکے ہیں انھیں کوئی بھی نہیں ٹال سکتا۔ اور اس کے حکم کو کوئی نہیں روک سکتا۔

وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ –

اور یہ معاملہ اس لیے بھی پیش آیا کہ اللہ امتحان لے لے۔

مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ –

کہ تمھارے سینوں میں کیا چھپا ہوا ہے اور وہ راز کو ظاہر کردے کہ عمل میں خلوص ہے یا نفاق ہے۔

وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ–

اور جو کھوٹ تمھارے دلوں میں ہے اسے منکشف اور ممیّز کردے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ–

اور اللہ تو دلوں کے حالات کو اچھی طرح جانتا ہے۔

وہ ظاہر ہونے سے پہلے ہی پوشیدہ باتوں کو جان لیتا ہے۔ اور اس جملے میں وعدہ وعید (دھمکی) اور تنبیہ بھی ہے کہ اسے کسی آزمائش اور امتحان لینے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے کہ مومنین کی تربیت ہو اور منافقین کا حال واضح ہوجائے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ
بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع ۱۶
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا
ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا
لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۵۶﴾
وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا
يَجْمَعُونَ ﴿۱۵۷﴾
وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ ﴿۱۵۸﴾

۱۵۵– جب دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی تھی تو تم میں سے جو لوگ اس دن پیٹھ پھرا کر چلے گئے تھے تو اس کا سبب یہ تھا کہ ان کی بعض کم زوریوں کی بنا پر شیطان نے ان کے قدم ڈگمگا دیے تھے اللہ نے انھیں معاف کر دیا بے شک اللہ بخشنے والا اور بردبار ہے۔

۱۵۶– اے ایمان والو! تم ان کافروں جیسے نہ بنو جن کے عزیز و اقارب اگر کبھی سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں یا جنگ میں شریک ہوتے ہیں (اور وہاں کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے) تو وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ ہی قتل ہوتے اللہ اس قسم کی باتوں کو ان کے دلوں میں حسرت و اندوہ کا سبب بنا دیتا ہے۔ جلانا اور مارنا تو اللہ کا کام ہے اور وہ تمھاری ہر حرکت کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

۱۵۷– اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کر دیے جاؤ یا اپنی جان دے دو تو اللہ کی جو رحمت اور بخشش تمھارے حصے میں آئے گی وہ ان ساری چیزوں سے بہتر ہے جنھیں یہ لوگ جمع کر رہے ہیں۔

۱۵۸– خواہ تم مرجاؤ یا قتل کر دیے جاؤ سب کو اللہ ہی کی طرف جانا ہے۔

۱۵۵– إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ –

تم میں سے جو لوگ احد کے معرکے میں شکست کھا گئے۔

جَمْعَان تثنیہ ہے یعنی دو جماعتیں ایک مسلمانوں کی جماعت اور دوسری مشرکین کی جماعت۔

اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ۔

شیطان نے ان کے قدم ڈگمگا دیے تھے۔

بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ۔

ان کی بعض کم زوریوں کی بنا پر جیسے مرکز کو چھوڑ کر نبی اکرم کی نافرمانی اور مال غنیمت کا لالچ اور اس کے علاوہ دوسرے امور جس کی وجہ سے ان کی مدد روک دی گئی اور ان کا دل کم زور ہو گیا۔[۱]

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ "اصحاب عقبہ" تھے۔[۲]

وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ۔

ان کی توبہ اور معذرت خواہی کی بنا پر اللہ نے انھیں معاف کر دیا۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ۔

بے شک اللہ گناہوں کو معاف کرنے والا۔

حَلِيْمٌ۔ بردبار ہے یعنی وہ گناہ گاروں کو سزا دینے میں عجلت سے کام نہیں لیتا تا کہ انھیں توبہ کا موقع مل جائے۔

۱۵۶ – يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔

اے ایمان لانے والو تم منافقین کی طرح نہ ہو جاؤ۔

وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ۔

جب انھوں نے اپنے عزیز و اقارب کے بارے میں کہا۔

اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ۔

جب وہ لوگ سفر پر روانہ ہوئے اور اس دوران ان کا انتقال ہو گیا۔

اَوْ كَانُوْا غُزًّى۔

یا انھوں نے جنگ کی اور اس میں مارے گئے۔

لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ۔

تو وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ ہی قتل ہوتے اللہ اس قسم کی باتوں کو ان کے دلوں میں حسرت و اندوہ کا سبب بنا دیتا ہے۔

اس آیت میں لِيَجْعَلَ اللّٰهُ کا "لام" انجام کو واضح کرتا ہے جس طرح سورۂ قصص کی آیت نمبر ۸ میں ہے لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۗ تا کہ انجام کار ان کا دشمن اور ان کے لیے باعث رنج و الم بنے۔

---

(۱) یعنی جن لوگوں نے احد میں غنیمت کی لالچ میں مرکز کو چھوڑ دیا تھا یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے عقبہ کی رات میں جانوروں کو ہنکا دیا تھا تا کہ رسول اللہ کے ناقے کو بھڑکا دیا جائے۔ اور یہ واقعہ غزوۂ احد کے بعد کا ہے۔

(۲) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۰۱، ح ۱۵۸

وَاللّٰهُ يُحۡيٖ وَ يُمِيۡتُ ؕ

اور جلانا اور مارنا تو اللہ کا کام ہے۔ یہ درحقیقت ان کی باتوں کا جواب ہے یعنی اللہ مارنے اور جلانے والا ہے کہیں پر قیام کرنا اور سفر کرنا موت کا باعث نہیں ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مسافر اور جنگ جو کو زندہ رکھتا ہے مقیم اور جنگ میں شرکت نہ کرنے والے کو موت سے ہمکنار کر دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ –

اور اللہ تمھاری ہر حرکت کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ یہ جملہ مسلمانوں کے لیے ''تہدید'' (ڈراوا) ہے کہ وہ منافقین جیسے ہو گئے۔

اور اگر ''یعملون'' پڑھا جائے تو کافروں کے لیے وعید (دھمکی) ہے۔

۱۵۷ – وَلَئِنۡ قُتِلۡتُمۡ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَوۡ مُتُّمۡ –

اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کر دیے جاؤ یا اس کی راہ میں جان دے دو۔ یہ لفظ ''مِتُّم'' بھی پڑھا گیا ہے اور معنی میں کوئی فرق نہیں۔

لَمَغۡفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحۡمَةٌ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ –

یہ جواب قسم ہے جو جزا کے مقام پر ہے۔ اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ سفر اور جنگ نہ تو موت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور نہ ہی موت کو آگے بڑھاتی ہے اور اگر یہ اللہ کی راہ میں واقع ہو تو مرنے سے جو رحمت اور مغفرت تم پاؤ گے وہ اس مال دنیا اور اس کی تمام منفعتوں سے بہتر ہے جو زندہ رہ کر اور قتل نہ ہو کر تم جمع کر رہے ہو۔

۱۵۸ – وَلَئِنۡ مُّتُّمۡ اَوۡ قُتِلۡتُمۡ –

پس جو بھی صورت ہو تم مر جاؤ یا قتل کر دیے جاؤ۔

لَاِلَى اللّٰهِ تُحۡشَرُوۡنَ –

ہر حال میں سب کو اللہ کی طرف جانا ہے۔ کتاب معانی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ سبیل اللہ سے مراد علیؑ اور ان کی ذریّت ہے۔ جو بھی ان کی دوستی میں قتل ہو جائے وہ اللہ کی راہ میں قتل ہوا ہے اور جو ان کی محبت میں موت سے ہمکنار ہوا ہے اس کی موت بھی اللہ کی راہ میں واقع ہوئی ہے۔[۱]

موت اور قتل کا فرق اس سے پہلے اَفَاۡئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ (آل عمران، ۱۴۴) کی تفسیر کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔[۲]

---

(۱) معانی الاخبار، ص ۱۶۷، ح ۱، باب معنیٰ فی سبیل اللہ۔ تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۰۲، ح ۱۶۲

(۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۰۲، ح ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ
حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾
اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ
بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾
وَ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۗ وَ مَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ
تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾
اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۗ وَ
بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾
هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

۱۵۹–اے پیغمبرؐ یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے ہیں ورنہ اگر کہیں آپ تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب آپ کے گردوپیش سے روانہ ہوجاتے۔ ان کی خطائیں معاف کر دیجیے ان کے لیے مغفرت طلب کیجیے اور اپنے امور میں ان سے مشورہ بھی لے لیا کیجیے۔ آپ جب کسی کام کا عزم محکم کرلیں تو اللہ پر بھروسا رکھیں۔ اللہ توکّل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

۱۶۰–اگر نصرت خداوندی تمھارے شامل حال ہو تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمھیں بے سہارا چھوڑ دے تو پھر اس کے بعد کون ہے جو تمھاری مدد کو آئے گا۔ جو سچے مومن ہیں وہ اللہ پر ہی بھروسا رکھتے ہیں۔

۱۶۱–کسی نبی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ خیانت سے کام لے اور جو کوئی خیانت کرے گا تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہوجائے گا۔ پھر ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ذرّہ برابر ظلم نہ ہوگا۔

۱۶۲–بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو شخص اللہ کی مرضی پر چلنے والا ہو وہ اس شخص جیسے کام کرے جو اللہ کے

غضب میں گھر گیا ہو اور جس کا آخری ٹھکانا جہنّم ہو جو بدترین ٹھکانا ہے۔

۱۶۳-ان لوگوں کے اللہ کے ہاں مختلف درجات ہیں اور اللہ اُن سب کے اعمال کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

۱۵۹-فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ-

اے پیغمبرؐ یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم مزاج ہیں اس آیت میں لفظ ''ما'' تاکید میں اضافے کے لیے ہے۔

آں حضرتؐ کی نرمی ان کے لیے اتنی زیادہ تھی کہ جب انھوں نے پیغمبر اکرمؐ کی مخالفت کی تو وہ ان کے لیے غمگین ہو گئے۔

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ-

اور اگر آپ تند خو اور سنگ دل ہوتے۔

لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ-

تو یہ لوگ آپ کے گرد و پیش سے رخصت ہو جاتے اور آپ کے پاس نہ رکتے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ-

اگر آپ کے ساتھ ان کا کوئی معاملہ ہے تو انھیں معاف کر دیجیے۔

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ-

اور اگر اس کا تعلّق اللہ سے ہے تو ان کے لیے مغفرت طلب کیجیے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ-

جنگی امور وغیرہ میں جس میں مشورہ کرنا صحیح ہو ان سے مشورہ طلب کر لیا کریں تاکہ ان کی رائے کا پتا چل جائے، ان کی تالیفِ قلب ہو اور امّت میں مشورے کا ایک طریقہ رائج کر دیا جائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے فرمایا ہے خود پسندی سے زیادہ وحشتناک کوئی تنہائی نہیں اور مشورے سے زیادہ معتبر کوئی مدد نہیں۔[۱]

نہج البلاغہ میں ہے کہ جو اپنی رائے کو ترجیح دے گا وہ ہلاک ہو جائے گا اور جو افراد سے مشورے طلب کرے گا تو ان کی عقلوں کو اپنے ساتھ شامل کر لے گا۔[۲]

نہج البلاغہ میں ایک قول یہ بھی ہے کہ مشورہ طلب کرنا عین ہدایت ہے اور جو اپنی رائے کو کافی سمجھتا ہے تو گویا وہ خطرات اور ہلاکت کو دعوت دیتا ہے۔[۳]

---

(۱) التوحید، ص ۳۷۶، ج ۲۰، باب القضاوالقدر (۲) نہج البلاغہ باب المختار من حکم امیر المومنین نمبر ۱۶۱

(۳) نہج البلاغہ باب المختار من حکم امیر المومنین نمبر ۲۱۱

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے۔

وَشَاوِرْ فِي أَمْرِكَ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ اللّٰهَ۔۱

اپنے امور میں ان لوگوں سے مشورہ طلب کرو جن کے دل میں خدا کا خوف ہو۔

تفسیر عیّاشی میں ہے کہ امام محمد تقیؑ الجواد نے علی بن مہزیار کو خط لکھا کہ فلاں شخص سے دریافت کرو کہ وہ مجھے مشورہ دے اور جو وہ اپنے لیے مناسب سمجھتا ہے وہی میرے لیے اختیار کرے۔ اس لیے کہ اس کو معلوم ہے کہ اس کے شہر میں کس بات کی اجازت ہے اور بادشاہوں سے کس طرح معاملہ کیا جاتا ہے اس لیے کہ مشورہ طلب کرنا باعث برکت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے خطاب کرتے ہوئے اپنی محکم کتاب میں فرمایا ہے اور اس آیت کی تلاوت فرمائی وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ یعنی ان سے خیر کی طلب کرو۔۲

فَإِذَا عَزَمْتَ-

پس اگر مشورہ کرنے کے بعد کسی بات کا عزم محکم کر لیا ہے، یعنی اپنے دل میں جاگزیں کر لی ہے۔

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ-

تو اپنے امور کو نافذ کرتے وقت اللہ پر پورا بھروسا کرلو یہ دیکھ لو کہ تمھارے لیے کیا مناسب ہے اس لیے کہ اس بات کا کسی اور کو علم نہیں ہے۔

اور ایک عمومی روایت میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت فَإِذَا عَزَمْتُ "ت" پر ضمہ کے ساتھ ہے یعنی ترجمہ یہ ہوگا۔

کہ جب میں تمھارے ارادے کو مستحکم بنادوں اور تمھیں اس کام کی توفیق دوں اور تمھاری رہنمائی کروں۔۳

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ-

اللہ توکّل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اس لیے ان کی مدد کرتا ہے اور انھیں نیکی کی ہدایت کرتا ہے۔

۱۶۰- إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ-

اگر نصرت خداوندی تمھارے شامل حال ہو جس طرح اس نے غزوۂ بدر میں تمھاری مدد کی تھی۔

فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ-

تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ-

اور اگر وہ تمھیں بے سہارا چھوڑ دے جس طرح اس نے غزوۂ احد میں کیا تھا۔

---

(۱) الخصال، ص۱۶۹، ح۲۲۲ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۰۵-۲۰۴، ح۱۴۷ (۳) مجمع البیان، ج۱-۲، ص۵۲۷

فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ-

تو پھر تو اس کے بعد کون ہے جو تمھاری مدد کو آئے گا۔

یعنی اگر تم اللہ کو نظر انداز کردو یا وہ تمھیں چھوڑ دے تو اللہ کے بعد تمھارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ-

اور جو سچے مومن ہیں وہ تو اللہ پر بھروسا کرتے ہیں۔ وہ صرف اللہ پر توکّل کرتے ہیں کیوں کہ اس پر ایمان لائے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ اس کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ ۭ-

اور کسی نبیؑ کے لیے یہ درست نہیں کہ وہ مال غنیمت میں خیانت سے کام لے۔ اس لیے کہ خیانت کرنا نبوت کے منافی ہے۔ اور ''غلول'' کے معنی ہیں کہ مال غنیمت میں سے مخفی طور سے کچھ لے لینا[۱] یہ لفظ ''یُغَلَّ'' بھی پڑھا گیا ہے یعنی اس کی جانب خیانت کی نسبت دی جائے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر کے موقع پر نازل ہوئی۔ اور اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ تھا کہ انھیں غزوۂ بدر میں جو مال غنیمت ملا تھا اس میں ایک سرخ رنگ کی پھول دار چادر تھی جو گم ہوگئی تھی۔ تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں سے کسی شخص نے کہا ہمیں وہ چادر نظر نہیں آرہی ہے، میرا خیال ہے اسے رسول اللہ نے لے لیا ہے۔ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اس کے بعد ایک شخص رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بتایا کہ فلاں شخص نے چادر کے بارے میں خیانت کی ہے اور اسے یہاں پر چھپا دیا ہے تو آں حضرتؐ نے اس جگہ کو کھودنے کا حکم دیا اور وہاں سے چادر برآمد کرلی۔[۲]

مجالس میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ لوگوں کی مرضی پر کسی کا بس نہیں چلتا اور ان کی زبانوں کو کوئی روک نہیں سکتا کیا انھوں نے غزوۂ بدر کے موقع پر آں حضرتؐ پر یہ الزام نہیں لگایا تھا کہ آپ نے مال غنیمت میں سے سرخ چادر خود رکھ لی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس چادر کو ظاہر کردیا اور نبی اکرمؐ کو خیانت سے بری قرار دیا اور اپنی کتاب میں یہ آیت نازل فرمائی مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ ۭ[۳]

وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۚ-

اور جو کوئی خیانت کرے گا تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا۔ اپنے بوجھ کو اپنی گردن پر اٹھائے گا۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جس نے بھی کسی چیز کی خیانت کی ہوگی وہ اسے روز

---

(۱) تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ نے سچ کہا اس بات کا امکان نہیں ہے کہ اللہ کا نبی خیانت کرے۔ (۲) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۴۷-۱۴۶ (۳) الامالی شیخ صدوقؒ ص۹۲-۹۱، ح۳

قیامت آگ میں دیکھے گا اور اسے اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس آگ میں جا کر اس چیز کو نکال لائے۔ ۱؎

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ-

پھر ہر اس شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

یہ عام حکم بیان کر دیا گیا تا کہ مقصود پر بطور برہان و دلیل قرار پائے۔

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ-

کسی پر ذرّہ برابر ظلم نہ ہوگا۔

اطاعت کرنے والوں کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی۔ اور نافرمانوں کے عذاب کو بڑھایا نہیں جائے گا۔

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ-

جو شخص اللہ کی مرضی پر چلنے والا ہو، اس کا اطاعت گزار ہو۔

كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ-

یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اس شخص جیسے کام کرے جو اللہ کے غضب میں گھر گیا ہو۔

وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ-

اور اس کا آخری ٹھکانا جہنّم ہو جو بدترین ٹھکانا ہے۔

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ-

اللہ کے نزدیک ان لوگوں کے درجے مختلف ہیں۔ دونوں طرح کے افراد میں بدرجہا فرق ہے۔

کتابِ کافی اور تفسیر عیاّشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو اللہ کی مرضی پر عمل کرتے ہیں وہ ائمہ علیہم السلاؔم ہیں۔ اور اللہ کے نزدیک مومنین کے لیے ان کے مختلف درجات ہیں۔ ان کی معرفت اور ولایت کے سبب اللہ ان مومنین کے اعمال کو دگنا کر دیتا ہے اور انھیں بلند درجے عطا کرتا ہے۔ اور عیاّشی میں مزید یہ جملہ بھی ملتا ہے کہ وہ لوگ اللہ کے غضب میں گھر گئے جنھوں نے حضرت علیؑ کے حق اور ہم اہل بیت میں ائمہ کے حق کا انکار کیا۔ ۲؎

امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ "درجات" سے آسمان و زمین کے مابین جو درجات ہیں وہ مراد ہیں۔ ۳؎

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ-

اور جو کچھ وہ لوگ کر رہے ہیں اللہ انھیں اچھی طرح دیکھ رہا ہے اور وہ اسی کے مطابق انھیں اس کا بدلہ دے گا۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۲۲ (۲) الکافی ج ۱، ص ۴۳، ح ۸۴ و تفسیر عیاّشی ج ۱ ص ۲۰۵، ح ۱۴۹

(۳) تفسیر عیاّشی ج ۱، ص ۲۰۵، ح ۱۵۰

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۱۶۴﴾

۱۶۴-اللہ نے اہل ایمان پر احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان انھیں میں سے ایک رسول کو مبعوث کیا ہے جو انھیں خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور انھیں کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے حالاں کہ یہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

۱۶۴-لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ-

اللہ نے مومنین پر احسان کیا انھیں یہ نعمت عطا کی۔

اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ-

جب ان کے درمیان ان ہی جیسا عرب کا رہنے والا نبی بنا کر بھیجا تاکہ وہ اس کی باتیں آسانی سے سمجھ لیں۔

يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ-

وہ انھیں قرآن کی تلاوت کر کے سناتا ہے جب کہ وہ لوگ جاہل تھے اور انھوں نے وحی کا نام تک نہیں سنا تھا۔

وَيُزَكِّيۡهِمۡ- اوران لوگوں کو ان کے برے عقائد، اخلاق اور اعمال سے پاک و پاکیزہ بناتا ہے۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ-

اور انھیں قرآن وسنت کا درس دیتا ہے۔

وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ-

حالاں کہ یہ لوگ آں حضرتؐ کی تشریف آوری سے قبل کھلی ہوئی گمراہیوں میں تھے۔

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾

وَ مَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ ۙ

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ ۚ

۱۶۵- یہ تمھیں کیا ہو گیا کہ جب تم پر مصیبت پڑتی ہے تو تم کہتے ہو یہ کہاں سے آ گئی حالاں کہ جنگ بدر میں اس سے دُگنی مصیبت تمھارے ہاتھوں فریق مخالف پر آ چکی ہے۔ اے نبی ان سے کہو یہ مصیبت تمھاری اپنی لائی ہوئی ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۱۶۶- لڑائی کے دن جو نقصان تمھیں اٹھانا پڑا وہ اللہ کے اذن سے تھا اور اس لیے تھا کہ اللہ دیکھ لے کہ تم میں مومن کون ہیں؟

۱۶۷- اور یہ معلوم کر لے کہ منافق کون ہیں؟ جب ان سے کہا گیا آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا کم از کم دفاع کرو تو کہنے لگے اگر ہمیں علم ہوتا کہ جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمھارے ساتھ چلتے وہ لوگ جب یہ بات کہہ رہے تھے اس وقت وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنی زبانوں سے جو باتیں کہتے ہیں وہ ان کے دل میں نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ وہ دلوں میں چھپاتے ہیں اللہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔

۱۶۵- اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ-

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مسلمانوں نے غزوۂ بدر میں ایک سو چالیس افراد کو مصیبت میں مبتلا کیا جن میں سے ستّر کو قتل کر ڈالا اور ستّر کو اسیر بنا لیا۔ جب غزوۂ احد ہوا تو مسلمانوں کے ستّر افراد کام آ گئے لوگوں کو اس بات کا بہت غم ہوا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ-

وہ کہنے لگے یہ مصیبت ہم پر کہاں سے آ گئی اللہ نے تو ہم سے نصرت کا وعدہ کیا تھا۔

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۰۵، ح ۱۵۱

قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ –

اے نبیؐ ان سے کہو یہ مصیبت تمھاری اپنی لائی ہوئی ہے کہ غزوۂ بدر کے قیدیوں کو تم نے فدیہ لے کر چھوڑ دیا ایسا ہی امیر المومنین علیہ السّلام سے مجمع البیان میں مروی ہے۔[1]

تفسیر قمی میں ہے کہ غزوۂ بدر کے قیدیوں کے لیے قتل کا حکم تھا انصار کھڑے ہوئے اور کہنے لگے یا رسولؐ اللہ آپ انھیں ہمیں دے دیجیے، انھیں قتل نہ کیجیے، ہم انھیں فدیہ لے کر چھوڑ دیں۔ جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور فرمایا کہ اللہ نے ان کے لیے فدیے کو مباح کردیا ہے کہ وہ ان لوگوں سے فدیہ وصول کر کے انھیں آزاد کر دیں اس شرط پر کہ ان لوگوں میں سے آئندہ سال اتنے ہی افراد شہادت پیش کریں گے فدیہ لے کر جتنے آزاد کر رہے ہیں۔ رسول اکرمؐ نے ان لوگوں کو شرط بتلادی انھوں نے کہا ہم اس بات پر راضی ہیں اس سال ہم ان لوگوں سے فدیہ وصول کرتے ہیں اور اپنے کو طاقت ور بناتے ہیں اور آئندہ سال ہم میں سے اتنے ہی افراد قتل ہو کر جنت میں داخل ہوں گے جتنے افراد سے ہم فدیہ لے رہے ہیں۔ انھوں نے ان سے فدیہ لیا اور انھیں آزاد کر دیا تو جب غزوۂ احد واقع ہوا تو اصحاب رسول اکرمؐ میں سے ستّر افراد قتل کیے گئے تو ان لوگوں نے کہا یا رسولؐ اللہ یہ ہم پر کیا مصیبت آگئی آپ نے تو نصرت کا وعدہ فرمایا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ''اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ......قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ'' یعنی جو تم نے بدر کے روز شرط کی تھی وہی ہے۔[2]

ان شاء اللہ تعالیٰ بدر کے بارے میں مکمل واقعہ ہم سورۂ انفال میں پیش کریں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ –

بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ نصرت بھی کر سکتا ہے اور اسے روک بھی سکتا ہے۔ جو کچھ تم سے مشرکین کو پہنچا، یا مشرکین سے تم کو پہنچا۔

۱۶۶– وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ –

غزوۂ احد کے دن تمھیں جو کچھ نقصان اٹھانا پڑا۔

فَبِاِذْنِ اللّٰهِ –

وہ اذن الٰہی کے مطابق تھا۔ وہ کفّار کو آزاد کرنے کی وجہ سے اللہ کے فیصلے کے عین مطابق تھا۔

۱۶۶، ۱۶۷– وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا –

تاکہ دونوں فریق کھل کر سامنے آجائیں ایک گروہ ایمان کو ظاہر کر کے اور دوسرا کفر کو اختیار کر کے۔

وَقِيْلَ لَهُمْ –

اور ان منافقین سے کہا گیا۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۵۳۳ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۲۶

تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ-

آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا کم از کم دفاع کرو، جانوں کے ذریعے یا مال کے ذریعے یا اپنی جمعیت بڑھا کر

قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ-

تو وہ کہنے لگے اگر ہمیں علم ہوتا کہ جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمھارے ساتھ چلتے۔ انھوں نے یہ بات بطور فساد اور مذاق اڑانے کے طور پر کہی تھی۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ قتال (جہاد) نہیں ہے بلکہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

هُمْ لِلْكُفْرِ یَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِیْمَانِ ۚ-

ان کی اس گفتگو سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب ہیں۔

یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ-

وہ اپنی زبانوں سے جو باتیں کہتے ہیں وہ ان کے دل میں نہیں ہوتا۔ ان کے ظاہر و باطن میں بڑا تضاد ہے۔

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یَكْتُمُوْنَ-

اور دلوں میں انھوں نے جس نفاق کو چھپا رکھا ہے اور وہ ایک دوسرے سے خلوت میں جو باتیں کیا کرتے ہیں اللہ کو اس کا تفصیلی علم ہے البتّہ علامتوں کے ذریعے تم نے جو کچھ جانا ہے وہ اجمالی ہے۔

مصباح الشریعہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے۔ آپ نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا جس کا یقین کمزور ہو جاتا ہے تو وہ اسباب سے تعلّق کر لیتا ہے اور اپنے لیے اس کے جواز کا قائل ہو جاتا ہے۔ اور وہ عادتوں اور لوگوں کی بے بنیاد باتوں کی پیروی شروع کر دیتا ہے۔ وہ امور دنیا کی سعی کرتا ہے اسے جمع کرتا اور اسی سے چمٹ کر رہنا چاہتا ہے وہ زبان سے اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ کوئی دینے والا ہے اور نہ ہی کوئی روکنے والا ہے۔ اور یہ کہ بندے کو وہی ملے گا جو اسے دیا گیا اور تقسیم کیا جا چکا ہے۔ کوشش رزق میں اضافہ نہیں کرتی اور وہ ان باتوں کا اپنے قول و فعل سے انکار کرتا ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یَكْتُمُوْنَ وہ جو کچھ اپنی زبان سے کہتے ہیں وہ ان کے دل میں نہیں ہوتا اور یہ لوگ جو کچھ چھپا رہے ہے اللہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔[1]

---

(۱) مصباح الشریعۃ، ص۱۷۸، باب ۸۴ یقین کے بارے میں

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَ قَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا
عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ ۙ

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا
وقف لازم بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ ۘ

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ
ع ۱۷ ۱۲ ۸ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ۚۛ

مع اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ
اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ ۚ

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ
اِيْمَانًا ۖۗ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ
اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾

۱۶۸– یہ تو وہی لوگ ہیں جو خود تو بیٹھے رہے اور اپنے بھائی بندوں کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو قتل نہ کیے جاتے۔ اے نبی کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی موت کو اپنے سے ٹال کر دکھاؤ۔

۱۶۹– اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیے گئے ہیں انھیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق پا رہے ہیں۔

۱۷۰– اللہ نے انھیں جو فضل عطا کیا ہے وہ اس پر خوش و خرم ہیں۔ اور اس بات سے مطمئن ہیں کہ جو اہل ایمان ان کے پیچھے رہ گئے ہیں اور ان سے ملحق نہیں ہوئے ہیں ان کے لیے بھی کسی قسم کا خوف اور حزن نہیں ہے۔

۱۷۱–وہ اللہ کے انعام اور اس کے فضل پر شاداں ہیں۔ اور اللہ مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتا۔

۱۷۲–جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسولؐ کی آواز پر لبیک کہی ان میں سے جو لوگ نیکوکار اور پرہیزگار ہیں ان کے لیے بڑا اجر ہے۔

۱۷۳–اور جن لوگوں نے کہا کہ تمھارے لیے بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں ان سے ڈرو تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انھوں نے جواب دیا ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

۱۷۴–آخر کار وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل سے پلٹ آئے اور ان کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچا اور انھیں رضائے خداوندی پر چلنے کا شرف بھی حاصل ہو گیا اور اللہ تو صاحبِ فضلِ عظیم ہے۔

۱۶۸–اَلَّذِیۡنَ قَالُوۡا لِاِخۡوَانِهِمۡ–

ان لوگوں کی دوسری صفت بیان کی جا رہی ہے جنھوں نے اپنے بھائی بندوں کے لیے اور ان کے بارے میں کہا تھا۔ اخوان سے مراد وہ لوگ ہیں جو احد کے روز قتل کر دیے گئے تھے۔

وَقَعَدُوۡا– یہ لوگ جنگ سے بیٹھ رہے تھے۔ یعنی جنگ میں شرکت نہیں کی تھی۔

لَوۡ اَطَاعُوۡنَا– اے کاش یہ قتل کیے جانے والے ہماری بات مان کر جنگ میں شرکت نہ کرتے۔

مَا قُتِلُوۡا– تو وہ بھی قتل نہ ہوتے جس طرح ہم قتل نہیں ہوئے۔

قُلۡ فَادۡرَءُوۡا عَنۡ اَنۡفُسِكُمُ الۡمَوۡتَ–

اے نبی فرما دیجیے اگر ہو سکے تو تم اپنی موت کو اپنے سے ٹال کر دکھاؤ۔

اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ–

یعنی جس کی موت لکھی جا چکی ہے کیا تم اس کے قتل کو روکنے اور اس کے اسباب کو ختم کرنے پر قدرت رکھتے ہو اگر کر سکتے ہو تو کرو یہ تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ بیٹھ رہنا سودمند نہیں ہے اس لیے کہ موت کے اسباب بہت ہیں جس طرح لڑائی ہلاکت کا سبب بنتی ہے اور بیٹھ رہنا نجات کا باعث ہوتا ہے اور کبھی معاملہ اس کے برعکس بھی ہو جاتا ہے۔

۱۶۹–وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا–

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں انھیں مردہ تصوّر نہ کرو۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت شہدائے بدر اور احد دونوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

---

(۱) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۵۳۵

یہ آیت ہر اس شخص کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے جو اللہ کے راستوں میں سے کسی راستے میں بھی قتل ہو جائے خواہ اس کا قتل جہاد اصغر ہو اور وہ رضائے الٰہی کے لیے اپنی جان قربان کر دے یا جہاد اکبر ہو اور وہ نفس کو شکست دے اور کوشش سے خواہشات کا قلع قمع کر دے۔

بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔

بلکہ وہ زندہ ہیں اور قرب خداوندی سے سرشار ہیں، انھیں جنت سے رزق مل رہا ہے۔

● ۱۷۰– فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ–

اللہ نے انھیں جو فضل عطا کیا اس پر وہ خوش و خرم ہیں۔

فضل سے مراد شہادت کا شرف، حیات ابدی کا حصول، اللہ تعالیٰ کا قرب اور جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا ہے۔

وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ–

اور اپنے ان مومن بھائیوں کو بشارت دیتے ہیں جنھیں یہ اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں جو ان کے درجے تک نہیں پہنچے ہیں، ان سے ملحق نہیں ہوئے ہیں۔

اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ–

یہ کہ ان کے لیے امن و امان ہے انھیں کسی قسم کا خوف اور حزن نہیں ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک شخص رسول اکرمؐ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا کہ میں آمادہ ہوں اور جہاد کے لیے اپنے آپ کو موزوں پاتا ہوں تو آں حضرت نے فرمایا تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو اگر تم قتل ہو گئے تو تم اللہ کے نزدیک زندہ رہو گے اور تمھیں رزق بھی ملے گا اور اگر موت واقع ہو گئی تو تمھارا اجر اللہ پر ہے اور اگر واپس آ گئے تو گویا تم گناہوں کی دلدل سے نکل کر اللہ کی جانب آ گئے اور یہ تفسیر ہے آیت "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا" کی۔[۱]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا خدا کی قسم وہ درحقیقت ہمارے شیعہ ہیں ان کی روحیں جنت میں ہیں اور انھیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہایت عزت و کرامت حاصل ہو گئی ہے۔ وہ جانتے ہیں، اور انھیں اس بات کا یقین ہے کہ وہ حق پر ہیں اور اللہ کے دین پر گام زن ہیں۔ اسی لیے وہ اپنے ان برادران ایمانی کو خوش خبری سنا رہے ہیں جو پیچھے رہ گئے ہیں ابھی ان سے ملحق نہیں ہوئے ہیں۔[۲]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے ان سے سوال کیا گیا کہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ مومنین کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے (حواصل) پوٹوں میں ہوتی ہیں جو عرش کے گرد چکر لگاتے رہتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۰۶، ح۱۵۲ (۲) الکافی، ج۸، ص۱۵۶، ح۱۴۶

ایسا نہیں ہے مومن اللہ کے نزدیک باعث تکریم ہے اللہ ایسا نہیں کر سکتا کہ اس کی روح کو پرندے کے پوٹے میں رکھ دے۔ بلکہ ان کی روحیں اسی قسم کے جسم میں رہتی ہیں جیسی اس دنیا میں تھیں۔[1]

اسی مفہوم کی روایت اس سے قبل سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۵۴ میں اللہ تعالیٰ کے قول وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے۔[2]

۱۷۱- يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ-

ان کے اعمال کی وجہ سے اللہ نے انھیں جو ثواب بصورتِ امن عطا کیا ہے اس پر وہ شاداں و فرحاں ہیں۔

وَ فَضْلٍ - اس پر مزید نعمت فضل خداوندی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ[3] جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے لیے نیکی بھی ہے اور اس میں اضافہ بھی۔

وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ-

اور اللہ مومنین کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں بشارت دی گئی ہے۔

۱۷۲- اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ-

جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسولؐ کی آواز پر لبیک کہی ان میں سے جو لوگ نیکوکار اور پرہیزگار ہیں ان کے لیے بڑا اجر ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ نبی اکرمؐ غزوۂ احد کے بعد جب مدینے میں داخل ہوئے تو جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ مشرکین کے تعاقب میں تشریف لے جائیں اور آپ کے ساتھ وہ شخص جائے جس نے زخم کھایا ہو۔ تو آں حضرتؐ نے یہ اعلان کرادیا کہ اے گروہ مہاجرین اور اے گروہ انصار اس غزوہ میں جو بھی زخمی ہوا ہے اسے چاہیے کہ وہ باہر آجائے اور جس نے زخم نہیں کھایا وہ بیٹھا رہے۔ تو لوگوں نے زخموں کی مرہم پٹی اور علاج شروع کر دیا۔ پس وہ لوگ آں حضرتؐ کے ساتھ جنگ کے لیے روانہ ہوگئے جو گرفتار الم تھے اور جنھوں نے زخم کھائے تھے۔

پس جب آں حضرتؐ مقام حمراء الاسد[4] پر پہنچے تو قریش اس وقت روحاء[5] پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام، عمرو بن عاص اور خالد بن ولید نے کہا ہم واپس چلتے ہیں تاکہ مدینے میں لوٹ مار کریں۔ ہم نے ان کے سرداروں اور بہادروں کو قتل کر دیا ہے ان کی مراد حضرت حمزہ سے تھی۔ اتنے میں

---

(۱) الکافی، ج ۳، ص ۲۴۴، ح ۱ (۲) الکافی، ج ۳، ص ۲۴۵، باب فی ارواح المومنین
(۳) یونس ۲۶ (۴) حمراء الاسد: ایک مقام کا نام ہے جو مدینے سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔
(۵) روحا: حرمین کے مابین ایک مقام جو مدینے سے تیس یا چالیس میل کے فاصلے پر ہے

ان لوگوں کی ملاقات ایک ایسے آدمی سے ہوئی جو مدینے سے آیا تھا انھوں نے اس سے حالات دریافت کیے تو اس نے بتایا کہ میں نے محمد اور ان کے اصحاب کو حمراء الاسد پر چھوڑا ہے۔ وہ تم لوگوں کو نہایت سختی سے تلاش کر رہے ہیں، ابوسفیان نے کہا یہ تو بڑی مصیبت اور سراسر ظلم ہے۔ ہم نے تو قوم پر کامیابی حاصل کی ہے اور اب ہم پر ہی ظلم کیا جارہا ہے وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جو ظلم کو روا رکھے۔ ان سے نعیم بن مسعود اشجعی کی اچانک ملاقات ہوگئی ابوسفیان نے اس سے دریافت کیا تم کہاں جارہے ہو، اس نے جواب دیا میں مدینے کی طرف جارہا ہوں تاکہ اپنے اہل خاندان کو اناج پہنچا دوں تو ابوسفیان نے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ تم 'حمراء الاسد' سے گزرو اور اصحاب محمدؐ سے مل کر انھیں یہ بتا دو کہ احابیش[۱] کے ہمارے حلیف (دوست) اور مددگار ہم سے آملے ہیں تاکہ یہ لوگ ہمارا تعاقب نہ کریں اور لوٹ جائیں۔ اور اس کام کے لیے میں تمھیں کھجور اور انگور سے لدی ہوئی دس اونٹنیاں دوں گا۔ اس نے کہا مجھے منظور ہے اور پھر وہ شخص دوسرے دن حمراء الاسد میں پہنچا اور اس نے رسولؐ اللہ کے اصحاب سے کہا تمھارا کہاں کا قصد ہے انھوں نے جواب دیا قریش سے ملنا ہے تو اس نے کہا ان کے تعاقب میں نہ جاؤ اس لیے کہ قریش کے حلیف (مددگار) اور جو لوگ ان سے پیچھے رہ گئے تھے وہ سب جمع ہو گئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کا ہراول دستہ کسی بھی لمحے پہنچنے والا ہے تو اصحاب محمدؐ نے یہ سن کر جواب دیا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ لَا نُبَالِي ہمارے لیے خدا کافی ہے اور وہی بہترین محافظ ہے ہمیں کسی کی پروا نہیں۔ اتنے میں جبرئیلؑ اکرم وحی لے کر نازل ہوئے اور فرمایا اے محمدؐ آپ واپس مدینے لوٹ جائیں اللہ تعالیٰ نے قریش کو اتنا مرعوب کر دیا کہ وہ چلے گئے اور اب پیچھے پلٹ کر آنے والے نہیں ہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینۂ منوّرہ واپس تشریف لے آئے اور اس وقت اللہ نے یہ آیت اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ الخ نازل فرمائی۔[۲]

۱۷۳- اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ-

وہ لوگ جن سے لوگوں نے کہا تھا۔

یعنی ''نعیم بن مسعود اشجعی'' جیسا کہ مجمع البیان میں امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت موجود ہے۔[۳]

اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ-

کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے تمھارے لیے فوجیں اکٹھی کی ہیں۔

فَاخْشَوْهُمْ-

ان سے ڈرو۔

---

(۱) احابیش حبشی کی جمع۔ مکّے کے قریب ایک پہاڑ کا نام جسے احابیش قریش بھی کہا جاتا ہے۔

(۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۲۶۔ ۱۲۴ (۳) تفسیر مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۵۴۱

فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَّ قَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔

(یہ سن کر) ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انھوں نے جواب دیا ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر صغریٰ کے موقع پر نازل ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ ابوسفیان نے غزوۂ احد سے واپسی کے موقع پر کہا تھا اے محمدؐ! اگر تم چاہو تو اب ہم تم سے آئندہ سال بدر صغریٰ کے اجتماع میں ملاقات کریں گے۔ تو رسولؐ اللہ نے فرمایا ہاں مجھے منظور ہے۔ جب دوسرا سال آیا تو ابوسفیان مکّے والوں کو لے کر روانہ ہوا اور "مرّ ظہران" ۱ کے قریب مجنہ ۲ کے مقام پر لشکر اتر پڑا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پر رعب ڈال دیا تو اس نے واپسی کا فیصلہ کرلیا اس کی ملاقات نعیم بن مسعود اشجعی سے ہوئی جو عمرہ کرنے کے لیے آیا ہوا تھا۔ ابوسفیان نے اس سے کہا کہ میں نے محمد اور ان کے اصحاب سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم بدر صغریٰ کے اجتماع میں ملیں گے۔ اور یہ قحط سالی کا زمانہ ہے اور ہمارے لیے وہ زمانہ زیادہ موزوں ہے جس میں ہم درختوں کی نگہداشت کرتے ہیں اور جس میں ہم سیر ہو کر دودھ پیتے ہیں۔ مجھ پر یہ واضح ہو گیا ہے کہ میں ان پر چڑھائی نہ کروں۔ اور مجھے یہ بھی ناپسند ہے کہ محمدؐ لڑائی کے لیے نکل آئیں اور میں وہاں نہ جاؤں تو اس طرح ان کی جرأت بڑھ جائے گی۔ تم سے یہ کام ہے کہ تم مدینے جاکر لوگوں کو جنگ کرنے سے باز رکھو اور اس کام کے لیے میرے پاس تمھارے لیے دس لدے پھندے اونٹ ہیں جنھیں میں سہیل بن عمرو کے حوالے کردیتا ہوں۔

جب نعیم مدینہ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ لوگ ابوسفیان سے مڈبھیڑ کے لیے تیاریاں کررہے ہیں۔ اس نے کہا تمھارا فیصلہ کتنا برا ہے وہ لوگ جب تمھارے علاقے اور ٹھکانوں پر آئے تو تم میں سے سوائے چند کے کوئی اور نہ بچا۔ اب تم چاہتے ہو کہ تم ان پر چڑھائی کرو اور وہ مقرّرہ جگہ پر اکٹھے ہو چکے ہیں۔ خدا کی قسم اب تو تم میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا۔ اصحاب رسولؐ اللہ نے یہ سن کر روانگی کو ناپسند کیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں جنگ کے لیے جاؤں گا خواہ مجھے تنہا ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ جو بزدل تھے وہ لوٹ گئے اور جو بہادر تھے انھوں نے جنگ کی تیاری شروع کردی اور کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ہمارے لیے خدا کافی ہے اور وہ بہترین محافظ ہے۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہو کر بدر الصغریٰ تک پہنچ گئے۔ بدر صغریٰ بنی کنانہ کا ایک کنواں تھا اور زمانۂ جاہلیت میں وہاں بازار لگا کرتا تھا جہاں پر وہ ہر سال آٹھ دنوں تک اجتماع کرتے تھے۔ آں حضرتؐ نے بدر میں ٹھہر کر ابوسفیان کا انتظار کیا اور ابوسفیان تو مجنہ سے روانہ ہو کر مکّے پہنچ چکا تھا۔ مکّے والوں نے اس کا نام "جیش السویق" (ستو کا لشکر) رکھا تھا

(۱) بطنِ مَرّ وا سے مرّ الظّہر ان بھی کہتے ہیں مکّے سے ایک منزل پر۔

(۲) مجنہ وہ زمین ہے جہاں جنات رہتے ہیں مکّے کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔

وہ کہا کرتے تھے، تم تو اس لیے روانہ ہوئے تھے کہ ستو پیتے رہو۔ بدر کے مقام پر آں حضرتؐ اور ان کے اصحاب کی مشرکین میں سے کسی سے مڈبھیڑ نہ ہوئی۔ البتہ بازار میں ایک دوسرے سے ملے ان کے پاس سامان تجارت تھا جسے انھوں نے فروخت کیا اور ایک درہم کے دو درہم بنائے اور صحیح و سالم فائدے کے ساتھ مدینے کی طرف ان کی واپسی ہوئی۔

۱۷۴- فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ-

تو وہ لوگ عافیت، ایمان کی ثابت قدمی اور ایمان کی زیادتی کے ساتھ بدر صغریٰ سے واپس چلے گئے۔

وَفَضْلٍ- اور انھیں تجارت میں نفع بھی ہوا۔

لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ-

وہ لوگ زخمی ہونے اور دشمن کے مکروفریب سے بھی محفوظ رہے۔

وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ-

اور اپنی جرأت و ہمت اور دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوکر اللہ کی رضامندی پر چلنے کا شرف بھی انھیں حاصل ہو گیا۔

وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ-

اور اللہ تو بڑا صاحبِ فضل ہے اس نے ان لوگوں پر اس طرح فضل کیا کہ یہ ثابت قدم رہے، ان کے ایمان میں اضافہ ہوا اور جہاد پر جانے کی توفیق حاصل ہوئی، ان کا دین مستحکم ہوا، اور انھوں نے دشمن کے خلاف نہایت جرأت کا مظاہرہ کیا، اور اللہ تعالیٰ نے دشمن کی ہر سازش سے انھیں محفوظ رکھا اور انھیں منفعت بھی حاصل ہوئی اس ضمانت کے ساتھ کہ انھیں اس عمل کا اجر بھی ملے گا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ اللہ کے فضل و کرم سے مدینۂ منوّرہ واپس آ گئے۔ اس آیت میں ان لوگوں کو جو اس غزوہ میں شریک نہیں ہوئے ایک طرح کی حسرت و یاس اور غلطی کا احساس دلایا جا رہا ہے کہ یہ ان نعمتوں سے فیض یاب نہیں ہوئے جو نعمتیں غزوہ میں شرکت کرنے والوں کو ملی ہیں۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

وَ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾

۱۷۵- وہ تو شیطان تھا جو تمھیں اپنے دوستوں کا خوف دلا رہا تھا لہٰذا آئندہ ان سے نہ ڈرنا اور صرف مجھ سے ڈرتے رہنا اگر تم صاحب ایمان ہو۔

۱۷۶- اے پیغمبر جو لوگ تیزی سے کفر کی راہ پر گام زن ہیں ان کی سرگرمیاں آپ کو آزردہ نہ کریں، یہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ آخرت میں ان کے لیے کوئی حصّہ نہ رکھے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب موجود ہے۔

۱۷۷- اور جن لوگوں نے ایمان کو چھوڑ کر کفر کا سودا کر لیا ہے، تو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر رہے ہیں اور ان کے لیے تو دردناک عذاب ہے۔

۱۷۸- ہم جو انھیں ڈھیل دے رہے ہیں کافر اسے اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں، ہم تو انھیں اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں کہ یہ زیادہ سے زیادہ گناہوں کا بوجھ سمیٹ لیں اور ان کے لیے تو نہایت ذلیل قسم کی سزا ہے۔

۱۷۵- اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ-

یعنی انھیں بزدلی دلانے والا نعیم بن مسعود اشجعی تھا جس نے شیطان کا کام انجام دیا۔

يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ-

جو لوگ رسول اکرمؐ کے ساتھ جہاد پر روانہ نہ ہوئے شیطان انھیں اپنے دوستوں کا خوف دلا رہا ہے۔

فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ-

تم ان سے نہ ڈرو بلکہ میرے حکم کی مخالفت سے ڈرو یعنی میرا حکم تسلیم کر لو۔

اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ-

اگر تم صاحب ایمان ہو اس لیے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ لوگوں کے خوف پر اللہ کے خوف کو ترجیح دو۔

۱۷۶–وَلَا يَحۡزُنۡكَ الَّذِيۡنَ يُسَارِعُوۡنَ فِى الۡكُفۡرِ‌ ۚ-

اے پیغمبر جو لوگ تیزی سے کفر کی راہ پر گام زن ہیں یعنی وہ منافقین جنھوں نے تخلّف اختیار کیا ہے ان کی سرگرمیاں آپ کو آزردہ نہ کریں کہ وہ آپ کو کوئی نقصان پہنچائیں گے اور آپ کے خلاف دشمنوں کی حمایت کریں گے۔

اِنَّهُمۡ لَنۡ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيۡـئًا‌ ؕ-

یہ لوگ کفر اختیار کر کے اللہ کے دوستوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بلکہ خود اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔

يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجۡعَلَ لَهُمۡ حَظًّا فِى الۡاٰخِرَةِ‌ ۚ-

اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ آخرت میں انھیں کسی قسم کا ثواب نہ ملے۔ اور اس بات سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ان کی سرکشی تا دیر جاری رہے گی اور وہ کفر پر ہی مریں گے اور ان کا کفر انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ یہاں تک کہ ارحم الرّاحمین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کے لیے اپنی رحمت میں سے کوئی حصّہ نہیں رکھے گا۔

وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ- اور ثواب سے محروم رہنے کے ساتھ ساتھ ان کے لیے بہت بڑا عذاب بھی مہیا کیا گیا ہے۔

۱۷۷–اِنَّ الَّذِيۡنَ .... عَذَابٌ اَلِيۡمٌ-

اس آیت میں تاکید اور عمومی حکم ہے۔

۱۷۸–وَلَا يَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ .... خَيۡرٌ لِّاَنۡفُسِهِمۡ‌ ؕ-

لفظ نُمۡلِىۡ اِملاء سے ہے یعنی ڈھیل دینا، ان کی عمر کو بڑھاتے رہنا یا انھیں تنہا چھوڑ دینا انھیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔

اِنَّمَا نُمۡلِىۡ لَهُمۡ لِيَزۡدَادُوۡۤا اِثۡمًا‌ ۚ-

آیت کے لفظ ''لِيَزۡدَادُوۡۤا'' میں ''لام'' انجام کا پتا دیتا ہے یعنی انجام کار ان کے گناہوں میں اضافہ ہو جائے گا۔

وَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ- اور ان کے لیے نہایت ذلیل قسم کی سزا ہوگی۔ کافر کے بارے میں تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا موت اس کے حق میں بہتر ہے یا زندہ رہنا اس کے لیے سودمند ہے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا موت مومن اور کافر دونوں کے حق میں بہتر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ لِّلۡاَبۡرَارِ [1] اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس میں نیکوکاروں کے لیے بھلائی ہے اور فرماتا ہے وَلَا يَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّمَا نُمۡلِىۡ لَهُمۡ خَيۡرٌ لِّاَنۡفُسِهِمۡ‌ ؕ اور کافر یہ خیال نہ کریں کہ ہم انھیں جو ڈھیل دے رہے ہیں اس میں ان کے لیے بہتری ہے۔ [2]

---

(۱) ۱۹۸، آل عمران ۳ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۰۷۔۲۰۶، ح ۱۵۵

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ
الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ
مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٧٩﴾
وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ھُوَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ
بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ
ع ۱۸ ۹ ۹ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿١٨٠﴾

۱۷۹- اللہ تعالیٰ مومنین کو ہرگز اس حالت میں نہیں رہنے دے گا جس میں اس وقت تم لوگ ہو۔ وہ ناپاک لوگوں کو پاک لوگوں سے الگ کر کے رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ تمھیں غیب سے مطلع کر دے لیکن اللہ غیب کی باتیں بتانے کے لیے رسولوں میں سے جسے چاہے منتخب کر لیتا ہے۔ پس تمھیں چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھو اور اگر تم ایمان کا حق ادا کرو اور نفاق سے بچو تو تمھارے لیے بڑا اجر ہے۔

۱۸۰- اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں پر اپنا فضل و کرم کیا ہے اگر وہ بخل سے کام لیتے ہیں تو وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لیے بھلی ہے بلکہ یہ تو ان کے حق میں نہایت بری ہے وہ لوگ کنجوسی کر کے جو کچھ جمع کر رہے ہیں وہ روز قیامت ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ زمین و آسمان کی میراث تو اللہ ہی کے لیے ہے۔ اور تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

۱۷۹- مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ-

اللہ تعالیٰ مومنین کو مخلوط حالت میں نہیں رہنے دے گا جس میں اس وقت تم ہو جب تک مخلصین اور منافقین کا پتا نہ چل جائے۔

حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ-

یہاں تک کہ مشقتوں میں ڈال کر زحمتوں میں مبتلا کر کے جس پر صرف مخلص ترین افراد ہی صبر کر سکتے ہیں اور جس کے سامنے صرف منتخب افراد ہی سر تسلیم خم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ منافق اور مخلص کو جدا جدا کر دے گا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ-

اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے کسی کو علم غیب عطا نہیں کیا کہ اسے پتا چل جائے کہ کسی کے دل میں خلوص ہے یا وہ نفاق سے بھرا ہوا ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ -

لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے منتخب کر کے اس پر وحی کرتا ہے اور اسے غیب کی کچھ باتیں بتادیتا ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ - پس تمھیں چاہیے کہ پورے اخلاص کے ساتھ اللہ اور رسولوں پر ایمان رکھو۔

وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا - اور جو ایمان کا حق ہے اگر تم وہ ادا کرو اور نفاق سے بچتے رہو۔

فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ - تو تمھارے لیے بہت بڑا اجر ہے جس کی قدر و قیمت کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔

۱۸۰ - وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ .... هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ -

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے اگر وہ بخل سے کام لیتے ہیں تو وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لیے بھلی اور سودمند ہے۔

بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ - بلکہ یہ بخل ان کے لیے برا ہے کیوں کہ اس کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہوگا۔

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ -

وہ لوگ کنجوسی کر کے جو کچھ جمع کر رہے ہیں وہ روز قیامت ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔

کتاب کافی میں امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جو شخص بھی اپنے مال کی زکات میں سے کسی شے کو روک لے گا تو اللہ تعالیٰ اس مال کو اژدہا بنا دے گا جو آگ سے بنا ہوگا اور اس شخص کی گردن میں لپٹا ہوا ہوگا جو حساب سے فارغ ہونے تک اس کے گوشت کو نوچتا رہے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے "سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" یعنی انھوں نے زکوٰۃ دینے میں اگر بخل سے کام لیا ہوگا۔ [1]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ آں حضرتؐ نے ارشاد فرمایا جس شخص پر اس کے مال میں کھجور یا اناج یا انگور پر زکوٰۃ فرض ہوگئی ہو اور وہ اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا نہ کرے تو خداوند عالم ساتوں زمینوں میں سے اس زمین کی مٹی کو روز قیامت تک اس کے لیے طوق بنا دے گا۔ [2]

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ -

آسمان و زمین میں سے جو کچھ ہے وہ سب اللہ کی میراث ہے ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ اسی کے مال میں بخل سے کام لے رہے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کر رہے ہیں۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ -

اور تم جو کنجوسی کرتے ہو یا سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہو اللہ کو اس کا علم ہے وہ تمھیں اس کا بدلہ دے گا۔

---

(۱) الکافی ج ۳، ص ۵۰۲، ح ۱ باب منع الزکات (۲) الکافی ج ۳، ص ۵۰۳، ح ۴ باب منع الزکاۃ

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾

۱۸۱- اللہ نے ان لوگوں کی باتیں سن لیں جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں ان کی یہ باتیں بھی ہم لکھ لیں گے اور اس سے پیشتر وہ پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں وہ بھی ان کے نامۂ اعمال میں ثبت ہے، ہم ان سے کہیں گے کہ لو، اب عذاب جہنّم کا مزہ چکھو۔

۱۸۲- یہ سب کچھ تمھارا اپنا کیا دھرا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں ڈھاتا۔

۱۸۳- جو لوگ یہ کہتے ہیں اللہ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم کسی کو اس وقت تک رسول تسلیم نہ کریں جب تک وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے آگ کھالے ان کے کہو کہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول آچکے ہیں جو روشن نشانیاں لے کر آئے تھے اور وہ جس کا تم ذکر کرتے ہو پھر اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو تم نے ان رسولوں کو کیوں قتل کیا۔

۱۸۴- اے محمد اب اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کو جھٹلایا جاچکا ہے جو کھلی ہوئی نشانیاں، صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے۔

۱۸۱- لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ -

یہودیوں نے جب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا تھا مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (اللہ تعالیٰ کو کون قرض حسنہ دینا چاہتا ہے؟) تو یہ کہا تھا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ، اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔[1]

(۱) تفسیر انوار التنزیل از بیضاوی، ج ۱، ص ۱۹۵

تفسیر قمی میں ہے فرمایا خدا کی قسم انھوں نے اللہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے بارے میں جانتے ہوں کہ وہ فقیر ہے بلکہ انھوں نے اولیاء اللہ کو فقر کی حالت میں دیکھا تو کہنے لگے اگر اللہ غنی ہوتا تو اپنے دوستوں کو بھی غنی بنا دیتا جو اس دولت مندی کے سبب اللہ پر فخر کرتے۔[۱]

کتاب مناقب میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ امام کی خدمت میں لے کر جاتے ہیں امام اس کے محتاج ہیں۔[۲]

سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا –

ہم نے ان کی اس بات کو تحریری دستاویز میں محفوظ کر لیا اور وہ ہمارے دائرۂ علم میں بھی محفوظ ہے ہم اسے نظر انداز کرنے والے نہیں ہیں اس لیے کہ یہ بڑی بات ہے یہ درحقیقت اللہ کا انکار اور اس کی ہنسی اڑانا ہے۔

وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ –

وہ پیغمبروں کو بھی ناحق قتل کرتے رہے ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ خدا کی قسم انھوں نے انبیاء کو اپنی تلواروں سے قتل نہیں کیا بلکہ ان کی باتوں کو اچھالا اور ان کے خلاف باتوں کو پھیلایا اس طرح وہ لوگ قتل کر دیے گئے۔[۳]

وَّ نَقُوْلُ – اور ہم کہیں گے۔

ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ –

جہنّم کا عذاب چکھو یہ کہہ کر ہم ان سے انتقام لیں گے۔

۱۸۲ – ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ –

یہ سب کچھ تمھارا اپنا کیا دھرا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں ڈھاتا۔

بلکہ وہ تو اگر عذاب نازل کرنا چاہے اور فضل سے کام نہ لے تو تقاضائے عدل کے مطابق عذاب نازل کرتا ہے۔

۱۸۳ – اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ –

جو لوگ یہ کہتے کہ اللہ نے ہم سے عہد لیا ہے۔

یعنی توریت میں ہمیں حکم دیا ہے اور ہمیں تلقین کی ہے۔

اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ –

کہ ہم کسی کو اس وقت تک رسول تسلیم نہ کریں جب تک وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے آگ کھا لے۔ یعنی وہ یہ خاص معجزہ تھا جو انبیاء بنی اسرائیل کو دیا گیا تھا۔ وہ یہ کہ ذبیحہ یا کوئی اور قربانی پیش کر کے تقرّب خداوندی حاصل کیا جائے۔ نبی کھڑے ہو کر دعا طلب کرتا اور آسمان سے آگ نازل ہوتی اور اس کی پیش کردہ

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۲۷ (۲) المناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۴۸ (۳) الکافی، ج ۲، ص ۳۷۱، حدیث ۷، باب الاذاعۃ

قربانی آگ میں جل جاتی۔ یہ ان کی من گھڑت اور غلط بات تھی کہ نبی اکرمؐ بھی ویسا ہی معجزہ پیش کریں۔ کیوں کہ اگر وہ لوگ اس بات کے معجزہ ہونے کی وجہ سے ایمان لائے تھے تو آگ کا آسمان سے نازل ہونا اور دوسرے معجزات سب ہی ایک جیسے ہیں۔

قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

ان سے کہو کہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول آچکے ہیں جو روشن نشانیاں لے کر آئے تھے اور وہ بھی جس کا تم ذکر کرتے ہو، پھر اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو تم نے ان رسولوں کو کیوں قتل کیا؟

یہ سراسر جھٹلانا اور الزام لگانا ہے اس لیے کہ آں حضرتؐ سے قبل جو انبیاء تشریف لائے جیسے حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ وہ دیگر معجزات کے علاوہ جو ان کی تصدیق کا سبب بنتے ان کے مطلوبہ معجزات بھی لے کر آئے تھے پھر بھی ان لوگوں نے انھیں قتل کر ڈالا۔

اگر انبیاء کو تسلیم کرنے اور ان کی تصدیق کرنے کے لیے اس خاص معجزے کو لے کر آنا تھا اور وہ اس معجزے کو نہ لانے کی وجہ سے آں حضرتؐ پر ایمان نہیں لا رہے ہیں۔ تو پھر انھیں کیا ہو گیا تھا ان انبیاء پر ایمان کیوں نہیں لائے جو دیگر معجزات کے ساتھ ساتھ اس معجزے کو بھی لے کر آئے تھے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ انھیں قتل کر ڈالا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ قتل کرنے والے اور کہنے والوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ تھا اللہ نے ان پر قتل کا الزام اس لیے لگایا کہ یہ لوگ ان کے عمل پر راضی تھے۔[1]

اور اسی جیسی بہت سی روایتیں تفسیر عیاشی میں موجود ہیں۔[2]

۱۸۴ – فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ۔

اے محمدؐ اگر یہ لوگ اب آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے جو کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے تھے۔

بیّنات سے مراد ہے معجزات۔

وَالزُّبُرِ – اور زُبُر سے مراد ہے حکمتیں، نصیحتیں اور وہ امور ہیں جن سے منع کیا گیا ہے۔

وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ – اور کتاب منیر کا مفہوم ہے روشن کتاب جو احکامات اور قوانین شریعت پر مشتمل تھی۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۴۰۹، ح ۱ (۲) تفسیر العیّاشی، ج ۱، ص ۲۰۸۔۲۰۹

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ
عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾
لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۟ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ
قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ
ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

۱۸۵- ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔ اور تم سب کو پورا پورا اجر قیامت کے دن دیا جائے گا۔ کامیاب در اصل وہ ہے جو جہنّم کی آگ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔ رہی یہ دنیاوی زندگی تو یہ محض دھوکے کا سرمایہ ہے۔

۱۸۶- مسلمانو! تمھیں مال اور جان دونوں سے آزمایا جائے گا اور تم اہل کتاب اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اگر ان حالات میں تم صبر سے کام لو اور خدا ترسی کی روش پر قائم رہو تو یہ بڑی ہمّت کا کام ہے۔

۱۸۵- كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ-

ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔

اس آیت میں تصدیق کرنے والے کے لیے وعدہ اور جھٹلانے والے کے لیے وعید (ڈراوا) ہے۔ تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جسے "قتل کر دیا جائے تو اس نے موت کا مزا نہیں چکھا... اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ لازم ہے کہ وہ دوبارہ واپس آئے یہاں تک کہ موت کا مزا چکھ لے"۔[۱]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جسے قتل کر دیا گیا اسے زندہ کیا جائے گا تاکہ وہ اپنی موت مرے اور جو مر گیا اسے جلایا جائے گا یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا جائے گا۔ مکمل حدیث اسی سورہ کی آیت اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ (۱۴۴، آل عمران ۳) کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔[۲]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اہل زمین میں سے ہر شخص کو موت آجائے گی یہاں تک کہ کوئی باقی نہ رہے گا۔ اس کے بعد آسمان کے رہنے والے بھی مر جائیں گے یہاں تک کہ ملک الموت عرش کے اٹھانے والے فرشتے جبرئیل اور میکائیل کے علاوہ کوئی بھی نہ بچے گا۔ موت کا فرشتہ آکر خدا

(۱) تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۲۰۲ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۲۰۲

کے حضور کھڑا ہوگا تو اس سے سوال کیا جائے گا کہ بتا کون باقی رہ گیا ہے (جب کہ خدا کے علم میں ہے) تو ملک الموت کہے گا پروردگارا سوائے ملک الموت، حاملین عرش، جبرئیل اور میکائیل کے کوئی بھی باقی نہیں رہا تو فرشتۂ موت سے کہا جائے گا جبرئیل اور میکائیل سے کہو کہ موت کو قبول کرلیں تو حاملین عرش کہیں گے پروردگارا یہ دونوں تو تیرے پیغام بردار امین ہیں تو آواز قدرت آئے گی کہ میں نے اس دنیا میں ہر نفس کے لیے جس میں روح ہے موت لکھ دی ہے۔ اس کے بعد ملک الموت آ کر رب کے حضور کھڑا ہوجائے گا تو اس سے سوال کیا گیا کہ اب کون باقی رہا (جب کہ علم قدرت میں ہوگا) تو وہ کہے گا بارالٰہا سوائے ملک الموت اور حاملین عرش کے اب کوئی باقی نہیں رہا تو فرمان قدرت ہوگا کہ اے ملک الموت تم حاملین عرش سے کہو کہ وہ موت سے ہم آغوش ہوجائیں۔

اس کے بعد امامؑ نے فرمایا کہ ملک الموت غمگین اور شکستہ دل آئے گا اور نظریں نہیں اٹھائے گا تو اس سے سوال ہوگا کہ اب کون بچا ہے جو کہ اس کے علم میں ہے تو ملک الموت کہے گا خدایا سوائے ملک الموت کے اب کوئی باقی نہیں تو اس سے کہا جائے گا اے ملک الموت تم بھی موت سے ہمکنار ہوجاؤ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ زمین کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑے گا اور کہے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو کسی کو میرا شریک بنا رہے تھے؟ وہ لوگ کہاں ہیں جو میرے ساتھ دوسرے خداؤں کو مان رہے تھے۔ [1]

وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ۔

تم سب کو تمھارے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی خواہ وہ عمل خیر ہو یا عمل شر۔

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ۔ جس دن تمھیں قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ اور اس سے پہلے بھی کچھ اجر ملے گا جس پر وہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں جن میں قبر کے ثواب اور عذاب کا ذکر ہے۔

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ۔

کامیاب دراصل وہ ہے اور اسے گوہر مقصود حاصل ہوجائے گا جو جہنّم کی آگ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔

کتاب مجالس میں نبی اکرمؐ سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے حدیث قدسی میں ارشاد رب العزّت ہے "میں نے اپنے عزّت وجلال کی قسم کھائی ہے کہ میرے بندوں میں سے جو بھی علی کو دوست رکھے گا میں اسے جہنّم کی آگ سے دور کر دوں گا اور اسے جنت میں داخل کر دوں گا۔ اور اگر میرے بندوں میں سے کوئی علی سے بغض رکھے گا تو میں اس سے بغض رکھوں گا اور اسے جہنّم میں ڈال دوں گا اور اس کا برا ٹھکانا ہوگا۔ [2]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تم میں پسندیدہ وہ لوگ ہیں جو سخی ہیں اور وہ لوگ برے اور غیر محبوب ہیں جو بخل سے کام لیتے ہیں۔ خالص ترین ایمان یہ ہے کہ برادران ایمانی کے ساتھ نیکی کا

(۱) الکافی، ج ۳، ص ۲۵۶، ح ۲۵، باب النوادر (۲) الامالی شیخ صدوقؒ، ص ۱۸۵۔ ۱۸۴، ح ۱۰، مجلس ۳۹

سلوک کرو اور ان کی حاجتیں پوری کرو اور جو شخص بھی اپنے بھائیوں سے نیکی کا سلوک کرتا ہے تو وہ رحمٰن کا محبوب بن جاتا ہے۔ اور اس طرح وہ شیطان کو شکست دیتا ہے، جہنّم سے دوری اختیار کرتا ہے اور جنت میں داخلے کا سامان فراہم کرتا ہے۔[1]

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔

اور رہی دنیاوی زندگی کی بیہودہ باتیں اور فضولیات تو یہ سراسر دھوکے کا سرمایہ ہیں۔

غُرُوْر غار کا مصدر ہے یا اس کی جمع ہے۔

۱۸۶ – لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ۔

اے مسلمانو! تمھیں ضرور بالضرور آزمایا جائے گا مال خرچ کرنے کا حکم دے کر اور اس سے جو مصیبتیں آتی ہیں ان کے ذریعے سے۔

وَ اَنْفُسِكُمْ – اور جہاد، قتل، قید اور زخموں کے ذریعے اور نفوس کے جو خوف، بیماریاں اور پریشانیاں لاحق ہیں ان سب کے ذریعے تمھارا امتحان لیں گے۔

کتاب علل الشرائع میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مال کا امتحان زکوٰۃ نکالنے کے ذریعے اور جانوں کا امتحان صبر کو اختیار کرکے۔[2]

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا۔

اور تم اہل کتاب اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے کہ وہ رسول اکرم کی ہجو کر رہے ہیں، دین کے بارے میں طعن و تشنیع سے کام لیتے ہیں اور کافروں کو مسلمانوں کے خلاف ابھار رہے ہیں اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔ مسلمانوں کو یہ معاملہ درپیش ہونے سے پہلے ہی آگاہ کیا جارہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو صبر اور مصیبتیں برداشت کرنے کا عادی بنالیں اور اس سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہیں تاکہ اس کے اچانک آجانے سے وہ پریشان نہ ہوجائیں۔

اور ان آزمائشوں پر صبر سے کام لو اور اللہ کے حکم کی مخالفت نہ کرو تو یہ صبر اور تقویٰ بڑی ہمّت اور استقلال کا کام ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۴۱، ح ۱۵، باب معرفۃ الجود والسّخاء (۲) علل الشرائع، ج ۲، ص ۳۶۹، ح ۳، باب ۹۰، علۃ الزکاۃ

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ ؗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾

۱۹ ع ۹ ۱۰ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ایاتھا ۱۳

۱۸۷- آپ اس وقت کو یاد کریں جب خدا نے ان لوگوں سے عہد لیا تھا جن کو کتاب عنایت کی گئی تھی کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اسے لوگوں کے سامنے واضح طور سے بیان کرنا اور اسے پوشیدہ نہیں رکھنا۔ مگر انھوں نے کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور بہت معمولی قیمت پر اسے بیچ ڈالا۔ انھوں نے کتنا برا سودا کیا ہے۔

۱۸۸- جو لوگ اپنے کرتوتوں پر پھولے نہیں سما رہے ہیں انھیں عذاب سے محفوظ نہ سمجھو، وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کاموں کی تعریف کی جائے جو انھوں نے انجام نہیں دیے ہیں۔ تم یہ نہ سمجھو کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے۔ حقیقت میں ان کے لیے دردناک سزا تیار ہے۔

۱۸۹- آسمانوں اور زمین کا اقتدار اللہ کے قبضے میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۱۸۷- وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ-

اے نبی وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ عہد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بارے میں تھا۔[1]

لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ-

جب آں حضرتؐ دنیا میں تشریف لائیں تو تم لوگوں سے ان کا تعارف کرانا اور اس بات کو ہرگز نہ چھپانا۔

فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ-

پس انھوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا۔ اس کی جانب توجہ نہ دی اور اس کا خیال نہ رکھا۔

النبذ وراء الظهر کا محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی اہتمام کو ترک کر دے اور اس کام کی جانب

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص ۱۲۸

توجّہ نہ دے اور اس کے مقابل میں یہ جملہ عربی میں استعمال ہوتا ہے جعلہ نصب عینیہ اس نے اس کام کو اپنا نصب العین بنالیا ہے۔

وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۔

انھوں نے تھوڑے سے دنیاوی ساز و سامان اور متاع دنیوی کے عوض اسے بیچ ڈالا۔

فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ۔

انھوں نے کتنا برا سودا کیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ نے جاہلوں سے اس وقت تک علم حاصل کرنے کا عہد نہیں لیا جب تک صاحبان علم سے علم سکھانے کا عہد نہیں لیا گیا۔[۱]

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے اس آیت کی تاویل میں بیان فرمایا کہ اس سے مراد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دشمن ہیں جو اللہ کی نشانیوں میں الحاد سے کام لیتے ہیں۔[۲]

اور ہم اس سے پہلے چھٹے مقدمے میں اس کا ذکر کر چکے ہیں۔

۱۸۸- لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا-

جو لوگ اپنی دھوکا دہی اور حق کو چھپانے پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں یا اپنی اطاعت اور اچھائیوں پر پھولے نہیں سما رہے ہیں اے پیغمبر آپ ان کو عذاب سے محفوظ نہ سمجھیں وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ جو کچھ انھوں نے نہیں کیا ہے جیسے عہد کو پورا کرنا، حق کو ظاہر کرنا، یا سچی خبر دینا یا جملہ امور خیر۔ ان کے بارے میں ان کے گیت گائے جائیں وغیرہ وغیرہ فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ آپ یہ نہ سمجھیں کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ بمفازۃ کے معنیٰ ہیں ببعید یعنی وہ عذاب سے دور نہیں ہیں۔[۳]

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔

ان کے کفر اور فریب کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب تیار ہے۔

۱۸۹- وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

آسمان اور زمین کے اقتدار کا مالک اللہ ہے وہ ان کے امور کا مالک ہے اور وہ ان لوگوں کو عذاب دینے پر قدرت رکھتا ہے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۵۵۲ (۲) احتجاج، ج ۱، ص ۳۸۳ (۳) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۲۹

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۰﴾

الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ہٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

رَبَّنَاۤ اِنَّکَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَیۡتَہٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۱۹۲﴾

رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیۡ لِلۡاِیۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ فَاٰمَنَّا ٭ۖ رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَ کَفِّرۡ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ﴿۱۹۳﴾ۚ

رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدۡتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَ لَا تُخۡزِنَا یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اِنَّکَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ﴿۱۹۴﴾

۱۹۰– زمین و آسمان کی تخلیق اور رات اور دن کی تبدیلی میں صاحبان عقل کے لیے بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔

۱۹۱– جو اٹھتے بیٹھتے اور کروٹ کے بل ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور وخوض کرتے ہیں ان کی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ جاری ہوتے ہیں پروردگارا تو نے یہ سب کچھ فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے تو پاک ہے۔ پس اے ہمارے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

۱۹۲– بارالہا! جسے تو نے دوزخ میں ڈالا درحقیقت اسے بڑی رسوائیوں میں ڈال دیا اور پھر ایسے ظلم کرنے والوں کا کوئی حامی نہ ہوگا۔

۱۹۳– پروردگارا ہم نے ایک پکارنے والے کی صدا سنی جو ایمان کی دعوت دے رہا تھا اور کہتا تھا کہ اپنے رب کو مانو تو ہم نے اس کی دعوت قبول کر لی پس اے پروردگار ہمارے گناہوں سے درگذر فرما اور ہماری برائیوں کو ہم سے دور کر دے اور ہمارا خاتمہ نیکوکار لوگوں کے ساتھ کر۔

۱۹۴– اے ہمارے رب تو نے جو وعدے اپنے رسولوں سے کیے ہیں تو انھیں پورا کر دے اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ ہونے دینا، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔

۱۹۰ – اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ .... لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ۔

یقیناً زمین و آسمان کی خلقت اور رات دن کی تبدیلی میں توحید، کمال علم الٰہی، حکمت خداوندی اور اس کی قدرت و مشیّت کے نفاذ میں صاحبان عقل کے لیے ایسے واضح دلائل موجود ہیں جو ہر قسم کے شک و وہم سے مبرا و منزہ ہیں۔

۱۹۱ – الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ۔

جو اٹھتے بیٹھتے اور کروٹ کے بل ہر حال اور ہر کیفیت میں خدا کو یاد کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت ہے کہ جو شخص جنت کے باغوں میں عیش و عشرت کی زندگی گزارنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ ذکر الٰہی کرتا رہے۔ ۱

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جو اکثر ذکر الٰہی کیا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے محبوب رکھتا ہے۔ ۲

کتاب کافی اور تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے اللہ تعالیٰ کے قول الذین یذکرون اللہ قیاما کے ذیل میں مروی ہے کہ جو تندرست ہو وہ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر عبادت کرے اور جو مریض ہو اسے چاہیے کہ وہ بیٹھ کر عبادت کرے اور جو بیٹھ کر عبادت کرنے والے مریضوں سے زیادہ کم زور ہو اسے چاہیے کہ وہ پہلو کے بل لیٹ کر عبادت کرے۔ ۳

کتاب امالی اور تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب تک مومن نماز میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا لیٹ کر ذکر الٰہی کرتا رہتا ہے تو آواز قدرت آتی رہتی ہے الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ ۴

وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ۔

جو لوگ آسمان و زمین کی ساخت میں غور و خوض کرتے ہیں اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ افضل ترین عبادت اللہ اور اس کی قدرت کے بارے میں مسلسل غور و فکر کرتے رہنا ہے۔ ۵

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السّلام فرماتے تھے نبه فی التفکر قلبك و جاف عن اللیل جنبك واتق اللہ ربك ۶ غور و فکر کے ذریعے اپنے قلب کو خبردار رکھو اور رات کے وقت اپنے پہلو کو بستر سے جدا رکھو (نماز شب ادا کرو) اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمھارا رب ہے۔

امام رضا علیہ السّلام سے روایت ہے کہ عبادت صرف نماز و روزہ کو کثرت سے بجالانے کا نام نہیں ہے بلکہ امور خداوندی میں غور و فکر کو بھی عبادت کہتے ہیں۔ ۷

---

(۱) تفسیر کبیر، ج ۹، ص ۱۳۶ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۴۹۹ – ۵۰۰، ح ۳، باب ذکر اللہ

(۳) الکافی، ج ۳، ص ۴۱۱، ح ۱۱ و تفسیر العیّاشی، ج ۱، ص ۲۱۱، ح ۱۷۴ (۴) الامالی شیخ طوسیؒ، ص ۹۷، ح ۲۵۱۱۶ و تفسیر العیّاشی، ج ۱، ص ۲۱۱، ح ۱۷۲

(۵) الکافی، ج ۲، ص ۵۵، ح ۳، باب التفکر

(۶) الکافی، ج ۲، ص ۵۴، ح ۱، باب التفکر (۷) الکافی، ج ۲، ص ۵۵، ح ۴، باب التفکر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ ایک ساعت غور وفکر کرنا پوری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔[1]

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک سال کی عبادت اور دوسری میں ہے کہ ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔[2] و [3]

روایات میں اختلاف اس لیے ہے کہ فکر کے مرتبے مختلف ہیں اور فکر کرنے والوں کے درجات الگ الگ ہیں اور یہ بھی ہے کہ کس بارے میں غور وفکر کی جارہی ہے۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ۔

وہ یہ کہتے ہیں کہ پروردگارا تو نے یہ مخلوقات بلا وجہ بے سبب اور بغیر حکمت کے پیدا نہیں کی ہیں۔

سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

تو پاک ہے اس بات سے کہ فضول اور بلا وجہ کسی شے کو زیور تخلیق سے آراستہ کرے۔ تو ہمیں اس امر سے محفوظ رکھ کہ غور وفکر میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہونے پائے اور جو عبادت کا تقاضا ہے اسے ہم پورا کرتے رہیں تاکہ جہنّم کے عذاب سے بچے رہیں۔

۱۹۲- رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔

اللہ تعالیٰ نے بجائے ضمیر استعمال کرنے کے کھل کر واضح انداز میں بتادیا کہ ان لوگوں کا ظلم ان کے جہنّم میں جانے کا سبب بنا ہے۔ اور جہنّم سے نجات پانے کے لیے ان کی نصرت کو منقطع کردیا گیا ہے۔

تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ان کا کوئی امام نہیں ہے جنھیں نام لے کر وہ مدد کے لیے پکاریں۔[4]

۱۹۳- رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا۔

پروردگارا ہم نے ایک پکارنے والے کی صدا سنی تھی۔

منادی سے مراد یا تو رسول ہے یا ایک قول کے مطابق قرآن ہے۔[5]

يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ۔

جو ایمان کی دعوت دے رہا تھا کہ تم اپنے رب کو مان لو!

فَاٰمَنَّا ۖ۔ تو ہم نے اس کی بات مان لی اور ہم ایمان لے آئے۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۳۷۶ اور تفسیر قرطبی، ج۴، ص۳۱۴ اور درّ منثور، ج۲، ۱۱۱، الکافی، ج۲، ص۵۴، ح۲، باب التفکر
(۲) تفسیر قرطبی، ج۴، ص۳۱۴، المیزان فی تفسیر القرآن، ج۴، ص۹۰ (۳) الدرّ المنثور، ج۲، ص۱۱۱
(۴) تفسیر عیّاشی، ج۱، ص۲۱۱، ح۱۷۵ (۵) انوار التنزیل، ج۱، ص۱۹۹

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا –

بارالٰہا تو ہمارے گناہان کبیرہ کی مغفرت فرما اس لیے کہ اس کا سلسلہ دراز اور ایک دوسرے سے پیوستہ ہے۔

وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا –

اور ہمارے گناہان صغیرہ کو ہم سے دور کر دے کیوں کہ وہ ناپسندیدہ ہیں اور یہ گناہان کبیرہ سے دور کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ –

تو ہمیں نیکوکاروں کی صحبت کا شرف عطا کر دے اور ان کے زمرے میں ہمارا شمار ہو جائے۔

۱۹۴ – رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ –

اے ہمارے پروردگار تو نے جو وعدے اپنے رسولوں کی زبانی کیے ہیں تو انھیں پورا کر دے ان سے جو وعدہ کیا گیا انھوں نے اللہ سے اس کا مطالبہ کیا حالاں کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا تو اس کا سبب عاجزی اور بے چارگی کا اظہار کرنا اور اس بات کا خوف کہ کہیں حکم کی بجا آوری میں کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیں

وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ –

ہمیں ان تمام باتوں سے محفوظ رکھنا جو رسوائی کا سبب بنتی ہیں۔

اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ –

تو مومنین کو ثواب عطا کر کے اور پکارنے والے کی پکار کا جواب دے کر وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

لفظ ربنا کی تکرار تضرع وزاری میں اضافے کے لیے اور ہر مطلب کو مستقل طور سے بیان کرنے کے لیے اور شان خداندی کی رفعت کے لیے ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ کسی وجہ سے اگر کوئی غمگین اور حزین ہو تو پانچ مرتبہ "ربنا" کہے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کہنے والے کو خوف و حزن سے نجات دیدے گا۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ جب اس آیت کا نزول ہوا تو آں حضرتؐ نے فرمایا:

ویل لمن لاکھا بین فکیہ و لم یتأمل مافیھا[2]

وائے ہو اس شخص پر جو اسے اپنے جبڑوں میں چباتا رہے اور اس میں غور وفکر نہ کرے۔

---

(۱) تفسیر ابن ابی السّعود، ج ۲، ص ۱۳۳ (۲) مجمع البیان، ج ۱۔ ۲، ص ۵۵۴

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

۱۹۵–تو جواب میں ان کے رب نے فرمایا تم میں سے جو بھی عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت میں کسی کا عمل ضائع نہیں ہونے دوں گا۔ تم میں بعض بعض سے ہیں پس جن لوگوں نے میری خاطر ہجرت کی اور جو لوگ گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں انھیں ستایا گیا۔ اور انھوں نے میرے لیے لڑائی کی اور مارے گئے میں ان سب کے قصور معاف کردوں گا اور ان لوگوں کو ایسی جنت میں داخل کردوں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہ سب کچھ اللہ کے پاس سے بطور جزا انھیں ملے گا اور اللہ کے پاس تو بہترین جزا موجود ہے۔

۱۹۵–فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ–

ان کے پروردگار نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور فرمایا۔

اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ–

یہ کہ میں کسی بھی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔

مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ–

خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ تم میں بعض بعض سے ہیں اس لیے کہ مرد عورت سے ہے اور عورت مرد سے ہے بعضکم من بعض اس لیے بھی کہا کہ ان دونوں کی اصل ایک ہے یا اس لیے کہ یہ دونوں دینداری اور اطاعت میں باہمی متحد اور ہم آہنگ ہیں۔

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا یا رسولؐ اللہ یہ کیا بات ہے کہ ہجرت کے بیان میں صرف مردوں کا ذکر ہے عورتوں کا کوئی ذکر نہیں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[۱]

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا–

اور جن لوگوں نے اپنا وطن اور اپنا خاندان دین کی خاطر چھوڑ دیا۔

(۱) مجمع البیان ج۱۔ ۲، ص ۵۵۹

وَاُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَاُوۡذُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِىۡ-

اور انھیں اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے ان کے گھروں سے نکالا گیا اور میری وجہ سے انھیں اذیت پہنچائی گئی

وَقٰتَلُوۡا- اور انھوں نے کافروں سے جہاد کیا۔

وَقُتِلُوۡا- اور جہاد کرتے ہوئے قتل کر دیے گئے

لَاُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ‌ۚ ثَوَابًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ‌ؕ وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗ حُسۡنُ الثَّوَابِ-

میں ان لوگوں کے سب قصور معاف کر دوں گا اور انھیں ایسی جنت میں داخل کر دوں گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ سب کچھ اللہ کے پاس سے بطور جزا کے انھیں ملے گا اور اللہ کے پاس تو بہترین جزا موجود ہے۔

کتاب امالی میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السّلام نے نبی اکرمؐ سے جا ملنے کے لیے قریش کے شہسواروں کو شکست دے کر مدینے تک ہجرت کی اور ان کے ساتھ فاطمہ بنت اسد، فاطمہ بنت رسول اللہ اور فاطمہ بنت زبیر بھی تھیں۔ وہ بے خوف و خطر سفر کرتے ہوئے مکے کے قریب ضجنان کے مقام پر اترے اور ایک شب و روز وہاں پر قیام کیا اور اسی جگہ مومنین میں کم زور افراد آ کر ان سے ملحق ہو گئے جن میں آں حضرتؐ کی کنیز ام ایمن تھیں۔ اس شب علی مرتضیٰؑ اور فواطم (یعنی فاطمہؑ بنت اسد، فاطمہؑ بنت محمد اور فاطمہؑ بنت زبیر) نے رات بھر عبادت میں بسر کی اور کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور پہلو کے بل لیٹ کر ذکر خداوندی کرتے رہے اور صبح تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر انھوں نے فجر کی نماز ادا کی پھر وہ مدینے کی طرف چل پڑے اور وہ لوگ منزل بہ منزل یہی عمل کرتے رہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی جانب رغبت رکھتے ہوئے مدینے پہنچ گئے اور ان کی آمد سے قبل ان کے حالات کی عکاسی کرتے ہوئے وحی نازل ہو چکی تھی۔

اَلَّذِيۡنَ يَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوۡدًا الخ

اور اللہ کا قول من ذکر او انثیٰ میں ذکر سے مراد حضرت علیؑ اور انثیٰ سے مراد حضرت فاطمہؑ بنت اسد، فاطمہؑ بنت محمد اور فاطمہؑ بنت زبیر ہیں۔

بعضکم من بعض سے مراد ہے کہ علیؑ فاطمہؑ سے ہیں یا فواطم سے اور ان سب کا تعلّق علیؑ سے ہے۔ [1]

تفسیر قمی میں ہے کہ فالذین ھاجروا و اخرجوا من دیارھم سے مراد امیر المومنین علیہ السّلام، سلمان اور ابوذرؓ ہیں جس وقت انھیں جلا وطن کر دیا گیا اور الذین یوذون فی سبیل اللہ سے مراد عمار ہیں۔ [2]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ جو بھی ان صفات سے متصف ہے آیات کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہے۔

---

(۱) امالی شیخ طوسی ص ۴۷۱، ح ۱۰۳۴ (۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۱۲۹

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١٩٦﴾
مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٩٧﴾
لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿١٩٨﴾

۱۹۶- اے نبی دنیا کے ملکوں میں کافروں کا گھومنا پھرنا تمھیں کسی فریب میں مبتلا نہ کرے۔
۱۹۷- یہ محض چند روزہ زندگی کا تھوڑا سا لطف ہے، پھر ان سب کی پناہ گاہ جہنّم ہے جو بدترین ٹھکانا ہے
۱۹۸- اس کے برعکس جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، ان باغوں میں وہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ اللہ کی طرف سے یہ ان کے لیے سامان ضیافت ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اسی میں نیکوکار لوگوں کے لیے بہتری ہے۔

۱۹۶- لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ-

دنیا کے ملکوں میں کافروں کا تجارت، کاروبار، زراعت اور عیش وعشرت اور منفعت کے لیے پھیل جانا اے نبی آپ کو اور آپ کی امّت میں کسی کو دھوکے میں نہ رکھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ مسلمان مشرکین کو عیش وعشرت میں پا کر یہ کہہ رہے تھے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ دشمنان خدا تو گل چھرے اڑا رہے ہیں اور ہم بھوکوں مر رہے ہیں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[۱]

۱۹۷- مَتَاعٌ قَلِيْلٌ -

یہ سیر وتفریح چند روزہ زندگی کا تھوڑا سا سرمایہ ہے، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لیے مہیّا کر رکھا ہے اس کے مقابل میں بالکل ہیچ ہے۔

حدیث نبوی میں ہے کہ دنیا کی مثال آخرت کے مقابل میں ایسی ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈال کر نکال لے اور پھر یہ دیکھے کہ اس میں کیا لگا ہے۔[۲]

ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ-

پھر ان سب کی پناہ گاہ جہنّم ہے جو بدترین ٹھکانا ہے جو انھوں نے خود اپنے لیے چنا ہے۔

۱۹۸- لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ-

اس کے برعکس جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ

(۱) و (۲) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۰۰

رہی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ ان کے لیے اللہ کی جانب سے سامان ضیافت ہے۔

نزل کے معنی ہیں جو سامان ضیافت مہمانوں کے لیے مہیا کیا جائے مثلاً کھانا، مشروبات اور انعامات و اکرامات۔

وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ لِّلۡاَبۡرَارِ۔

اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اپنی کثرت اور دوام کے سبب نیکوکاروں کے لیے بہت بہتر ہے۔ بدکار لوگ اس کی قلت، جلدی سے سے زائل ہو جانے اور رنج و محن سے پر ہونے کی وجہ سے گردش میں مبتلا رہتے ہیں۔

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ
اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع ۲۰ ۱۱ ۱۱

۱۹۹- اہل کتاب میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو مانتے ہیں اور اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی اور جو کتاب خود ان کی طرف بھیجی گئی تھی اس پر بھی ان کا ایمان ہے وہ اللہ کے آگے جھکے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تھوڑے سے فائدے کے لیے آیات الٰہی کا سودا نہیں کرتے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔ بے شک اللہ حساب چکانے میں تاخیر سے کام نہیں لیتا۔

۲۰۰- اے لوگو! جو ایمان لائے ہو صبر سے کام لو، دوسروں کو برداشت کی تعلیم دو جہاد کے لیے کمر کس لو، اللہ سے ڈرتے رہو، امید ہے کہ تم فلاح پا جاؤ گے۔

۱۹۹- وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ .... وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ-

اہل کتاب میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو مانتے ہیں اور اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی یعنی قرآن پر ان کا ایمان ہے۔

وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ-

اور جو کتابیں ان کی طرف بھیجی گئیں یعنی توریت اور انجیل پر بھی ان کا ایمان ہے۔

خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ-

عظمت خداوندی کے سامنے جھکے ہوئے نظر آتے ہیں اور جس طرح کتابوں میں تحریف کرنے والے ان کے راہبوں نے تھوڑے سے مال دنیا کی خاطر آیات کو بیچ دیا تھا یہ لوگ ایسا نہیں کرتے۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ-

انھیں دُہرا اجر دیا جائے گا جیسا کہ دوسری آیات میں اس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ-

بے شک اللہ حساب چکانے میں تاخیر سے کام نہیں لیتا۔

اس لیے کہ اسے اعمال کا علم ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کس عمل کرنے والے کو کیسی جزا ملنی چاہیے۔ اس لیے وہ جزا دینے میں جلدی کرتا ہے اور جس جزا کا وعدہ کیا گیا ہے وہ جلد ہی پہنچ جاتی ہے۔

۲۰۰- یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا-

اے ایمان لانے والو جو فرائض تم پر عائد ہیں انھیں بجالانے میں صبر سے کام لو۔

وَصَابِرُوْا- اور دوسروں کو مصائب برداشت کرنے کی تلقین کرو۔

وَرَابِطُوْا- اور ائمہ سے رابطہ رکھو جیسا کہ کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے۔۱

اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے تم مصیبتوں پر صبر سے کام لو اور فرائض کو بجا لانے کی تلقین کرو اور ائمہ سے رابطہ جاری رکھو۔۲

تفسیر عیاشی میں امام صادقؑ سے مروی ہے ''گناہوں پر صبر کرو اور دوسروں کو فرائض کی بجا آوری کی تلقین کرو''۔۳

اور ایک روایت میں ہے تم دین کے معاملے میں صبر سے کام لو۔ تمھارے دشمنوں میں جو مخالفت پر کمر بستہ ہوں ان سے ڈٹ کر مقابلہ کرو اور اپنے امام سے رابطہ استوار رکھو۔۴

امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تقیّے کے وقت صبر کی تلقین کرو۔۵

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مصیبتوں پر صبر سے کام لو اور فتنے کے وقت دوسروں کو صبر کی تعلیم دو اور تم جس کی اقتدا کرتے ہو اس سے رابطہ بحال رکھو۔۶

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ-

اور اللہ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ تم فلاح پا جاؤ گے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اتَّقُوا اللّٰهَ کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بات کا تمھیں حکم دیا ہے اور تم پر فرض قرار دیا ہے اس بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔۷

تفسیر قمی میں امام سجاد علیہ السّلام سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عباس (عم رسول اللہ) اور ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔ جس رابطے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے ابھی نہیں ہوا ہمارے نسل میں سے مرابَط (جس سے رابطہ کیا جائے) ہوگا اور ان کی نسل میں سے مُرَابِطْ (رابطہ کرنے والا) ہوگا۔۸

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے رابطو سے مراد ہے رابطوا الصلوات یعنی نمازوں میں ربط رکھو یعنی یکے بعد دیگرے اس پر غور کرو اس لیے کہ ابھی تک مرابطہ نہیں ہوا۔۹

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ رباط یہ ہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرو۔۱۰

اس سورہ کی تلاوت کے ثواب کے بارے میں ہم سورۂ بقرہ کے آخر میں بیان کر چکے ہیں۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۸۱، ح ۳ (۲) تفسیر القمی، ج ۱، ص ۱۲۹ (۳) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۱۲، ح ۱۷۹
(۴) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۱۳ - ۲۱۲، ح ۱۸۱ (۵) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۱۳، ح ۱۸۴
(۶) معانی الاخبار، ص ۳۶۹، ح ۱ (۷) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۱۳ - ۲۱۲، ح ۱۸۱
(۸) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۲۳ (۹) مجمع البیان، ج ۱ - ۲، ص ۵۶۲ (۱۰) مجمع البیان، ج ۱ - ۲، ص ۵۶۲

سورۂ نساء

مکمل سورہ مدینے میں نازل ہوا اور ایک قول کے مطابق یہ سورہ مدنی ہے سوائے آیت اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ (النساء ۵۸) اور قول باری يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ کے یہ دونوں آیتیں مکے میں نازل ہوئی ہیں۔ آیات کی تعداد ۱۷۷ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

بڑے مہربان اور مشفق اللہ کے نام سے۔

۱۔ لوگو! تم اپنے پروردگار کا خوف دل میں رکھو جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد وزن پوری دنیا میں پھیلا دیئے۔ اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ وقرابت داری کو نبھاتے رہو، یقین جانو کہ اللہ تمھارا نگراں ہے۔

۱ – مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ – نفس واحدہ سے مراد حضرت آدم علیہ السّلام ہیں۔ اور

خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا –

اسی نفس سے اس کے جوڑے کو بنایا اس سے مراد حوّا سلام اللہ علیہا ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حوّا کو آدم کی نچلی پسلی سے خلق فرمایا۔[۱]

وَ بَثَّ مِنْهُمَا –

اور ان دونوں کے ذریعے پھیلایا۔

رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ –

بہت سے مرد اور عورتیں۔

اور اس امر میں تقویٰ کو اس لیے ملحوظ رکھا گیا ہے کہ اس تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی جانب رہنمائی ملتی

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۱۳۰

ہے جو ہر شے پر غالب ہے اور جس کا تقاضا ہے کہ اس کا خوف دل میں ہو، اور یہ ایک ایسی ظاہری نعمت ہے کہ جس کے ملنے پر آقا کی اطاعت لازم قرار پاتی ہے۔

تفسیر عیاشی میں امیرالمومنین علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ حوّاؑ کو آدمؑ کے پہلو کی چھوٹی پسلی سے پیدا کیا گیا۔(۱)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب آدمؑ سو رہے تھے تو حوّاؑ کو ان کے پہلو سے پیدا کیا گیا۔(۲)

اور امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پانی اور مٹّی سے پیدا کیا اس لیے فرزند آدمؑ پانی اور مٹّی کا قصد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حوّاؑ کو آدمؑ سے خلق فرمایا تو عورتیں مردوں کی جانب مائل ہوتی ہیں اس لیے انھیں گھروں میں محفوظ رکھو۔(۳)

کتاب فقیہ اور علل میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے حوّاؑ کی خلقت کے بارے میں سوال کیا گیا؟ اور یہ استفسار کیا گیا کہ ہمارے ہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حوّاؑ کو آدمؑ کی نچلی بائیں پسلی سے پیدا کیا تھا امام علیہ السّلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان باتوں سے منزّہ اور بلند و بالا ہے اس بات کا کہنے والا کیا یہ کہنا چاہتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا تھا کہ آدمؑ کی بیوی کو ان کی پسلی کے بغیر پیدا کر دے۔ اور الزام لگانے والے کو گفتگو کا ایک موقع مل جائے کہ چوں کہ حوّاؑ آدمؑ کی پسلی سے پیدا ہوئیں تھیں اس لیے وہ آپس میں نکاح کر رہے تھے؟ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ اس کے بعد امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب آدمؑ کو مٹّی سے پیدا کیا اور فرشتوں کو حکم دیا اور انھوں نے آدمؑ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، اس کے بعد اللہ نے ان پر نیند غالب کر دی۔ پھر حوّاؑ کو خلق فرمایا اور انھیں آدمؑ کے کولھوں کے قریب بٹھلا دیا تا کہ عورت مرد کی تابع فرمان رہے۔

حوّاؑ نے آدمؑ کو جنبش دینی شروع کی تو وہ بیدار ہو گئے، جب بیدار ہوئے تو انھوں نے بلند آواز میں کہا مجھ سے دور ہٹ جاؤ پس جب ان کی طرف غور سے دیکھا تو اپنی صورت کا ایک حسین مخلوق پایا بس فرق اتنا تھا کہ وہ عورت تھیں آدمؑ نے ان سے گفتگو کی تو انھوں نے بھی اسی زبان میں بات کی آدمؑ نے پوچھا تم کون ہو؟ حوّاؑ نے جواب دیا ایک مخلوق ہوں جسے اللہ نے پیدا کیا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو تو اس وقت آدمؑ نے اللہ سے دریافت کیا۔ بار الٰہا یہ حسین مخلوق کون ہے جس کی قربت اور جس کی طرف دیکھنے سے مجھے ایک انس محسوس ہوتا ہے تو خداوند عالم نے فرمایا اے آدمؑ یہ میری کنیز حوّاؑ ہے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ یہ تمھارے ساتھ رہے، تمھیں مانوس رکھے اور تم سے باتیں کرتی رہے اور تمھارا حکم تسلیم کرے۔ آدمؑ نے کہا بے شک اے میرے پروردگار اور اس بات پر میں جب تک زندہ ہوں تیرا شکر ادا کرتا رہوں گا اور تیری تعریف میں رطب اللّسان رہوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۱۵ ح۲ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۱۵، ح۳ (۳) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۱۵، ح۴

فرمایا میری طرف سے حوّا سے نکاح کرلو یہ میری کنیز ہے اور یہ بیوی کی حیثیت سے تمھاری خواہشات کو پورا کرے گی۔ اور اللہ نے آدم علیہ السّلام میں خواہش کو ڈال دیا اور اس سے پہلے انھیں ہر بات کا علم دے دیا گیا تھا۔

آدمؑ نے کہا پروردگارا میں تیری جانب سے حوّا سے نکاح کرنے کے لیے تیار ہوں مگر اس کام میں تیری خوشنودی کیسے حاصل کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری خوشنودی یہ ہے کہ تم حوّا کو دین کی اہم باتیں سکھاؤ آدمؑ نے کہا پروردگارا اگر تیری یہی مشیّت ہے تو میں اس پر کاربند رہوں گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں یہی میری مرضی ہے میں نے تمھارا نکاح حوّا سے کر دیا ہے تم اسے خود سے قریب کرلو۔ آدمؑ نے حوّا سے کہا تم میرے پاس آجاؤ حوّا بولیں تم چل کر میرے پاس آؤ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو حکم دیا کہ تم حوّا کے پاس چلے جاؤ آدمؑ اٹھے اور چلے گئے اگر ایسا نہ ہوتا تو عورتیں خود ہی جا کر نکاح کرلیا کرتیں۔ یہ حضرت حوّا کی داستان تھی۔ ۱

تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حوّا کو کس چیز سے پیدا کیا؟ امام علیہ السّلام نے دریافت کیا کہ لوگوں کی اس بارے میں کیا رائے ہے میں نے جواب دیا کہ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حوّا کو آدم کی پسلیوں میں سے کسی پسلی سے پیدا کیا۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا وہ جھوٹے ہیں کیا خداوند عالم پسلی کے علاوہ پیدا کرنے پر قادر نہ تھا؟ میں نے دریافت کیا اے فرزند رسولؐ میری جان آپ پر قربان ہو فرمایئے اللہ تعالیٰ نے حوّا کو کس چیز سے پیدا کیا؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ مجھے خبر دی ہے میرے والد نے اور انھوں نے اپنے آباواجداد سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مٹّی لے کر اپنے ہاتھوں سے اُسے گوندھا اور اس مٹّی سے آدم کو بنایا اور بچی ہوئی مٹّی سے حوّا کو خلق فرمایا۔ ۲

کتاب علل میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ خداوند عالم نے آدم کو مٹّی سے بنایا اور باقی بچی ہوئی مٹّی سے حوّا کی تخلیق ہوئی۔ ۳

اور دوسری روایت میں ہے کہ آدم کے باطن سے اور بائیں جانب سے اور اس مٹّی سے جو بائیں پسلی کے بنانے کے بعد بچ گئی تھی حوّا کو خلق فرمایا۔ ۴

کتاب فقیہ میں ہے کہ رب العزت کے قول يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا۔ اے لوگو تم اپنے پروردگار کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک نفس سے بنایا اور اسی سے اس کا جوڑا خلق فرمایا۔ ۵

اور وہ حدیث جس میں بیان کیا گیا ہے کہ آدمؑ کی بائیں پسلی سے حوّا کو پیدا کیا گیا صحیح ہے اس حدیث کا

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۲۳۹ ح ۱۱۳۳ وعلل الشرائع، ص ۱۷، ح ۱، باب ۱۷ علة کیفیة بدء النسل

(۲) تفسیر العیّاشی، ج ۱، ص ۲۱۶، ح ۷ (۳) علل الشرائع، ص ۵۱۲، ح ۱، باب ۲۸۶، العلة من اجلها فضل الرجال علی النساء

(۴) علل الشرائع، ص ۱۷۴، ح ۳۳، باب ۲۲۲ (۵) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۲۴۰، ح ۱۱۳۳

مفہوم یہ ہے کہ اس مٹّی سے حوّاؑ کو بنایا جو آدمؑ کی بائیں پسلی بنانے کے بعد بچ گئی تھی اس طرح مردوں کی ایک پسلی عورتوں کی پسلیوں سے کم ہوتی ہے۔[۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں حدیث کے یہ الفاظ کہ حوّاؑ کو آدمؑ کی بائیں پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جسمانی اور حیوانی پہلو عورتوں میں مردوں کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے اور اس کے برعکس مردوں میں روحانی اور ملکوتی پہلو زیادہ نمایاں ہے۔ اس لیے کہ لفظ ''یمین'' سے عالم ملکوت روحانی سے کنایہ ہے اور ''شمال'' سے کنایہ ہے عالم ملکیت جسمانی، لفظ ''طین'' (مٹّی) سے مراد وہ مواد ہے جس سے جسم بنا ہے اور لفظِ یَمِیْن عبارت ہے مادّہ روحانی سے۔

اب رہی یہ بات کہ آدمؑ کی بائیں پسلی کم ہے تو یہ کنایہ ہے ان خواہشات سے جو عالم تخلیق میں جسمانی غلبے سے حاصل ہوئی ہیں اور وہ آدمؑ کے اندرونی حصّے کی وہ بچی ہوئی مٹّی تھی جس سے حوّاؑ کی تخلیق کا مواد بنا تھا۔ حدیث میں اس بات کی جانب متوجّہ کیا گیا ہے کہ ملکوت اور امر کا پہلو مردوں میں ملکیت اور خلق کے پہلو سے زیادہ قوی ہے اور عورتوں میں اس کے برعکس ہے اس لیے کہ ظاہر باطن کا عنوان ہوتا ہے یہی راز ہے کہ مردوں کے بدن میں عورتوں کی بہ نسبت نقص ہے۔ اللہ کے رازوں تک صاحب راز کے علاوہ کوئی اور رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔ اصل حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھ کر عوام الناس معصومینؑ کی تکذیب کرتے ہیں اس لیے کہ وہ حقیقی مفہوم سے ناآشنا ہوتے ہیں۔

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ آدم علیہ السّلام کی نسل کا آغاز کس طرح ہوا؟ ان سے کہا گیا کہ ہمارے پاس کچھ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام پر وحی کی کہ اپنی بیٹیوں کی شادی اپنے بیٹوں سے کردو اور جملہ مخلوقات کی بنیاد بھائیوں اور بہنوں سے ہے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بات سے منزّہ اور بلند و بالا ہے اس بات کو بیان کرنے والا گویا کہہ رہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی منتخب مخلوقات، پسندیدہ لوگ انبیا، رُسل، مومنین، مومنات، مسلمین اور مسلمات سب کو حرام سے پیدا کیا آیا اس کے پاس قدرت نہ تھی کہ وہ انھیں حلال ذریعے سے خلق فرماتا۔ جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حلّت، طہارت، پاکیزگی اور نظافت کے بارے میں ان سے عہد و پیمان لیا تھا۔ خدا کی قسم مجھے کسی چوپائے کے بارے میں آگاہ کیا گیا کہ اس نے اپنی بہن کو نہیں پہچانا اور اس سے مقاربت کرنے کے بعد جب اسے معلوم ہوا کہ وہ اس کی بہن ہے تو اس نے اپنے آلۂ تناسل کو دانتوں سے پکڑ کر اکھاڑ ڈالا اور اس طرح وہ مرگیا۔[۲]

اور دوسری روایت امام صادق علیہ السّلام سے ہے جس کا مضمون تقریباً ایسا ہی ہے البتّہ اس روایت میں نہایت شدّت کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ بہنیں، بھائیوں کے لیے حرام ہیں اور اس کی حرمت مسلسل جاری رہی ہے جیسا کہ ان چاروں کتابوں میں موجود ہے جو آسمان سے نازل کی گئی ہیں یقیناً لوگوں میں سے ایک گروہ

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۲۴۰، ح ۳۵۸۱۱ (۲) علل الشرائع، ص ۱۸، ح ۲، باب ۱۷

(جہلاء) انبیا کے گھرانے والوں سے علم حاصل کرنے کے بجائے وہاں سے علم لیتا ہے جہاں سے علم حاصل کرنے کو منع کیا گیا ہے۔ نتیجۃً جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ وہ گمراہی اور جہالت میں کس حد تک پہنچ گئے ہیں۔ا

اور روایت کے آخر میں ہے کہ جو بھی یہ بات یا اس سے ملتی جلتی بات کہتا ہے وہ سوائے اس کے کہ مجوسیوں کے دلائل کو تقویت پہنچائے اور کچھ نہیں کرتا۔ انھیں کیا ہو گیا ہے اللہ انھیں ہلاکت میں ڈالے۔

اس کے بعد امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ آدم علیہ السّلام کے لیے ستّر بار اولاد نے جنم لیا اور ہر بار ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے یہاں تک کہ ہابیل کو قتل کر دیا گیا۔ ہابیل کے قتل ہو جانے پر حضرت آدم علیہ السّلام کافی عرصے تک گریہ کرتے رہے اور پانچ سو سال تک حوّا کے قریب نہیں گئے۔ جب غم مندمل ہو گیا تو حوّا سے قربت اختیار کی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے انھیں صرف بیٹا عطا کیا جس کا نام شیثؑ تھا جو ہبۃ اللہ کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ آدمیوں میں سے زمین پر پہلے وصی ہیں جنھیں وصی بنایا گیا اس کے بعد آدمؑ کے ہاں ایک اور بیٹا پیدا ہوا جس کا نام یافث تھا جب وہ دونوں بالغ ہو گئے اور اللہ نے چاہا کہ ان کی نسل آگے بڑھے۔ اور بہنوں کو بھائیوں کے لیے حرام قرار دینے کا فیصلہ تو پہلے ہی لوح محفوظ پر تحریر تھا۔ بروز جمعرات عصر کے بعد جنّت سے ایک حور آئی جس کا نام "نزلہ" تھا اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو حکم دیا کہ اس کی شادی شیث سے کر دیں۔ پھر دوسرے دن عصر کے بعد ایک اور حور کو جنّت سے نازل کیا جس کا نام "منزلہ" تھا اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو حکم دیا کہ اس کی شادی یافث سے کر دیں۔ آدمؑ نے ایسا ہی کیا۔ تو شیث کے ہاں بیٹا ہوا اور یافث کے ہاں بیٹی نے جنم لیا تو جب وہ دونوں بالغ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو حکم دیا کہ یافث کی بیٹی کی شادی شیث کے بیٹے سے کر دیں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا اور ان ہی کی نسل سے منتخب روزگار انبیا اور مرسلین نے جنم لیا اور جو لوگ بھائی بہن کی شادی کی بات کرتے ہیں اللہ ہمیں اس بات سے اپنی پناہ میں رکھے۔۲

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آدمؑ کے ہاں شیث کی ولادت ہوئی اور ان کا نام ہبۃ اللہ ہے۔ اور آدمیوں میں وہ پہلے وصی ہیں جن کو وصیّت کی گئی۔۳

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے۔ ان سے سوال کیا گیا؟ کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آدمؑ نے اپنی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے سے کر دی تو امامؑ نے فرمایا لوگ تو ایسا کہتے ہیں مگر کیا تمھیں معلوم نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ آدمؑ نے اپنی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے سے کر دی تو میں بھی زینب کی شادی قاسم سے کر دیتا۔ اور میں آدمؑ کے دین سے منہ نہ موڑتا۔۴

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ان سے مجوسیوں کے بارے میں کہا گیا کہ وہ یہ کہتے ہیں نکاح کنکاح ولد آدم ہم اسی طرح نکاح کر رہے ہیں جس طرح اولاد آدمؑ کا نکاح ہوا۔ اور اس بارے میں وہ

---

(۱) علل الشرائع، ص۱۹، ذیل ح ۲، باب ۱۷
(۲) علل الشرائع، ص۱۹، ۲۰، ح ۲
(۳) من لایحضرہ الفقیہ، ج۳، ص۲۴۰، ح ۱۱۳۶
(۴) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۳۱۲، ح ۸۳

ہم سے بحث کرتے ہیں۔ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ تم انھیں یہ دلیل کیوں نہیں دیتے کہ جب ہبۃ اللہ (شیث) جوان ہوگئے تو آدمؑ نے دُعا کی اے پروردگار ہبۃ اللہ کی شادی کرادے تو اللہ تعالیٰ نے حور کو بھیجا جس سے ان کے چار بیٹے پیدا ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے اس حور کو اٹھالیا۔ جب ہبۃ اللہ کے بیٹے جوانی کی منزلوں کو پہنچے تو آدمؑ نے کہا پروردگار ہبۃ اللہ کے بیٹوں کی شادی کرادے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک مسلم جنّ کی چار بیٹیاں ہیں اس سے رشتہ طلب کریں تو آدمؑ نے ہبۃ اللہ کے بیٹوں کی ان لڑکیوں سے شادی کردی۔ انسانوں میں جو جمال اور حلم ہے وہ حور اور نبوّت کی جانب سے آیا ہے اور جو حماقت اور غضب ہے وہ جنوں کی طرف سے ملا ہے۔ ۱

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آدمؑ کے چار بیٹے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے چار حوروں کو نازل کیا جن کی شادی حوروں سے ہوگئی ان سے اولاد کا سلسلہ جاری ہوا اس کے بعد اللہ نے حوروں کو اٹھالیا اور ان چاروں نے چار جنیوں سے شادی کرلی اس طرح ان کی نسلوں کا سلسلہ جاری رہا انسانوں میں جو حلم پایا جاتا ہے وہ آدم علیہ السّلام سے ملا ہے اور جو کچھ جمال ہے وہ حورالعین کی وجہ سے حصّے میں آیا ہے اور جو برائی اور بدخلقی ہے وہ جنوں سے ورثے میں ملی ہے۔ ۲

اور ایک روایت میں ہے کہ جب آدمؑ کے صاحبزادے ہبۃ اللہ کی ولادت ہوئی اور وہ سن بلوغ کو پہنچے تو آدمؑ نے اللہ سے استدعا کی کہ ان کی شادی کرادے تو خداوند عالم نے جنّت سے حور کو نازل کیا جس سے ان کی شادی ہوئی اور ان کے چار بیٹے ہوئے اس کے بعد آدمؑ کے ہاں ایک اور بیٹا پیدا ہوا جب وہ بڑا ہوگیا تو اللہ کے حکم سے اس کی شادی جنوں میں کردی اس سے چار بیٹیاں پیدا ہوئیں تو پہلے بیٹے کے بیٹوں کی شادی دوسرے بیٹے کی بیٹیوں سے کردیں۔ انسانوں میں جو جمال ہے وہ حوروں کی جانب سے اور حلم آدمؑ کی وجہ سے اور جو ہلکا پن ہے وہ جنوں کی وجہ سے ہے۔ جب نسلوں کا سلسلہ جاری ہوگیا تو حوریں آسمانوں پر چلی گئیں۔ ۳

اور کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے آدم علیہ السّلام پر جنّت سے حور کو نازل کیا انھوں نے اپنے ایک بیٹے کی شادی حور سے کردی اور دوسرے بیٹے کی شادیاں جنوں کی بیٹی سے کردی اب جو انسانوں میں بہت زیادہ جمال اور اچھے اخلاق نظر آتے ہیں وہ حوروں کی جانب سے ہیں اور جو بداخلاقی ہے اس کا تعلّق دختر جنّات سے ہے۔ ۴

کتاب قرب الاسناد میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حوّاؑ کے رحم میں ہابیل اور اس کی بہن کا حمل ایک ساتھ ٹھہرا۔ اور جب وہ دوبارہ حاملہ ہوئیں تو قابیل اور اس کی بہن ایک ساتھ پیدا ہوئے۔ تو ہابیل کی شادی اس لڑکی کے ساتھ ہوئی جو قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور قابیل کی شادی اس لڑکی سے طے پائی جو ہابیل کے

---

(۱) الکافی، ج۵، ص۵۶۹، ح۵۸ — (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۱۵، ح۵
(۳) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۱۶، ح۶ — (۴) من لایحضرہ الفقیہ، ج۳، ص۲۴۱-۲۴۰، ح۱۱۳۷

ساتھ پیدا ہوئی تھی اس کے بعد بھائی بہن کی شادی حرام قرار پائی۔ ۱

تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آدمؑ کی زوجہ حوّا ہر حمل میں دو بچّوں کو جنم دیتی تھیں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پہلے حمل میں قابیل اور ایک قول کے مطابق قابیل اور اس کی جڑواں اقلیما نے جنم لیا اور دوسرے حمل میں ہابیل اور اس کی جڑواں لوزا کی ولادت ہوئی جب وہ سن شعور کو پہنچے تو اللہ نے آدمؑ کو حکم دیا کہ قابیل کا نکاح ہابیل کی بہن سے اور ہابیل کا عقد قابیل کی بہن سے کردیں۔ ہابیل اس بات پر راضی ہوگئے مگر قابیل نے انکار کردیا اس لیے کہ اس کی بہن زیادہ خوبصورت تھی۔ اور وہ کہنے لگا کہ اللہ نے ایسا حکم نہیں دیا ہے بلکہ آپ اپنی مرضی سے یہ فرمارہے ہیں۔ اس کے بعد اللہ نے دونوں کو قربانی پیش کرنے کا حکم دیا وہ دونوں اس امر پر رضامند ہوگئے۔ ۲

اس حدیث کا بقیہ حصّہ ہم سورۂ مائدہ کی تفسیر کرتے وقت آیۂ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ کے ذیل میں بیان کریں گے۔ (۲۷ مائدہ ۵)

کتاب احتجاج میں امام سجاد علیہ السّلام سے روایت ہے آپ نے قریش کے ایک شخص سے باتیں کرتے ہوئے فرمایا: کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ قبول کی تو انھوں نے حوّاؑ سے مقاربت کی اور جب سے آدمؑ و حوّاؑ کی تخلیق ہوئی تھی انھوں نے زمین پر آنے سے قبل ایک دوسرے سے مقاربت نہیں کی تھی اور یہ واقعہ توبہ قبول ہونے کے بعد کا ہے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ آدم علیہ السّلام خانۂ کعبہ کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے گرد پیش کی حرمت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ جب انھوں نے حوّاؑ سے میاں بیوی کے تعلّقات قائم کرنا چاہے تو وہ حوّاؑ کے ساتھ حرم کے حدود سے باہر چلے گئے اور وہاں پر انھوں نے حوّاؑ سے مقاربت کی۔ اس کے بعد غسل کیا اور صحن کعبہ میں تشریف لائے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ آدم علیہ السّلام کے حوّاؑ سے بیس بیٹے اور بیس بیٹیاں پیدا ہوئیں ہر حمل میں ایک بیٹے اور ایک بیٹی کی ولادت ہوتی تھی۔ پہلی مرتبہ ہابیل اور ان کی جڑواں جس لڑکی کی ولادت ہوئی اس کا نام اقلیما تھا اور دوسری مرتبہ جب حوّاؑ حاملہ ہوئیں تو قابیل اور ان کی جڑواں لوزا نامی لڑکی پیدا ہوئی اور لوزا آدم کی سب سے خوبصورت بیٹی تھی۔

پس جب وہ سب سن بلوغ کو پہنچے تو آدم علیہ السّلام کو خوف لاحق ہوا کہ وہ بچّے کسی فتنے میں مبتلا نہ ہوجائیں آدمؑ نے انھیں بلایا اور کہا کہ اے ہابیل میں تمھارا نکاح لوزا سے کرنا چاہتا ہوں اور اے قابیل میں تمھارا عقد اقلیما سے کرنے کا خواہش مند ہوں۔ قابیل بولا میں اس بات پر خوش نہیں ہوں کہ آپ میرا نکاح ہابیل کی بدصورت بہن سے کردیں اور ہابیل کا نکاح میری خوبصورت بہن سے کردیں۔ آدمؑ نے کہا میں تمھارے درمیان قرعہ اندازی ۳ کرتا ہوں اے قابیل اگر قرعہ اندازی میں لوزا تمھارے حصّے میں آئی اور اے ہابیل اقلیما تمھارے نصیب میں آئی تو

(۱) قرب الاسناد، ص ۳۶۶ (۲) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۱۸۳ (۳) زمانۂ قدیم میں قرعہ اندازی تیروں کے ذریعے کی جاتی تھی ایک پر لکھا رہتا تھا اَمَرنی ربی اور دوسرے پر نَهَانی ربی۔ اور اسی کے مطابق عمل ہوتا تھا گویا یہ استخارے کا طریقہ تھا۔

میں قرعہ اندازی کے مطابق تمھارا عقد کردوں گا۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ دونوں اس بات پر راضی ہوگئے اور جب قرعہ اندازی ہوئی تو امامؑ نے فرمایا کہ قرعہ اندازی میں قابیل کے لیے ہابیل کی بہن اقلیما کا نام نکلا اور ہابیل کے لیے قابیل کی بہن لوزا کا نام نکلا امامؑ نے فرمایا قرعہ اندازی کے ذریعے اللہ کی رائے کے مطابق آدمؑ نے دونوں کا نکاح کردیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بہنوں کا نکاح حرام قرار دیا۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ قرشی نے سوال کیا کہ ان سے نسل جاری ہوئی امامؑ نے فرمایا ہاں تو قرشی نے کہا آج بھی مجوسی ایسا ہی کرتے ہیں امام عالی مقام نے فرمایا کہ مجوسیوں نے اس عمل کو اس وقت اپنایا جب اللہ نے اسے حرام کردیا۔

اس کے بعد امام علیہ السّلام نے فرمایا اس بات کا انکار نہ کرو یہ اللہ کا قانون تھا جو جاری ہوا کیا اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی زوجہ کو اسی کے نفس سے خلق نہیں فرمایا اور پھر حوّا کو ان کے لیے حلال قرار دیا یہ اللہ کے قوانین میں سے ایک قانون تھا جس کے بعد اللہ نے اسے حرام کردیا۔[۱]

اگر یہ سوال ہو کہ اس حدیث اور اس سے ماقبل احادیث جو بیان کی گئی ہیں ان میں توافق کیسے ہو؟ تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ پہلے جو احادیث بیان کی گئی ہیں وہ صحیح ہیں اور ان ہی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ اب رہا وہ احادیث جو بعد میں بیان کی گئی ہیں تو وہ عام مسلمانوں کے عقیدے سے موافقت رکھتی ہیں ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ ایسی تاویلیں موجود ہیں جو سابقہ احادیث کی تائید کرتی ہیں۔

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ۔

اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو یعنی تم ایک دوسرے سے حق کا مطالبہ اس طرح کرتے ہو اَسْئَلُكَ بِاللّٰهِ میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں۔

تَسَآءَلُوۡنَ اصل میں تَتَسَاءَلُوْنَ تھا "ت" کو "س" میں مُدغم کر دیا گیا تو مخفف کرنے کے بعد "ت" کو حذف کر کے تَسَاءَلُون پڑھا گیا۔

وَ الۡاَرۡحَامَ ؕ۔ اس بات سے ڈرو کہ قرابت داروں سے قطع تعلّق نہ ہونے پائے۔ اسی مفہوم کی روایت تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے۔[۲]

جیسا کہ عرب کہا کرتے تھے:

اَسْئَلُكَ بِاللّٰهِ اِنْ تَفْعَلَ كَذَا میں اللہ کا واسطہ دے کر تم سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ یہ کام انجام دو۔

وَاَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ وَبِالرَّحْمِ[۳]

اور میں تمھیں اللہ کی قسم اور قرابت داری کا واسطہ دے کر مطالبہ کرتا ہوں اس جملے کا مفہوم یہ ہوگا کہ جس طرح تم لوگ اپنے اقوال سے اللہ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہو اسی طرح اطاعت کے ذریعے بھی اس کی عظمت کو تسلیم کرو۔

---

(۱) الاحتجاج، ج ۲، ص ۴۴–۴۳ (۲) مجمع البیان، ج ۳–۴، ص ۳ (۳) مجمع البیان، ج ۳–۴، ص ۳

تفسیر قمی میں ہے کہ تم سے روز قیامت تقویٰ کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ کیا تم اللہ سے ڈرا کرتے تھے؟ اور قرابت داروں کے بارے میں سوال ہوگا کہ کیا تم نے صلہ رحمی کی تھی؟[1]

کتاب کافی ورتفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے یہ انسانی قرابت داریاں ہیں اللہ تعالیٰ نے جن کی بجا آوری کا حکم دیا ہے اور اس کی عظمت بیان کی ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اس نے اپنے ساتھ ارحام کا ذکر کیا ہے۔[2]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یعنی تقویٰ کا حکم دیتے وقت اپنے نام کے ساتھ قرابت داروں کو بھی شامل کرلیا۔

کتاب کافی میں امیر المومنینؑ سے روایت ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا:

صِلُوا ارحامکم ولو بالتسلیم تم اپنے قرابت داروں سے صلۂ رحمی اختیار کرو خواہ انھیں صرف سلام کرو اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی[3]

امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ رحم آل محمد سے مراد ائمہ علیہم السّلام ہیں۔ تم یہ کہو:

اَللّٰهُمَّ صِلْ مَنْ وَصَلَنِيْ وَاقْطَعْ مَنْ قَطَعَنِيْ

پروردگارا جو مجھ سے صلۂ رحمی کرتا ہے اس پر رحمت نازل فرما اور جو مجھ سے قطع تعلّق کرلیتا ہے تو بھی اس سے قطع تعلّق کرلے۔ اس کے بعد ارحام مومنین کے لیے بھی اس کا حکم جاری ہوگیا اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[4]

کتاب عُیُون میں امام رضا علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین باتوں کو تین باتوں کے ساتھ شریک کرکے ذکر کیا ہے۔ اور جب اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا تو اس کے ساتھ صلۂ رحمی کو شامل کردیا پس جو شخص صلۂ رحمی نہیں کرتا وہ اللہ کا خوف بھی نہیں رکھتا۔[5]

امام رضا علیہ السّلام اپنے آبا و اجداد سے علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جب شب معراج مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو میں نے یہ دیکھا کہ ایک رحم عرش سے لٹکا ہوا ہے دوسرے رحم کی اپنے رب سے شکایت کر رہا ہے۔ میں نے اس سے دریافت کیا تمھارے اور اس کے مابین کتنی پشتوں کا فاصلہ ہے تو اس نے جواب دیا ہم چالیسویں پشت میں ایک دوسرے سے جا کر ملتے ہیں۔[6]

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا - بے شک اللہ تمھارا محافظ ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص ۱۳۰

(۲) الکافی، ج ۲، ص ۱۵۰ و تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۲۱۷

(۳) الکافی، ج ۲، ص ۱۵۰، ح ۲۲

(۴) الکافی ج ۲ ص ۱۵۶، ح ۲۶ باب الصلۃ الرحم

(۵) عیون اخبار الرضا ص ۲۵۸، ح ۱۳، باب ۲۶

(۶) عیون اخبار الرضا ص ۲۵۵، ح ۵، باب ۲۶

وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۲

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۳

۲-اور یتیموں کو ان کا مال لوٹا دو اور اچھے مال کو برے مال سے تبدیل نہ کرو اور ان کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ یہ تو یقیناً بہت بڑا گناہ ہے۔

۳- اور اگر تم اس بات سے ڈرتے ہو کہ یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کرسکو گے تو جو عورتیں تمھیں پسند آجائیں ان میں سے دو، تین اور چار کے ساتھ نکاح کرلو اور اگر تمھیں یہ اندیشہ ہو کہ ان بیویوں کے ساتھ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی شادی پر اکتفا کرو یا ان عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمھارے قبضے میں ہیں بے انصافی سے بچنے کے لیے یہ زیادہ احسن طریقہ ہے۔

۲-وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ-

یعنی جب یتیم بالغ ہو جائیں اور تمھیں ان کے بلوغ کا علم ہو جائے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے تو تم ان کا مال انھیں لوٹا دو۔

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ -

تمھیں جو مال حلال میسّر آنے والا ہے اسے تم ان کے مال حرام سے تبدیل نہ کرو اس طرح کہ تم ان کا مال ہڑپ کر جاؤ جو تمھارے لیے حرام ہے قبل اس کے کہ تم تک وہ رزق حلال آجائے جو تمھارے لیے معیّن کیا گیا ہے۔

اور ایک قول کے مطابق وہ لوگ یتیموں کا بہترین مال خود لے لیتے تھے اور اس کی جگہ معمولی مال رکھ دیا کرتے تھے تو انھیں اس بات سے روکا گیا۔[1]

وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ -

تقابل کے طور پر مساویانہ انداز میں گفتگو کی گئی ہے کہ ان یتیموں کا مال اپنے مال کے ساتھ مخلوط کرکے نہ کھاؤ اس لیے کہ ان میں سے ایک حلال ہے اور دوسرا حرام ہے یعنی جو مال اجرت سے زیادہ ہوگا وہ حرام ہوگا

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۰۲

جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ (۶،نساء ۴) تو وہ معروف طریقے سے اسے کھا سکتا ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا-

یہ تو یقیناً بڑا گناہ ہے لفظ "حُوبٌ" بطور مصدر پڑھا گیا ہے۔

۳-وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا-

کہا گیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم اس بات سے ڈرتے ہو کہ اگر تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرو گے تو تم انصاف نہ کرسکو گے تو پھر تمھیں اجازت دی گئی ہے کہ ان کے علاوہ جو عورتیں تمھیں پسند آجائیں ان سے عقد کرلو اس لیے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی یتیم لڑکی سے صرف اس کے مال اور جمال کی وجہ سے عقد کرتا ہے تاکہ دولت کسی اور کے پاس نہ چلی جائے اور اس طرح کئی بیویاں ہوجاتی ہیں اور وہ ان سب کے حقوق پورا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔

مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ-

دو دو اور تین تین اور چار چار ہر ایک کو چار بیویوں تک تعداد میں اختیار دیا گیا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جب کسی کی چار بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو طلاق دے دے تو پانچویں سے اس وقت تک عقد نہیں کرسکتا جب تک مطلّقہ عورت کی عدّت پوری نہ ہوجائے اور امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ چار بیویوں کی موجودگی میں وہ پانچویں بیوی سے اختلاط نہیں کرسکتا۔[1]

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس بات کو حلال قرار نہیں دیا گیا کہ کسی مرد کا نطفہ چار آزاد عورتوں کے رحم سے زیادہ مقام پر جاری ہو۔[2]

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا-

اور اگر تمھیں یہ اندیشہ ہو کہ تم ان بیویوں کے ساتھ عدل نہ کرسکو گے۔

فَوَاحِدَةً- تو پھر ایک ہی شادی پر اکتفا کرو چار شادیاں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ-

یا ان عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمھارے قبضے میں ہیں خواہ وہ تعداد میں زیادہ ہی کیوں نہ ہوں اس لیے کہ ان کے اخراجات کم ہوتے ہیں اور ان میں وراثت کی تقسیم نہیں ہوتی۔ اور متعہ بھی اسی حکم کے تحت آتا ہے۔

کتاب کافی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ایک سے زیادہ روایات میں آیا ہے کہ جو عورتیں قبضے میں ہیں ان کے لیے چار یا ستّر کی تعداد نہیں ہے ان کی حیثیت کنیزوں کی ہے انھیں اجرت دی جاچکی ہے ان کے لیے

(۱) الکافی، ج۵، ص۴۲۹، ح۱ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۱۸، ح۱۴

طلاق نہیں ہے نہ وہ کسی کی وارث ہوتی ہیں اور نہ ہی کوئی ان کا وارث ہوتا ہے۔ کسی غلام کو اجازت نہیں ہے کہ وہ دو آزاد یا چار کنیزوں سے نکاح کرلے بلکہ وہ اپنے مالک کی اجازت سے جس کنیز سے چاہے نکاح کرسکتا ہے۔[۱]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ غیرت کا تعلّق مردوں سے ہے البتّہ عورتوں میں جذبۂ حسد کارفرما ہوتا ہے۔ چوں کہ غیرت کا تعلّق مردوں سے ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے شوہر کے علاوہ کسی اور مرد کو حرام کردیا ہے اور مردوں کو چار شادیوں کی اجازت مرحمت کی ہے اللہ کی ذات اس سے بہت بلند ہے کہ اس نے عورتوں کو غیرت کے ذریعے نہیں آزمایا اور اس ایک عورت کے ساتھ مزید تین عورتوں سے عقد کو حلال قرار دیا۔[۲]

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے: فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا اور اگر تمھیں یہ اندیشہ ہو کہ تم نفقے میں ان سے عدل نہ کرسکو گے تو بس ایک بیوی پر اکتفا کرو۔[۳]

اب رہا اللہ تعالیٰ کا قول وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ (۱۲۹ نساء ۴)

یعنی تم کتنا ہی چاہو اپنی عورتوں کے مابین ہرگز عدل قائم نہ کرسکو گے تو یہاں پر محبّت و موّدت میں عدل مراد ہے۔[۴]

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ہر شے میں اسراف (فضول خرچی) ممکن ہے سوائے عورتوں کے اس لیے کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ[۵] ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا۔

بے انصافی سے بچنے کے لیے یہ زیادہ احسن طریقہ ہے یعنی یہ عمل زیادہ قریب ہے کہ تم کسی ایک طرف جھک نہ جاؤ عربی میں کہتے ہیں "عال المیزان" ترازو کا پلڑا جھک گیا۔

اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے عالَ الرجل عیاله اذا مانهم جب کوئی شخص اپنے اہل وعیال کی کفالت کرے تو اس آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ عدم کفالت سے بچنے کے لیے یہ احسن طریقہ ہے۔

اس کا تیسرا مفہوم یہ ہے اگر کسی کی عیال زیادہ ہو تو اس وقت کہتے ہیں اَعَالَ الرَّجُل لیکن اس کا استعمال شاذ ہے۔

تفسیر قمی میں ہے:

لَا يَتَزَوَّجُ مَا لَا يَقْدِرُ أَنْ يَعُولَ

جو کفالت کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اسے شادی نہیں کرنی چاہیے یعنی کئی بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔[۶]

---

(۱) الکافی، ج ۵، ص ۴۵۱ (۲) الکافی، ج ۵، ص ۵۰۴، ح ۱، باب غیرۃ النساء

(۳) الکافی، ج ۵، ص ۳۶۳، ح ۱ (۴) الکافی، ج ۵، ص ۳۶۳، ح ۱

(۵) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۱۸، ح ۱۳ (۶) تفسیر قمی ج ۱، ص ۱۳۰

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــًٔا مَّرِیْٓــًٔا ﴿۴﴾

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۵﴾

۴-اور عورتوں کو ان کا مہر خوشی خوشی فرض سمجھتے ہوئے ادا کرو، البتّہ اگر وہ ہنسی خوشی اپنے مہر کا کچھ حصّہ تمھیں خود معاف کردیں تو تم شوق سے اسے نوش جان کر جاؤ۔

۵-اور اپنا وہ مال جس پر تمھاری گزر اوقات موقوف ہے اسے نادان لوگوں کے حوالے نہ کردو البتّہ اس میں سے انھیں کھلاؤ اور پہناؤ تو کوئی مضائقہ نہیں اور ہمیشہ انھیں اچھی ہدایت کرتے رہو۔

۴-وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ-

اور عورتوں کو ان کا مہر ادا کردو۔

نِحْلَةً ؕ-تفسیر قمی میں نحلہ کا مفہوم ہے ھِبَۃٌ یعنی بخش دینا۔[۱]

اور ایک قول کے مطابق اس کا مفہوم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور فضل ربّانی ہے جو عورتوں کو عطا کیا گیا ہے۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے قرض ہے جسے لوگوں پر فرض قرار دیا گیا ہے۔ ظاہری آیت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اس آیت میں ازواج سے خطاب ہے۔[۲]

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے مَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً وَلَمْ یَنْوِ اَنْ یُّوَفِّیَهَا صِدَاقَهَا فَهُوَزَانٍ[۳]

جو شخص کسی عورت سے شادی کرے اور مہر ادا کرنے کی نیت نہ ہو تو وہ شخص زانی ہے۔

امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ سب سے اہم شرط یہ ہے کہ بیوی جس وجہ سے تم پر حلال ہوتی ہے اسے پورا کرو یعنی مہر ادا کرو۔[۴]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اس آیت میں بیوی کے سرپرستوں سے خطاب ہے اس لیے کہ ان میں سے جب کوئی اپنی بیٹی کا نکاح کرتا تو مہر کی رقم خود لے لیا کرتا تھا بیوی کو اس میں سے کچھ بھی نہیں ملتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمل سے منع فرمایا ہے۔[۵]

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص ۱۳۰ (۲) انوار التنزیل، ج۱، ص ۲۰۳ (۳) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۲۵۲ ھ، ح ۱۲۰۰
(۴) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۲۵۲ (۵) مجمع البیان، ج ۳۔۴، ص ۷

فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا-

البتّہ اگر وہ اپنی مرضی سے ہنسی خوشی اپنے مہر کا کچھ حصّہ تمھیں خود معاف کردیں۔

فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا-

تو تم شوق سے اسے نوش جان کر جاؤ۔

لفظ هَنی اور مَرِی جدا جدا مفہوم رکھتے ہیں۔ هَنِی سے مراد وہ شے ہے انسان جس کی لذّت کو محسوس کرتا ہے۔ مری سے مراد وہ شے ہے جس کا انجام قابل ستائش ہوتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ لوگ رکاوٹ بن جاتے تھے کہ شوہر اپنی بیوی کے مال میں سے کچھ قبول کرلے تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ ایک شخص امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں دردِ شکم میں مبتلا ہوں امام علیہ السّلام نے فرمایا کیا شادی شدہ ہو؟ اس نے جواب دیا ہاں تو امامؑ نے فرمایا کہ تم اپنی بیوی کی مرضی سے مہر کی رقم میں سے کچھ بطور تحفہ حاصل کرلو پھر اس رقم سے شہد خریدو پھر اس میں بارش کا پانی ملاؤ اور اسے پی جاؤ اس لیے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سنا ہے: وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا (ق، ۹)

اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا اور فرمایا۔

يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ (النحل/ ۶۹)

اس (شہد کی مکھی) کے شکم سے ایسا شربت نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اس میں انسانوں کے لیے شفا ہے۔

اور فرمایا فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا (نساء/ ۴)

اور اگر وہ عورتیں ہنسی خوشی مہر کا کچھ حصّہ تمھیں خود معاف کردیں تو تم شوق سے اسے کھا جاؤ۔

پس جب برکت، شفا اور هَنِی و مَرِی جمع ہوجائیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ تمھیں شفا ہوجائے گی۔ اس شخص نے اس بات پر عمل کیا تو شفایاب ہوگیا۔[2]

۵- وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا-

اور جس مال پر تمھاری معیشت کا دارومدار ہے اور جس پر تمھارے گزر اوقات کا انحصار ہے تم اسے نادانوں کے حوالے نہ کردو۔

وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ-

البتّہ اس مال میں سے ان کے کھانے پینے اور پہننے کا بندوبست کرو یعنی ان کی جملہ ضروریات فراہم کرو۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج ا، ص ۲۰۴ (۲) تفسیر مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۷ و تفسیر عیاشی، ج ا، ص ۲۱۸، ح ۱۵۷

وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔

اور ان سے ایسے خوبصورت وعدے کرو جس سے ان کے دلوں کو راحت ہو۔

اور لفظ معروف کا مفہوم یہ ہے کہ جسے شریعت اور عقل دونوں مستحسن قرار دیں۔

ان کی جملہ ضروریات فراہم کرو۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں سُفَهَاء سے مراد وہ یتیم ہیں جو ابھی نابالغ ہیں۔تم ان کا مال اس وقت تک ان کے حوالے نہ کرو جب تک تمھیں ان کی بلوغت کا علم نہ ہو جائے۔امام علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا تو پھر ان کا مال ہمارا مال کیسے ہو گیا؟ امام علیہ السّلام نے جواب دیا اس لیے کہ تم ان کے وارث کی حیثیت رکھتے ہو۔[1]

اس آیت کے ذیل میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ''سُفهاء'' سے مراد وہ شخص ہے جو نا قابل اعتماد ہو۔[2]

ایک اور روایت میں آیا ہے کُلّ مَنْ یَّشْرِبُ الْخَمْرَ فَهُوَ سَفِیْهٌ جو شخص بھی شراب پیتا ہے وہ سفیہ ہے۔[3]

کتاب فقیہ میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص شراب پینے کا عادی ہو مال اس کے حوالے نہ کرو اور نہ ہی عورتوں کے ہاتھ میں دو اس کے بعد آپ نے فرمایا شرابی سے بڑھ کر کون نادان اور ناسمجھ ہو سکتا ہے۔[4]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا آیت میں سفہاء سے مراد عورتیں اور بچّے ہیں جب کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ اس کی بیوی نادان اور فسادی ہے اور اس کا بیٹا بھی ناسمجھ اور جھگڑالو ہے تو اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے کسی کو بھی اپنے مال پر مسلّط کر دے جس مال کو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی زندگی کا سہارا قرار دیا ہے اور جس پر اس کی معیشت کا دارومدار ہے۔

البتّہ تم مناسب طریقے سے ان کے کھانے پینے رہن سہن اور لباس وغیرہ کا انتظام کیا کرو۔[5]

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۲۰، ح ۲۳ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۲۰، ح ۲۰

(۳) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۲۰، ح ۲۲ (۴) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۱۶۸ (۵) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۳۱

وَ ابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَ لَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَ مَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۶﴾

۶-اور یتیموں کو مختلف طریقوں سے آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل عمر کو پہنچ جائیں۔ پھر اگر تم ان کے اندر اہلیّت محسوس کرو تو ان کا مال ان کے سپرد کر دو اور خبر دار ایسا کبھی نہ کرنا کہ حد انصاف سے تجاوز کر کے اس ڈر سے ان کے مال کو فضول خرچی کے ذریعے کھا جاؤ کہ وہ بڑے ہو کر تم سے اس کا مطالبہ کریں گے۔ اور یتیم کا جو سرپرست مال دار ہو وہ پرہیز گاری سے کام لے اور جو غریب ہو وہ معروف طریقے سے اسے کھا سکتا ہے۔ پھر جب مال ان کے حوالے کرنے لگو تو لوگوں کو اس پر گواہ بنا لو اور یوں تو حساب لینے کو خدا کافی ہے۔

۶-وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى-

ان یتیموں کی آزمائش ان کے بالغ ہونے سے پہلے اس طرح کرو کہ دینی امور میں ان کے حالات کا مشاہدہ کرو اور یہ دیکھو کہ مال کو کس حسنِ انتظام سے صرف کرتے ہیں۔

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ-

یہاں تک کہ وہ عمر کی اس منزل پر پہنچ جائیں جب وہ نکاح کے قابل ہوں۔

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ-

پھر اگر تم ان کے اندر اہلیّت محسوس کرو کہ وہ مال کی حفاظت کرنے کے قابل ہو گئے ہیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دو۔

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مال کی حفاظت سے مانوس ہو جائے اور اسے اس کام سے وحشت نہ ہو۔[۱]

اور امام صادق علیہ السّلام نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بیان فرمایا کہ جب تم یہ دیکھو کہ وہ آل محمدؐ سے محبّت کرتے ہیں تو ان کو ایک درجہ بلندی عطا کرو۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ''رُشد'' کے معنی ہیں عقل اور مال کو ٹھیک طریقے

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۱۶۴، ح ۵۷۵ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۲۱، ح ۲۷

سے رکھنا۔ [۱]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ جس شخص کے پاس یتیموں کا مال ہو تو اس وقت تک یہ مال ان کے سپرد کرنا جائز نہیں ہے جب تک وہ بالغ اور نکاح کے قابل نہ ہو جائیں۔

پس جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان پر حدود واجب ہوتے ہیں اور فرائض کی ذمّے داری سونپی جاسکتی ہے البتّہ ان شرائط کے ساتھ کہ وہ مال کو برباد کرنے والا، شراب پینے والا اور زنا کرنے والا نہ ہو۔ پس جب وہ مال کی حفاظت کے قابل ہو جائے تو مال اس کے سپرد کر دے اور دیتے وقت گواہ بنائے اور اگر اس کے بالغ ہونے کا علم نہ ہو تو بغل کی بو اور زیر ناف بال اُگ جانے سے اس کا امتحان لے اگر ایسا ہے تو وہ بالغ ہو گیا ہے پس اگر وہ باصلاحیت اور نیک ہے تو مال اس کے سپرد کر دیا جائے اور یہ جائز نہیں ہے کہ اس کے مال کو روک لیا جائے اور یہ بہانا بنایا جائے کہ ابھی تو وہ بڑا نہیں ہوا۔ [۲]

وَلَا تَأْكُلُوهَآ إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن يَكْبَرُوا ۚ –

ان کے بڑے ہونے سے پہلے اور بالغ ہونے سے قبل ان کے مال کو ہڑپ کر جانے میں جلد بازی نہ کرو اس ڈر سے کہ جب وہ سنِ رُشد کو پہنچ جائیں گے تو تمھیں ان کا مال ان کے سپرد کرنا ہوگا۔

وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ –

اور جو شخص صاحب ثروت ہو تو اس کو مال کھانے میں احتیاط برتنی چاہیے اس لیے کہ اسے اس مال کی ضرورت نہیں ہے۔

وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ –

اور اگر ان یتیموں کا والی اور سرپرست محتاج ہو تو اسے بقدرِ ضرورت اور محنت کی اجرت کے مطابق مال کھانے کی رخصت دی جاتی ہے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے ضمن میں مروی ہے کہ جو شخص یتیموں کے کسی شے کا والی ہو اور ضرورت مند ہو اور اس کے پاس گزر اوقات کے لیے کچھ نہ ہو اور وہ ان یتیموں کے مال کے مطالبات ادا کرتا ہو اور ان کی جاگیر کا بندوبست کرتا ہو تو ایسی صورت میں وہ بقدر ضرورت اس مال میں سے کھا سکتا ہے البتّہ اسراف کی اجازت نہیں ہے پس اگر جاگیر اتنی ہے جس سے خود اُن کی ضرورت پوری نہیں ہوتی تو ایسی صورت میں ان یتیموں کے مال میں سے ایک درہم لینے کی بھی رخصت نہیں ہے۔ [۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ''المعروف'' کے معنیٰ ہیں روزی جو شکم کو سیر

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۹ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۳۱ (۳) الکافی، ج ۵، ص ۱۲۹، ح ۱ و تفسیر عیّاشی ج ۱، ص ۲۲۱-۲۲۲

کر سکے۔ البتّہ اس سے مراد وصی یا منتظمِ اموال ہے اور جو ان کی بھلائی کے کام کرتا ہے۔[۱]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر اس شخص نے اپنے اوپر روزی کے دروازے بند کر رکھے ہیں تو معروف طریقے سے مال کھانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ ان یتیموں کے مال کی دیکھ بھال کرتا ہو پس اگر مال تھوڑا ہو تو پھر اس میں سے کچھ بھی نہ کھائے۔[۲]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یتیموں کے منتظم کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جو منتظم اونٹوں کی نگہداشت کرتا ہے تو اس کے لیے کیا کچھ حلال ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر اس کے حوض میں مٹّی ڈالی ہو اور گم شدہ کو تلاش کیا ہو اور اس کے کھانے کا بندوبست کیا ہو تو پھر اسے پورے دودھ پر اختیار ہے جب کہ تھنوں کو کوئی نقصان نہ پہونچے اور اس کی نسل ختم نہ ہو۔[۳]

تفسیر مجمع البیان[۴] اور تفسیر عیّاشی میں بھی اسی سے ملتی جلتی روایات موجود ہیں۔[۵]

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ یہ شخص اپنے آپ کو یتیم کے کھیت یا چراگاہ کے لیے قید کر دیتا ہے اور صرف اسی کام میں مصروف رہتا ہے تو اسے بقدر معروف کھانے کی اجازت ہے البتّہ درہم و دینار جو اس کے پاس جمع ہوں ان میں سے لینے کی اجازت نہیں ہے۔[۶]

اور امام صادق علیہ السّلام سے دوسری روایت میں آیا ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ میرے والد یہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔[۷]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جو شخص محتاج ہو وہ بقدرِ ضرورت اور جس قدر مال اس کے لیے کافی ہو بطور قرض لے لے، پھر جب اس کے پاس آجائے تو جو کچھ لیا ہے اسے واپس کر دے۔[۸]

---

(۱) الکافی، ج۵، ص ۱۳۰، ح ۳ (۲) الکافی، ج۵، ص ۱۳۰، ح ۵ (۳) الکافی، ج۵، ص ۱۳۰، ح ۴

(۴) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص۹ (۵) تفسیر عیّاشی، ج۱، ص۲۲۱، ح ۲۸ (۶) تفسیر عیّاشی، ج۱، ص ۲۲۲، ح ۳۱

(۷) تفسیر عیّاشی، ج۱، ص ۲۲۲، ح ۳۳ (۸) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص۹

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَ الْأَقْرَبُونَ ۠ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا
تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَ الْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿٧﴾
وَ إِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَ
قُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٨﴾
وَ لْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ ۠
فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٩﴾
إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ
ع ۱۰ ۱۲ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴿١٠﴾

۷۔ مردوں کے لیے اس مال میں حصّہ ہے جو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو اور اسی طرح عورتوں کے لیے بھی اس ترکے میں حصّہ ہے جسے ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو خواہ وہ ترکہ کم ہو یا زیادہ یہ حصّہ اللہ کی طرف سے مقرّر کردہ ہے۔

۸- ترکے کی تقسیم کے وقت قرابت داروں میں اگر یتیم اور مساکین موجود ہوں تو اس مال میں سے انھیں بھی کچھ دو اور ان کے ساتھ شائستہ انداز میں گفتگو کرو۔

۹- لوگوں کو اس بات سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ اگر وہ خود اپنے بعد ناتواں بچّے چھوڑ جاتے تو مرتے وقت انھیں ان بچّوں کے بارے میں کیسے کیسے اندیشے لاحق ہوتے۔ پس ان پر لازم ہے کہ وہ خدا کا خوف کریں اور ہمیشہ صحیح اور درست بات کہیں۔

۱۰- وہ لوگ جو یتیم کا مال ظالمانہ طریقے سے کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھر رہے ہیں اور وہ جہنّم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔

۷- لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ......... وَالْأَقْرَبُونَ ۠ -

اس آیت میں وہ قرابت دار مراد ہیں جنھیں ماں باپ اور قرابت داروں سے بطورِ وراثت ترکہ ملتا ہے۔

مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ-

خواہ وہ ترکہ کم ہو یا زیادہ۔

نَصِيبًا مَّفْرُوضًا۔

یہ حصّہ اللہ کی جانب سے مقرّر کیا جاچکا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے عرب مردوں کو وراثت میں حصّہ دیتے تھے اور عورتوں کو وراثت سے محروم رکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کو غلط قرار دیا اور فرمایا کہ مردوں اور عورتوں دونوں کا وراثت میں حصّہ مقرّر و موجود ہے۔[1]

۸- وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ۔

یعنی ترکے کی تقسیم کے وقت موجود ہوں۔

اُولُوا الْقُرْبٰى۔

وہ قرابت دار جن کا وراثت میں کوئی حصّہ نہیں ہے۔

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ۔

یتیموں اور مسکینوں میں سے تو ان کی دل جوئی کے لیے بطور صدقہ اس ترکے میں سے انھیں بھی کچھ دے دو۔

وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔

اور ان کے ساتھ شائستہ انداز میں نرمی کے ساتھ گفتگو کرو، ان سے معذرت طلب کرو اور جو کچھ تم نے دیا ہے اسے کم سمجھو اور ان پر احسان نہ جتلاؤ۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے کلام يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ (نساء/۱۱) کے نازل ہونے کے بعد منسوخ ہوگئی ہے۔[2]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت کو آیت فرائض نے منسوخ کر دیا۔[3]

اور ایک روایت میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ آیت منسوخ ہوچکی ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا نہیں اگر وہ یتامیٰ اور مساکین موجود ہوں تو انھیں بھی ترکے میں سے کچھ دیا جائے۔[4]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ واجب کا منسوخ ہوجانا اس کے جائز اور مستحب ہونے کے منافی نہیں ہے۔ اس واقعے کی نظیر سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

۹- وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ۔

انھیں حکم دیا گیا کہ وہ یتیموں کے معاملے میں خشیت خداوندی اور خوف الٰہی کو مدنظر رکھیں ان یتیموں کے

---

(۱) یہ قول قتادہ، ابن جریح اور ابن زید کا ہے جیسا کہ تبیان فی تفسیر القرآن، ج ۳، ص ۱۲۰، اور مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۱۰

(۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۳۱ (۳) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۲۳، ح ۳۶ (۴) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۲۳، ح ۳۵

ساتھ ویسا ہی سلوک کریں جو ان کے مرنے کے بعد ان کی کم زور اولاد کے ساتھ کیا جائے۔

کتاب کافی اور عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو شخص یتیموں پر ظلم ڈھاتا ہے تو خداوند عالم ایسے شخص کو مسلط کر دیتا ہے جو اس پر یا اس کے پس ماندگان پر یا اولاد کی اولاد پر ظلم ڈھاتا رہے گا۔[۱]

فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ۔ تو ایسے شخص کو چاہیے کہ یتیموں کے معاملے میں خدا سے ڈرتا رہے۔

وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۔

اور ان سے ہمیشہ پیار محبت سے اور بہترین انداز میں گفتگو کرے جس طرح وہ اپنی اولاد سے گفتگو کو پسند کیا کرتے ہیں۔

۱۰۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا۔

بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم کر کے ہڑپ کر جاتے ہیں وہ در حقیقت اپنا شکم انگاروں سے بھر رہے ہیں۔

وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۔ اور وہ ضرور جہنّم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔

یہ لفظ سَيُصْلَوْن بھی پڑھا گیا ہے۔

صلّی النار کے معنی ہیں آگ کی حرارت کو برداشت کرنا۔

اِصلاء آگ میں ڈال دینا سُعر النار آگ کا بھڑکنا۔

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ یتیموں کے مال کھانے کا وبال دنیا اور آخرت دونوں میں ملتا ہے۔

وبالِ دنیا کے بارے میں ارشاد رب العزّت ہے وَلْيَخْشَ اللّٰهَ (انھیں چاہیے کہ خشیت الٰہی اختیار کریں) اور اب رہا، وبالِ آخرت تو فرمان باری ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں الخ[۲]

تفسیر قمی میں میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ معراج میں جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے شکم میں آگ ڈالی جارہی ہے جو ان کی پشت سے نکل رہی ہے میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبرئیلؑ نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں جو ظلم ڈھا کر یتیموں کا مال کھایا کرتے تھے۔[۳]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے یتیموں کا مال کھانے والا جب روز قیامت آئے گا تو اس کے شکم میں آگ بھڑک رہی ہوگی یہاں تک کہ اس کے لیے شعلے منہ سے نکل رہے ہوں گے اور عرصۂ محشر کے لوگ پہچان لیں گے کہ یہ وہی شخص ہے جو یتیموں کا مال کھا جایا کرتا تھا۔[۴]

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۳۳۲، ح ۱۳ و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۲۳، ح ۷۳ (۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۱۰۶، ح ۴۳۹

(۳) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۳۲ (۴) الکافی، ج ۲، ص ۳۱، ۳۲ پہلی حدیث کا ایک حصہ

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ق لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ج فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً
فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ج وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ط وَ
لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ج فَاِنْ لَّمْ
يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ج فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ
السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ط اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا
تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا
حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾

۱۱ – اللہ تعالیٰ تمھاری اولاد کے بارے میں تم کو وصیّت کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصّہ دو لڑکیوں کے برابر ہے پھر اگر لڑکیاں دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے ترکے کا دو تہائی حصّہ مقرّر ہے اور اگر ایک لڑکی ہو تو اسے ترکے کا نصف ملے گا اور اگر وفات پانے والا صاحب اولاد ہے تو اس کے ماں باپ کے لیے چھٹا حصّہ ہوگا۔ پھر اگر متوفّی صاحب اولاد نہیں ہے اور اس کے وارث صرف ماں باپ ہیں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصّہ ہے۔ اگر مرنے والے کے بھائی ہوں تو جو وصیّت کر گیا ہے اس کے مطابق عمل کرنے یا ادائے قرض کے بعد اس کی ماں کا چھٹا حصّہ ہوگا۔ یہ تمھارے آباد اجداد ہیں اور یہ تمھاری اولادیں ہیں لیکن تمھیں خبر نہیں کہ ان میں فائدہ پہنچانے کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب ہے یہ حصّے خدا کی جانب سے مقرّر شدہ ہیں بے شک اللہ ہر بات کا جاننے والا اور صاحب حکمت ہے۔

۱۱ – يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ –

اللہ تمھیں حکم دیتا ہے، تم سے عہد لیتا ہے اور تم پر فرض قرار دیتا ہے۔

فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ق –

اولاد کی میراث کے بارے میں۔

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ج –

کہ جب لڑکے اور لڑکیاں دونوں موجود ہوں تو لڑکے کا حصّہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ جیسا کتاب کافی میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ لڑکیاں بیویاں بن کر ان کی طرف لوٹ جاتی ہیں

یعنی جب اس کی شادی ہوجائے گی تو اسے شوہر کی جانب سے بھی وراثت میں حصّہ ملے گا۔[۱]

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مرد کے مقابلے میں عورت کا حصّہ اس لیے نصف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہر کی رقم اس کے لیے مہیّا کردی ہے۔[۲]

کتاب کافی اور کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے اس لیے بھی مرد کے مقابلے میں اس کا حصّہ کم ہے کہ اس پر جہاد، نفقہ اور کسی کی دیت وغیرہ فرض نہیں ہے۔[۳]

فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ –

پھر اگر وفات پانے والے کی دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں اور ان کے ساتھ کوئی لڑکا نہ ہو تو ان کے لیے ترکے کا دوتہائی حصّہ مقرّر ہے۔

وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ –

اور اگر مرنے والے کی صرف ایک بیٹی ہو تو وہ نصف کی حق دار ہوگی۔

وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ –

اور اگر مرنے والا صاحب اولاد ہو تو اس کے ماں باپ کے لیے چھٹا حصّہ ہوگا خواہ بیٹا ہو یا بیٹی ایک ہوں یا ایک سے زیادہ ہوں ماں باپ کے لیے اس صورت میں چھٹا حصّہ ہوگا۔

فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ –

پھر اگر متوفّی صاحب اولاد نہیں ہے اور ماں باپ اس کے وارث ہیں تو اس کے ترکے میں سے ماں کا تیسرا حصّہ ہوگا۔

فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ –

اور اگر مرنے والے کے بھائی موجود ہوں تو مرنے والے کی ماں کا اس کے ترکے میں سے چھٹا حصّہ مقرّر ہے۔

اِخْوَة کا لفظ دو اور اس سے زائد کے لیے بولا جاتا ہے اور دو بہنیں ایک بھائی کے برابر ہوں گی۔

اسی لیے کتاب کافی اور تہذیب الاحکام نیز ان کے علاوہ دیگر کتب میں ایک سے زیادہ روایات میں امام محمد باقر علیہ السّلام اور امام جعفر صادق علیہ السّلام سے وارد ہوا ہے کہ ماں کو ایک تہائی حصّے سے روکنے والے دو بھائی یا ایک بھائی اور دو بہنیں ہوں گی یا چار بھائی ہوں گے۔[۴]

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر وہ بھائی ماں کی جانب سے ہوں تو وہ ماں کو تیسرا حصّہ لینے سے مانع نہیں

---

(۱) الکافی، ج ۷، ص ۸۵، ح ۱، باب علّة (۲) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۲۵۳

(۳) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۲۵۳، الکافی، ج ۷، ص ۸۵، ح ۲۔ ۳

(۴) الکافی، ج ۷، ص ۹۲ و تہذیب الاحکام، ج ۹، ص ۲۸۱ و من لایحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۱۹۷

ہوں گے۔ [۱]

اور اگر ماں باپ دونوں وراثت کے وقت موجود ہوں تو بھائیوں اور بہنوں کا کوئی حق نہیں ہے اس کا سبب یہ ہے کہ باپ نے ان پر خرچ کیا ہے اس لیے اس کا حصّہ بھرپور ہے۔ [۲]

مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِىۡ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ‌ؕ –

اس کی وصیّت پر عمل کرنے یا قرض ادا کرنے کے بعد ترکے کی تقسیم عمل میں آئے گی۔

لفظ ''أو'' بتاتا ہے کہ ترتیب واجب نہیں ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امیرالمومنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ تم اس آیت میں یہ پڑھتے ہو کہ قرض ادا کرنے سے قبل وصیّت کو پورا کرے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ طریقہ تھا کہ وصیّت سے پہلے قرض ادا کرنے کو لازم جانتے تھے۔ [۳]

کہا گیا ہے کہ آیت میں وصیّت کو قرض سے مقدم لایا گیا ہے جب کہ حکم شریعت میں قرض مقدم ہے اور وصیّت مؤخّر ہے اس لیے کہ یہ میراث کی مانند ہے اور ورثہ کے لیے دشواری کا باعث ہے۔ [۴]

اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ لَا تَدۡرُوۡنَ اَيُّهُمۡ اَقۡرَبُ لَـكُمۡ نَفۡعًا‌ ؕ –

یہ تمھارے آباو اجداد اور تمھاری اولادیں ہیں تمھیں نہیں معلوم کہ اس دنیا میں اور آخرت میں تمھارے لیے کون زیادہ منفعت بخش ہے تمھارے آباو اجداد تم جن کے وارث بنے ہو یا تمھاری اولادیں جو تمھاری وارث بنی ہیں۔ یا وہ نفع بخش ہیں جنھوں نے وصیّت کی ہے۔

تاکہ تم ان کی وصیّت پوری کر کے ثواب کے مستحق قرار پاؤ یا وہ جنھوں نے وصیّت نہیں کی ہے اور تمھیں ان کا پورا مال مل گیا ہے یا تم نے جس کے لیے وصیّت کی ہے اور اسے مال دلوایا ہے یا وصیّت نہ کر کے اسے محرومُ الارث کر دیا ہے۔ اب تم پر لازم ہے کہ اللہ نے جس بات کی تلقین کی ہے اسے پورا کرو اور وصیّت میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کرو اور کسی کو بڑھا کر دوسرے کو محروم نہ بناؤ یہ ایک طرح کا تاکیدی حکم ہے وراثت کی تقسیم اور وصیّت کی تکمیل و اجرا سے متعلّق۔

فَرِيۡضَةً مِّنَ اللّٰهِ‌ؕ –

یہ حصّے خدا کی جانب سے مقرّر کردہ ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا –

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس میں کیا مصلحتیں ہیں اور کس کا کیا مرتبہ ہے۔

حَكِيۡمًا – اور وہ صاحب حکمت ہے اسی نے ہر ایک کا حصّہ مقرّر کر رکھا ہے۔

---

(۱) تہذیب الاحکام، ج۹، ص۲۸۱ (۲) الکافی، ج۷، ص۹۲، اور تہذیب الاحکام، ج۹، ص۲۸۰

(۳) مجمع البیان، ج۳، ص۱۵ (۴) الکشاف، ج۱، ص۴۸۶

وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ؕ﴿۱۲﴾

۱۲ – اور تمھاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہو اگر وہ بے اولاد ہوں تو تمھارا آدھا حصّہ ہے، ورنہ اولاد ہونے کی صورت میں ترکے کا ایک چوتھائی حصّہ تمھارا ہے اس نے جو وصیّت کی ہو اسے پورا کرنے اور اس کے ذمّے جو قرضہ ہو، اسے ادا کرنے کے بعد، اور اگر تمھاری اولاد نہ ہو تو تمھارے ترکے میں سے بیوی کا چوتھا حصّہ ہے، ورنہ صاحب اولاد ہونے کی صورت میں اس کا آٹھواں حصّہ ہوگا، تمھاری وصیّت پوری کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد اور اگر کوئی مرد یا عورت اپنے اخیافی بھائی یا بہن کو چھوڑے تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصّہ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو سب کے سب ایک تہائی میں شریک رہیں گے۔ میّت کی وصیّت کو پورا کرنے اور قرض کی ادائیگی کے بعد جب کہ وہ وصیّت وارثوں کے لیے ضرر رساں نہ ہو، یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ دانا و بینا اور بردبار ہے۔

۱۲ – وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ .... مِمَّا تَرَكْنَ –

اور تمھاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہے اگر وہ بے اولاد ہوں تو تمھارا اس میں سے آدھا حصّہ ہے، اور اگر اس کی اپنی اولاد ہو یا بیٹوں کی اولاد ہو یا بیٹیوں کی اولاد ہو اور یہ سلسلہ بڑھتا چلا جائے وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں تم سے ہو یا تمھارے علاوہ کسی اور سے ہوں اس صورت میں ایک چوتھائی حصّہ تمھارا ہے باقی اولاد میں تقسیم ہوگا۔

مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ .... اَوْ دَيْنٍ ؕ –

مرنے والی نے جو وصیّت کی ہو اسے پورا کرنے اور اگر اس کے ذمّے قرض ہو تو وہ ادا کرنے کے بعد میراث تقسیم کی جائے گی اور اگر تمھاری اولاد نہ ہو تو تمھارے ترکے میں سے بیوی کا چوتھا حصّہ معیّن ہے اور

صاحب اولاد ہونے کی صورت میں بیوی کا آٹھواں حصّہ ہوگا تم نے اگر کوئی وصیّت کی ہوتو اسے پورا کرکے یا جو قرض تمھارے ذمّے ہو اسے ادا کرنے کے بعد میراث تقسیم کی جائے گی۔

حق زِواج کے سبب مرد کے لیے عورت سے دگنا حصّہ ہے جیسا کہ نسب کے اعتبار سے اس کا حصّہ مقرّر ہے۔ اس کے حصّے کے دگنے ہونے کا جو سبب یہاں ہے وہی وہاں پر بھی ہے۔ اگر بیویاں ایک سے زائد ہوں تو چوتھے اور آٹھویں حصّے میں مساوی تقسیم ہوگی۔

وَ اِنۡ کَانَ رَجُلٌ یُّوۡرَثُ کَلٰلَۃً اَوِ امۡرَاَۃٌ –

اور اگر کوئی مرد یا عورت اپنے اخیافی بہن بھائی چھوڑے جو اس کے وارث ہوں۔

الکلالۃ: کے معنی ہیں قرابت اور اس لفظ کا اطلاق وارث بنانے والے اور وارث بننے والے دونوں پر ہوتا ہے۔

کتاب کافی میں اس لفظ کی تشریح امام صادق علیہ السّلام سے اس طرح بیان کی گئی ہے کلالہ سے مراد وہ شخص ہے جس کا نہ کوئی بیٹا ہو اور نہ ہی باپ زندہ ہو۔[۱]

یعنی اس کی قربت عرض میں ہے طول میں نہیں اور اس مقام پر اس سے مراد خاص طور پر وہ بھائی بہن ہیں جو ماں کی طرف سے ہوں۔

اور دوسری آیت قُلِ اللّٰہُ یُفۡتِیۡکُمۡ فِی الۡکَلٰلَۃِ الخ (سورۂ نساء، آیت ۱۷۶) جس میں کلالہ سے وہ بھائی بہن مراد ہیں جن کا تعلّق صرف باپ سے ہو معصومینؑ کی روایات سے یہی پتا چلتا ہے۔[۲]

وَّ لَہٗۤ اَخٌ اَوۡ اُخۡتٌ – اور میاں بیوی دونوں میں سے کسی کے بھائی بہن بھی ہوں ماں کی جانب سے۔

فَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنۡ کَانُوۡۤا اَکۡثَرَ مِنۡ ذٰلِکَ فَہُمۡ شُرَکَآءُ فِی الثُّلُثِ –

تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصّہ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب کے سب ایک تہائی میں شریک رہیں گے۔

اس حکم میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں اس لیے کہ دونوں کا تعلّق ماں کی جانب سے ہے۔

مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِیَّۃٍ یُّوۡصٰی بِہَاۤ اَوۡ دَیۡنٍ ۙ –

میّت کی وصیّت کو پورا کرنے یا اگر قرض ہو تو اس کو ادا کرنے کے بعد وراثت کی تقسیم عمل میں آئے گی۔

غَیۡرَ مُضَآرٍّ ۚ – بشرطیکہ وہ وصیّت وارثوں کے لیے ضرر رساں نہ ہو جیسے ایک تہائی سے زیادہ کے لیے وصیّت کرنا یا اس کا مقصد نچلے مرتبے کے قرابت داروں کو نقصان پہنچانا ہو یا ایسے قرضے کی بابت اقرار لینا جو اس کے ذمّے نہیں تھا۔

وَصِیَّۃً مِّنَ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ – حکم اللہ کی جانب سے ہے وہ جانتا ہے کہ کون ضرر رساں ہے اور کون نہیں۔

حَلِیۡمٌ – بردبار ہے وہ سزا دینے میں عجلت نہیں کرتا۔

---

(۱) الکافی، ج ۷، ص ۹۹، ح ۲۔ ۳ (۲) الکافی، ج ۷، ص ۱۰۳

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۳﴾
وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۱۴﴾ ع

ع ۲/۴ ۱۳

۱۳ - یہ اللہ کی مقرّر کردہ حدیں ہیں اور جو بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا تو اسے ایسی جنّتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے۔

۱۴ - اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی مقرّر کردہ حدوں سے تجاوز کرے گا تو اللہ ایسے شخص کو جہنّم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ کے لیے رہے گا اور اس کے لیے ذلّت کا عذاب بھی ہوگا۔

۱۳ - تِلْكَ - سے اشارہ ہے ان احکامات کی جانب جن کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے یتیموں کے امور، وصیتیں اور وراثتیں

حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ -

اللہ تعالیٰ کی شریعت کی حدیں جن سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ .... وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ -

اگر یہ اعتراض وارد ہو کہ اللہ تعالیٰ نے وراثت میں دو بیٹیوں کے احکامات بیان کیے ہیں اور اگر ترکہ حصّے سے کم ہو یا بڑھ جائے تو اس کے احکامات بیان نہیں کیے ہیں۔

تو ہم جواب دیں گے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس لیے کہ اہلبیت علیہم السّلام نے ان تمام امور کو نہایت احسن طریقے سے بیان فرمادیا ہے۔ اور چوں کہ وہ احکامات عقلِ سلیم سے مطابقت رکھتے ہیں اس لیے اس جماعت نے جو حق کی طرف دار ہے جو کچھ ائمہ سے سنا ہے اس پر بغیر کسی اختلاف کے ان سب کا اجماع ہے۔ اور یہی حال ان تمام آیاتِ قرآنی کا ہے جن میں اجمالی احکامات بیان کیے گئے ہیں اور راسخون فی العلم نے ان کی تاویلیں بیان کی ہیں اور قرآن و اہلبیتؑ دونوں میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ جہاں تک دو بیٹیوں کا تعلق ہے تو آیتیں اس جانب متوجہ کرتی ہیں اور روایات سے بھی یہ بغیر کسی اختلاف کے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔

کتاب کافی میں ارشاد فرمایا کہ لوگ دو بیٹیوں کے بارے میں باتیں بناتے ہیں کہ ان کے لیے دو ثلث (دو تہائی) حصّہ کہاں سے مقرّر کیا گیا جبکہ اگر بیٹیاں دو سے زیادہ ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دو تہائی

حصّہ مقرّر فرمایا ہے۔

تو ایک گروہ نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ یہ حکم اجماع کی بنیاد پر ہے اور دوسرے طبقے نے کہا اس بارے میں قیاس کیا گیا ہے جس طرح ایک بیٹی کے لیے نصف تھا تو اسی دلیل سے اگر بیٹیاں ایک سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے ثلثین (دوتہائی) ہوگا۔ ایک جماعت نے کہا یہ حکم تقلید اور روایات کی بنیاد پر دیا گیا لیکن ان میں سے کسی نے بھی حق تک رسائی حاصل نہیں کی۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دولڑکیوں کے لیے دوثلث (دوتہائی) مقرّر کیا ہے ارشاد رب العزّت ہے لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وہ اس طرح کہ اگر کوئی شخص مرتے وقت ایک بیٹی اور ایک بیٹا چھوڑے تو لڑکے کا دوبیٹیوں کے برابر حصّہ ہوگا اور وہ دوتہائی ہے تو ثابت ہوا کہ دوبیٹیوں کا حصّہ دوتہائی ہوگا۔ اس بیان سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اگر دوبیٹیوں کے مقابل میں ایک لڑکا ہوتو اس کا حصّہ دوتہائی ہوگا۔ [۱]

لیکن اگر ترکہ مقرّر دوحصّوں سے کم ہوجائے تو ہمارے نزدیک بیٹیوں اور بہنوں کے حصّے سے وہ کمی پوری کی جائے گی اس لیے کہ ماں باپ اور شوہر اور بیوی میں سے ہر ایک کے دوحصّے معیّن ہیں اعلیٰ اور ادنیٰ دونوں جانب سے اور ایک بیٹی، دوبیٹیوں اور دوبہنوں کے لیے صرف ایک حصّہ ہے پس ان دونوں کے حصّے میں کمی واقع ہوگی اور بقایا تمام وارثین میں ترکہ مساوی طور سے تقسیم ہوگا احادیث ائمہؑ سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔

مخالفین اس بارے میں ''عَوْل'' [۲] کا حکم لگاتے ہیں اس طرح وارثین میں سے ہر ایک کے حصّے میں کمی واقع ہوجاتی ہے یہ قیاس کرتے ہوئے کہ وہ ترکہ قرضہ ادا کرنے کے لیے ناکافی ہے۔

فضل بن شاذانؒ نے اس باب میں کچھ اظہار خیال کیا ہے جسے تہذیب الاحکام میں نقل کیا گیا ہے [۳] لیکن اگر ترکہ حصّوں سے زائد ہوتو یہ بچا ہوا حصّہ اسی کو دیا جائے حصّے کی کمی کی وجہ سے جس کے حصّے میں کمی واقع ہوجاتی ہے جیسا کہ ائمۂ کرام علیہم السّلام نے بیان فرمادیا ہے اور ہمارے اصحاب کا اس امر پر اجماع ہے۔

لیکن مخالفین اس میں ''تعصیب'' [۴] کے لیے کہتے ہیں اور بقایا ترکہ صرف مرد رشتے داروں کو دیتے ہیں اور عورتوں کو اس میں سے کچھ بھی نہیں دیتے خواہ وہ نسب کے اعتبار سے اس مرد کے مقابلے میں مرنے والے کی

---

(۱) الکافی، ج۷، ص ۷۳، باب بیان الفرائض فی الکتاب

(۲) عَوْل: کے معنی ہیں ترکے کے وارثین کے حصّے میں کمی کا واقع ہونا۔ اور یہ کمی اس وقت واقع ہوتی ہے جب شوہر یا بیوی حصّے دار ہوتے ہیں اور شریعت میں ''عول'' ''تعصیب'' کی ضد ہے یعنی حصّے داروں سے جو بچ جاتا ہے وہ قریبی رشتے داروں کو بڑھا کے دے دیا جاتا ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے ''عَوْل'' کا حکم حضرت عمر بن الخطّاب نے دیا تھا۔

(۳) تہذیب الاحکام، ج۹، ص ۲۴۸ باب ۲۱ ابطال العول والعصبۃ

(۴) تعصیب کے معنی ہیں کہ خاندانی افرد مثلاً باپ، بیٹا اور جوان دونوں سے منسلک ہوں انھیں میراث کے حصّوں میں سے جو بچ جائے وہ دے دیا جائے۔ تمام وارثین کو اس میں حصّے دار نہ بنایا جائے۔ جواہر الکام، ج۳۹، ص ۹۹

قریبی رشتے دار ہی کیوں نہ ہو حضرت زکریاؑ کے واقعے کو سند قرار دیتے ہوئے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے لڑکے کے لیے دعا طلب کی لڑکی کے لیے نہیں اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ خاندان کے دیگر افراد کی موجودگی میں اس کا میراث میں کچھ حصّہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ اس طرح انبیا کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہیں ان لوگوں کو کیا معلوم کہ حضرت زکریاؑ نے لڑکی کے لیے دعا طلب نہیں کی۔ اولاد کی خواہش انھیں حضرت مریمؑ کی کفالت کی وجہ سے ہوئی اور یہ وجہ بھی تھی کہ انھوں نے حضرت مریمؑ کے پاس کرامتوں کا مشاہدہ کیا تھا۔ پھر کیا چیز مانع تھی کہ وہ ایسے بچّے کا مطالبہ کرتے جو لڑکا ہو یا لڑکی۔ انھوں نے لڑکے کا ارادہ کیا اس لیے کہ انسان کی فطرت کا تقاضا ہے۔

انھوں نے اپنا وارث طلب کیا جو ان کے ساتھ مل کر نبوت کی ذمّے داریاں سنبھالے۔ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ لڑکی کا وراثت میں حصّہ نہیں ہے اس لیے اس کی دعا نہ کریں۔ کیا وراثت کے مسئلے میں ان کی شریعت ہماری شریعت کے خلاف تھی۔ اور ان لوگوں نے ضعیف روایت سے استناد کیا ہے اوپر کے راویوں نے ادنیٰ راویوں سے سن کر نقل کیا ہے اور ان میں سے بعض نے قرآن کی محکم آیتوں سے اس کی تردید کی ہے۔ اور دوسرے نے کہا خدا کی قسم میں نے اس قسم کی کوئی حدیث بیان نہیں کی، البتّہ شیطان نے ان کی زبان سے جاری کرادی کہ انھوں نے زید بن ثابت سے روایت نقل کی ہے انھوں نے فرمایا:

مِنْ قَضَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يُوَرِّثَ الرِّجَالُ دُوْنَ النِّسَاءِ

زمانۂ جاہلیت کے فیصلوں میں سے یہ ہے کہ مردوں کو وراثت میں حصّہ دیا جائے عورتوں کو نہیں۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ
فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ
لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾
وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾
اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَی اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ
قَرِیْبٍ فَاُولٰٓئِكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۷﴾

---

۱۵ – اور تمھاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کریں ان پر اپنے لوگوں میں سے چار افراد کی گواہی لو۔ اور اگر چار آدمی گواہی دے دیں تو انھیں گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انھیں موت آجائے یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ نکال لے۔

۱۶ – اور تم میں سے جو اس فعل کا ارتکاب کریں ان دونوں کو اذیّت دو، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو انھیں چھوڑ دو کہ اللہ توبہ کا بہت زیادہ قبول کرنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے۔

۱۷ – ہاں یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انھی لوگوں کے لیے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل کر بیٹھتے ہیں اس کے بعد فوراً ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اللہ تمام باتوں سے باخبر اور صاحب حکمت ہے۔

---

۱۵ – وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ –

اور تمھاری عورتوں میں سے جو عورتیں بدکاری کا ارتکاب کریں۔

کہا گیا ہے کہ فاحشہ کے معنیٰ زنا ہیں اس لیے کہ اس میں بہت زیادہ برائی اور رسوائی ہوتی ہے۔[۱]

فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ –

جن لوگوں نے الزام لگایا ہے ان میں سے چار مردوں کو گواہ بناؤ۔

فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ –

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۰۹

پس اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید کر دو تا کہ کسی سے مل نہ سکیں۔

حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا۔

یہاں تک کہ انھیں موت آجائے اور اللہ ان کے لیے وئی راستہ نکال لے۔

یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت ''اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ'' (۲، النور/ ۲۴) کے نازل ہو جانے کے بعد منسوخ ہو چکی ہیں۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے ایک روایت ہے کہ سورۂ نور سورۂ نساء کے بعد نازل ہوئی اور اس کی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ پر سورۂ نساء میں یہ آیتیں نازل کیں۔ ''وَ الّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ'' اور اس آیت میں جس سبیل کا ذکر کیا گیا تھا اسے سورۂ نور میں بیان فرمایا سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا — طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۔ ۲ نور ۲۴) [۱]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے اور آیت میں سبیل سے مراد حدود (سزائیں) ہیں۔ [۲]

اور امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا:

''وَ الّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ'' تو امام علیہ السّلام نے فرمایا یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ دریافت کیا گیا ایسا کیوں ہوا؟

تو امام علیہ السّلام نے جواب دیا کہ جب عورت زنا کی مرتکب ہوتی تھی تو چار افراد اس کے خلاف گواہی دے دیتے تھے۔ اسے گھر میں بٹھلا دیا جاتا تھا نہ وہ کسی سے بات کر سکتی تھی اور نہ کوئی اس سے بات کرتا تھا اور نہ ہی اس کے پاس کوئی بیٹھتا یا بٹھلاتا تھا بس اسے کھانا اور پانی دے دیا جاتا تھا یہاں تک کہ اسے موت آجائے۔

اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا۔

کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوڑوں کی سزا اور سنگساری کی سزا مقرر کی ہے۔ [۳]

کتاب عوالی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ مجھ سے یہ حکم لے لو اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے جو راستہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ اگر باکرہ نے باکرہ کے ساتھ کیا ہے تو سو کوڑے اور ایک سال تک شہر بدر کرنا۔ اور اگر شادی شدہ نے شادی شدہ کے ساتھ کیا ہے تو سو کوڑے اور سنگسار کرنا ہوگا۔ [۴]

۱۶– وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا .... تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

اور تم میں سے جو اس فعل کا ارتکاب کریں تو ان دونوں کو سزا دو پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۳۲–۳۳، ح ۱
(۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۲۷، ح ۶۰
(۳) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۲۷، ح ۶۱
(۴) عوالی اللآلی، ج ۱، ص ۲۳۷، ح ۱۴۹

انھیں چھوڑ دو کہ اللہ بہت زیادہ توبہ کا قبول کرنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ زمانۂ جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ جب مرد زنا کا ارتکاب کرتا تو اسے اذیّت دی جاتی اور عورت کو گھر میں قید کر دیا جاتا یہاں تک کہ وہ مرجاتی۔ اس کے بعد یہ دستور اللہ تعالیٰ کے قول اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا (۲ النور ۲۴) کے ذریعے منسوخ ہوگیا۔[۱]

اور کہا گیا ہے کہ پہلی آیت سَحّاقات (عورتوں کا عورتوں کے ذریعے مطمئن ہونا) اور یہ آیت لَوَّاطِین (اغلام باز) اور اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیْ زنا کرنے والوں کے لیے نازل ہوئی ہے لیکن اہلبیتؑ کی روایات سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔[۲]

۱۷- اِنَّمَا التَّوْبَۃُ عَلَی اللّٰہِ-

یعنی توبہ کی قبولیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر واجب قرار دیا ہے اس وعدے کی بنیاد پر کہ جو شخص بھی توبہ کرے گا وہ اس کی توبہ قبول کرلے گا۔ توبہ کا تحقیقی مفہوم ہم فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ (۳۷ بقرہ ۲) کی تفسیر کے ذیل میں بیان کرچکے ہیں۔

لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَھَالَۃٍ-

پس جو لوگ نادانی اور جہالت کی وجہ سے کوئی برا فعل کر بیٹھتے ہیں۔ کیوں کہ گناہوں اور غلطیوں کا ارتکاب حماقت اور جہالت ہے۔

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے۔ ہر وہ گناہ جو بندے سے سرزد ہوتا ہے جب اس کے دل میں رب کی معصیت کا خیال آتا ہے تو وہ علم رکھنے کے باوجود جاہل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کا قول ان کے بھائیوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے: هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَ اَخِیْہِ اِذْ اَنْتُمْ جٰھِلُوْنَ (۸۹ یوسف ۱۲) کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جبکہ تم بالکل جاہل تھے۔ چوں کہ وہ لوگ دل میں اللہ کی نافرمانی کا تصور لیے ہوئے تھے اس لیے اسے جہالت سے تعبیر کیا۔[۳]

امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ اگر ایسا شخص لوٹ آئے اور بار بار توبہ کرے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے گا۔ سوال کیا گیا کب تک؟ فرمایا جب تک شیطان تھک کر بیٹھ نہیں جاتا۔[۴]

ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ-

اس کے بعد فوراً ہی توبہ کرلیتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم ہے کہ اس سے پہلے کہ اس شے کی محبت ان کے دلوں میں جاگزیں ہوجائے وہ

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۳۳ — (۲) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۰۹

(۳) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۲۲ و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۲۸ — (۴) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴، ص ۲۲

ان کی طبیعت ثانیہ بن جائے اور اس سے واپسی ناممکن ہوجائے وہ توبہ کرلیتے ہیں۔

یا موت کے واقع ہونے سے قبل توبہ کرلیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے حَتّٰٓی اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ (۱۸ نساء ۴) یہاں تک کہ جب ان میں سے ایک کو موت آتی ہے۔

اسے لفظ قریب سے اس لیے تعبیر کیا گیا کہ زندگی کی مدّت قلیل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ (۷۷ نساء ۴) کہہ دو کہ سرمایۂ دنیا بالکل کم ہے۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ دوسری تفسیر ظاہری الفاظ کے اعتبار سے بہت بعید ہے آیت میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی کہ دوسری قسم پر خاموش رہیں جیسا کہ اسی قبیل کی بہت سی آیات میں جو مجملات قرآنی میں سے ہیں اکثر مواقع پر ایسا ہوا ہے۔ اب رہا جہاں تک لفظ انّما سے حصر کا تعلّق ہے تو وہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے جسے ہم بیان کرنا چاہتے ہیں۔

کتاب فقیہ میں ہے کہ آں حضرتؐ نے آخری خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص مرنے سے ایک سال پہلے توبہ کرے اللہ اس کی توبہ قبول کرلے گا اس کے بعد فرمایا ایک سال زیادہ ہے جو مرنے سے ایک ماہ قبل توبہ کرلے اللہ اس کی توبہ قبول کرلے گا۔ پھر فرمایا ایک مہینہ زیادہ ہے جو مرنے سے ایک دن پہلے توبہ کرلے اللہ اس کی توبہ قبول کرلے گا پھر فرمایا ایک دن زیادہ ہے جو شخص مرنے سے ایک گھنٹہ پہلے توبہ کرے اللہ اس کی توبہ قبول کرلے گا پھر فرمایا ایک گھنٹہ زیادہ ہے جو آخری سانس نکلنے سے پہلے توبہ کرے اور آپ نے اپنے ہاتھ کو حلق کی جانب بڑھایا تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلے گا۔[۱]

کتاب کافی اور تفسیر عیاّشی میں اسی سے ملتی جلتی روایات موجود ہیں اور اس میں جمعے کا ذکر بھی ہے اور روایت کے آخر میں ہے:

مَنْ تَابَ قبلَ اَن یعاین قبل اللّٰہ تعالی توبۃ

موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے سے قبل بھی اگر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرلے گا۔[۲] روایت عامّہ میں ہے جو موت کی آخری ہچکی کے وقت توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس وقت بھی اس کی توبہ کو قبول کرلے گا۔[۳]

ایک روایت میں ہے کہ ابلیس جب راندۂ درگاہ ہوا تو اس نے کہا پروردگار تیری عزّت وعظمت کی قسم میں اولادِ آدمؑ سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گا جب تک روح اس کے جسم سے مفارقت نہ کرجائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزّت وعظمت کی قسم ہے میں اپنے بندے سے توبہ کو اوجھل نہیں کروں گا جب تک وہ آخری ہچکی نہ لے لے۔[۴]

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ، ج۱، ص۷۹، ح ۳۵۴ (۲) الکافی، ج۲، ص۴۴۰ و تفسیر عیاّشی، ج۱، ص۲۲۸

(۳) مجمع البیان، ج۳-۴، ص۲۲، اور تفسیر ابوالسعود، ج۲، ص۱۵۶ (۴) مجمع البیان، ج۳-۴، ص۲۲

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب سانس یہاں تک پہنچ جائے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کیا کہ اس وقت عالِم کے لیے توبہ کی گنجائش نہیں ہے اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ۱

کتاب کافی اور تفسیر عیّاشی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے اسی قسم کی روایت ملتی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ جاہل کے لیے توبہ کا موقع موجود ہے۔ ۲

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس وقت عالِم کی توبہ قبول نہ ہونے کی وجہ علامت مرگ دیکھ کر عالِم کا اپنی زندگی سے مایوس ہوجانا ہے۔ برخلاف جاہل کے وہ مایوس نہیں ہوگا جب تک قیامت نہ آجائے۔

کہا گیا ہے کہ اللہ کا اپنے بندوں پر یہ فضل وکرم ہے کہ روح سب سے پہلے پیروں کی انگلیوں سے نکلتی ہے پھر آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے سینے تک پہنچتی ہے، پھر حلق تک آتی ہے تاکہ اس فرصت سے فائدہ حاصل کرتے ہوئے دل سے خدا کی طرف لوٹ آئے، وصیّت کرے توبہ کرے اگر کسی کو دیکھنا ہو تو اسے دیکھ لے کسی شے سے آزاد ہونے کی خواہش کرے اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور جب روح پرواز کرے تو اس کی زبان پر ذکر خداوندی ہو۔ اس طرح انجام بخیر کی امید کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں یہ موقع فراہم کرے۔

فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ-

یہ وہ لوگ ہیں اللہ جن کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ اس نے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرتا ہے۔ اور اس نے اپنے اوپر فرض قرار دیا ہے کہ وہ توبہ کو قبول کرلے گا۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا-

اور اللہ تعالیٰ توبہ کرتے وقت ان کے اخلاص سے باخبر ہے۔

حَكِيْمًا- وہ صاحب حکمت ہے توبہ کرنے والے کو سزا نہیں دیتا۔

---

(۱) الکافی، ج ۱، ص ۴۷ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۴۴۰ و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۲۸

وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا
لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ
لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ
وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ
يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾

۱۸- مگر توبہ ان لوگوں کے لیے نہیں جو مسلسل برے کام کرتے رہتے ہیں اور جب ان میں کسی کے سامنے موت آجاتی ہے تو اس وقت کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی۔ اور اسی طرح توبہ ان کے لیے بھی نہیں ہے جو حالت کفر میں مرتے ہیں ہم نے ایسے افراد کے لیے بڑا دردناک عذاب مہیّا کر رکھا ہے۔

۱۹- اے ایمان لانے والو تمھارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ جبراً عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ ہی یہ حلال ہے کہ انھیں تنگ کر کے اس مہر کا کچھ حصّہ ہڑپ کر جاؤ جو تم ان کو دے چکے ہو ہاں اگر وہ علانیہ بدکاری کی مرتکب ہوں تو پھر ایسا کر سکتے ہو۔ ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرو پس اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ نے اسی میں تمھارے لیے بہت سی بھلائی رکھ دی ہو۔

۱۸- وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ......... تُبْتُ الْـٰٔنَ-

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب وہ آخرت کے امور کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہوگا۔[1]

وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ-

اس آیت میں فاسقوں اور کافروں کو جو مرتے وقت توبہ کرنا چاہتے تھے ان کافروں کے مانند قرار دیا گیا ہے جو توبہ کیے بغیر حالت کفر میں مر گئے تاکہ انھیں جتلا دیا جائے کہ ایسے وقت میں توبہ کرنا سودمند نہیں ہے۔

گویا کہ یہ کہا جا رہا ہے کہ ان افراد کا توبہ کرنا اور ان لوگوں کا توبہ نہ کرنا دونوں یکساں ہے اور کہا گیا ہے کہ

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج۱، ص۷۹، ح۳۵۵

لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ سے مراد مومنین کے نافرمان لوگ ہیں اور لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ سے منافقین مراد ہیں۔ اس لیے کہ ان کا کفر بڑھا ہوا ہے اور ان کے اعمال ناشائستہ ہیں۔ اور الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ سے مراد کفار ہیں۔(۱)

اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ۔

یہ لوگ وہ ہیں جن کے لیے ہم نے مہیا کر رکھا ہے۔

عَذَابًا اَلِیْمًا۔

دردناک عذاب۔

تا کہ انھیں جتلا دیا جائے کہ ان کی توبہ قبول نہیں ہوئی۔ وہ عذاب کا مزا چکھنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اور اللہ جب چاہے گا انھیں عذاب سے دوچار کر دے گا۔

۱۹– یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا .... النِّسَآءَ کَرْهًا۔

اے مومنو! تمھارے لیے یہ جائز اور درست نہیں ہے کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔ تفسیر قمی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ قبائل عرب میں سے جو لوگ اوائل میں مسلمان ہوئے زمانۂ جاہلیت سے ان میں یہ دستور چلا آرہا تھا کہ جب کسی شخص کا کوئی قریبی رشتے دار مر جاتا اور اس کی بیوی زندہ ہوتی تو وہ شخص اس عورت پر کپڑا ڈال دیتا اور مرنے والے نے جو مہر کی رقم معیّن کی تھی اسی مہر پر وہ اس کے نکاح کا وارث بن جاتا جس طرح وہ مرنے والے کے مال کا وارث بنا ہے۔

جب ابوقیس بن اشلت کا انتقال ہوا تو محصن بن ابی قیس نے اپنے باپ کی بیوی پر کپڑا ڈال دیا اس کا نام کبیشہ بنت معمر بن معبد تھا اور وہ اس کے نکاح کا وارث بن گیا اور اس کے بعد اس کو چھوڑ دیا نہ تو اس سے قربت کرتا اور نہ ہی اس کے اخراجات کی کفالت کرتا۔ کبیشہ آں حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا یا رسول اللہؐ ابوقیس بن اشلت کا انتقال ہو گیا تو اس کا بیٹا محصن میرے نکاح کا وارث بن گیا نہ میرے قریب آتا ہے اور نہ ہی مجھے نفقہ دیتا ہے اور نہ ہی مجھے آزاد کرتا ہے کہ میں اپنے خاندان میں واپس چلی جاؤں۔ آں حضرتؐ نے اس سے فرمایا تو اپنے گھر واپس جا اللہ تعالیٰ تیرے متعلّق واضح احکامات نازل کرے گا اور میں تجھے اس سے باخبر کروں گا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: وَلَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۲۲﴾ (۲۲، النساء ۲۴)

اور خبردار جن عورتوں سے تمھارے باپ دادا نکاح کر چکے ہوں ان سے ہرگز نکاح نہ کرنا مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا، یہ کھلی ہوئی برائی، ناپسندیدہ عمل اور بدترین راستہ ہے۔

تو اس طرح وہ اپنے خاندان والوں میں واپس چلی گئی۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج۱، ص ۲۱۰

کبیشہ کے نکاح کی طرح لوگ مدینے کی بہت سی عورتوں کے نکاح کے وارث بنے تھے مگر وہ مرنے والے کے بیٹے نہ تھے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۭ

اے ایمان لانے والو تمھارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ جبراً عورتوں کے وارث بن جاؤ۔

اور تفسیر عیّاشی میں امام صادقؑ سے اس آیت کے بارے میں منقول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی یتیم کی پرورش کرتا تو بڑے ہونے کے بعد اسے شادی سے روک دیتا اور اپنے قریب رکھنے کے لیے اسے ضرر پہنچاتا تھا۔ ۲

تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی کہ جس نے عورت کو قید کر رکھا تھا اس شخص کو عورت کی کوئی ضرورت نہ تھی صرف اس کی موت کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ مرے تو یہ اس کا وارث ہو۔ ۳

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ-

انھیں نقصان پہنچانے کے لیے حبسِ بیجا میں نہ رکھو۔

لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ-

تاکہ تم نے جو انھیں مہر کی رقم دی ہے اس میں سے کچھ لے اڑو۔

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اتنا تنگ کرتا تھا کہ وہ کچھ رقم بطور فدیہ دے کر اپنی جان چھڑاتی تھی اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا ہے۔ ۴

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد شوہر ہے اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے کہ اگر اس شخص کو بیوی کی ضرورت نہیں ہے تو اس کا راستہ چھوڑ دے اور اسے آزاد کر دے۔ اور اسے نقصان پہنچانے کے لیے روکے نہ رکھے کہ اس عورت کو اپنا کچھ مال بطور فدیہ دینا پڑے۔ ۵

اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ-

مگر جب کہ وہ علانیہ بدکاری کا ارتکاب کریں۔ جیسے نافرمانی، بری صحبت اور عدمِ عفّت۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ "فاحشۃ مبیّنۃ" سے مراد ہے ہر طرح کی معصیت۔ ۶

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اگر بیوی کہے کہ میں تم سے کوئی جنسی تعلّق نہیں رکھوں گی، میں تم سے سچ نہیں بولوں گی، اور تمھارے بستر پر اسے بٹھاؤں گی جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ تو شوہر کے

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۳۴ (۲) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۲۸ (۳) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۲۴
(۴) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۲۸ (۵) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۲۴ (۶) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۲۴

لیے جائز ہے کہ ایسی بیوی سے چھٹکارا حاصل کرلے اور اس عورت سے شوہر کو جو کچھ مل گیا ہے وہ اس کے لیے جائز ہے۔[1]

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ -

ان کے ساتھ نیک برتاؤ اس طرح کرو کہ عمل میں انصاف سے کام لو اور بات میں نرمی اختیار کرو۔

فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا -

پس اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو صبر سے کام لیتے ہوئے اپنے ساتھ رکھو اور ناپسندیدگی کی بنیاد پر انھیں اپنے آپ سے الگ نہ کرو۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نفس کسی بات کو ناپسند کرتا ہے اور وہ دینی اعتبار سے پسندیدہ اور قابل تعریف ہوتی ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی چیز کو پسند کرتا ہے اور وہ اس کے برعکس ہوتی ہے۔

(۱) الکافی، ج ۶، ص ۱۳۹

وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾

وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾

۲۰- اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانے کا ارادہ کر چکے ہو، تو خواہ تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس نہ لینا، کیا تم اُس پر بہتان لگا کر اور صریحی ظلم کر کے واپس لو گے؟

۲۱- آخر تم کس طرح مال کو واپس لو گے جب کہ تم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہو اور وہ تم سے محکم عہد لے چکی ہیں۔

۲۰- وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ-

یعنی اگر تم ایک بیوی کو طلاق دے کر دوسری عورت سے شادی کرنا چاہو۔

وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا-

اور تم نے انھیں مالِ کثیر دے رکھا تھا۔

فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ؕ-

تو اس مال میں سے کچھ بھی واپس نہ لینا۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام اور امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ قنطار کے معنی ہیں بیل کی کھال جو سونے سے بھری ہو۔[1]

اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا-

ہمزہ استفہام انکاری اور تنبیہ ہے کہ تم یہ مال بہتان تراشی کر کے اور صریحی ظلم ڈھا کر واپس لینا چاہتے ہو۔ کہا گیا ہے کہ جب کوئی شخص دوسری شادی کا ارادہ کرتا تھا تو جو عورت اس کی زوجیت میں ہوتی تھی اس پر بدچلنی کا جھوٹا الزام عائد کر دیتا تھا تا کہ جو مال اسے دیا جا چکا ہے وہ عورت اس مال کو بطور فدیہ دے کر اپنی جان چھڑا لے اور یہ شخص اسی مال کو خرچ کر کے نئی شادی رچالے آیت میں اس بات سے منع کیا گیا ہے۔[2]

۲۱- وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ-

آخر تم کس طرح اس مال کو واپس لو گے جب کہ تم ایک دوسرے کی قربت سے لطف اندوز ہو چکے ہو۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۲۵ (۲) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۱۱

تفسیر قمی میں ہے کہ "اِفْضَاء" کے معنیٰ ہیں مُباشرت کرنا۔ [1]

وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا۔

جب کہ ان عورتوں نے تم سے پختہ مضبوط اور محکم عہد لیا تھا۔

تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے اس سے مراد وہ عہد ہے جو عقد نکاح کے وقت شوہر سے لیا گیا تھا کہ "فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ" (بقرہ/۲۲۹)

سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت کردیا جائے۔ [2]

کتاب کافی اور تفسیر عیّاشی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ میثاق سے مراد وہ الفاظ ہیں جن سے صیغۂ عقد جاری ہوتا ہے اور غلیظ سے مراد مادّہ منویہ ہے جو عورت تک منتقل ہوتا ہے۔ [3]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے تم نے ان عورتوں کو اللہ کی امانت میں لیا تھا اور کلمۂ خداوندی کے ذریعے ان کا لمس تمھارے لیے جائز قرار دیا گیا تھا۔ [4]

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۳۵ (۲) مجمع البیان، ج۳-۴، ص۲۶

(۳) الکافی، ج۵، ص۵۶۰ و تفسیر عیّاشی، ج۱، ص۲۲۹

(۴) الدرالمنثور، ج۲، ص۱۳۲ و مجمع البیان ۳، ۴، ص۲۶ اور تفسیر السّعود ج۲، ص۱۵۹

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ ع
حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ
وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ
نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز
فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ز وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ
مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾ ۙ

۲۲- اور خبردار جن عورتوں سے تمھارے باپ دادا نکاح کر چکے ہوں ان سے ہرگز نکاح نہ کرنا مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا۔ یہ کھلی ہوئی برائی، ناپسندیدہ عمل اور بدترین راستہ ہے۔

۲۳- تم پر حرام قرار دی گئی ہیں تمھاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں اور تمھاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمھاری دودھ شریک بہنیں، تمھاری بیویوں کی مائیں اور تمھاری مدخولہ بیویوں کی لڑکیاں جنھوں نے تمھاری آغوش میں تربیت پائی ہے۔ ہاں اگر غیر مدخولہ کی بیٹیاں ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے اور تمھارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمھارے صلب سے ہوں اور یہ بھی تم پر حرام قرار دیا گیا ہے کہ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرلو مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا۔ یقیناً اللہ بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

۲۲- وَلَا تَنْكِحُوْا.........مَا قَدْ سَلَفَ ؕ-

اس آیت میں لفظ اِلَّا کے ذریعے استثنا کرکے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ تمھارے باپ دادا نے جن عورتوں سے نکاح کیا تھا اگر تم ان عورتوں سے نکاح کرو گے تو عذاب کے مستحق ٹھہرو گے زمانۂ جاہلیت میں جو کچھ ہو چکا ہے اس سلسلے میں تم معذور ہو۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ارشاد رب العزّت ہے۔ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (تمھارے باپ دادا نے جن عورتوں سے نکاح کیا تھا تم ان سے ہرگز نکاح نہ کرنا) تو اس بنیاد پر کسی

شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے دادا کی بیوی سے نکاح کرے۔ ۱

اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا -

یہ کھلی ہوئی برائی، ناپسندیدہ عمل اور بدترین راستہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ عرب کے باشندے اپنے باپ کی بیویوں سے نکاح کیا کرتے تھے اور جوان مرد حضرات اسے اپنی بیوی بنا لیتے تھے اور اس کا نام نکاحِ مقت رکھتے تھے اور اگر اولاد ہوتی تھی تو اسے ''مقتی'' کہا جاتا تھا۔ ۲

اس آیت کا سبب نزول اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے۔

۲۳- حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ ....وَبَنٰتُ الْاُخْتِ -

تم پر حرام قرار دی گئی ہیں تمھاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں یعنی ان عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، مائیں اور ان کی مائیں اوپر تک اور اسی طرح پھوپھیاں اور خالائیں بہن بیٹیاں اور ان کی بیٹیاں یہ سلسلہ نیچے تک اور اسی طرح بھتیجیاں اور بھانجیاں حرام ہیں۔

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ -

اور تمھاری وہ مائیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا ہے اور تمھاری رضاعی (دودھ شریک) بہنیں تم پر حرام ہیں دودھ پلانے کی بنیاد پر جس کا دودھ پیا ہے وہ ماں اور اس کی بیٹیاں بہنیں کہلاتی ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جو کچھ نسبی بنیاد پر حرام ہوتا ہے وہی رضاعت کی وجہ سے بھی حرام قرار پاتا ہے۔ ۳

اور فرمایا نبی اکرمؐ نے کہ رضاعت بھی جسم کا حصّہ ہے۔ جیسے نسب میں ہوتا ہے اسی وجہ سے رضاعی مائیں اور بہنیں حرام قرار دی گئی ہیں۔ ۴

وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ -

اور تمھاری بیوی کی مائیں ''ساس'' تم پر حرام ہیں یہ سلسلہ اوپر تک چلا جائے حرام رہے گا۔ یعنی ساس کی ماں اور اس کی ماں وغیرہ۔

وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ -

اور تمھاری بیوی کی لڑکیاں جنھیں تم نے پالا پوسا ہے اور ان بیٹیوں کی بیٹیاں بھی تم پر حرام رہیں گی۔

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۳۰ (۲) زمخشری تفسیر کشاف، ج ۱، ص ۴۹۲

(۳) عوالی اللآلی، ج ۱، ص ۴۴ (۴) تفسیر ابوالسعود، ج ۲، ص ۱۶۱، اور انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۱۲

مِّنۡ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِىۡ دَخَلۡتُمۡ بِهِنَّ ۚ –

تمھاری وہ بیویاں جن سے تم نے دخول کیا ہے یعنی پوشیدہ طور سے تم نے ان سے قربت حاصل کی اور جماع کیا ہے۔

فَاِنۡ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا دَخَلۡتُمۡ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ ۚ –

ہاں اگر تم نے دخول (جماع) نہیں کیا ہے تو ان کی اولاد سے عقد کر سکتے ہو۔

کتاب فقیہ اور تہذیب الاحکام میں امیرالمومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرلے اور جماع کرلیا ہے تو اس کی بیٹی اس شخص پر حرام ہو جائے گی اور اگر اس سے جماع نہیں کیا ہے تو اس کی بیٹی سے نکاح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور اگر بیٹی سے نکاح کرلے تو جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو اس کی ماں اس شخص پر حرام ہو جائے گی۔ اور معصومؑ نے فرمایا پروردہ لڑکیاں حرام ہیں خواہ وہ آغوش تربیت میں رہیں یا نہ رہیں۔[1]

اور دوسری روایت میں ہے جن عورتوں سے تم نے شادی کے بعد دخول کیا ہے ان کی بیٹیاں بھی جو تمھاری زیر تربیت ہوں خواہ تمھاری آغوش میں ہوں یا نہ ہوں تم پر حرام ہیں لیکن جن عورتوں سے تم نے دخول نہیں کیا ہے ان کی بیٹیاں تم پر حرام نہیں ہیں۔ لیکن اگر ان کی بیٹیوں میں سے کسی سے عقد کرلیا ہے تو چاہے دخول کیا ہو یا نہیں ان کی مائیں حرام ہو جائیں گی۔[2]

کتاب کافی میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے بارے میں جو کسی عورت سے عقد متعہ کرتا ہے کیا اس شخص کے لیے جائز ہے کہ اس کی بیٹی سے عقد نکاح کرلے تو امام علیہ السّلام نے جواب دیا نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔[3]

امام صادق علیہ السّلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو اپنی کنیز سے قربت رکھتا ہے کیا وہ اس کنیز کی بیٹی سے عقد کرسکتا ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا یہ جائز نہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول صادق آتا ہے وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِىۡ فِىۡ حُجُوۡرِكُمۡ اور تمھاری وہ پروردہ لڑکیاں تم پر حرام ہیں جنھیں تم نے اپنی آغوش میں پالا ہے۔[4] مروی ہے کہ آپ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور وہ اس شخص سے جدا ہوگئی اور اس کی بیٹی کنیزی میں تھی اسے اس شخص نے خرید لیا کیا اس لڑکی سے وطی کرنا (جماع کرنا) اس کے لیے جائز ہوگا امام علیہ السّلام نے فرمایا نہیں اس سے جماع کرنا اس شخص کے لیے جائز نہیں ہے۔

اور اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ایک عورت اس کی کنیزی میں تھی اور اس کی بیٹی بھی ساتھ تھی

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۲۶۲، تہذیب الاحکام، ج ۷، ص ۲۷۳ (۲) تہذیب الاحکام، ج ۷، ص ۲۷۴

(۳) الکافی، ج ۵، ص ۴۲۲ (۴) الکافی، ج ۵، ص ۴۳۳

اس نے ایک کے ساتھ مجامعت کر لی اور اس کا انتقال ہو گیا اور دوسری زندہ رہی کیا اس کے لیے مناسب ہے کہ اس کے ساتھ جماع کرے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اس شخص کے لیے اس سے جماع کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

تفسیر قمی میں ہے کہ خوارج نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اگر کسی شخص کی اہلیہ کی بیٹی جس کی اس شخص نے پرورش نہیں کی اور نہ ہی اس کی آغوش تربیت میں رہی ہے اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس سے نکاح کر لے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق "الّٰتِیۡ فِیۡ حُجُوۡرِکُمۡ" امام علیہ السّلام نے فرمایا نہیں اس شخص کے لیے اس لڑکی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔[2]

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "فِیۡ حُجُوۡرِکُمۡ" علّت کو تقویت پہنچاتا اور اسے مکمّل کرتا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ پروردہ لڑکیوں کی ماؤں سے اگر تم نے جماع (دخول) کیا ہے اور یہ لڑکیاں تمھاری آغوش میں پل رہی ہیں تو ان میں اور تمھاری اپنی اولاد میں کوئی فرق نہیں ہے یہ بھی اس کی حق دار ہیں کہ تم ان سے اپنی اولاد جیسا برتاو کرو، حرمت کی قید کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ ان کی تربیت کا تقاضا ہے۔[3]

وَحَلَآئِلُ اَبۡنَآئِکُمُ الَّذِیۡنَ مِنۡ اَصۡلَابِکُمۡ ۙ –

اور تمھارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمھارے صلب سے ہوں تم پر حرام کی گئی ہیں۔

صلب کی قید لگا کر لے پالک بیٹوں کو الگ کر دیا ہے۔ البتہ اس آیت میں اولاد کی اولاد اور ان کی اولاد نیچے تک شامل ہے۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ کیا رسول اللہؐ کے لیے امام حسن علیہ السّلام اور امام حسین علیہ السّلام کی بیویوں سے نکاح جائز تھا پس اگر کہتے ہیں جائز تھا تو جھوٹ بولتے اور فسق کرتے ہیں اور اگر کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے تو اس بات سے حسنؑ و حسینؑ کا صلبی فرزند رسولؐ ہونا ثابت ہوتا ہے۔[4]

کتاب فقیہ اور تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں مروی ہے کہ جس کے پاس کنیز تھی اور وہ اسے برہنہ کر کے اس کے جسم کی طرف شہوت کی نظر سے دیکھتا تھا کیا اس کے باپ کے لیے یہ کنیز جائز ہوگی یا اگر باپ نے ایسا کیا ہو تو اس کے بیٹے کے لیے یہ جائز قرار پائے گی؟ تو امام علیہ السّلام نے جواب میں یہ فرمایا کہ اگر باپ نے بنظر شہوت اس کی طرف دیکھا اور وہ کچھ دیکھا جو دوسرے کے لیے حرام تھا تو وہ کنیز پھر بیٹے کے لیے جائز نہیں ہوگی اور اگر بیٹے نے ایسا کیا ہے تو وہ باپ کے لیے جائز نہیں ہوگی۔[5]

وَاَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ ؕ –

اور یہ بھی تم پر حرام قرار دیا گیا ہے کہ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کر لو مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا اسے

---

(۱) الکافی، ج۵، ص ۴۳۳ (۲) تفسیر قمی، ج۱، ص ۱۳۵ (۳) انوار التنزیل، ج۱، ص ۲۱۲

(۴) الکافی، ج۸، ص ۳۱۷ (۵) من لایحضرہ الفقیہ، ج۳، ص ۲۶۰ و تہذیب الاحکام ج۸، ص ۲۱۲

معاف کردیا جائے گا۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا۔

یقیناً اللہ بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں مروی ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس نے خلع لے لیا یا مُبارات کرلی کیا ایسا شخص اس کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اگر وہ عورت الزامات سے بری رہتی ہے اور اپنی عزت کو محفوظ رکھتی ہے اور یہ شخص اس سے دوبارہ رجوع نہیں کرسکتا تو پھر یہ اس کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے۔

ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس کے پاس دو بہنیں بطور کنیز تھیں اس نے ایک کے ساتھ جماع (دخول) کیا پھر دوسری کے ساتھ جماع کیا امام علیہ السّلام نے فرمایا جب اس شخص نے دوسری کے ساتھ جماع کیا تو دوسری کی موت تک پہلی اس شخص کے لیے حرام ہوگئی۔ میں نے سوال کیا کہ اگر وہ اسے فروخت کردے تو کیا پہلی اس کے لیے جائز ہوجائے گی تو امام علیہ السّلام نے جواب دیا کہ اگر وہ اپنی کسی ضرورت کے لیے اسے فروخت کرتا ہے اور دوسری کے بارے میں دل میں کسی قسم کا خیال بھی نہیں لاتا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر فروخت کا سبب یہ ہے کہ پہلی کی طرف رجوع کرے تو ایسا جائز نہیں ہے اور اس کی رخصت نہیں ہے۔[1]

کتاب تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام اور امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا دو بہنوں کے بارے میں جو ایک شخص کی کنیزی میں یکجا تھیں تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا ایک آیت نے ان دونوں کو جائز قرار دیا اور دوسری آیت نے انھیں حرام کردیا میں اس عمل سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو منع کرتا ہوں۔[2]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس آیت سے حلال ہونا ثابت ہوتا ہے وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۙ اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُهُمۡ (المومنون ۵-۶)

اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں علاوہ اپنی بیویوں اور ان کنیزوں کے جو ان کے قبضے میں ہیں کہ ان کے معاملے میں ان پر کوئی الزام آنے والا نہیں ہے۔

اور حرمت کی آیت میں خداوند عالم کا یہ قول ہے وَاَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ اور یہ کہ ایک نکاح میں دو بہنیں یکجا ہوجائیں۔

حلّت وحرمت کا مورد ملکیت میں جمع ہونا نہیں ہے بلکہ خاص طور سے جماع کرنا ہے جیسا کہ صاحب تہذیب الاحکام نے گمان کیا ہے انھوں نے یہ سمجھا ہے کہ ملکیت والی آیت سے حلّت ثابت ہوتی ہے اور وطی (جماع) کی

---

(۱) الکافی، ج۵، ص۴۳۲ (۲) تہذیب الاحکام، ۷، ص۲۸۹

آیت سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔

اور اس بات پر صریحی طور سے دلالت کرنے والی وہ روایت ہے جو امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا اس روایت کے بارے میں جو امیر المومنینؑ سے نسبت دے کر عام لوگ بیان کرتے ہیں کہ مولائے کائناتؑ نے بعض عورتوں سے شادی کرنے کے لیے سوائے اپنے اور اپنی اولاد کے نہ کسی کو اس کا حکم دیا اور نہ ہی اس سے منع فرمایا۔ تو امام علیہ السّلام سے سوال کیا گیا ایسا کس طرح ممکن ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے جواب مرحمت فرمایا کہ ایک آیت نے اسے حلال قرار دیا اور دوسری نے اسے حرام کر دیا۔ تو سوال کیا گیا کیا دو آیتیں ہیں جن سے ایک نے دوسری کو منسوخ کر دیا؟ یا وہ دونوں محکم آیتیں ہیں ان دونوں پر عمل کرنا ضروری ہے تو امام علیہ السّلام نے وضاحت کی کہ امیر المومنینؑ نے آیت کی تشریح کرتے ہوئے خود کو اور اپنی اولاد کو اس عمل سے باز رکھا تھا۔ تو سوال ہوا کہ لوگوں پر واضح کرنے سے کیا چیز مانع تھی تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ امیر المومنینؑ کو اس بات کا خوف تھا کہ لوگ عمل نہیں کریں گے اگر امیر المومنینؑ کو کچھ اور موقع مل جاتا تو آپ مکمّل کتاب پر عمل کرا دیتے اور حق کو پورے طور سے جاری و ساری کر دیتے۔[1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے ایسی دو بہنوں کے بارے میں سوال کیا گیا جو بیک وقت کسی کی کنیزی میں تھیں اگر مالک نے ان میں سے ایک سے نکاح کر لیا کیا دوسری سے نکاح کرنا اس کے لیے جائز ہوگا؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا نہیں وہ دوسری سے نکاح نہیں کر سکتا اِلّا یہ کہ پہلی سے ہم بستری نہ کی ہو اگر ایسا نہیں کیا ہے تو دوسری سے نکاح ہو سکتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو شوہر پر ہم بستری حرام ہو جاتی ہے وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ (۲۲۲، بقرہ ۲) ان کے قریب نہ جاؤ جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں اور فرمایا وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اور دو بہنیں ایک ساتھ نکاح میں یکجا نہیں ہو سکتیں مگر جو ہو چکا سو ہو چکا۔[2]

---

(۱) تہذیب الاحکام، ج ۷، ص ۴۶۳ حدیث ۱۸۵۶ (۲) تفسیر العیاشی، ج ۱، ص ۲۳۲ حدیث ۷۸

وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَ
اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ
فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾
وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ
مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ
مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ
بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ
خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَ اَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع

۲۴- اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو کسی کے نکاح میں ہوں البتہ ایسی شوہر دار عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں جو کفار سے جہاد میں تمھارے قبضے میں آئیں۔ یہ قانون الٰہی ہے جس کی پابندی تم پر لازم ہے۔ مذکورہ بالا عورتوں کے سوا اور عورتیں تم پر حلال ہیں بشرطے کہ بدکاری اور زنا تمھارا مقصد نہ ہو بلکہ تم عفت اور پاکدامنی کے لحاظ سے مہر کے بدلے ان سے نکاح کرو۔ ہاں جن عورتوں سے تم نے متعہ کیا ہو تو مقرر کردہ مہر کی رقم انھیں ادا کردو مہر مقرر ہونے کے بعد اگر مدت کی کمی بیشی پر باہم رضامند ہو جاؤ تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے بے شک اللہ ہر چیز سے آگاہ اور صاحب حکمت ہے۔

۲۵- اور تم میں سے جو شخص اتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ پاک دامن آزاد مومنہ عورتوں سے نکاح کر سکے تو اسے چاہیے کہ ان مومنہ کنیزوں کے ساتھ نکاح کر لے جو تمھارے قبضے میں ہوں، اللہ تمھاری ایمانی کیفیت سے خوب واقف ہے تم سب ایک ہی گروہ کے افراد ہو، لہٰذا ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان سے نکاح کر لو اور معروف طریقے سے ان کا مہر ادا کر دو مگر انھی کنیزوں کے ساتھ نکاح کرو جو عفت کے ساتھ ساتھ نہ تو علانیہ زنا کا ارتکاب کریں اور نہ ہی خفیہ طور سے پھر جب وہ تمھارے نکاح میں آجائیں اور کسی

بدچلنی کی مرتکب ہوں تو جو سزا آزاد عورتوں کو دی جاتی ہے اس کی آدھی سزا اُن کنیزوں کو دی جائے گی اور یہ سہولت تم میں سے ان لوگوں کے لیے مہیّا کی گئی ہے جنھیں شادی نہ کرنے کے سبب بند تقویٰ ٹوٹنے کا ڈر ہو، لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

۲۴ – وَّالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ –

وہ عورتیں جو شادی کے حصار میں آچکی ہوں، اور اس لفظ کو اگر ''مُحصِنٰت'' ''ص'' کے زیر سے پڑھا جائے تو اس کا مفہوم ہوگا وہ عورتیں جنھوں نے اپنی عفّت کی حفاظت کی ہو یعنی شادی کے بندھن میں بندھ چکی ہوں۔

کتاب فقیہ اور تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ھُنَّ ذواتُ الاَزۡوَاجِ مُحۡصنٰت سے شوہر والی عورتیں مراد ہیں۔[۱]

اِلَّا مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ –

مگر وہ عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں جو قید کرلی جائیں اور ان کے شوہر کافر ہوں تو وہ عورتیں قید کرنے والوں کے لیے جائز ہیں جیسا کہ تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے۔[۲]

اور وہ عورتیں جنھیں خریدا گیا ہو اور ان کے شوہر موجود ہوں تو ان عورتوں کا فروخت ہو جانا ہی ان کی طلاق ہے جیسا کہ کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مختلف روایات میں منقول ہے۔[۳]

اور وہ عورتیں جو غلاموں کی زوجیت میں ہوں اور ان کا آقا انھیں جدائی کا حکم دے دے تو ایسی عورتوں کا استبرا کیا جائے گا اور اس کے بعد بغیر نکاح کے وہ آقا کی قربت حاصل کرسکیں گی جیسا کہ کتاب کافی اور تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے۔[۴]

کِتٰبَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ –

یہ جملہ بطور تاکید آیا ہے یعنی خداوند عالم نے ان عورتوں کی حرمت کو تمھارے لیے تحریر کردیا ہے۔

وَ اُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ –

مذکورہ بالا عورتوں کے سوا اور عورتیں تم پر حلال اور جائز ہیں۔

اور احادیث کے ذریعے مذکورہ بالا عورتوں میں وہ سب ہیں جو رضاعت کے سبب حرام ہوتی ہیں اور اسی طرح کسی عورت کی موجودگی میں اس کی پھوپھی یا خالہ سے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا شامل ہے جیسا کہ کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مختلف روایات میں موجود ہے۔[۵]

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۲۷۶ و تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۳۲ (۲) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۳۱
(۳) الکافی، ج ۵، ص ۴۸۳ (۴) الکافی، ج ۵، ص ۴۸۱ و تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۳۳ (۵) الکافی، ج ۵، ص ۴۲۴

اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ –

یہ کہ تم اپنا مال ان کے مہر کی ادائیگی یا ان کو خریدنے میں خرچ کرو۔

لفظ اِحصَان کے معنیٰ ہیں عفت و پاکدامنی اور لفظ سفاح کا مفہوم ہے زنا و بدچلنی۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ –

ہاں پس جن عورتوں سے تم نے متعہ کیا ہو انھیں ان کی مہر کی رقم ادا کردو۔

استمتاع کے مقابلے میں مہر کی جگہ لفظ اَجر لایا گیا ہے جو فصاحت کا تقاضا تھا۔

فَرِيْضَةً ؕ – مہر کا ادا کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ

پس جن عورتوں کے ساتھ تم ایک مقرّرہ مدّت تک کے لیے عقدِ متعہ کرو تو فرض سمجھتے ہوئے ان کی مہر کی رقم ادا کردو۔ ا

تفسیر عیّاشی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ بھی اس آیت کی اسی طرح تلاوت کیا کرتے تھے۔ ۲

اور عامّہ نے بھی صحابۂ کرام کی ایک جماعت سے اسی قسم کی روایت کی ہے۔ ۳

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ –

اور مہر مقرّر ہوجانے کے بعد اگر مدّت کی کمی بیشی یا مہر کی زیادتی کے بارے میں یا اس کے علاوہ باہمی رضامندی سے کوئی بات طے کرو جو شریعت اسلامی کے خلاف نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کتاب کافی میں ایک روایت مقطوع اور تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے اس میں کوئی

---

(۱) الکافی، ج ۵، ص ۴۴۹ (۲) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۳۴

(۳) صحابہ کی ایک جماعت نے اسے روایت کیا ہے جن میں سے ابی بن کعب، عبداللّٰہ بن عباس، عبداللّٰہ بن مسعود، سعید بن جبیر سب اس آیت کی تلاوت اس طرح کیا کرتے تھے فما استمتعتم به منهن الیٰ اجل مسمّٰی فاٰتوهن اُجورهن پس اگر تم ان عورتوں سے ایک مقرّرہ مدّت کے لیے متعہ کرو تو انھیں مہر کی رقم ادا کردو۔ اور اس آیت میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اس سے مراد عقدِ متعہ ہے۔ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حبیب بن ابی ثابت سے یہ قول نقل کیا ہے انھوں نے کہا کہ ابن عباس نے مجھے ایک قرآن عطا کیا اور کہا کہ یہ اُبی کی قراٴت کے مطابق ہے میں نے اس میں آیت کو اس طرح دیکھا فما استمتعتم به منهن الیٰ اجل مسمیً اور اسی سند سے ابی نضرہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے متعہ کے بارے میں سوال کیا؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ کیا تم نے سورہ نساء کی تلاوت نہیں کی میں نے کہا ہاں تو فرمایا کیا تم نے نہیں پڑھا فما استمتعتم به منهن الیٰ اجل مسمیً مجمع البیان، ج ۴، ص ۳۲، الجامع الاحکام القرآن ج ۵، ص ۱۳۰

حرج نہیں ہے کہ مدّت ختم ہونے کے موقع پر تم یا وہ عورت اس مدّت کو بڑھا لو اور کہو:

اِسۡتَحۡلَلۡتُكِ بِاَجَلٍ اٰخر میں نے تجھے دوسری مدّت تک کے لیے حلال کرلیا لیکن اس میں اس کی رضامندی شامل ہو اور وہ عورت تمھارے علاوہ کسی اور کے لیے حلال نہیں ہوگی جب تک عدّت پوری نہ ہوجائے اور عدّت متعہ دو حیض کا آجانا ہے۔[1]

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا۔

اللہ تعالیٰ مصلحتوں سے اچھی طرح باخبر ہے۔

حَكِيۡمًا۔ اور اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ اس نے اسلامی احکامات کو ہمارے لیے مقرّر فرمایا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ متعہ کے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوئی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حدیثوں میں اس کا بکثرت تذکرہ ہوا ہے۔[2]

امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ علی علیہ السّلام فرمایا کرتے تھے:

لولا ماسبقنی به بنی الخطّاب مازنیٰ اِلاَّ شَفِیٌّ

اگر مجھ سے پہلے خطّاب کے بیٹے (یعنی حضرت عمرؓ) متعہ سے منع نہ کرتے تو بہت تھوڑے آدمی زنا کرتے۔[3]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اِلاَّ شفی "ف" سے ہے جس کے معنیٰ ہیں کم، تھوڑے امام علیہ السّلام یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اگر حضرت عمرؓ مجھ سے پہلے متعہ کے بارے میں لوگوں کو منع نہ کردیتے، اور اس کی حرمت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں نہ ہوجاتی تو لوگوں کو میں اس کے قائم کرنے پر آمادہ کرتا اور اس جانب رغبت دلاتا تو وہ لوگ زنا کے قریب ہرگز نہ جاتے سوائے کم لوگوں کے اکثریت زنا سے محفوظ ہوجاتی۔ حضرت عمرؓ نے کبھی تو یہ کہہ کر متعہ سے منع کردیا مُتۡعَتَانِ كَانَتَا عَلٰى عَهۡدِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ وَاَنَا مُحَرِّمُهُمَا وَمُعَاقِبٌ عَلَيۡهِمَا مُتۡعَةَ الۡحَجِّ وَمُتۡعَةَ النِّسَآءِ، متعہ حج اور متعہ نساء دونوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانے میں موجود اور جاری تھے میں ان دونوں کو حرام قرار دیتا ہوں اور ان کے ارتکاب پر سزا دوں گا۔[4]

اور کبھی یہ کہا تین امور رسول اکرمؐ کے زمانے میں موجود تھے میں انھیں حرام قرار دیتا ہوں اور ان پر سزا دوں گا متعۂ حج، متعۂ نساء اور اذان میں حیّ علیٰ خیر العمل۔[5]

اور کتاب کافی میں ہے کہ عبداللہ بن عمیر لیثی امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا مُتعۃ النساء کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسے حلال قرار دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زبانی بھی وہ حلال قرار پایا تو وہ قیامت تک حلال

---

(۱) الکافی، ج۵، ص۵۸ و تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۲۳۳ (۲) الکافی، ج۵، ص ۴۴۹ (۳) الکافی، ج۵، ص ۴۴۸

(۴) کنز العمال، ج۱۶، ص ۵۱۹، الغدیر، ج۶، ص ۲۱۱ (۵) الغدیر، ج۶، ص ۲۱۳

رہے گا۔عبداللہ بن عمیر نے کہا اے ابوجعفر آپ جیسا فرد یہ کہہ رہا ہے جب کہ عمرؓ نے اسے حرام کر دیا اور اس سے روک دیا ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا خواہ انھوں نے حرام کر دیا ہو، تب عبداللہ بن عمیر نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں اس بات سے کہ آپ اسے حلال کہہ رہے ہیں جسے عمرؓ نے حرام کر دیا تھا تو امام علیہ السّلام نے اس سے فرمایا تم اپنے حاکم کے قول پر باقی ہو اور میں رسول اللہؐ کے قول پر گام زن ہوں، آؤ میں تم سے برائت کا اظہار کرتا ہوں وہی قول قابل عمل ہے جسے رسول اللہؐ نے فرمایا اور تمھارے آقا نے جو کچھ کہا ہے وہ باطل ہے۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں اس کے بعد عبداللہ بن عمیر آگے بڑھا اور اس نے کہا کیا آپ کو خوشی ہوگی کہ آپ کی عورتیں، بیٹیاں، بہنیں اور چچا کی بیٹیاں ایسا کرتی پھریں؟ اس کے بعد امام باقر علیہ السّلام نے اس سے منھ پھیر لیا جب اس نے آپ کی خواتین اور چچا کی بیٹیوں کا ذکر کیا۔[1]

اور اسی میں ہے کہ ابوحنیفہ نے ابوجعفر محمد بن نعمان صاحب الطاق (مومن طاق) سے سوال کیا کہ اے ابوجعفر متعہ کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے کیا تم اسے حلال سمجھتے ہو تو انھوں نے جواب دیا بے شک وہ حلال ہے تو ابوحنیفہ نے کہا کہ تمھیں کون سی چیز روکتی ہے کہ تم اپنی عورتوں کو متعہ کے ذریعے کمائی کرنے کا حکم نہیں دیتے، تو ابوجعفر نے جواب دیا کہ ہر پیشے کو اپنانا اور اس کی جانب راغب ہونا ضروری نہیں خواہ وہ حلال ہی کیوں نہ ہو، اور لوگوں کی اپنی قدریں اور مدارج ہیں اور وہ اس سے نیچے اترنا پسند نہیں کرتے۔ لیکن اے ابوحنیفہ یہ بتاؤ کہ تم نبیذ (انگور یا کھجور کی شراب) کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ کیا تم اسے حلال سمجھتے ہو تو ابوحنیفہ نے کہا ہاں وہ حلال ہے تو ابوجعفر نے کہا کہ کیا چیز مانع ہے کہ تمھاری عورتیں دکانوں پر بیٹھ کر شراب فروخت کریں اور کمائی کریں تو ابوحنیفہ نے جواب دیا کہ یہ تو ترکی بہ ترکی ہے اور آپ کا وار زیادہ کارگر ہے۔

پھر ان سے کہا کہ اے ابوجعفر وہ آیت جو سأل سائل میں آئی ہے وہ حرمت متعہ پر دلالت کرتی ہے۔[2] اور نبی اکرمؐ کی روایت سے بھی اس کا منسوخ ہونا ثابت ہے تو ابوجعفر نے اس سے کہا کہ اے ابوحنیفہ سورہ سأل سائل (سورۃ المعارج) تو مکّیہ ہے اور متعہ کی آیت مدینۂ منوّرہ میں نازل ہوئی ہے اور تم نے جس روایت کا ذکر کیا ہے وہ شاذ اور غیر مستند ہے تو ابوحنیفہ نے کہا کہ آیت میراث سے بھی آیت متعہ کا منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے تو ابوجعفر نے جواب دیا کہ بغیر میراث کے بھی نکاح ثابت ہوتا ہے ابوحنیفہ نے دریافت کیا یہ آپ نے کہاں سے کہا ابوجعفر نے جواب دیا کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی اہل کتاب کی عورت سے شادی کر لے اور اس کی وفات ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے ابوحنیفہ نے جواب دیا اس عورت کو میراث نہیں ملے گی تو ابوجعفر نے فرمایا دیکھا تم نے کہ بغیر میراث کے نکاح ثابت ہو گیا اس کے بعد دونوں جدا ہو گئے۔[3]

---

(۱) الکافی، ج۵، ص۴۴۹ (۲) سورۂ معارج کی آیت ۲۹-۳۱ تک اشارہ ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ الخ
(۳) الکافی، ج۵، ص۴۵۰

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے ابوحنیفہ نے متعہ کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السّلام نے دریافت کیا تم کس متعہ کے بارے میں سوال کر رہے ہو ابوحنیفہ نے کہا میں نے متعۃ الحج کے بارے میں آپ سے دریافت کیا تھا اب آپ ذرا متعۃ النساء کے بارے میں فرمائیے کہ وہ جائز ہے یا نہیں امام علیہ السّلام نے فرمایا سبحان اللہ کیا تم نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی ''فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً'' ابوحنیفہ نے جواب دیا خدا کی قسم ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے اس آیت کی تلاوت ہی نہیں کی۔[۱]

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے

لیسَ منّامَن لم یوٴمن بکرّتنا ویستحلُّ متعتنا

اس شخص کا ہم سے کوئی تعلّق نہیں ہے جو ہماری رَجْعَت اور متعۃ الحج اور متعۃ النساء کو حلال نہ سمجھے۔[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ کرّۃ سے رَجْعَت کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ روایات سے ثابت ہے کہ ائمہؑ کرام علیہم السّلام حضرت قائم آل محمدؐ کے دور میں اپنے شیعوں کی ایک جماعت کے ساتھ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تاکہ امام زمانہ کی نصرت کریں۔ ہم اس سے قبل اس بارے میں اشارہ کر چکے ہیں اور اس بارے میں دوسری احادیث بھی بیان کریں گے ان شاء اللہ۔

۲۵- وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا-

اور جو شخص تم میں سے اتنا سرمایہ نہ رکھتا ہو۔

طَوْل کے معنیٰ ہیں دولت، سرمایہ جیسا کہ تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے[۳]

اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ-

کہ آزاد مومنہ عورتوں سے نکاح کر سکے۔

فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ-

تو ان مومنہ عورتوں سے نکاح کرلو جو تمھارے قبضے میں ہوں۔

یعنی کنیز سے نکاح کر سکتے ہیں۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا اس شخص کے بارے میں جو کسی کنیز سے شادی کرنا چاہتا ہے امام نے فرمایا نہیں مناسب نہیں ہے مگر یہ کہ حالتِ اضطرار میں ایسا کر سکتے ہیں۔[۴]

امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آزاد مرد کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ جو عورت آج کنیزی میں ہے اس سے نکاح کرے۔ یہ حکم اس وقت کے لیے تھا جب کہ خداوند عالم نے فرمایا: وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا

---

(۱) الکافی، ج ۵، ص ۴۴۹ (۲) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۲۹۱

(۳) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۳۳ (۴) الکافی، ج ۵، ص ۳۶۰

جو شخص تم میں اتنا سرمایہ نہ رکھتا ہو کہ آزاد کو مہر کی رقم ادا کر سکے تو کنیز سے شادی کر لے اور آج آزاد عورت کا مہر کنیز کے مہر کے برابر ہے یا اس سے کم ہے۔[۱]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کنیز کی موجودگی میں آزاد عورت سے شادی کر سکتا ہے لیکن آزاد عورت کی موجودگی میں کنیز سے شادی نہیں کر سکتا اگر آزاد عورت کی موجودگی میں اس نے کنیز سے نکاح کر لیا تو وہ نکاح باطل ہے۔ اور اگر دو بیویاں ہوں ان میں ایک آزاد اور دوسری کنیز ہو تو آزاد کے لیے دو دن اور کنیز کے لیے ایک دن مخصوص ہوگا۔ اور کنیز سے نکاح جائز نہیں ہے جب تک اس کا مالک اجازت نہ دیدے۔[۲]

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِکُمْ ۔

اور اللہ تمھارے ایمان کی کیفیت سے اچھی طرح باخبر ہے۔

لہٰذا ظاہری ایمان پر اکتفا کرو اس لیے کہ اللہ باطن کا جاننے والا ہے، اور اس کے علم میں ہے کہ تم میں ایمانی اعتبار سے کون ایک دوسرے سے افضل ہے۔ اکثر کنیزیں ایمان میں آزاد عورتوں سے بہتر ہوتی ہیں صرف نسب کی فضیلت کا اعتبار نہیں ہوتا۔

بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۔ سب ایک ہی گروہ کے افراد ہو۔

تم اور تمھاری کنیزیں ایک ہی نسب سے تعلّق رکھتے ہو تمھارا نسب آدم علیہ السّلام سے ملتا ہے اور تمھارا دین اسلام ہے۔

فَانْکِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ ۔

اور ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرلو۔

کتاب فقیہ اور تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص سرپرستوں کی اجازت کے بغیر کنیز سے نکاح کر لے تو کیا جائز ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا وہ زنا کی مانند ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَانْکِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ تم ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرلو۔[۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص عورت کی کنیز سے متمتع ہونا چاہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر مرد کی کنیز ہو تو اس کی اجازت کے بغیر اس سے تمتع نہیں کیا جا سکتا۔[۴]

اور کتاب تہذیب میں اسی سے ملتا جلتا مضمون ہے۔[۵]

وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۔

اور انھیں ان کی مہر کی رقم بغیر ٹال مٹول کے نقصان پہنچائے بغیر پوری کی پوری ادا کرو۔

---

(۱) الکافی، ج۵، ص ۳۶۰ (۲) الکافی، ج۵، ص ۳۵۹ (۳) من لا یحضر الفقیہ، ج۳، ص ۲۸۶ و تفسیر العیاشی، ج۱، ص ۲۳۴
(۴) الکافی، ج۵، ص ۴۶۴ (۵) تہذیب الاحکام، ج۷، ص ۲۵۸

مُحْصَنٰتٍ – جو باعفت ہوں۔

غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ – علانیہ زنا کا ارتکاب نہ کرتی ہوں۔

وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ –

اور نہ ہی چوری چھپے بدچلنی کرتی ہوں۔

فَاِذَآ اُحْصِنَّ – پس جب وہ شادی کے بندھن میں بندھ جائیں۔

فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ – اور اس کے بعد زنا کا ارتکاب کریں۔

فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ –

تو جو سزا آزاد عورتوں کو دی جاتی ہے اس کی نصف سزا ان کنیزوں کو دی جائے گی عذاب کے معنیٰ حد شرعی ہے جس کی مثال قرآن میں ہے وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ (۲ نور ۲۴)

اس آیت میں لفظ عذاب حدِّ شرعی کے لیے آیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد غلام اور کنیزیں ہیں اگر وہ زنا کریں تو ان کی سزا نصف ہوگی اور اگر دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب کریں تو پھر ویسی ہی سزا دی جائے گی آٹھ بار تک یہی سزا برقرار رہے گی آٹھویں بار انھیں قتل کردیا جائے گا۔ امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ آٹھویں مرتبہ اسے قتل کردیا جائے گا اس لیے کہ اللہ نے اس پر رحم کیا تھا کہ غلامی کی قید اور آزاد کی حد دونوں کو اس کے لیے جمع کردیا۔[۱]

کتاب کافی میں اسی مفہوم کی حدیث ملتی ہے امام صادق علیہ السّلام اور امام باقر علیہ السّلام سے ایسی کنیز کے بارے میں سوال کیا گیا جو زنا کا ارتکاب کرے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اس پر آزاد عورت کی آدھی حد جاری کی جائے گی خواہ اس کا شوہر ہو یا شوہر نہ ہو اور ایک روایت میں ہے نہ اسے سنگسار کیا جائے گا اور نہ ہی اسے دیس نکالا ملے گا۔[۲]

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ –

اور کنیزوں سے نکاح کی سہولت اس لیے مہیّا کی گئی ہے جن کو یہ خوف ہو کہ ان کے تقویٰ کا بندھن ٹوٹ جائے گا۔ یعنی شہوت کے غالب آنے کی صورت میں جسے گناہ میں ملوّث ہونے کا خطرہ ہو تو وہ کنیز سے نکاح کرسکتا ہے۔

عَنَتَ کے معنیٰ ہیں ہڈی کا جڑ جانے کے بعد ٹوٹ جانا بطورِ استعارہ ہر تکلیف اور مشقّت کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ – لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ – اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۳۶ والکافی، ج ۷، ص ۲۳۵ (۲) الکافی، ج ۷، ص ۲۳۴ والکافی، ج ۷، ص ۲۳۸

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾

وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

۲۶- اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تم پر واضح کردے اور ان ہی طریقوں پر تم کو چلائے جن کا اتّباع تم سے پہلے نیکوکار لوگ کیا کرتے تھے۔ اور تمھاری توبہ قبول کرلے اور اللہ بڑا جاننے والا اور صاحب حکمت ہے۔

۲۷- اللہ تمھاری توبہ قبول کرنا چاہتا ہے اور جو لوگ اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کررہے ہیں وہ تمھیں راہِ راست سے ہٹانا چاہتے ہیں۔

۲۸- اللہ چاہتا ہے تم پر جو پابندیاں ہیں انھیں ہلکا کردے اور انسان تو کم زور پیدا کیا گیا ہے۔

۲۶- يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ-

اللہ چاہتا ہے جو مصلحتیں اور اچھے اعمال تمھاری نگاہوں سے اوجھل ہیں انھیں تم پر واضح کردے۔

وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ-

اور تمھیں انبیاے کرام اور صاحبان حق کا طریقہ بتلادے تاکہ تم ان کا اتّباع کرو اور انھی کے نقشِ قدم پر چلو۔

وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ -

اور جن گناہوں سے تمھیں روک دیا ہے اس سے تمھیں باخبر کردے۔

وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ-

اور اللہ اس کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہے۔

حَكِيْمٌ-

اور اس کے وضع کرنے میں اس نے حکمت سے کام لیا ہے۔

۲۷- وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ -

اور اللہ تمھاری توبہ قبول کرنا چاہتا ہے۔

اس جملے کو دوبارہ تاکید کے لیے لایا گیا ہے۔

وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوٰتِ۔

اور اہل باطل جو خواہشات نفسانی کے پیروکار ہیں وہ یہ چاہتے ہیں۔

اَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا۔

کہ کہیں تم بھی خواہشات نفسانی کی پیروی کر کے اور محرّمات کو حلال قرار دے کر ان کی موافقت میں حق سے کنارہ کشی اختیار نہ کرلو۔

يُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ –

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے قوانین شریعت کو آسان، سہل اور قابل عمل بنا دیا ہے اور دشواریوں میں تمھیں کچھ چھوٹ دے دی ہے جیسے حالت اضطرار میں کنیز سے نکاح کرنا۔

وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيفًا۔

اور انسان کو تو کم زور پیدا کیا گیا ہے وہ خواہشات پر صبر نہیں کرسکتا اور اطاعت کی مشقتیں برداشت کرنا اس لیے بہت دشوار ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿۲۹﴾

وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَٰنًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرًا ﴿۳۰﴾

إِن تَجْتَنِبُوا۟ كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلًا كَرِيمًا ﴿۳۱﴾

۲۹- اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال کو باطل طریقوں سے نہ کھاؤ ہاں اگر باہمی رضامندی سے تم تجارت کرر ہے ہو اور اس میں ایک دوسرے کا مال ہو تو اس طرح جائز طریقے سے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے قتل نہ کرو اللہ تمھارے حال پر مہربان ہے۔

۳۰- اور جو شخص ظلم وزیادتی کی بنیاد پر ایسا کرے گا تو عن قریب ہم اسے جہنّم کی آگ میں جھونک دیں گے اور اللہ کے لیے یہ کام بہت آسان ہے۔

۳۱- ان بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے رہو جن سے تمھیں منع کر دیا گیا ہے تو ہم تمھاری چھوٹی چھوٹی برائیوں سے درگزر کردیں گے اور تم کو قابل عزت مقام تک پہنچادیں گے۔

۲۹- يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ-

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال کو اس طرح باطل طریقوں سے نہ کھاؤ جس کی شریعت نے تمھیں اجازت نہیں دی ہے۔

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اس سے مراد "قمار" یعنی جوا ہے قریش کے افراد جوے کی بازی میں اہل وعیال اور مال کو داو پر لگا دیتے تھے اللہ نے انھیں اس بات سے منع کیا ہے۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ لَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ سے مراد سُود، جوا، ٹیکس اور ظلم ہے۔[۲]

(۱) تفسیر العیّاشی، ج۱، ص۲۳۶، ح۱۰۳ (۲) مجمع البیان، ج۳-۴، ص۳۷

اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۔

مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے تم تجارت کر رہے ہو اور اس میں ایک دوسرے کا مال شامل ہو تو اس طرح جائز طریقے سے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تفسیر قمی میں ہے اس سے مراد خرید و فروخت اور حلال سودا ہے۔[۱]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص جو ہم میں سے ہے اس کے پاس کچھ مال ہے وہ اس سے اپنا گزارا کر رہا ہے اور اس کے ذمّے قرض بھی ہے کیا وہ اپنے اہل و عیال کو اس مال سے کھلاتا رہے یہاں تک کہ اللہ اس کو وسعت عطا کرے اور وہ قرض ادا کر دے؟ یا زمانے کی خباثتوں اور کمانے کی زحمتوں کے ساتھ قرض کا بوجھ اپنی پیٹھ پر لادلے؟ یا صدقہ قبول کر لے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا جو اس کے ذمّے قرض ہے اسے ادا کرے، اور اگر ان کا حق ادا کرنے کے لیے مال ہے تو لوگوں کا مال نہ کھائے ارشاد رب العزت ہے: لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ اور اپنی پشت پر قرضوں کا بوجھ نہ ڈالے مگر یہ کہ اسے ادا کر دے، خواہ اسے لوگوں کے دروازے پر ایک لقمہ اور دو لقمے ایک کھجور اور دو کھجوروں کی خاطر چکّر لگانا پڑے اور وہ اسے لوٹا دیں، مگر یہ کہ اس کا کوئی سرپرست ہو جو اس کے بعد قرض ادا کرنے کی ذمّے داری قبول کر لے، ہم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ مرنے کے بعد اللہ اس کا کوئی ولی اور سرپرست مقرّر نہ کر دے جو اس کے وعدے اور قرض کی ذمّے داری قبول کر لے اور اس نے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کر دے اور اس کے ذمّے جو قرض ہے وہ ادا کر دے۔[۲]

۳۰- وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۔

اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے قتل نہ کرو یعنی خودکشی نہ کرو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ کسی غزوہ میں روانہ ہوتا تھا اور تنہا ہی دشمن پر حملہ آور ہو جاتا تھا جب کہ آں حضرتؐ اس کا حکم بھی نہیں دیتے تھے۔ تو اللہ نے روک دیا ہے کہ بغیر امر الٰہی کے اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔[۳]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے وارد ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جنگ کرتے وقت اپنے نفوس کا خیال چھوڑ دو تو تم اس سے بھی مقابلہ کر سکتے ہو جس کی تم میں طاقت نہیں ہے۔[۴]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مسلمان دشمن کی پناہ گاہوں میں گھس جاتے تھے تو دشمن ان پر قابو پا کر انھیں جس طرح چاہتا قتل کر دیتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ ان کی پناہ گاہوں، غاروں

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۳۶ و الکافی، ج۵، ص۹۵ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۳۶
(۳) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۳۶ (۴) مجمع البیان، ج۳-۴، ص۳۷

اور مورچوں میں نہ گھس جانا۔[۱]

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔

اللہ تعالیٰ نے تمھیں اپنے نفوس کو قتل کرنے سے روکا ہے یہ اس کی رحمت بے پایاں کا تقاضا ہے۔

تفسیر عیاشی میں امیر المومنین سے مروی ہے آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سوال کیا کہ ٹوٹی ہوئی ہڈی پر اگر کسی نے پٹی باندھی ہو (جبیرہ) تو وہ شخص وضو کیسے کرے گا، اور اگر مجنب ہو جائے تو غسل کیسے کرے گا؟ تو آں حضرتؐ نے فرمایا کہ غسل جنابت کے وقت اور وضو کرتے وقت جبیرہ (پٹی) پر پانی سے مسح کر لینا کافی ہوگا (یعنی گیلا ہاتھ اس پر پھیرے دے) پھر میں نے سوال کیا کہ اگر ٹھنڈک ہو اور جسم پر پانی ڈالتے وقت اسے خوف لاحق ہو؟ تو کیا کرے گا؟ اس وقت آں حضرتؐ نے یہ آیت پڑھی وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث ہر طرح کے قتل کے بارے میں عمومی حکم کا پتا دیتی ہے، اور اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنا، یا ایسا کام انجام دینا جو ہلاکت تک پہنچا دے، بلکہ ہر وہ عمل جو اس کی ہلاکت کا سبب ہو کیوں کہ یہی درحقیقت نفس کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔

اور کہا گیا کہ "النفس" سے مراد ان کے دیندار افراد ہیں کیوں کہ مومنین تو ایک نفس کی طرح ہیں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو نفس کی حفاظت کے ساتھ ساتھ مال کی حفاظت کی بھی تاکید کی ہے اس لیے کہ وہ جزو لاینفک ہے، اور ان کے بقا کی بنیاد ہے۔ اگر اللہ کی رحمت شامل حال ہو تو ان کے نفوس کی تکمیل بھی ہوگی اور نفس فضائل سے مالامال بھی ہوگا۔[۳]

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ۔

اس آیت میں ان منع کردہ باتوں کی طرف اشارہ ہے جن سے پہلے روک دیا گیا تھا کہ اگر کوئی ان میں سے کسی بات کا ارتکاب کرے گا۔

عُدْوَانًا وَّظُلْمًا۔

حق سے تجاوز کر کے اور ایسے امور انجام دے کر جس کا اسے حق حاصل نہیں ہے۔

فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ۔

تو عن قریب ہم اسے جہنّم کی آگ میں جھونک دیں گے۔

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا۔

اور یہ بات اللہ کے لیے بہت آسان ہے، نہ اس میں کوئی دشواری ہے اور نہ ہی اللہ یہ عذاب ان سے دور

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۳۷ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۳۶، ح ۱۰۲ (۳) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۱۶

کرے گا۔

۳۱- اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ-

اگر تم ان گناہان کبیرہ سے بچتے رہو جن سے تمھیں روک دیا گیا ہے۔

نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ-

تو ہم تمھارے گناہان صغیرہ کو معاف کردیں گے اور تمھارے دفتر سے انھیں مٹادیں گے اور تم سے ان گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

وَنُدۡخِلۡكُمۡ مُّدۡخَلًا كَرِيۡمًا-

اور ہم تمھیں جنت عطا کریں گے، اور جس ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ تمھیں دیں گے اور نہایت عزّت واحترام کے ساتھ تم کو وہاں لے جائیں گے۔

یہ لفظ ''مَدۡخَلاً'' پر زَبَر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے جس کا مفہوم جگہ اور منزل ہے۔

کتاب فقیہ اور تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے گناہان کبیرہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے جواب دیا کہ گناہان کبیرہ وہ ہیں جن کے پاداش میں اللہ تعالیٰ نے جہنّم کا ڈراوادیا ہے۔[1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں جن کبائر کا تذکرہ ہے آپ سے ان کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا:

کہ اس سے مراد وہ گناہ ہیں جن کے پاداش میں اللہ نے جہنّم کو واجب قرار دیا ہے۔[2]

کتاب ثواب الاعمال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں جن گناہان کبیرہ کا تذکرہ ہے جن کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے جہنّم کا ڈراوادیا ہے اگر مومن ان سے اجتناب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے دیگر گناہوں کو بخش دے گا اور اسے جنّت میں باعزت طور سے داخل کردے گا۔

سات وہ گناہان کبیرہ جو جہنّم میں جانے کا سبب بنتے ہیں وہ یہ ہیں: کسی بے گناہ کو قتل کرنا۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔ سود کھانا، ہجرت کرنے کے بعد دوبارہ بدوّوں میں چلے جانا۔ پاک دامن عورت پر زنا کا الزام لگانا یتیم کا مال ہڑپ کرجانا اور میدان جہاد سے بھاگ جانا۔[3]

اسے روایت کیا ہے کافی میں امام موسیٰ کاظمؑ سے چار دیگر روایات کے ساتھ جو امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہیں ان سب روایات میں گناہان کبیرہ کی تعداد سات بتلائی گئی ہے۔[4]

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۳۷۳ و تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۳۹ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۲۷۶

(۳) ثواب الاعمال، ص ۱۳۰ ثواب من اجتنب الکبائر (۴) الکافی، ج ۲، ص ۲۷۶ و ۲۷۷

اور عامہ نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے البتہ کہیں کہیں تبدیلی نظر آتی ہے ان سات گناہان کبیرہ میں جو مشترک باتیں ہیں وہ یہ ہیں: قتل، نافرمانی، یتیم کا مال کھانا اور میدان جہاد سے بھاگ جانا۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے ان چار روایات میں سے ایک یہ ہے کہ زرارہ نے آپ سے کبائر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب مرحمت فرمایا کہ وہ علیؑ کی کتاب میں سات ہیں اللہ سے کفر اختیار کرنا۔ کسی بے گناہ کو قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، ثبوت کے بعد بھی سود کھانا، یتیم کا مال ظلم و جور سے کھاجانا، میدان جنگ سے فرار اختیار کرنا اور ہجرت کرنے کے بعد دوبارہ بدوّوں میں چلے جانا، زرارہ نے سوال کیا کہ یہ گناہان کبیرہ ہیں امامؑ نے جواب دیا ہاں! تو میں نے سوال کیا کیا یتیم کے مال سے ایک درہم لے کر کھانا بڑا گناہ ہے یا نماز کا چھوڑ دینا؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا نماز کا ترک کر دینا بڑا گناہ ہے تو میں نے کہا مولاؑ آپ نے نماز ترک کر دینے کو گناہ کبیرہ میں شمار نہیں فرمایا امام علیہ السّلام نے فرمایا میں نے سب سے پہلے کیا چیز بیان کی زرارہ نے جواب دیا کفر تو امامؑ نے فرمایا نماز ترک کرنے والا کافر ہے یعنی بغیر کسی سبب کے نماز کو ترک کرنے والا۔[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں مُوجِبات یا مُوجَبات وہ کام جن کے سبب آتش جہنّم واجب ہو جاتی ہے یا ایسے امور جن کی بجا آوری پر اللہ تعالیٰ نے جہنّم کی آگ کو لازم قرار دیا ہے۔ تَعَرُّب کے معنیٰ ہیں ہجرت کے بعد صحرا میں واپس چلے جانا اور بدوّوں کے ساتھ زندگی گزارنا، اور جو شخص ہجرت کرنے کے بعد دوبارہ اسی جگہ واپس چلا جائے اسے مرتد کہتے تھے، اس کا ایک عمومی مفہوم بھی عقل سے بعید نہیں ہے کہ جو شخص شریعت کے آداب اور رسوم سے واقف ہونے کے بعد اسے ترک کردے، اس سے روگردانی کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اسے بھی ''تعرّب'' کہا جاتا ہے۔

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ''المُتعرّب بعد الهجرة'' کا مفہوم ہے کہ ''جاننے کے بعد اس امر کو چھوڑ دینا''۔[۳]

بعد البینه کے معنیٰ ہیں حُرمت واضح ہوجانے کے بعد مُحْصَنَه وہ عورت جو پاک دامن ہوخواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔ زحف کے معنیٰ ہیں دشمن کے مقابلے میں جنگ کے لیے جانا۔

بعض احادیث میں بیان کردہ امور کے علاوہ دیگر باتوں کو بھی گناہان کبیرہ میں شمار کیا جاتا ہے مثلاً اللہ کی ذات میں کسی کو شریک قرار دینا۔ اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا، مکر خداوندی سے محفوظ سمجھنا، جادو، زنا، جھوٹی قسم کھانا، دھوکا دینا، جھوٹی گواہی دینا، گواہی کو چھپانا، شراب پینا، نماز ترک کرنا، زکوٰۃ نہ دینا، معاہدہ کی خلاف ورزی کرنا، رشتہ ناطہ توڑ دینا، لواطت (اغلام بازی) اور چوری وغیرہ۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جھوٹی قسم کھانا جہنّم میں جانے کا سبب ہے وہ اس

(۱) انوار التنزیل، ج۱، ص ۲۱۶ (۲) الکافی، ج۱، ص ۲۷۸ (۳) معانی الاخبار، ص ۲۶۵، باب معنیٰ التعرب بعد الھجرۃ ح۱

طرح کہ کوئی شخص کسی مسلمان کے خلاف قسم کھائے تا کہ اس کا مال روک لیا جائے۔[۱]

ابن عبّاس سے مروی ہے کہ بڑے گناہوں کی تعداد سات سو تک ہے جن میں سے سات گناہان کبیرہ سے زیادہ قریب ہیں۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں ہمارے اصحاب کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ تمام گناہ، کبیرہ (بڑے) ہیں البتّہ بعض بعض سے بڑے ہیں، گناہوں میں کوئی صغیرہ (چھوٹا) نہیں ہوتا البتّہ وہ بڑے گناہوں کے مقابل میں چھوٹا ہوتا ہے اور اس گناہ کا ارتکاب کرنے والا زیادہ سزا کا حقدار ہوتا ہے۔[۳] کہا گیا ہے کہ آیت سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہو سکتی ہے کہ جس شخص کے سامنے دو باتیں ہوں اور اس کا دل دونوں کی طرف مائل ہو اور ان سے باز رہنا اس کے بس میں ہو ایسی صورت میں وہ ان دونوں میں جو بڑا گناہ ہے اس سے اپنے آپ کو دور رکھے تو اللہ تعالیٰ بڑے گناہ سے بچنے کی وجہ سے اس کے دوسرے گناہ کو بخش دے گا، مثلاً شہوت کی نظر سے کسی کو دیکھنا اور بوسہ دینا دونوں امور اسے میسّر ہوں لیکن وہ صرف دیکھنے پر اکتفا کر لے اور بوسہ نہ لے، اور ہوسکتا ہے کہ اشخاص اور حالات کے اعتبار سے بھی اس میں تفاوت (فرق) ہو جیسے نیکو کاروں کی نیکیاں مقرّبین بارگاہِ خداوندی کے نزدیک برائیوں کے شمار میں آتی ہیں اور مضطر و مجبور سے جن باتوں کو معاف کر دیا جاتا ہے مختار (جسے اختیار دیا گیا ہو) سے اسی امر کے بارے میں مواخذہ (سوال و جواب، سزا) کیا جاتا ہے۔[۴]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ آیت کا ظاہری مفہوم اور اس کی تفسیر میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور جن احادیث میں گناہان کبیرہ کا تذکرہ ہے، ان سے گناہان صغیرہ و کبیرہ کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ جو شخص ذرا سا بھی غور و فکر کرے گا اس پر یہ امر مخفی نہیں رہے گا۔ اب رہی وہ بات جس کی نسبت مجمع البیان میں ہمارے اصحاب کی طرف دی گئی ہے وہ مستند نہیں ہے۔ اگر اس قسم کی باتیں سامنے آئیں تو ان کی توجیہ کی جانی چاہیے تا کہ وہ ظاہر آیات سے موافق ہو جائے۔

---

(۱) الکافی، ج ۷، ص ۴۳۹، ح ۲ (۲) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۱۶

(۳) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۳۸ (۴) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۱۶

وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَ سْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾

وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَ الَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾ ع ۵ / ۸

۳۲- اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے اگر کسی کو دوسرے کے مقابلے میں زیادہ دیا ہے تو اس کی تمنّا نہ کرو جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصّہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اسی کے لحاظ سے ان کا حصّہ ہے۔ اور تم اللہ سے اس کے فضل کی دُعا طلب کرتے رہو، بے شک اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

۳۳- ماں باپ اور قرابت داروں میں سے جو بھی ترکہ چھوڑ کر جائے ہم نے ہر ایک کا ولی ووارث مقرّر کر دیا ہے، اب رہے وہ لوگ جن سے تمھارا عہد و پیمان ہے تو ان کا حصّہ انھیں دے دو بے شک اللہ ہر شے پر گواہ ہے۔

۳۲- وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ -

دنیاوی امور جیسے جاہ وحشم اور مال ومتاع اگر کسی کو تمھارے مقابلے میں زیادہ ملا ہے تو اس کی تمنّا نہ کرو۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے نہ ہونے ہی میں تمھاری بھلائی ہو۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ فلاں شخص کو جو مال و دولت اور خوبصورت بیوی ملی ہے کاش وہ سب کچھ مجھے ملا ہوتا کیوں کہ اس کا نام حسد ہے البتّہ یہ کہہ سکتے ہے یا اللہ مجھے بھی اس شخص کی طرح نعمت و دولت عطا کردے۔[1]

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام اپنے آباو اجداد سے، نبی اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں اگر کوئی شخص کسی چیز کی تمنّا کرے اور اس میں خداوند عالم کی خوشنودی شامل حال ہو تو دنیا سے جانے سے قبل اسے وہ چیز عطا کردی جائے گی۔[2]

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ -

اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اسی اعتبار سے ان کا حصّہ مقرّر ہے اور جو کچھ

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۴۰ (۲) الخصال ص ۴، ح ۷

عورتوں نے کمایا ہے اسی لحاظ سے انھیں حصّہ ملے گا۔ اس لیے مردوں اور عورتوں کو یہ چاہیے کہ وہ اپنے عمل کی بنیاد پر فضیلت حاصل کریں نہ یہ کہ حسد اور خواہشات کی بنیاد پر۔

وَسۡئَلُوا اللّٰهَ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ۔

جو کچھ دوسرے انسانوں کو ملا ہے اس کی تمنّا نہ کرو، بلکہ اللہ سے اس جیسی چیزوں کا سوال کرو جس کا خزانہ کبھی خالی نہیں ہوتا۔

کتاب فقیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک چیز اپنے لیے ناپسند فرمائی ہے اور اسے مخلوقات کے لیے بھی ناپسندیدہ قرار دیا ہے کہ وہ سوال کے لیے ہاتھ پھیلائے اور اس نے اپنے لیے پسندیدہ قرار دیا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے۔ سوال سے زیادہ کوئی شے اسے محبوب نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل طلب کرتے وقت تم میں سے کسی کو شرمانا نہیں چاہیے خواہ کوئی معمولی چیز ہی کیوں نہ اس سے مانگو جیسے جوتے کا تسمہ۔ [1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے جو اللہ تعالیٰ کا فضل طلب نہیں کرے گا وہ محتاج رہے گا۔ [2]

کتاب کافی اور تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لیے رزق حلال مقرّر کردیا ہے جو اسے آسانی سے میسّر آجاتا ہے، اور دوسرے طریقوں سے اس کے سامنے حرام پیش کیا گیا پس اگر اس نے حرام میں سے کچھ لے لیا تو جو حلال روزی اس کے لیے مہیّا کی تھی وہ بھی اس سے دور چلی جائے گی۔ ان کے علاوہ اللہ کے پاس بہت زیادہ فضل ہے۔ اور وہ قول خداوندی وَسۡئَلُوا اللّٰهَ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ سے واضح ہے [3]

تفسیر عیّاشی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اسی سے ملتی جلتی روایت ملتی ہے۔ [4]

امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ رزق کی ضمانت دی جاچکی ہے اسے تقسیم کردیا گیا ہے، یہ اللہ کا فضل ہے کہ وہ طلوع فجر سے طلوع شمس تک (سورج نکلنے تک) اسے تقسیم کرتا ہے اور یہ بات اللہ کے قول وَسۡئَلُوا اللّٰهَ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ سے ثابت ہے اس کے بعد امام علیہ السّلام نے فرمایا طلب رزق کے لیے مارے مارے پھرنے سے طلوع فجر کے بعد ذکر خداوندی کرنا زیادہ سودمند ہے (یعنی ذکر خدا سے فارغ ہوکر رزق خدا کی تلاش میں روانہ ہونا چاہیے) [5]

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا۔

ہر شخص جس چیز کا حقدار ہے اللہ اس بارے میں بہتر جانتا ہے۔

۳۳- وَلِكُلٍّ جَعَلۡنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الۡوَالِدٰنِ وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ ؕ۔

مردوں اور عورتوں میں سے ہم نے ہر ایک کو وارث بنایا ہے ان کے ماں باپ اور قرابت دار جو بھی ترکہ

(۱) من لایحضرہ الفقیہ، ج۲، ص۴۱-۴۰ (۲) الکافی، ج۲، ص۴۶۷ (۳) الکافی ج۵، ص۸۰ و تفسیر عیّاشی ج۱، ص۲۳۹، ح۱۱۸
(۴) تفسیر عیّاشی ج۱، ص۲۳۹، ح۱۱۶ (۵) تفسیر عیّاشی ج۱، ص۲۴۰، ح۱۱۹

چھوڑ کر جائیں گے یہ لوگ ان کی میراث کے زیادہ حقدار ہیں یا اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہم نے ہر ایک کو وارث بنایا ہے اور وہ والدین اور اقربا ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں وراثت کے اعتبار سے قریبی رشتے دار مراد لیے گئے ہیں اور ولی نعمت کا تعین نہیں کیا گیا ہے اب جو مرنے والے سے زیادہ قریبی رشتہ رکھتا ہوگا وہی ان کا ولی ہوگا اور میراث اسی کو منتقل ہوگی۔[۱]

وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ –

اور جن لوگوں سے تم نے معاہدہ کر رکھا ہے تو انھیں ان کا حصّہ دے دو۔

کہا جاتا ہے کہ ایک شخص دوسرے سے اس طرح پیمان کرتا تھا "تمھارا خون میرا خون ہے اور تمھاری تباہی میری تباہی ہے، تمھاری جنگ میری جنگ ہے، تمھاری صلح میری صلح ہے، تم میرے وارث ہوگے اور میں تمھارا وارث ہوں گا۔ تم میری طرف سے دِیَت (خوں بہا) ادا کروگے میں تمھاری طرف سے دیت ادا کروں گا۔ تو اس طرح ایک معاہدہ کرنے والے کا دوسرے معاہدہ کرنے والے کی میراث میں سے چھٹا حصّہ ہوا کرتا تھا۔

اسلام نے آیت وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ (انفال ۷۵) کے ذریعے اس کو منسوخ کردیا۔[۲]

تفسیر قمی میں ہے کہ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ کو اللہ تعالیٰ کے قول اُولُوا الْاَرْحَامِ نے منسوخ کردیا[۳]

اور کہا گیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم ان کا حصّہ ان کی مدد کرکے ادا کرو اور دیت میں حصّے دار بن کر اور تحفہ تحائف کے ذریعے سے، ان کے لیے میراث میں کوئی حصّہ نہیں ہے اس صورت میں یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی۔[۴] کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کو ولی بنائے تو اسے وراثت میں حصّہ ملے گا اور اس کے ذمّے اس کی دیت بھی ہوگی۔[۵]

کتاب کافی اور تفسیر عیّاشی میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ائمّہ علیہم السّلام ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں تم سے عہد و پیمان لیا ہے۔ اور اس کی تائید آیت وصیّت سے ہوتی ہے جو ہم سورۂ بقرہ کے ذیل میں پہلے بیان کرچکے ہیں۔ کہ اس امر کے مالک پر لوگوں کے مال میں حق موجود ہے۔[۶]

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا –

جو شخص حقداروں کو ان کے حق سے روکے تو اس کے لیے یہ ایک طرح کی تہدید (دھمکی) ہے۔

بے شک اللہ ہر شے پر گواہ ہے اس کی نگاہ سے کچھ بھی مخفی نہیں ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۷، ص ۷۶، ح ۲ (۲) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۴۲، قتادہ، سعید بن جبیر اور ضحاک سے نقل کرتے ہوئے جامع احکام القرآن، ج ۵، ص ۶۶ (۳) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۳۷

(۴) یہ قول مجاہد اور سدّی کا ہے الجامع لاحکام القرآن، ج ۵، ص ۱۶۶ (۵) الکافی، ج ۱، ص ۱۷۱، حدیث ۳

(۶) الکافی، ج ۱، ص ۲۱۶، باب ان القرآن یہدی للامام وتفسیر عیّاشی ج ۱، ص ۲۴۰، ح ۲۰۱ وتفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۷۶، ح ۱۶۳

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

۳۴- مرد عورتوں کے نگہبان اور منتظم ہیں اس بنیاد پر اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بنا پر کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں، پس جو عورتیں نیک ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور جس طرح اللہ نے ان کی حفاظت کی ہے وہ اس کی عدم موجودگی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔ اور جن عورتوں سے تمھیں سرکشی کا اندیشہ ہوتو پہلے ان کو سمجھاؤ اگر نہ مانیں تو خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اگر اس پر بھی نہ مانیں تو ہلکی سزا دو، پھر اگر وہ تمھاری اطاعت کرنے لگیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کرو۔ بے شک اللہ بلند و بالا تر ہے۔

۳۵- اور اگر تمھیں میاں بیوی کے درمیان نااتفاقی کا اندیشہ ہوتو ایک حَکَم (فیصلہ کرنے والا) مرد کے کنبے سے لو اور ایک عورت کے خاندان سے اگر یہ دونوں ثالث میل ملاپ کرانا چاہیں تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے اور ہر بات سے آگاہ ہے۔

۳۴- اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ-

مرد عورتوں کے "قَوّام" یعنی منتظم اور مُنصَرِم ہیں جس طرح حاکم اپنی رعایا کے لیے بندوبست کرتا ہے یہ لوگ اپنی اپنی بیویوں کے منتظم اور نگہبان ہوتے ہیں۔

بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ-

اس لیے کہ کمالِ عقل، حسنِ تدبیر اور اعمال و اطاعتوں میں زیادہ قوت رکھنے کے سبب مردوں کو عورتوں پر افضلیت حاصل ہے۔

وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ-

اور فضیلت کی یہ بنیاد بھی ہے کہ نکاح کے اخراجات جیسے مہر کی رقم وہ مہیّا کرتا ہے اور دیگر اخراجات کی وہ

کفالت کرتا ہے۔

کتاب علل الشرائع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ مردوں کو عورتوں کے مقابل میں کس طرح کی برتری حاصل ہے؟ تو آں حضرتؐ نے جواب دیا کہ جیسے پانی زمین کے مقابل میں برتری رکھتا ہے، پانی زمین کو زندگی بخشتا ہے اور مردوں کے ذریعے عورتوں کو زندگی میسّر آتی ہے۔ اگر مرد نہ ہوتے تو عورتیں زیور تخلیق سے آراستہ نہ ہوتیں اس کے بعد آں حضرتؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ الخ اس کے بعد آپ نے فرمایا کیا تم نے غور نہیں کیا کہ عورتیں ناپاکی کے دنوں میں عبادت سے محروم رہتی ہیں اور مرد حضرات اس قسم کی ناپاکیوں سے محفوظ ہیں۔[۱]

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ-

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ نیکوکار عورتیں اطاعت گزار اور شوہر کی فرماں بردار ہوتی ہیں۔[۲]

حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ-

شوہر کی غیبت میں اپنے نفوس کی اور شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام اپنے آباو اجداد سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں، اسلام کے بعد کسی مرد مسلم نے اور کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا جو زوجۂ مسلمہ سے بہتر ہو، اس کی طرف دیکھو تو خوشی ہوتی ہے، حکم کرو تو اطاعت کرتی ہے، اگر کہیں چلے جاؤ تو تمھاری غیبت میں تمھارے مال اور اپنی عزت کی حفاظت کرتی ہے۔

بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ-

اس لیے کہ صالح عورتوں کی اللہ حفاظت کرتا ہے۔[۳]

وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ-

اور جن عورتوں سے تمھیں سرکشی اور نافرمانی کا اندیشہ ہو۔

فَعِظُوْهُنَّ - تو انھیں گفتگو کے ذریعے قائل کرو۔

فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ-

اگر وہ باتوں سے نہ مانیں اور نصیحت سودمند ثابت نہ ہو تو خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو۔ تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس کی طرف پیٹھ کر کے سو جائے۔[۴]

وَاضْرِبُوْهُنَّ -

اور اگر بیوی سے عارضی علیحدگی بھی کام نہ آئے تو اسے ہلکی سزا دو جس سے نہ گوشت کٹے اور نہ ہی ہڈی

---

(۱) علل الشرائع، ص ۵۱۲ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۳۷ (۳) الکافی، ج ۵، ص ۳۲۷ (۴) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۴۴

ٹوٹے۔ تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں مسواک سے مارنا مراد ہے۔[۱]

فَاِنۡ اَطَعۡنَکُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَیۡهِنَّ سَبِیۡلًا -

پس اگر وہ تمھاری اطاعت گزار بن جائیں تو پھر انھیں ملامت اور سرزنش نہ کرو اور نہ ہی انھیں ایذا پہنچاؤ۔

اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیۡرًا -

اور خوف خدا دل میں رکھو اس لیے کہ جس طرح تم اپنے ماتحتوں کے اوپر قدرت رکھتے ہو وہ تمھارے اوپر زیادہ قدرت اور طاقت رکھتا ہے۔

۳۵- وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَیۡنِهِمَا -

اور اگر تم میاں بیوی کے باہمی اختلافات سے ڈرتے ہو، اور کسی رائے پر متفق نہیں ہوتے ہو گویا کہ دونوں میں ہر ایک الگ الگ سمتوں میں جا رہا ہے۔

فَابۡعَثُوۡا حَکَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَکَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا ۚ اِنۡ یُّرِیۡدَاۤ اِصۡلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیۡنَهُمَا -

تو ایک حَکَم (ثالث) مرد کے کنبے سے اور ایک حَکَم عورت کے خاندان سے لے لو اور اگر یہ دونوں ثالث ملاپ کرانا چاہیں تو اللہ ان دونوں میاں بیوی کے درمیان موافقت کی کوئی صورت پیدا کر دے گا۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ دونوں حکم شرط رکھ سکتے ہیں اگر چاہیں تو الگ الگ رہیں اور اصلاح کی کوشش کریں اور اگر چاہیں تو دونوں مل کر ایک ساتھ ملاپ کی سعی کریں۔ دونوں کا ایک ساتھ مل کر کوشش کرنا جائز ہے۔[۲]

اور امام علیہ السّلام نے فرمایا دونوں حَکَم اس وقت تک علیحدہ نہ ہوں جب تک میاں بیوی دونوں ان سے مشورہ طلب کرتے رہیں۔[۳]

اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیۡمًا خَبِیۡرًا -

اللہ جانتا ہے کہ اختلاف کو کیسے ختم کیا جاتا ہے اور باہمی ملاپ کیسے ہو سکتا ہے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۴۴

(۲) الکافی، ج ۶، ص ۱۴۶، ح ۳، باب الحکمین والشقاق و تفسیر العیاشی، ج ۱، ص ۲۴۱، حدیث ۱۲۵

(۳) تفسیر العیاشی، ج ۱، ص ۲۴۰، حدیث ۱۲۳

وَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّ بِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَ الۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَمَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ﴿۳۶﴾ۙ

۳۶-تم سب اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، اور قریبی پڑوسی سے، اور دور کے پڑوسی سے، پاس بیٹھنے والوں سے، اور مسافروں اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمھارے قبضے میں ہوں احسان کا معاملہ رکھو۔ یقین جانو اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو مغرور اور شیخی باز ہو۔

۳۶- وَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا-

تم سب اللہ کی عبادت کرو اور اس کی ذات میں کسی کو شریک قرار نہ دو اور ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔

اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام اور امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اکرمؐ بھی بمنزلہ باپ کے ہیں اور حضرت علیؑ کو بھی باپ کا رتبہ حاصل ہے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔[1]

(نوٹ از مترجم) روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا اَنَا وَ اَنۡتَ اَبَوَا ھٰذِہِ الۡاُمَّۃ میں اور تم دونوں اس اُمّت کے باپ ہیں اور اپنے اس قول کے ساتھ اس طرف اشارہ فرمایا کُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ منقطع یوم القیٰمۃ الاّ سَبَبِی وَنَسَبِی ہر رشتے داری اور خاندان قیامت کے دن ختم ہوجائے گا سوائے میرے رشتہ اور خاندان کے (المفردات امام راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲)

وَّ بِذِی الۡقُرۡبٰی- اور قربت داروں کے ساتھ۔

وَ الۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَ الۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی-

اور یتیموں، مسکینوں اور قریبی پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آو۔

وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ- اور وہ پڑوسی جو دور رہتا ہو اس سے بھی اچھا سلوک کرو۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے پڑوس کی حد چالیس گھر ہیں ہر جانب سے سامنے سے، پیچھے سے، دائیں طرف اور بائیں طرف ہے۔[2] امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ چالیس گھر پڑوس ہے سامنے کی جانب سے پیچھے سے دائیں اور بائیں طرف سے۔[3]

امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا:

(۱) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۴۱، حدیث ۱۲۹ (۲) الکافی، ج۲، ص۶۶۹، ح۲ (۳) الکافی، ج۲، ص۶۶۹، ح۱

حُسْنُ الْجِوَارِ يَزِيْدُ فِي الرِّزْقِ

پڑوسیوں سے اچھا سلوک رزق میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔[۱]

اور فرمایا: حُسْنُ الْجِوَارِ يَعْمُرُ الدِّيَارَ وَمَزِيْدٌ فِي الْأَعْمَارِ:

پڑوسیوں سے بہترین سلوک شہروں کو بساتا اور عمروں کو بڑھاتا ہے۔[۲]

امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ پڑوسیوں سے اچھا سلوک صرف تکلیفوں کا دور کرنا ہی نہیں ہے بلکہ بہترین ہمسائیگی مصیبتوں اور تکلیفوں پر صبر کرنا ہے۔[۳]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت ہے کہ پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) کچھ پڑوسیوں کے تین حق ہوتے ہیں۔

۱۔ پڑوس کا حق، ۲۔ قرابت داری کا حق، ۳۔ اسلام کا حق۔

(۲) اور کچھ پڑوسیوں کے صرف دو حق ہوتے ہیں۔

۱۔ پڑوس کا حق، ۲۔ اسلام کا حق

(۳) اور کچھ پڑوسیوں کا صرف ایک حق ہوتا ہے۔

۱۔ پڑوس کا حق اور وہ ایسا مشرک ہے جو اہل کتاب ہو۔[۴]

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ-

اور پاس بیٹھنے والوں سے۔ کہا گیا ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو تمھارے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہو اور اچھے امور میں رفاقت کی بنیاد پر اسے تمھارا ساتھ نصیب ہو گیا ہے جیسے ازدواج، تعلیم، تجارت، صنعت وحرفت اور مسافرت۔[۵]

وَابْنِ السَّبِيْلِ - سے مراد مسافر اور مہمان ہے۔

وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ - غلام اور لونڈیاں جو تمھارے قبضے میں ہوں۔

تفسیر قمی میں ہے اَلصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ سے مراد سفر کا ساتھی ہمسفر ہے اور ابن السبیل سے مراد ایسے مسافر ہیں جو تم سے دوران سفر مدد مانگتے ہیں۔ اور مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ سے مراد اہل وعیال اور خُدّام ہیں۔[۶]

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا -

بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو متکبّر ہیں اور اپنے قرابت داروں، پڑوسیوں اور ساتھیوں کے ساتھ ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔

فَخُوْرًا - اور شیخی بگھارتے ہیں اور ان کے سامنے ڈینگیں مارتے پھرتے ہیں۔

---

(۱) الکافی، ج۲، ص۶۶۶ (۲) الکافی، ج۲ ص۶۶۷ (۳) الکافی، ج۲، ص۶۶۷ (۴) انوار التنزیل، ج۱، ص۲۱۹، مجمع البیان، ج۳-۴، ص۴۵، تفسیر ابی السعود، ج۲، ص۱۷۶ (۵) بیضاوی، تفسیر انوار التنزیل، ج۱، ص۲۱۹ (۶) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۳۸

بخیل وہ ہے جو کچھ اس کے قبضے میں ہے اسے کسی کو نہیں دیتا اور شحیح وہ ہے جو کچھ دوسروں کے پاس ہے اور جو خود اس کے اپنے پاس ہے اس کی حرص کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ دوسروں کے پاس کچھ بھی نہ رہے حلال و حرام سے جس طرح ممکن ہو اس کے پاس دولت جمع ہوتی رہے اور اللہ نے جتنا رزق اسے دیا ہے وہ اس پر قناعت نہیں کرتا۔[1]

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے: ہمارے شیعوں میں تین طرح کی باتیں نہیں ہوں گی۔

ان میں کوئی ہاتھ پھیلا کر سوال نہیں کرے گا۔ اور ان میں کوئی کنجوس نہیں ہوگا......[2]

(نوٹ از مترجم) مفسر نے صرف دو باتوں کا ذکر کیا ہے جس قدر یہاں ضرورت تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت ہے کہ مسلمان میں دو خصلتیں نہیں پائی جاتیں۔ کنجوسی اور بدخلقی۔[3]

وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں دولت دنیا اور علم سے نوازا ہے جس کا اظہار کرنا چاہیے تو وہ اسے چھپاتے ہیں۔

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ۔

اور ہم نے ان کافروں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

عَذَابًا مُّهِيْنًا۔

رسوا کن عذاب۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ جو شخص نعمت خداوندی کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے جس طرح اس نے بخل اور کتمان (چھپا کر) سے نعمت کی توہین کی ہے اسی طرح اس کے لیے رسوا کن عذاب ہوگا۔

۳۸- وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ۔

اور وہ فضول خرچی کرنے والے افراد جو اپنا مال دکھاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مذمّت اور وعید (ڈراوا) کے وقت انھیں بخیلوں کے ساتھ شریک کرلیا اس لیے کہ دونوں اپنا مال وہاں خرچ نہیں کرتے جہاں پر انھیں خرچ کرنا چاہیے۔

وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔

وہ نہ تو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی روز جزا کے قائل ہیں کہ وہ اللہ کی مرضی اور ثواب حاصل کرنے کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۳۵، ح ۱۴۲ (۲) الخصال، ص ۱۳۱، ح ۱۳۷ (۳) الخصال ص ۷۵، ح ۱۱۷

وَمَنۡ یَّکُنِ الشَّیۡطٰنُ لَہٗ قَرِیۡنًا فَسَآءَ قَرِیۡنًا۔

اس آیت کے ذریعے انھیں متنبّہ کیا جارہا ہے کہ شیطان ان کا ہم نشیں ہے جو انھیں اس بات پر آمادہ کررہا ہے اور بنا سجا کر پیش کررہا ہے۔

جس طرح قول باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الۡمُبَذِّرِیۡنَ کَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّیٰطِیۡنِ ؕ (۲۷، اسراء ۱۷)

یقیناً فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔

۳۹– وَمَاذَا عَلَیۡہِمۡ لَوۡ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقَہُمُ اللّٰہُ ؕ۔

ان کا کیا نقصان ہوتا اگر یہ لوگ اللہ اور روز آخرت پر ایمان لے آتے اور جو کچھ اللہ نے انھیں رزق عطا کیا ہے اسے اطاعت خداوندی میں خرچ کرتے۔

انھیں سرزنش کی گئی ہے کہ وہ اس بات سے جاہل ہیں کہ ان باتوں کو تسلیم کرلینے میں سراسر انھی کی منفعت ہے۔ اور اس بات پر آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ سوچ کر جواب دیں۔ ہوسکتا ہے اس طرح انھیں پتا چل جائے کہ عقائد وایمان کا کیا فائدہ اور انجام ہے۔

اور اس بات سے بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر کسی کو ایسے امر کی جانب دعوت دی جائے جس میں کوئی نقصان نہ ہوتو اسے وہ دعوت قبول کرلینی چاہیے۔ چہ جائے کہ اس دعوت میں سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے۔

سابقہ آیت میں ایمان کو مؤخّر اور اس آیت میں ایمان کو مقدّم اس لیے رکھا گیا کہ یہاں پر تخصیص مقصود تھی اور سبب کو بیان کرنا تھا۔

وَکَانَ اللّٰہُ بِہِمۡ عَلِیۡمًا۔

ان سب کو اچھی طرح جانتا ہے۔

اس آیت میں انھیں ایک طرح سے وعید (دھمکی) دی گئی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٤٠﴾

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾

يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ﴿٤٢﴾

وقف النبی علیہ السلام ع ۶ ۳

۴۰ – اللہ کسی پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کرتا، اور اگر انسان کے پاس نیکی ہوتی ہے تو وہ اسے بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے اجرِ عظیم بھی عطا کرتا ہے۔

۴۱ – اس وقت کیا کیفیت ہوگی جب ہم ہر امّت کو اس کے گواہ کے ساتھ بلائیں گے اور اے نبیؐ ہم آپ کو اُن سب پر شاہد بنا کر لائیں گے۔

۴۲ – جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے اور رسولؐ کی نافرمانی کی ہے اس دن وہ یہ چاہیں گے کہ ان کے اوپر سے زمین برابر کر دی جاتی، اور وہ اللہ سے کسی بات کو مخفی نہ رکھ سکیں گے۔

۴۰ – إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ –

بلاشبہ اللہ کسی پر ذرّہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

نہ تو کسی کے اجر میں کمی کرتا ہے اور نہ عذاب میں ذرّہ برابر اضافہ کرتا ہے۔

لفظ ''ذرّۃ'' چھوٹی چیونٹی کو کہتے ہیں نیز غبار کے ہر حصّے کو ذرّہ کہا جاتا ہے۔

لفظ ''مثقال'' ثِقل سے ہے (تولنے کا ایک وزن جو ڈیڑھ درہم کے برابر ہوتا ہے۔)

وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا –

اور اگر انسان کے پاس نیکی ہوتی ہے تو وہ اس کے ثواب میں اضافہ کر دیتا ہے۔

وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ –

اور عمل کے مقابلے میں جس کا وعدہ کیا تھا اپنے فضل و کرم کے سبب اپنی جانب سے اس سے زیادہ عطا کرتا ہے۔

أَجْرًا عَظِيمًا –

ایک بھرپور عطا اور مکمّل کرم۔ اسے اجر سے اس لیے تعبیر کیا کہ عمل سے اس کا تعلّق ہے۔

۴۱ – فَكَيْفَ – خوف اور ڈر کے مارے اُن کا کیا حال ہوگا۔

اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ –

جب ہم ہر امّت کو اس کے گواہ کے ساتھ بلائیں گے۔

وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا –

اور اے پیغمبرؐ ہم آپ کو اُن سب پر (شاہد) گواہ بنا کر لائیں گے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت خاص طور سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی امّت کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ ہر صدی میں ان پر امام گواہ ہوگا اور حضرت محمدؐ ہم پر گواہ ہوں گے۔[1]

کتاب احتجاج میں امیرالمومنین علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جس میں آپ نے قیامت والوں کے حالات بیان کیے ہیں، تمام انبیا تشریف لائیں گے پھر ان سے سوال کیا جائے گا کہ وہ جو پیغامات اپنی اپنی امّتوں کے لیے لے کر گئے تھے انھیں پہنچادیا۔ تو وہ بتلائیں گے کہ انھوں نے امّتوں تک وہ پیغامات پہنچادیئے ہیں اور جب امّت سے سوال کیا جائے گا تو وہ انکار کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (۶، اعراف ۷)

(پس اب ہم ضرور بالضرور ان لوگوں سے بھی سوال کریں گے اور ان کی جانب بھیجے جانے والے رسولوں سے بھی سوال کریں گے)

تو وہ لوگ یہ کہیں گے مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ (۱۹، مائدہ ۵)

(ہمارے پاس نہ تو کوئی بشارت دینے والا آیا اور نہ ہی ڈرانے والا آیا)

اس وقت تمام انبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بطورِ گواہ پیش کریں گے اور اس موقع پر آں حضرتؐ انبیاؑ کی صداقت اور امّتوں کی غلط بیانی کی شہادت دیں گے تو اس ہنگام تمام امّتوں سے مخاطب ہو کر کہا جائے گا: فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (۱۹، مائدہ ۵)

(بے شک تمھارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آچکا ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے)۔

وہ تمھارے اعضا و جوارح کے ذریعے یہ گواہی دلوا سکتا ہے کہ تمھارے پاس انبیا تبلیغ کے لیے آئے تھے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے مخاطب ہو کر کہا: فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا تو کسی میں بھی یہ جرأت نہ ہوگی کہ پیغمبر اکرمؐ کی گواہی کو رد کردے اس ڈر سے کہ کہیں اللہ ان کے لبوں پر مہر لگادے اور ان کے اعضا و جوارح ان کے عمل کی گواہی دینے لگیں اور روز قیامت پیغمبر اکرمؐ اپنی قوم اور امّت کے

(۱) الکافی، ج۱، ص ۱۹۰، ح۱، باب: انّ الائمّہ شھداء اللہ عزوجلّ عَلٰی خَلْقِہٖ

منافقین اور کفّار کے بارے میں گواہی دیں گے کہ یہ لوگ کس طرح ملحد ہوگئے دشمنی کرنے لگے، عہد و پیان کو توڑ ڈالا، سنّتوں میں تبدیلی کرڈالی، کس طرح اہل بیتؑ کے دشمن ہوگئے۔ اور سابقہ امّتوں کی طرح جنھوں نے اپنے انبیا پر ظلم ڈھایا تھا اور خیانتیں کی تھیں یہ لوگ بھی پچھلے پیروں پر لوٹ گئے اور مرتد ہوگئے تو اس وقت سب کے سب کہیں گے: رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ (۱۰۶، المومنون ۲۳) پروردگار ہم پر بدبختی غالب آگئی تھی اور ہم گمراہ ہوگئے تھے۔[1]

۴۲ – يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا –

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے اور رسولؐ کی نافرمانی کی ہے اس دن وہ یہ چاہیں گے کہ ان کے اوپر زمین برابر کردی جائے یعنی وہ زمین کے اندر چلے جائیں اور وہ اللہ سے کسی بات کو مخفی نہ رکھ سکیں گے۔

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے وہ اپنے جد اور وہ امیرالمومنینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے ایک خطبے میں قیامت کی ہولنا کی کو بیان کیا ہے کہ ہونٹوں پر مہر لگادی جائے گی پس یارائے کلام نہ ہوگا۔ اور اس دن ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں گے اور ان کے عمل کی گواہی اُن کی کھال بھی دے گی۔ پس وہ اللہ سے کسی بات کو پوشیدہ نہ رکھ سکیں گے۔[2]

---

(۱) الاحتجاج، ج ۱، ص ۳۶۰–۳۶۱ (۲) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۴۲، حدیث ۱۳۳

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

۴۳- اے ایمان والو! خبردار نشے کے عالم میں تم نماز کے قریب بھی مت جانا جب تک ہوش میں آ کر تم یہ نہ سمجھو کہ کیا کہہ رہے ہو۔ اور جنابت کی حالت میں بھی مگر یہ کہ راستے سے گزر رہے ہو جب تک غسل نہ کرلو، اور اگر تم مریض ہو یا سفر کر رہے ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے جنسی تعلّق قائم کیا ہو اور تمھیں پانی میسّر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو، مسح کرو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا بے شک اللہ درگزر سے کام لینے والا اور بخشنے والا ہے۔

۴۳- يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى-

اے ایمان والو! تم اس وقت نماز نہ پڑھنا جب تم پر نیند کا خمار ہو یا شراب کا نشہ ہو۔

حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ-

جب تک تم بیدار نہ ہو جاؤ یا ہوش میں نہ آ جاؤ تا کہ تمھیں یہ معلوم ہو جائے کہ تم زبان سے کیا کہہ رہے ہو۔

کتاب کافی، علل الشرائع اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے سستی کے ساتھ، اونگھتے ہوئے، بوجھل انداز میں مت جاؤ کیوں کہ یہ نفاق کی خصلتیں ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے منع فرمایا ہے: لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى (کہ تم نشے کے عالم میں نماز کے قریب بھی مت جانا)

امام علیہ السّلام نے فرمایا سُكٰرٰى سے مراد نیند کا خمار ہے۔[۱]

اور کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ''سکاریٰ'' میں نیند کا خُمار بھی آ جاتا ہے اور اس لفظ سکاریٰ میں عمومیت پائی جاتی ہے۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد شراب کا نشہ ہے جب شراب کی حرمت کا حکم آیا تو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔[۳]

(۱) الکافی، ج ۳، ص ۲۹۹، ح ۱ و علل الشرائع، ص ۳۵۸، ح ۱، باب ۷۴ و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۴۲، ح ۱۳۴

(۲) الکافی، ج ۳، ص ۳۷۱، ح ۱۵ (۳) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۵۱

اور اسی جیسی روایت ہے کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے اپنی نماز میں اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ (جس کی تم عبادت کرتے ہو میں بھی اس کی عبادت کرتا ہوں) نشے کے عالم میں پڑھا تھا۔[۱]

تفسیر عیاشی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے روایت ہے کہ یہ حکم اس وقت آیا تھا جب کہ شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔[۲]

امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد نیند کا خمار ہے اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے تمھاری نیند تمھیں مانع ہے اس بات سے کہ تم نہیں جانتے کہ رکوع، سجدے اور تکبیر میں کیا کہہ رہے ہو۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مومنین شراب پی کر بد مست ہوجاتے ہیں مومن نہ تو شراب پیتا ہے اور نہ ہی مدہوش ہوتا ہے۔[۳]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ حکمت کا تقاضا تھا کہ بتدریج شراب حرام قرار دی جائے اسی لیے بصراحت اس کی حرمت کا حکم تاخیر سے آیا جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ذکر کیا جاچکا ہے مسلمانوں کا ایک گروہ شراب کی حرمت سے قبل نشے کی حالت میں نماز پڑھ لیا کرتا تھا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اس انداز سے ان سے خطاب کیا گیا۔ اس کے بعد جب شراب کی حرمت ثابت ہوگئی اور حکم جاری ہوگیا تو وہ ان افراد میں سے ہوگئے کہ ان سے یہ انداز تخاطب اختیار نہ کیا جائے۔ اس لیے کہ حرام کیے جانے کے بعد مومنین شراب نہیں پیا کرتے تھے تو اس بات کا جواز ملتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ شراب کی حرمت کے بعد یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ اس آیت سے نشے کی حالت میں نماز پڑھنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ ہر وہ چیز جو حضور قلب میں مانع ہو اسے ہم ''سُکر'' سے تعبیر کرسکتے ہیں اس لیے کبھی تو سُکر سے مراد نیند کا خمار ہوگا اور کبھی شراب کا نشہ اس اعتبار سے ان روایات میں کسی قسم کی منافات نہیں ہے۔

وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیۡ سَبِیۡلٍ حَتّٰی تَغۡتَسِلُوۡا ؕ–

اور جنابت کی حالت میں غسل سے پہلے نماز پڑھنا منع ہے مگر مسجد سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں۔

کتاب علل اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حیض والی عورت اور مُجنب (جس پر غسل جنابت واجب ہو) مسجد میں حالت نجاست میں داخل نہیں ہوسکتے البتہ وہاں سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ ارشاد رب العزّت ہے وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیۡ سَبِیۡلٍ حَتّٰی تَغۡتَسِلُوۡا ؕ[۴]

ہمارے اصحاب میں سے بعض علم بلاغت کے ماہر یہ کہتے ہیں کہ ایک عبارت ایسی ہوتی ہے کہ متکلم ایسا لفظ بولتا ہے جس کے دو معنیٰ ہوتے ہیں اور دونوں معنیٰ کے لیے قرینہ موجود ہوتا ہے جس سے اس لفظ کا مفہوم سمجھ میں

---

(۱) تفسیر ابی السعود، ج ۲، ص ۱۷۹، انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۲۱ (۲) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۴۲، ح ۱۳۵

(۳) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۴۲، ح ۱۳۷

(۴) علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۸۸ و تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۴۳، ح ۱۳۸ و تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۳۹

آ جاتا ہے۔ اس آیۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے لفظ "صلاۃ" کو دو معنوں میں بیان کیا ہے پہلا مفہوم نماز قائم کرنا ہے جس کا قرینہ ہے حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (یہاں تک کہ تم جان لو کہ کیا کہہ رہے ہو) اور دوسرا مفہوم نماز پڑھنے کی جگہ "مسجد" ہے جس کا قرینہ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ ہے۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یہی بات صحیح ہے اور ان روایات کے مطابق ہے جنھیں اس باب میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى-

اور اگر تم مریض ہو۔

کہا گیا ہے کہ ایسا مریض جو پانی کے استعمال سے ڈرتا ہو، یا پانی تک اس کی رسائی نہ ہو۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس قید لگانے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ قول خداوندی "فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً" چاروں جملوں سے متعلق ہے۔ اور اس میں پانی کے استعمال پر قدرت نہ رکھنا بھی شامل ہے اس لیے کہ جو چیز ممنوع ہے وہ گویا مفقود کی طرح ہے اسی طرح پانی کے نہ پائے جانے پر سفر کی قید لگانا بھی ہے۔ اور یہ دونوں باتیں معصومینؑ کی روایات سے مستفاد ہیں۔

اَوْ عَلٰى سَفَرٍ-

جو لوگ سفر کر رہے ہوں۔ اس لیے کہ صحراؤں میں اکثر پانی کا فقدان ہوتا ہے۔

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ-

یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آیا ہو۔

کنایہ ہے حَدَث (پیشاب پاخانہ) سے اس لیے کہ غائط کے معنیٰ ہیں وہ جگہ جو سطح زمین سے نیچی ہو۔ لوگ حَدَث کے لیے ایسی جگہوں پر جاتے تھے جو نیچی ہوتا کہ انسان کا جُثّہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائے۔

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ-

یا تم نے عورتوں کا لَمس کیا ہو۔

اس آیت میں لَمس کنایہ ہے مُباشرت سے جیسا کہ تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت ہے۔[1]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ "لمس" سے مراد مباشرت ہے۔ لیکن اللہ ستّار ہے پوشیدگی کو پسند کرتا ہے جس طرح تم کسی چیز کا نام لے لیتے ہو وہ نہیں لیتا بلکہ کنایۃً بیان کرتا ہے۔[2]

امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے "اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ" سے بیوی کے ساتھ جنسی

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۵۲ (۲) الکافی، ج ۵، ص ۵۵۵، ح ۵، باب النوادر و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۴۳، حدیث ۱۴۱

تعلّقات کو مراد لیا ہے۔ ۱

اور دوسری روایت میں ہے کہ جسے کافی نے بیان کیا ہے "اللہ تبارک وتعالیٰ حیا کو پسند کرتا ہے اور صاحب کرم ہے عورتوں سے مباشرت کو مُلامَسَت سے تعبیر کرتا ہے۔ ۲

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً –

اگر تمھیں پانی نہ ملے یا تم اس کے استعمال کرنے پر قدرت نہ رکھتے ہو جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا –

تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو۔

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ "صَعید" کے معنٰی ہیں بُلند جگہ اور "طَیّب" اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے پانی بہہ رہا ہو۔ ۳

اور کہا گیا ہے کہ "صعید" زمین کا اوپری حصّہ ہے مٹی ہو یا غبار وغیرہ اسی طرح چکنے پتھر پر بھی تیمّم کرنا جائز ہے۔ ۴

اور اسی کے دِفاع میں سورۂ مائدہ میں ارشاد رب العزّت ہے فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ اور اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرلو۔ ۵

مِّنْهُ سے مراد ہے مِنْ بَعْضِهٖ یعنی اس زمین کے کچھ حصّے سے۔ اور "مِنْ" کام کے آغاز کی نشان دہی کرتا ہے، اس سے تبعیض (یعنی زمین کا کچھ حصّہ) کا تصوّر ہوتا ہے، احادیث میں اس کی تفسیر وارد ہوئی ہے جو اس کے مقام پر بیان ہوگی۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کا قول سہولت پہنچانے اور تخفیف کی وجہ ہے اور اس امت مرحومہ پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم بیان کرنا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَتُرَابُهَا طَهُوْرًا۔ ۶

زمین میرے لیے جائے سجدہ قرار دی گئی ہے اور اس کی مٹی کو پاک بنایا گیا ہے۔

جب پوری زمین جائے سجدہ ہے تو تراب کا الگ ذکر انطباق کلام کی وجہ سے کیا گیا ہے ورنہ مقتضائے حال تو یہ تھا کہ کہا جاتا جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضَ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا زمین کو میرے لیے جائے سجدہ اور پاک بنایا گیا ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ ۷

---

(۱) تفسیر عیّاشی، ج۱، ص ۲۴۳، ح۱۳۹ (۲) بحار الانوار، ج۸۰، ص۲۲۱، اور، ج۸۱، ص ۱۳۳، یہ روایت کافی میں نظر نہیں آئی۔
(۳) معانی الاخبار، ص ۲۸۳ (۴) مجمع البیان، ج۳-۴، ص۵۱ (۵) مائدہ، ۶ پوری آیت اس طرح ہے: وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (۶) عوالی اللئالی، ج۲، ص ۱۳، حدیث ۲۶، ص۲۰۸، حدیث ۱۳
(۷) عوالی اللئالی، ج۲، ص ۱۴، حدیث، ۲۷، ومن لایحضرہ الفقیہ، ج۱، ص ۱۵۵

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ-

پس تم مسح کرو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں واقع ہوا ہے جو سورۂ مائدہ میں ہے، کہ اگر پانی نہ ملے تو جس طرح وضو کرنے والا اگر پانی میسّر نہ ہو تو اس کے لیے بعض اعضا کو دھونے کی جگہ پر مسح کرنا کافی ہے اس لیے کہ فرمایا بِوُجُوْهِكُمْ اور پھر کہا وَاَيْدِيْكُمْ ؕ پہلے چہرے کا مسح کرو اور بعد میں ہاتھوں کا۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اس طرح متوجّہ کیا ہے کہ پورا چہرہ اور دونوں ہاتھ کو پورے طور پر محیط کر لینا مسح میں نہیں ہے جیسا کہ عامّہ کرتے ہیں اور حرف ''ب'' تبعیض کی نشان دہی کرتا ہے ہم بقیّہ حدیث ان شاء اللہ بعد میں بیان کریں گے۔

اور امام باقر علیہ السّلام نے تیمّم کا طریقہ اس طرح بتلایا ہے کہ انھوں نے دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھیں اور اس سے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کا گٹّوں تک مسح کیا اور بازوؤں کا مسح نہیں کیا۔[2]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے تیمّم کی وضاحت اس طرح فرمائی آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر انھیں اٹھا کر جھاڑ دیا اس کے بعد اپنی پیشانی اور دونوں ہاتھوں کا ایک ایک بار مسح کیا۔[3]

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ کی پشت پر پھیرا اور اس طرح دونوں ہاتھوں کا گٹّے تک مسح کیا۔[4]

امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تیمّم ایک ضربت چہرے کو مسح کرنے کے لیے اور دوسری ضربت دونوں ہاتھوں کا مسح کرنے کے لیے۔[5]

اور امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تیمّم اگر وضو کے بدلے ہو تو ایک ضربت کافی ہے اور اگر غسل جنابت کے بدلے ہو تو دو ضربتوں کی ضرورت ہوگی ایک مرتبہ چہرے پر پھیرو اور دو مرتبہ ہاتھوں پر پھیرو اگر تم حالت جنابت میں ہو اور پانی میسّر آجائے تو فوراً غسل کر لو، اور اگر جنابت نہ ہو صرف وضو کافی ہے۔[6]

کتاب فقیہ[7] اور تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ وضو کے بدلے میں تیمّم اور غسل جنابت و غسل حیض کے بدلے میں اگر تیمّم کیا جائے تو کیا وہ یکساں ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا ہاں اس میں کوئی فرق نہیں۔[8]

---

(۱) الکافی، ج ۳، ص ۳۰، حدیث ۴، باب مسح الراس والقدمین
(۲) تہذیب الاحکام، ج ۱، ص ۲۰۸
(۳) تہذیب الاحکام، ج ۱، ص ۲۱۲
(۴) الکافی، ج ۳، ص ۶۲، ح ۳
(۵) تہذیب الاحکام، ج ۱، ص ۲۱۰، ح ۶۰۹
(۶) تہذیب الاحکام، ج ۱، ص ۲۱۰
(۷) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۵۸ حدیث ۲۱۵
(۸) تہذیب الاحکام، ج ۱، ص ۲۱۲، ح ۶۱۷

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ دوسری مرتبہ ہاتھوں کو مسح کرنا مستحب قرار دیا گیا ہے بشرطیکہ ہتھیلیوں پر مٹی لگی ہوئی ہو۔ تیمّم کرتے وقت ایک ضربت ایسی ہی ہے جیسے وضو کرتے وقت چلّو بھرتے ہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ چہرے کا مسح کرتے وقت ہتھیلیوں کی مٹی ختم ہوجاتی ہے اور ہاتھوں کے لیے نہیں بچتی تو احتیاطاً دونوں طہارتوں کے لیے دو ضربت چاہیے۔ اب رہا تیمّم کرتے وقت دونوں ہاتھوں کو اس لیے جھارتے ہیں تاکہ مٹی کم ہوجائے اور چہرہ مٹی میں نہ بھر جائے۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوۡرًا۔

بے شک اللہ درگزر کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ ۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

۴۴- کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا تھوڑا سا علم دیا گیا تھا وہ گمراہی کا سودا کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راستہ گم کر دو۔

۴۵- اور اللہ تمھارے دشمنوں کو اچھی طرح جانتا ہے اور تمھاری حمایت و سرپرستی کے لیے اللہ کافی ہے اور نصرت کے لیے بھی اللہ کافی ہے۔

۴۶- اور جو لوگ یہودی بن گئے ہیں ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کلماتِ الٰہیہ کو ان کی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں اور دینِ حق کے خلاف طعنہ زنی کرنے کے لیے اپنی زبانوں کو توڑ موڑ کر کہتے ہیں کہ ہم نے بات سنی اور نافرمانی کی اور تم بھی سنو مگر تمھاری بات نہ سنی جائے گی، حالاں کہ اگر یہ لوگ اس طرح کہتے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی آپ بھی سنئے اور نظرِ کرم کیجیے تو ان کے حق میں بہتر اور مناسب ہوتا، اللہ نے ان کے کفر کی بنیاد پر انھیں لعنت کا مستحق قرار دیا ہے۔ ان میں سے بہت کم لوگ ایمان قبول کریں گے۔

۴۴- اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ۔

یا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں علم توریت کا تھوڑا سا حصّہ دیا گیا ہے۔

جیسا کہ کہا گیا ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے احبار (علماء) کے بارے میں نازل ہوئی۔[1]

يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ۔

وہ گمراہی کا سودا کرتے ہیں۔

(۱) انوار التنزیل، ج۱، ص ۲۲۲

یعنی ہدایت کو گمراہی میں تبدیل کردیتے ہیں ان معجزات کا مشاہدہ کرنے کے بعد جو حضرت محمدؐ کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں اور اس علم کے باوجود کہ توریت میں حضرت محمدؐ کے بارے میں بشارت دی گئی ہے۔

وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ۔

اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ اے مومنو! تم بھی حق کے راستے کو چھوڑ دو۔

۴۵–وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ–

اور اللہ تمھارے دشمنوں کو تم سے زیادہ جانتا ہے اور اب وہ تمھیں ان کی دشمنی کے بارے میں بتلا رہا ہے اور ان کے منصوبوں کی خبر دے رہا ہے تاکہ تم ان سے خبردار رہو۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۫ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا۔

اور تمھاری حمایت ونصرت کے لیے اللہ ہی کافی ہے، وہ تمھاری مدد کرے گا اسی پر بھروسا رکھو اور اسی پر توکّل کرو۔

۴۶–مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا۔

جو لوگ یہودی بن گئے ہیں ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ–

جو کلماتِ الٰہیہ کو ان کی جگہ سے ہٹادیتے ہیں جس طرح انھوں نے توریت میں آں حضرتؐ کے بارے میں اس طرح تبدیلی کی کہ گندم گوں اور متوسط القامت کی جگہ گندم گوں سیاہی مائل اور طویل القامت کردیا۔

وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا۔

اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کی بات سن لی۔

وَعَصَيْنَا۔اور اب ہم آپ کے حکم کی مخالفت کریں گے۔

وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ–

ہماری بات سنو تمھاری بات نہیں سنی جائے گی یا تم سن لو جس بات کی طرف بلایا جارہا اس کا جواب نہ دو۔

وَّرَاعِنَا– ہماری طرف دیکھو ہم تم سے گفتگو کررہے ہیں یا تمھاری بات سمجھ رہے ہیں۔لیکن اس لفظ سے وہ نبی اکرمؐ کو گالی دے رہے تھے اس لیے کہ یہ لفظ ان کی زبان میں گالی ہے۔

لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ۔

زبانوں کو موڑ توڑ کے اور ایسے کلمات زبان پر لاکر جس سے سَبّ (گالی) کا مفہوم نکلتا ہو جیسے انظرنا وراقبنا (ہماری طرف توجہ دیجیے، ہماری طرف نظر کرم کیجیے) کی جگہ رَاعِنَا کا لفظ بولتے ہیں جو گالی ہے ''لاَ اَسمعتَ'' کی جگہ ''غیر مُسْمَعٍ'' بولتے ہیں۔ وہ بولتے وقت زبانوں کو اس طرح موڑ لیتے ہیں کہ بظاہر معلوم

ہوتا ہے کہ وہ دُعا دے رہے ہیں عزت وتوقیر کررہے ہیں لیکن بہ باطن ان کا مقصد گالی دینا اور تحقیر کرنا ہوتا ہے۔

وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ –

دین حق کے خلاف طعنہ زنی کرنے کے لیے، اور مذاق اڑانے کے لیے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ –

حالاں کہ اگر یہ لوگ اس طرح کہتے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی آپ بھی سنئے اور نظر کرم کیجیے تو ان کے حق میں بہتر اور مناسب ہوتا۔

وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ –

لیکن اللہ نے انھیں رسوا کردیا اور ہدایت سے دور کردیا۔

بِكُفْرِهِمْ – ان کے کفر کی بنیاد پر۔

فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا –

وہ ایمان نہیں لائیں گے مگر تھوڑا جس کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور وہ بعض آیتوں اور رسولوں کو تسلیم کرنا ہے۔ یا اس سے مراد ایسا ایمان ہے جو کم زور ہو جس میں اخلاص نہ ہو یا یہ مفہوم ہوگا کہ بہت کم لوگ ایمان قبول کریں گے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

۴۷- اے وہ لوگو جنھیں کتاب دی گئی ہے، اس کتاب کو مان لو جسے ہم نے اب نازل کیا ہے جو تمھاری سابقہ کتب کی تصدیق کرتی ہے، قبل اس کے کہ ہم چہروں کو بگاڑ کر پشت کی طرف پھیر دیں یا ہم ان پر اس طرح لعنت بھیجیں جیسی ہم نے اصحاب سبت پر لعنت کی ہے اور اللہ کا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے۔

۴۸- اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ کسی کو اس کا شریک قرار دیا جائے اور اس کے ماسوا دوسرے گناہوں کو جس کے لیے چاہے معاف کر دیتا ہے، اور جس نے اللہ کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرایا، تو اس نے بڑے گناہ کی افترا پردازی کی ہے۔

۴۷۔ تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم انھیں ہدایت سے دور کر دیں گے اور انھیں ان کی گمراہی کی جانب پھیر دیں گے اس طرح کہ وہ ہرگز فلاح نہ پاسکیں گے۔(۱)

اَنْ نَّطْمِسَ – کے معنٰی ہیں صورت کا تبدیل کر دینا، تحریر کا مٹا دینا۔

اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ –

اور جس طرح ہم نے اصحاب السّبت کو رسوا کیا انھیں بھی مسخ کر کے اسی طرح رُسوا کر دیں گے۔

(نوٹ:- اصحاب السّبت شنبہ والے جس دن مچھلی کا شکار کرنا ان کے لیے منع تھا وہ یہ کرتے تھے کہ جمعے کے دن گڑھے کھود دیتے کہ مچھلیاں اس طرف آ جائیں اور وہ انھیں پکڑ لیں لیکن خدا نے انھیں مسخ کر کے بندر بنا دیا) اس کا تذکرہ سورۂ بقرہ آیت ۶۵ میں ہے۔

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا –

اگر تم نے ایمان قبول نہیں کیا تو حکم خدا نافذ ہو کر رہے گا۔

۴۸- اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ –

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۵۵

اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ کسی کو اس کا شریک قرار دیا جائے۔ اس لیے کہ یہ ایسا گناہ ہے جس پر اس کے لیے دائمی عذاب مقرّر ہے یہ وہ گناہ ہے جس کے اثرات کبھی ختم نہیں ہوتے اس لیے قابل معافی نہیں ہے مگر یہ کہ مشرک توبہ کرلے اور توحید کو تسلیم کرلے، توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔

وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ۚ –

شرک کے علاوہ وہ چھوٹے بڑے گناہ جس کے لیے چاہے معاف کرسکتا ہے اس پر فضل کرتے ہوئے اور احسان کی بنیاد پر۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا گناہانِ کبیرہ اور اس کے علاوہ جو بھی گناہ ہوں وہ معاف کردے گا۔[1]

کافی میں اور فقیہ میں ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا گناہانِ کبیرہ اللہ کی مشیت میں داخل ہیں تو امام علیہ السّلام نے فرمایا ہاں یہ اللہ کی مرضی پر موقوف ہے چاہے تو اس کی سزا دے اور چاہے تو اسے معاف کردے۔[2]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے اسی سے ملتا جلتا قول ہے[3]

کتاب فقیہ میں امیر المومنین علیہ السّلام سے ایک حدیث میں مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سنا وہ فرمارہے تھے اگر کوئی مومن دنیا سے روانہ ہوا اور اس نے وہ گناہ کیے ہوں جو اہل دنیا کیا کرتے ہیں تو موت اس کے گناہوں کا کفّارہ بن جائے گی اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الٰہ الاّ اللہ کہے وہ شرک سے بری ہوگیا۔ اور جو دنیا سے اس حال میں روانہ ہو کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دیا ہو تو وہ جنّت میں داخل ہوگا اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: (اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ۚ) کہ اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ کسی کو اس کا شریک قرار دیا جائے۔ لیکن اس کے ماسوا دوسرے گناہوں کو اے علیؑ تمھارے شیعوں اور محبّوں میں سے جسے چاہے معاف کردے گا۔ امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا میں نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ ہمارے شیعوں کے لیے ہے تو آپ نے فرمایا ای وَرَبّی اِنّہ لشیعتك

میرے رب کی قسم یہ تمھارے شیعوں کے لیے ہے۔[4]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو معاف نہیں کرے گا جو ولایت علی کا انکار کرے گا۔ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ۚ کا مفہوم ہے

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۲۸۴، ح ۱۸ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۲۸۴، ح ۱۸۔ ۱۹ و من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۳۷۶، ح ۱۷۸۰
(۳) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۴۰ (۴) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۲۹۵، ح ۸۹۲

کہ جو شخص علیؑ سے محبت کرے گا اس کے تمام گناہ معاف کردے گا۔[۱]

امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ وہ کون سی ایسی معمولی بات ہے جس کی وجہ سے انسان مشرک ہوجاتا ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا:

جو شخص کسی خیال کو ایجاد کرلے خواہ وہ پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ اور اس پر عمل کرنے لگے۔[۲]

کتاب توحید میں امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ قرآن کی آیتوں میں سب سے پسندیدہ مجھے یہ آیت لگتی ہے اِنَّ اللہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ [۳]

وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللہِ فَقَدِ افْتَرٰی اِثْمًا عَظِیْمًا۔

اور جس نے اللہ کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرایا تو اس کے مقابلے میں تمام گناہ اور افترا پردازیاں ہیچ ہیں۔

اس کا اطلاق قول اور فعل دونوں پر ہوتا ہے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۴۶-۲۴۵، حدیث ۱۴۹

(۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۴۶، حدیث ۱۵۰

(۳) التوحید، ص ۴۰۹، ح ۹، باب الامر والنھی والوعد والوعید

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يُزَكُّوۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ‌ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّىۡ مَنۡ يَّشَآءُ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا ﴿۴۹﴾

اُنۡظُرۡ كَيۡفَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ‌ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثۡمًا مُّبِيۡنًا ﴿۵۰﴾ ع ۸/۴

۴۹- کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی نفس کا دم بھرتے ہیں؟ حالاں کہ اللہ جسے چاہتا ہے اسے پاکیزگی عطا کر دیتا ہے، اور ان پر رتی برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۵۰- ذرا دیکھو تو یہ اللہ پر بھی جھوٹے الزامات لگانے سے نہیں چوکتے اور واضح طور پر ان کے گناہ گار ہونے کے لیے یہی گناہ کافی ہے۔

۴۹- اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يُزَكُّوۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ‌ؕ-

یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی جب انھوں نے کہا کہ نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ‌ؕ (۱۸، مائدہ ۵)

(ہم خدا کے فرزند اور اس کے محبوب ہیں) اور کہا لَنۡ يَّدۡخُلَ الۡجَـنَّةَ اِلَّا مَنۡ كَانَ هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰىؕ (۱۱۱، بقرہ ۲)

(جنت میں ہرگز کوئی نہیں جائے گا مگر یہ کہ وہ یہودی یا عیسائی ہو)

یہ روایت مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے۔[۱]

بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّىۡ مَنۡ يَّشَآءُ-

بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے اسے پاکیزگی عطا کرتا ہے۔

انسان جو کچھ حُسن یا قبح اچھا یا برا کام کرتا ہے اللہ اس سے بخوبی واقف ہے۔

وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا-

معمولی اور چھوٹا کسی قسم کا بھی ظلم ان پر نہیں ہوگا۔

فَتِیۡل اس دھاگے کو کہتے ہیں جو گُٹھلی کے شگاف میں ہوتا ہے حقارت و ذلّت کے لیے یہ مثال دی جاتی ہے۔

۵۰- اُنۡظُرۡ كَيۡفَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ‌ؕ-

ذرا دیکھو تو سہی یہ لوگ اللہ پر کیسا جھوٹا بہتان باندھ رہے ہیں کہ یہ لوگ اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے نزدیک یہ لوگ بڑے پاکیزہ ہیں۔

وَكَفٰى بِهٖۤ اِثۡمًا مُّبِيۡنًا-

یہ افترا پردازی ہی صراحتہً ان کے گناہ گار ہونے کے لیے کافی ہے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۵۸

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾

۵۱- کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں علم کتاب کا تھوڑا سا حصّہ دیا گیا تھا؟ ان کا حال یہ ہے کہ وہ جبت اور طاغوت کو مانتے ہیں اور کافروں کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں سے تو یہ لوگ زیادہ صحیح راستے پر اور ہدایت یافتہ ہیں۔

۵۲- ایسے ہی لوگوں پر اللہ نے لعنت بھیجی ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے تو پھر تم کسی کو ایسے شخص کا مددگار نہ پاؤ گے۔

۵۳- کیا وہ حکومت میں حصّے دار ہیں؟ اگر ایسا ہوتا تو وہ کسی کو پھوٹی کوڑی تک نہ دیتے۔

۵۱- تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب ان سے مشرکین عرب نے سوال کیا کہ ہمارا دین افضل ہے یا محمدؐ کا دین تو ان یہودیوں نے جواب دیا تمھارا دین سب سے بہتر ہے۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ جِبت ایک بُت کا نام ہے، اللہ کے علاوہ جس کی عبادت کی جائے اس کے لیے لفظ جِبت استعمال کیا جاتا ہے۔ اور "طاغوت" کا لفظ شیطان کے لیے بولا جاتا ہے بلکہ ہر باطل کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے معبود ہو یا غیر معبود۔

وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا- اور وہ لوگ کافروں کے لیے اور ان کے بارے میں یہ کہتے ہیں۔

هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا-

کہ یہ کفّار مومنین کے مقابلے میں صحیح دین پر اور سیدھے راستے پر ہیں۔

۵۲- اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا-

ایسے ہی لوگوں پر اللہ نے لعنت کی ہے اور اللہ جس پر لعنت کرے تو پھر تم کسی کو اس کا مددگار نہ پاؤ گے۔

۵۳- اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ- یہ جملہ بصورت انکار ہے یعنی اقتدار اور حکومت میں ان کا کوئی حصّہ نہیں ہے۔

فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا- اگر اقتدار کائنات میں ان کا کچھ حصّہ ہوتا تو پھر سب پر خود ہی قابض ہو جاتے اور کسی کو بھی پھوٹی کوڑی تک نہ دیتے۔ نقیر اس نقطے کو کہتے ہیں جو گٹھلی کے درمیان میں ہوتا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۴۰

اَمۡ يَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ۚ فَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ الۡـكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ مُّلۡكًا عَظِيۡمًا ﴿۵۴﴾

فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ صَدَّ عَنۡهُ‌ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيۡرًا ﴿۵۵﴾

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِيۡهِمۡ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُهُمۡ بَدَّلۡنٰهُمۡ جُلُوۡدًا غَيۡرَهَا لِيَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا ﴿۵۶﴾

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا‌ ؕ لَهُمۡ فِيۡهَاۤ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ‌ وَّنُدۡخِلُهُمۡ ظِلًّا ظَلِيۡلًا ﴿۵۷﴾

۵۴- کیا یہ لوگ دوسرے لوگوں سے اس بنیاد پر حسد کرتے ہیں کہ انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے نوازا ہے اگر یہ بات ہے تو ہم نے آل ابراہیم کو کتاب وحکمت دی اور انھیں ملک عظیم عطا فرمایا ہے۔

۵۵- پس ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس پر ایمان لے آئے اور کچھ اس سے باز رہے، پس ان کے لیے جہنّم کی دہکتی ہوئی آگ کافی ہے۔

۵۶- جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا ہے ہم انھیں جہنّم میں جھونک دیں گے جب ان کی کھالیں آگ کی تپش سے گل جائیں گی تو ہم دوسری کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزا چکھتے رہیں بے شک اللہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

۵۷- اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے ہم عن قریب انھیں ایسی جنّتوں میں داخل کردیں گے جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جہاں وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے ان میں پاک و پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور انھیں ہم گھنی چھاؤں میں رکھیں گے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں اور دیگر کتب میں ائمہ علیہم السّلام بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے کہ ہم ہی وہ محسود (جن سے حسد کیا جائے) ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے ہم کو امامت کے درجے پر سرفراز فرمایا ہے۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں لفظ "النّاس" سے مراد نبی اکرمؐ

---

(۱) الکافی، ج۱، ص۱۸۶، ح۶ و تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۴۶، ح۱۵۳

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں۔[۱]

۵۴- فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ.............. مُّلْكًا عَظِیْمًا-

بے شک ہم نے آل ابراہیمؑ کو کتاب اور حکمت عطا کی ہے اور انھیں ملک عظیم سے نوازا ہے۔

تو اس کے کرم سے بعید نہیں ہے کہ اللہ انھیں بھی اسی طرح حکومت و امامت عطا کردے اس لیے کہ یہ لوگ چچا کی اولاد ہیں۔

کتاب کافی اور قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کتاب سے مراد نبوت، اور حکمت سے مراد فہم اور قضاوت ہے اور ملک عظیم سے مراد اطاعت ہے جسے فرض قرار دیا گیا۔[۲]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اولاد ابراہیمؑ میں رسولوں، نبیوں اور اماموں کو قرار دیا گیا ہے۔ تو انھیں کیا ہو گیا کہ آل ابراہیمؑ کا اقرار کرتے ہیں اور آل محمدؐ کے بارے میں انکار کرتے ہیں اور امام علیہ السّلام نے فرمایا اَلْمُلْكُ الْعَظِیْمُ کے معنیٰ ہیں کہ ان میں ائمہ کرامؑ کو بنایا ہے جس نے ان کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی پس وہی ملک عظیم ہے۔[۳]

۵۵- فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ط-

پس ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس پر ایمان لے آئے اور کچھ نے اس سے روگردانی کی اور ایمان نہیں لائے۔

وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِیْرًا-

پس ان کے لیے جہنّم کی دہکتی ہوئی آگ کافی ہے۔ یعنی اگر انھیں سزا دینے میں جلدی نہیں کی گئی تو یہی کافی ہے کہ جہنّم کی دہکتی ہوئی آگ ان کے لیے مہیّا کی گئی ہے۔

۵۶- اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا ط-

جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا ہے ہم انھیں جہنّم میں جھونک دیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ آیات سے مراد امیر المومنینؑ اور ائمہ صلوات اللہ علیہم اجمعین ہیں۔[۴]

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ.............. لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ط-

جب ان کی کھالیں آگ کی تپش سے گل جائیں گی تو ہم دوسری کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزا چکھتے رہیں۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۶۱ (۲) الکافی، ج ۱، ص ۲۰۶، ح ۳ و تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۴۰

(۳) الکافی، ج ۱، ص ۲۰۶، ح ۵ و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۴۶، ح ۱۵۳ (۴) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۴۱

کتاب احتجاج میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ابن ابی العوجاء نے اس آیت کے بارے میں آپ سے سوال کیا اور کہا دوسری کھال کا کیا قصور ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا تم پر وائے ہو کیا یہ اور یہ اور یہ اس کا غیر ہے تو اس نے کہا مجھے دنیاوی امور میں سے اس کی کوئی مثال دیجیے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اچھا سنو کیا تم نے دیکھا ہے کہ کسی شخص نے ایک اینٹ اٹھائی اور اسے توڑ دیا پھر اس کو بھٹے میں ڈال دیا تو کیا یہ اور یہ اور یہ اس کی غیر ہوگئی۔ تفسیر قمی میں اسی مفہوم کی روایت موجود ہے۔[1]

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔

بے شک اللہ ہر شے پر غالب اور صاحب حکمت ہے۔ جو کرنا چاہے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور وہ اپنی تقاضاے حکمت کے مطابق سزائیں دیتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا.................... وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے ہم عن قریب انھیں ایسی جنّتوں میں داخل کردیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، جہاں وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے وہاں ان کے لیے پاک و پاکیزہ بیویاں ہوں گی، اور ہم انھیں گھنی چھاوں میں رکھیں گے۔

ظلاً ظلیلا کے معنیٰ ہیں سایہ مسلسل رہے گا سورج اسے ختم نہ کرسکے گا۔

اور لفظ ''ظَلِیل'' صفت ہے جو ''ظل'' سے مشتق ہے اور ظل کے ساتھ ظلیل تاکید کے لیے آیا ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ لَیْلٌ اَلْیَل تاریک رات وشمس شامسٌ چمک دار سورج۔

اور تقابل کے اعتبار سے وعدے کا ذکر وعید (دھمکی) کے بعد کیا ہے یعنی پہلے آیات الٰہی کے انکار کرنے والوں پر عذاب کا ذکر ہے اور بعد میں مومنین صالحین کے لیے جنّت کی بشارت اور اس کی نعمتوں کی خوش خبری ہے۔

---

(۱) الاحتجاج، ج ۲، ص ۱۰۴ تفسیر قمی، ۱، ص ۱۴۱

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۙ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿۵۸﴾

۵۸- مسلمانو! اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے سپرد کردو جو امانتوں کے اہل ہیں اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے مطابق فیصلہ کرو، اللہ تم کو بہترین نصیحت کررہا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

کتاب کافی اور دیگر کتب میں بہت سی روایات سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس آیت میں ائمہ علیہم السّلام سے خطاب کیا گیا ہے ان میں سے ہر امام کو یہ حکم دیا گیا کہ اپنے بعد میں آنے والے امام کو امانتیں سپرد کردے، اور انھیں اپنا وصی مقرّر کردے۔ آیت کا عمومی حکم ہر طرح کی امانتوں کے لیے جاری رہے گا۔[۱]

اور کتاب کافی اور کتاب عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اِيَّانَا عُنِيَ أَنْ يُؤَدِّيَ الْإِمَامَ الْأَوَّلَ إِلَى الَّذِي بَعْدَهُ الْعِلْمَ وَالْكُتُبَ وَالسِّلَاحَ

اس سے ہم مراد ہیں یہ کہ پہلا امام بعد میں آنے والے امام کو علم، کتابیں اور ہتھیار سپرد کردے۔[۲]

اور تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت ہر اس امانت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو کسی کے سپرد کی جائے خواہ وہ اللہ کی امانتیں ہوں اس کے اوامر (جن کاموں کا حکم دیا ہے) یا نواہی (جن امور سے منع کیا ہے) ہوں خواہ وہ بندوں کی امانتیں ہوں جو ایک دوسرے کے سپرد کیا کرتے ہیں جیسے مال وغیرہ[۳]

اور ائمہ علیہم السّلام سے متعدد روایات میں وارد ہوا ہے کہ کسی شخص کے طولانی رکوع اور طویل سجدوں کو نہ دیکھو بعض افراد اس کے عادی ہوجاتے ہیں اگر چھوڑ دیں تو انھیں وحشت ہوتی ہے۔ البتہ اس کی گفتگو کی صداقت اور ادائیگیِ امانت پر نظر کرو۔[۴]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر حضرت علیؑ کا قاتل بھی میرے پاس امانت رکھوائے اور مجھ سے نصیحت طلب کرے، میرا مشورہ چاہے تو میں بخوشی اسے قبول کرلوں گا اور اس کی امانت اسے لوٹا دوں گا۔[۵]

(۱) الکافی، ج ۱، ص ۲۷۶ و معانی الاخبار، ص ۱۰۷، ح ۱ (۲) الکافی، ج ۱، ص ۲۷۶ و تفسیر العیاشی، ج ۱، ص ۲۴۹
(۳) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۵۸ (۴) الکافی، ج ۲، ص ۱۰۵ (۵) الکافی، ج ۵، ص ۱۳۳

اس مفہوم کی بہت سی روایات موجود ہیں۔ ۱

وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ ۔

اور جب تم لوگوں کے مابین فیصلہ کرو تو وہ فیصلہ مبنی بر عدل ہونا چاہیے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ "تحکموا بالعدل" سے مراد ہے جو عدل تمھارے اختیار میں ہے اس کے مطابق فیصلہ کرو۔ ۲

تفسیر عیاشی کی دوسری روایت میں ہے ان تحکموا بالعدل کا مفہوم ہے کہ جب تم کو غلبہ حاصل ہو جائے تو مبنی بر عدل فیصلہ کرو۔ ۳

اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ ۔

اللہ تم کو بہترین نصیحت کر رہا ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے یہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے اللہ بہترین مددگار ہے۔ ۴

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۔

یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور ہر بات پر نظر رکھتا ہے خواہ وہ تمھارے اقوال ہوں یا احکامات اور یہ کہ تم امانتوں کے بارے میں کیا کر رہے ہو۔

---

(۱) الکافی، ج۵، ص ۱۳۳، اور معانی الاخبار، ص ۱۰۷

(۲) الکافی، ج۱، ص ۲۷۶ و تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۲۴۶

(۳) تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۲۴۷

(۴) تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۲۴۹، حدیث ۱۶۶

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ ع ۸/۹ ۵

۵۹- اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! تم اطاعت کرو اللہ کی، اور اطاعت کرو رسولؐ اور صاحبان امر کی جو تمھیں میں سے ہیں، پھر اگر تمھارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسولؐ کی طرف پھیر دو، اگر تمھارا ایمان اللہ اور روز آخرت پر ہے یہی تمھارے حق میں بہتر اور انجام کے اعتبار سے نہایت عمدہ ہے۔

۵۹- يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ.......................تَاْوِيْلًا-

کتاب کافی (۱) اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت خاص طور سے ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ تمام مومنین کو قیامت تک ہماری اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ [1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اوصیا کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا ان کی اطاعت واجب ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے جواب دیا بے شک وہی اوصیائے کرام ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ الخ اور فرمایا اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ (۵۵، مائدہ ۵)۔ [2]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں روایت ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السّلام، امام حسن علیہ السّلام اور امام حسین علیہ السّلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ امام علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علی علیہ السّلام اور اہل بیتؑ کے اسمائے گرامی قرآن میں کیوں نہیں ذکر کیے؟ تو امام علیہ السّلام نے جواب دیا ان سے کہو کہ نماز کا حکم قرآن میں آیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں بتایا کہ تین رکعت پڑھنی ہے یا چار رکعت ہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس کی تشریح کی ہے، ان پر زکوٰۃ فرض قرار دی گئی لیکن اللہ نے یہ نہیں بتلایا کہ ہر چالیس درہم پر ایک درہم زکات ہوگی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس امر کی وضاحت فرمائی اللہ تعالیٰ نے حج کا حکم نازل فرمایا اور لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ تم خانۂ کعبہ کے گرد سات طواف کرو یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کے لیے توضیح کی اور اسی طرح یہ آیت اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ نازل ہوئی اور یہ آیت حضرت علیؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(۱) الکافی، ج۱، ص۲۷۶ و تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۴۷ (۲) الکافی، ج۱، ص۱۸۷

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ (جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے) اور فرمایا ''میں تمھیں وصیت کرتا ہوں اللہ کی کتاب اور اہل بیتؑ کے بارے میں، اس لیے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا طلب کی تھی کہ ان دونوں کو جدا نہ کرنا جب تک وہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ آجائیں اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کرلی اور فرمایا ''لَا تُعَلِّمُوْهُمْ فَاِنَّهُمْ اَعْلَمُ مِنْكُمْ'' تم انھیں پڑھانے کی کوشش نہ کرنا یہ تم سب سے زیادہ جانتے ہیں اور فرمایا یہ وہ ہستیاں ہیں جو تمھیں ہدایت کے دروازے سے خارج نہیں کریں گی اور گمراہی کے دروازوں میں داخل نہیں کریں گی۔ اگر رسول اکرمؐ خاموش رہتے اور وضاحت نہ فرما دیتے کہ اہل بیتؑ سے مراد کون لوگ ہیں تو آل فلاں آل فلاں اس کے مدّعی ہو جاتے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی اکرمؐ کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴿۳۳﴾ (۳۳، احزاب ۳۳) جب آیت نازل ہوئی تو وہاں علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ موجود تھے آں حضرتؐ نے ان افراد کو چادر کے نیچے داخل کرلیا یہ واقعہ حضرت ام سلمہ کے گھر پر ہوا اس کے بعد فرمایا ''پروردگارا ہر نبی کے لیے اہل اور سرمایہ تھا اور یہ میرے اہل اور قیمتی سرمایہ ہیں۔

حضرت ام سلمہ نے کہا کیا میں آپ کے اہل میں شامل نہیں ہوں تو آں حضرتؐ نے فرمایا تم بھلائی پر ہو، لیکن میرے اہل بیتؑ صرف یہی افراد ہیں اور یہی میرا قیمتی سرمایہ ہیں۔[1]

مروی ہے کہ امام صادق علیہ السّلام سے اسلام کے بنیادی اصولوں کے بارے میں سوال کیا گیا جن پر دین کی عمارت قائم ہے اگر ان باتوں کو قبول کرلیا جائے تو عمل پاک و پاکیزہ ہو جاتا ہے اور اس کے بعد کسی کی عدم واقفیت نقصان دہ نہیں ہوتی تو امام علیہ السّلام نے فرمایا: شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، اور آں حضرتؐ اللہ کے پاس سے جو کچھ لے کر آئے ہیں اس کا اقرار کرنا، اور مال میں سے زکات نکالنا، اور اس ولایت کو ماننا اللہ نے جس کا حکم دیا ہے: آل محمد کی ولایت صلوات اللہ علیہم اجمعین کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: من مات ولم يَعْرِفُ اِمَامَهٗ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً کہ جو شخص مرجائے اور اپنے امام کی معرفت حاصل نہ کرے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ پس اولوالامر حضرت علی علیہ السّلام ہیں اور ان کے بعد امام حسنؑ اور ان کے بعد امام حسینؑ اور ان کے بعد علی بن الحسینؑ اور ان کے بعد محمد بن علیؑ ہیں۔ اور یہ امر اسی طرح چلتا رہے گا امام کے بغیر زمین میں اصلاح ممکن نہیں ہے۔[2]

کتاب معانی میں سلیم بن قیس ہلالی سے روایت ہے اور وہ امیر المومنین سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ وہ کون سی ادنیٰ ترین بات ہے جس کو نہ ماننے کے سبب انسان منافق بن جاتا ہے تو امام علیہ السّلام

(۱) الکافی ج ا ص ۲۸۶ ح ا و تفسیر عیاشی، ج ا، ص ۲۵۰-۲۴۹، حدیث ۱۶۹ (۲) تفسیر عیاشی، ج ا، ص ۲۵۲-۲۵۳، ح ۱۷۵

نے فرمایا کہ اس کو معلوم نہ ہو کہ اللہ نے کس کی اطاعت کا حکم دیا، کس کی ولایت کو فرض کیا، کسے زمین پر حجّت اور اپنی مخلوقات پر گواہ قرار دیا ہے۔ امام علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا اے امیر المومنین پس وہ لوگ کون ہیں؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جنھیں اپنے اور اپنے نبیؐ کے ساتھ ساتھ رکھا ہے اور فرمایا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ سلیم کہتے ہیں میں نے امیر المومنین کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا آپ نے وضاحت فرما کر میرے جملہ شکوک وشبہات کو دور کر دیا۔[۱]

کتاب اکمال میں جابر بن عبداللہ الانصاری سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے کہا یا رسول اللہ ہم نے اللہ اور رسول کے بارے میں جان لیا، آپ فرمائیے کہ وہ اولی الامر کون ہیں اللہ تعالیٰ نے جن کی اطاعت کو آپ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رکھا ہے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا اے جابر وہ میرے جانشین ہیں اور میرے بعد ائمّۃ المسلمین ہیں ان میں پہلے علیؑ ابن ابی طالب ان کے بعد حسنؑ ان کے بعد حسینؑ، ان کے بعد علی ابن الحسینؑ ان کے بعد محمدؑ ابن علی ہیں جن کا نام توریت میں باقر ہے تمھاری ان سے ملاقات ہوگی۔

جب ان سے ملنا تو انھیں میرا سلام پہچانا، ان کے بعد صادقؑ جعفرؑ ابن محمدؑ، ان کے بعد موسیٰؑ ابن جعفرؑ، ان کے بعد علیؑ ابن موسیٰؑ ان کے بعد محمدؑ ابن علیؑ ان کے بعد علیؑ ابن محمدؑ ان کے بعد حسنؑ ابن علیؑ ان کے بعد میرے ہمنام اور میری کنیّت رکھنے والے محمدؑ ابن الحسنؑ ہیں جو زمین پر خدا کی حجّت اور بقیۃ اللہ ہوں گے، یہ وہی ہیں جن کے ہاتھوں پر اللہ زمین کے مشرق ومغرب کی فتح وکامرانی عطا کرے گا، وہ اپنے شیعوں اور محبّین کی نظروں سے غائب ہو جائیں گے ان کی امامت کو وہی تسلیم کرے گا جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے لیے آزما لیا ہوگا جابر نے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا شیعوں کو ان کی غیبت کے دوران ان سے کوئی فائدہ پہنچے گا؟ تو آں حضرتؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبوّت سے سرفراز فرمایا ہے وہ لوگ زمانۂ غیبت میں ان کے نور سے ضیا اور ان کی ولایت سے اسی طرح منفعت حاصل کریں گے جس طرح لوگ اس سورج سے فائدہ حاصل کرتے ہیں جو بادلوں میں چھپا ہوتا ہے اے جابر یہ سرّ الٰہی ہے اور خزانۂ خداوندی کا علم خاص ہے اسے پوشیدہ رکھنا مگر ان سے نہیں جو اس کے اہل ہوں۔[۲]

کتب متداولہ اور معتبر کتابوں میں اس مفہوم کی لاتعداد روایتیں موجود ہیں۔

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تم اللہ کو اللہ تعالیٰ سے پہچانو اور رسولؐ کو رسالت سے جانو اور اولی الامر کی معرفت ان کی نیکی، عدل اور احسان کے ذریعے سے حاصل کرو۔[۳]

کتاب علل میں امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ جس نے اللہ کی نافرمانی کی اس نے کسی قسم کی اطاعت

---

(۱) معانی الاخبار، ص ۳۹۴، حدیث ۴۵ (۲) اکمال الدین واتمام النعمہ، ص ۲۵۳، ح ۳، باب ۲۳

(۳) التوحید، ص ۲۸۶–۲۸۵، ح ۳، باب ۴۱

نہیں کی بس اطاعت صرف اللہ، اس کے رسول اور صاحبان امر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کی اطاعت کا حکم اس لیے دیا کہ وہ معصوم ہیں پاک و پاکیزہ ہیں کسی نافرمانی کا حکم نہیں دیں گے، اور صاحبان امر کی اطاعت کا حکم بھی اسی لیے دیا کہ وہ بھی معصوم اور پاک و پاکیزہ ہیں وہ اللہ کی معصیت کا حکم نہیں دے سکتے۔ [1]

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ-

اے مومنو! (جن کو اطاعت کا حکم دیا گیا ہے) اگر دینی امور کے بارے میں تم میں باہمی کوئی نزاع ہو۔

فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ-

تو اسے اللہ یعنی کتاب محکم کی طرف لوٹاؤ اس سے رجوع کرو۔

وَالرَّسُوْلِ- اگر موجود ہوں تو رسولؐ سے دریافت کرلو اور اگر وہ موجود نہ ہوں تو ان کی سنّت پر عمل کرو۔ جن کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کی طرف مراجعت کو "رُدُّوْهُ" کہا گیا ہے۔

کتاب نہج البلاغہ میں اس مفہوم کی وضاحت موجود ہے، کہ جب خوارج نے کسی کو حَکَم تسلیم کرنے سے انکار کیا تو امیرالمومنینؑ نے فرمایا: "اِنَّا لَمْ نُحَكِّمِ الرِّجَالَ وَاِنَّمَا حَكَّمْنَا الْقُرْآنَ" الخ

ہم نے افراد کو حَکَم نہیں بنایا تھا بلکہ قرآن کو حَکَم قرار دیا تھا اور قرآن وہی کتاب ہے جو دو دفتیوں کے درمیان موجود ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ خود نہیں بولتا ہے اور اسے ترجمان کی ضرورت ہوتی ہے اور ترجمان افراد ہی ہوا کرتے ہیں۔ اس قوم نے ہمیں دعوت دی کہ ہم قرآن سے فیصلہ کرائیں تو ہم قرآن سے روگردانی کرنے والے نہیں تھے جب کہ پروردگار نے فرمادیا ہے کہ اپنے اختلافات کو خدا اور رسولؐ کی طرف موڑ دو خدا کی طرف موڑنے کا مطلب اس کی کتاب سے فیصلہ کرانا ہے اور رسولؐ کی طرف موڑنے کا مقصد سنّت کا اتّباع کرنا ہے اور یہ بات طے ہے کہ اگر کتاب خدا سے سچّائی کے ساتھ فیصلہ کیا جائے تو اس کے سب سے زیادہ حق دار ہم ہی ہیں اور اسی طرح سنّت پیغمبرؐ کے لیے سب سے اولیٰ اور اقرب بھی ہم ہیں۔ [2]

حضرت علی علیہ السّلام نے مالک اشتر کو جب مصر کا والی بنایا تھا اور ان سے جو عہد لیا تھا اس میں اس امر کی جانب بھی اشارہ ملتا ہے کہ جو امور مشکل دکھائی دیں اور تمھارے لیے مشتبہ ہوجائیں۔ انھیں اللہ اور رسولؐ کی طرف پلٹا دو کہ پروردگار نے جس قوم کو ہدایت دینا چاہی ہے اس سے فرمادیا ہے کہ ایمان والو! اللہ، رسولؐ اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔ اس کے بعد اگر کسی شے میں تمھارا اختلاف ہوجائے تو اسے اللہ اور رسولؐ کی طرف پلٹا دو۔ تو اللہ کی طرف پلٹانے کا مطلب اس کی محکم کتاب کی طرف پلٹانا ہے اور رسولؐ کی طرف پلٹانے کا مقصد اس کی سنّت کی طرف پلٹانا ہے، جو امّت کو جمع کرنے والی ہو، تفرقہ ڈالنے والی نہ ہو۔ [3]

---

(۱) علل الشرائع، ص ۱۲۳، ح ۱، باب ۱۰۲ (۲) نہج البلاغہ، ص ۱۸۲، خطبہ ۱۲۵ فی التحکیم

(۳) نہج البلاغہ، ص ۴۳۴، مکتوب ۵۳، کتبہ الأشتر النخعی

کتاب احتجاج میں امام حسین بن علی علیہما السّلام نے اپنے ایک طولانی خطبے میں فرمایا

اطیعونا فان طاعتنامفروضة الآقلیلاً

تم ہماری اطاعت کرو، ہماری اطاعت فرض ہے اور اطاعت الٰہی اور اطاعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ ساتھ ہے ارشاد رب العزت ہے: اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اور اس کے بعد فرمایا اگر وہ لوگ رسولؐ اور ان میں جو اولی الامر ہیں ان کی جانب اس امر کو لوٹاتے تو استنباط (اجتہاد کرنے والے، نتیجہ نکالنے والے) کرنے والوں کو اس کا صحیح علم حاصل ہو جاتا۔ ''اگر تم پر فضل خداوندی اور رحمت الٰہی نہ ہوتی تو سوائے چند لوگوں کے تم سب شیطان کی پیروی کرنے والے ہوتے۔'' (۸۳، النساء) [1]

اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۔

اگر تمھارا ایمان اللہ اور آخرت کے دن پر ہے تم ضرور اس بات کو تسلیم کرو گے کہ اپنے کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹا دو یعنی ان کے فیصلے کو مان لو۔

ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۔

لوٹانا ہی تمھارے حق میں بہتر اور انجام کے اعتبار سے نہایت عمدہ ہے۔

(۱) الاحتجاج، ج ۲، ص ۲۳، احتجاج الحسین بامامتہ علی معاویۃ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّھُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾

وَاِذَا قِيْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾

فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَاۗءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ڰ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۤ فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَعِظْھُمْ وَقُلْ لَّھُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾

۶۰- اے نبی کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو آپ پر نازل ہونے والی کتاب اور آپ سے پہلے جو کتابیں نازل کی گئیں ان پر ایمان لانے کے دعوے دار ہیں مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لیے طاغوت کی طرف رجوع کریں حالاں کہ انھیں طاغوت سے انکار کر دینے کا حکم دیا گیا تھا، شیطان یہ چاہتا ہے کہ انھیں بھٹکا کر گمراہی میں بہت دور تک لے جائے۔

۶۱- اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف آؤ جو اللہ نے نازل کی ہے اور رسولؐ کی طرف آؤ تو آپ دیکھیں گے کہ یہ منافق آپ کی طرف آتے ہوئے کتراتے ہیں۔

۶۲- اس وقت ان کی کیا کیفیت ہوتی ہے جب اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی مصیبت میں وہ گرفتار ہو جاتے ہیں اس وقت وہ آپ کے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم تو بھلائی چاہ رہے تھے اور ہم تو فریقین کو ملانا چاہتے تھے۔

۶۳- یہ لوگ وہ ہیں جن کے دل کا حال اللہ اچھی طرح جانتا ہے، آپ ان سے کنارہ کش رہیں انھیں نصیحت کریں اور ان سے ایسی گفتگو کریں جو دلوں میں جاگزیں ہو جائے۔

۶۰- اَلَمْ تَرَ............ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا-

تفسیر قمی میں ہے یہ آیت زبیر بن العوام کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے ایک باغ کے بارے میں کسی یہودی سے جھگڑا کیا تھا۔ زبیر نے کہا کہ ہم ابن شیبہ یہودی کے فیصلے پر راضی ہوں گے اور یہودی نے کہا ہم محمدؐ کے فیصلے پر رضامند ہوں گے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کسی شخص کا بھی اپنے برادر ایمانی کے ساتھ حقوق کے بارے میں اختلاف ہو اور وہ شخص اسے اپنی برادری کے کسی فرد کی جانب فیصلے کی دعوت دے تا کہ وہ دونوں کے مابین فیصلہ کرادے اور وہ شخص فیصلہ کرانے سے انکار کرے تو وہ ان لوگوں کی مانند ہوگا جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ الخ[2]

اور امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے ہمارے اصحاب میں سے دو افرد کے بارے میں دریافت کیا گیا جن کے درمیان قرض یا وراثت کا جھگڑا تھا اور وہ دونوں بادشاہ یا قاضیوں کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے گئے کیا یہ جائز ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو ''طاغوت'' سے فیصلہ کرائے اور فیصلہ اس کے حق میں ہوجائے تو گویا وہ مال حرام لے رہا ہے خواہ اس کا حق ثابت ہو، اس لیے کہ وہ طاغوت کے حکم سے لے رہا ہے اور اللہ نے طاغوت کے انکار کا حکم دیا ہے۔

پھر امام علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا پس ان دونوں کو کیا کرنا چاہیے تھا؟ تو امامؑ نے فرمایا تم اس شخص کو تلاش کرو جو ہماری حدیثوں کی روایت کرتا ہے اور ہمارے حلال و حرام پر نظر رکھتا ہے اور ہمارے احکامات کو جانتا ہے تو اسے حَکَم بنانے پر راضی ہوجاؤ میں نے اس شخص کو تم پر حاکم قرار دیا ہے۔ پس اگر وہ ہمارے حکم کے مطابق فیصلہ کردے اور کوئی اسے نہ مانے تو گویا اس نے اللہ کے حکم کو کوئی اہمیت نہیں دی اور ہماری بات کو رد کردیا اور ہماری بات کو رد کرنے والا، اللہ کو رد کرنے والا ہے، اور اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے شرک کی حدود میں داخل ہوگیا۔[3]

۶۱ -- وَ اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوۡلِ رَاَيۡتَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ صُدُوۡدًا-

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف آؤ جسے اللہ نے نازل کیا ہے یعنی قرآن کی بات کو تسلیم کرو اور رسولؐ کی طرف آؤ یعنی رسول اکرمؐ جو فیصلہ کریں اسے مان لو تو آپ دیکھیں گے کہ یہ منافقین آپ کے سامنے آتے ہوئے کتراتے ہیں آپ سے روگردانی کرتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ روگردانی کرنے والے افراد سے مراد دشمنان آل محمد صلوات اللہ اجمعین ہیں۔

اس آیت کا مضمون اُنھی کی نشان دہی کرتا ہے۔[4]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۴۱ (۲) الکافی، ج ۷، ص ۴۱۱، حدیث ۲
(۳) الکافی، ج ۷، ص ۴۱۲، ح ۵ (۴) تفسیر قمی ج ۱ ص ۱۴۲

۶۲ – فَكَيْفَ إِذَآ أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌۢ –

اس وقت ان کی کیا کیفیت ہوگی کہ ان پر اللہ کی جانب سے عذاب نازل ہوگا۔

بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ –

اے نبی آپ کے غیر سے فیصلہ کرانے اور آپ کے حکم کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے یہ مصیبت خود اپنے ہاتھوں سے لائے ہیں۔

ثُمَّ جَآءُوكَ –

پھر اس کے بعد وہ آپ سے آکر معذرت کرتے ہیں۔

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَآ إِلَّآ إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا –

اور وہ خدا کی قسم کھا کر یہ کہتے ہیں کہ ہم جو آپ کے علاوہ کسی اور سے فیصلہ کرانے گئے تھے تو محض اس لیے کہ ہم آپ کی بھلائی چاہ رہے تھے۔ آپ کا بوجھ ہلکا کر رہے تھے اور ہم فریقین کو ملانا چاہتے تھے آپ کی مخالفت کرنا ہمارا مقصد نہ تھا۔

۶۳ – أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ –

یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں جو شرک و نفاق چھپا ہوا ہے اللہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔

فَأَعْرِضْ – اے نبی آپ ان سے کنارہ کش ہو جائیں انھیں کسی قسم کی سزا نہ دیں اس لیے کہ ان کے باقی رکھنے میں مصلحت ہے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ پہلے ہی سے ان کے لیے بدبختی لکھی جا چکی ہے اور ان کے لیے عذاب کا پہلے ہی فیصلہ کیا جا چکا ہے۔[1]

وَعِظْهُمْ – آپ اپنی زبان سے انھیں نصیحت کریں۔

وَقُل لَّهُمْ فِيٓ أَنفُسِهِمْ –

آپ سب کے سامنے ان کے بارے میں کہیں، یا تنہائی میں ان کو نصیحت کریں لیکن نصیحت اگر پوشیدہ طور پر کی جائے تو زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔

قَوْلًا بَلِيغًا –

ان سے ایسی گفتگو کریں جو دلوں میں جاگزیں ہو جائے، ان پر اثر انداز ہو اگر ان سے منافقت ظاہر ہو تو آپ انھیں قتل سے ڈرا سکتے ہیں اور یہ کہ ان کی بیخ کنی کی دھمکی بھی دے سکتے ہیں۔

---

(۱) الکافی، ج ۸، ص ۱۸۴ و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۵۵

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا
اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا
رَّحِیْمًا ۝۶۴
فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ
اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝۶۵

۶۴- اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے وہ محض اس لیے کہ اذنِ خداوندی سے اس کی اطاعت کی جائے اے کاش جب ان لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا آپ کی خدمت میں آجاتے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے طلب مغفرت کرتا تو یقیناً وہ اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔

۶۵- اے محمدؐ آپ کے پروردگار کی قسم یہ لوگ ہرگز صاحب ایمان نہ بن سکیں گے جب تک اپنے اختلافات میں آپ کو حَکَم نہ بنائیں اور جب آپ فیصلہ کردیں تو وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں، اور آپ کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیں۔

۶۴-وَمَآ اَرْسَلْنَا.........رَّحِیْمًا-

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ-

اس آیت میں اس امر کی جانب متنبّہ کیا گیا ہے کہ جو شخص پیغمبر اکرمؐ کے حکم پر راضی نہ ہو وہ کافر ہے خواہ وہ اسلام کو ظاہر کرتا ہو۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ-

اے کاش جن لوگوں نے منافقت کرکے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا۔

جَآءُوْكَ- آپ کی خدمت میں توبہ کرتے ہوئے آجاتے۔

فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ-

اور پورے خلوص کے ساتھ اللہ سے مغفرت طلب کرتے۔

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ-

اور آں حضرتؐ بھی ان کی معذرت قبول کرلیتے اور ان کی شفاعت پر آمادہ ہوجاتے۔

لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔

تو اس وقت انھیں معلوم ہو جاتا کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرلے گا اور ان پر اپنا فضل و کرم جاری کردے گا۔

۶۵ – فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔

اے محمدؐ آپ کے پروردگار کی قسم یہ لوگ ہرگز صاحب ایمان نہ بن سکیں گے جب تک اپنے اختلافات میں آپ کو حَکَم نہ بنائیں۔

لفظ شَجَر کے معنیٰ ہیں باہمی اختلافات اور باتوں کا خلط ملط ہو جانا اور اسی وجہ سے درخت کو شجر کہتے ہیں کہ ٹہنیاں ایک دوسرے میں پیوست ہو جاتی ہیں۔

ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ۔

اور اس کے بعد جب آپ فیصلہ کردیں تو وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں۔

وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

ظاہری اور باطنی دونوں اعتبار سے آپ کے مطیع و منقاد بن کر دکھائیں۔

کتاب کافی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے آں حضرتؐ کی وفات کے بعد امر خلافت بنی ہاشم سے باہر نہ جائے۔ اور نبی اکرمؐ کے فیصلے پر کوئی بھی چون و چرا نہ کرے۔ [1]

(۱) الکافی، ج ۱، ص ۱۹۳، حدیث ۷، باب التسلیم

وَ لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾

وَّ اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾

وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾

ع ۹/۱۱ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾

۶۶- اگر ہم ان منافقین کو یہ حکم دے دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالیں یا اپنے گھروں سے باہر نکل جائیں، تو ان میں سے بہت تھوڑے لوگ اس پر عمل کرتے حالاں کہ اگر وہ اس نصیحت پر عمل کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہی ہوتا اور زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتا۔

۶۷- اور ہم انھیں اپنی جانب سے اجرِ عظیم بھی عطا کرتے۔

۶۸- اور انھیں سیدھے راستے کی ہدایت بھی کر دیتے۔

۶۹- اور جو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے گا اللہ نے جن پر انعام و اکرام کیا ہے یعنی انبیا صدّیقین، شہدا اور صالحین اور یہ کتنے اچھے رفیق ہیں (اگر کسی کو میسّر آئیں۔)

۷۰- یہ فضل تو اللہ کی جانب سے ہے اور حقیقت حال سے واقفیت کے لیے علم خدا کافی ہے۔

۶۶- وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ-

اگر ہم ان منافقین کو حکم دیتے کہ جہاد کی مخالفت کے سبب اپنے آپ کو اسی طرح قتل کر ڈالیں جس طرح بنی اسرائیل نے کیا تھا۔

اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ-

یا اپنے گھروں سے باہر نکل جائیں یعنی ہجرت کر جائیں تو ان میں سے بہت تھوڑے لوگ اس پر عمل کرتے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِیْتًا۔

حالاں کہ اگر وہ اس نصیحت پر عمل کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہی ہوتا اور ان کے ایمان پر ثابت قدم رہنے کا باعث ہوتا۔

۶۷ – وَّاِذًا لَّاٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِیْمًا۔

اور انھیں ہم اپنی جانب سے اجر عظیم بھی عطا کرتے۔

۶۸ – وَّلَهَدَیْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا۔

اور ہم انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت کردیتے جس پر گام زن ہو کر وہ پاک و پاکیزہ جنّتوں میں پہنچ جاتے اور ان پر غیب کے دروازے کھل جاتے اس لیے کہ جو شخص بھی اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسے علم کا وارث قرار دیتا ہے جس سے وہ لاعلم ہوتا ہے۔

۶۹ – وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ.................. اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ۔

اور جو بھی اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے گا تو وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے گا اللہ نے جن پر انعام و اکرام کیا ہے یعنی جو لوگ اعلیٰ علیّین میں ہیں۔

مِّنَ النَّبِیّٖنَ – انبیا میں سے۔

وَالصِّدِّیْقِیْنَ – اور صدیقین میں سے جو اپنے اقوال اور افعال میں سچّے ہیں۔

وَالشُّهَدَآءِ – اور ان شہیدوں میں سے جنھوں نے جہاد اکبر اور جہاد اصغر میں اپنی جان اور نفس کو قربان کردیا۔

وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ – اور صالحین میں سے جن کا حال درست اور جن کی رَوِش مستقیم ہے۔

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا۔

اور یہ کتنے اچھے رفیق ہیں۔

اس جملے میں تعجب کا مفہوم پایا جاتا ہے گویا کہ یہ کہا جارہا ہے۔ ان کا کیا کہنا! اور وہ لوگ کتنے اچھے رفیق ہیں!

رفیق صَدِیق کی طرح ہے اس کے واحد اور جمع میں معنیٰ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو رغبت دلائی ہے کہ اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کریں تو اس کا وعدہ ہے کہ انھیں ان شخصیات کی رفاقت میسّر آئے گی جن کا تعلّق انبیاء، صدیقین اور شہدا سے ہے اللہ کا وعدہ کتنا اچھا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے کہ اس کے کرم اور جود سے یہ مقام ہمیں مل جائے۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تم وَرَع (گناہوں اور مشتبہ کاموں سے بچنا) کے ذریعے ہماری مدد کرو۔ اس لیے کہ جو بھی وَرَع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ کی جانب سے اس

کے لیے کشائش پیدا ہوجائے گی ارشاد رب العزت ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ آپ نے اس آیت کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا فَمِنَّاالنَّبِیُّ وَالصِّدِّيْقُ وَالشُّهَدَاءُ وَالصَّالِحُوْنَ کہ ہم میں ہی سے نبی صدیق، شہدا اور صالحین ہیں۔ ۱؎

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایمان لانے والوں کی دو قسمیں ہیں ایک مومن وہ ہے جو اللہ کے لیے ان تمام شرطوں کو مانتا ہے جو اس پر عائد کی گئی ہیں تو ایسا شخص انبیاء، صدّیقین شہدا اور صالحین کے ساتھ ہوگا اور یہ لوگ ایک دوسرے کے لیے بہترین رفیق ہوں گے، یہ وہ شخص ہوگا جو دوسری کی شفاعت کرے گا خود محتاج شفاعت نہ ہوگا، اور دنیا کی ہولناکیاں اور آخرت کی دشواریاں اس تک رسائی نہ پاسکیں گی۔

اور دوسرا مومن وہ ہے جس کا قدم پھسل جاتا ہے اس کی مثال نرم کونپل کی سی ہے ہوا کے جھونکے جسے ہر طرف جھکاتے رہتے ہیں ایسے شخص کو دنیا کی ہولناکیاں اور آخرت کی دشواریاں پہنچیں گی اور اس کی شفاعت بھی کی جائے گی اور وہ بھلائی پر ہوگا۔ ۲؎

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تمھارا تذکرہ کیا ہے فرمایا اولئك مع الذين انعم الله عليهم الخ تو آیت میں نبی سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں اور اس مقام پر ہم صدّیقین اور شہدا کے مصداق ہیں اور تم صالحون کے زمرے میں آتے ہو اللہ نے تمھارا جیسا نام رکھا ہے تم اسم بامسمّٰی بنو۔ ۳؎

تفسیر عیاشی میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ ہمارے احباب کو انبیاء، صدّیقین، شہدا اور صالحین کا رفیق قرار دے اور یہ کتنے اچھے رفیق ہیں۔ ۴؎

کتاب عیون میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت ہے کہ ہر امّت میں صدّیق اور فاروق ہوتے ہیں اس امّت کے صدّیق اور فاروق علی ابن ابی طالب (صلوات اللہ علیہ) ہیں۔ ۵؎

۷۰ – ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ

ثواب کے ساتھ ساتھ ان پر اللہ کا یہ فضل وکرم ہے۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا۔

اور اللہ جانتا ہے کہ کس پر کتنا فضل کیا جائے اور کون ہے جو فضل خداوندی کا مستحق ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۷۸، حدیث ۱۲، باب الورع (۲) الکافی، ج ۲، ص ۲۴۸، باب فی ان المومنین صنفان، ح ۲
(۳) الکافی، ج ۸، ص ۳۵ و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۵٦، ح ۱۹۰ (۴) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۵٦، ح ۱۸۹
(۵) عیون اخبار الرّضا، ج ۲، ص ۱۳، ح ۳۰

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾
وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ
اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾
وَ لَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ
يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾

۷۱- اے ایمان لانے والو! تم مقابلے کے لیے ہر وقت مُستعد رہو پھر جیسا موقع ہو الگ الگ دستوں کی شکل میں یا سب مل کر جاؤ۔

۷۲- ہاں تم میں سے ایسا شخص بھی ہے جو لڑائی سے جی چُراتا ہے، اگر تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتا ہے کہ اللہ نے مجھ پر احسان کیا جو میں ان کے ساتھ وہاں پر موجود نہ تھا۔

۷۳- اور اگر تمھیں فضل خداوندی میسّر آ گیا تو اس طرح گویا تمھارے اور اس کے درمیان کبھی رشتۂ الفت تھا ہی نہیں وہ کہتا ہے اے کاش میں ان لوگوں کے ساتھ ہوتا اور میں بھی بڑی کامیابی حاصل کرتا۔

۷۱- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ-

اے ایمان والو! تم بیدار ہو اور دشمنوں سے مڈبھیڑ کے لیے ہمیشہ اپنے آپ کو تیار رکھو۔

حَذر، حِذر دونوں کا مفہوم ایک ہے کہا جاتا ہے اَخَذَ حِذرہ: جب کوئی بیدار اور چوکس ہو اور دشمنوں سے حفاظت کا سامان مہیا کر لے، اس آیت میں حِذر کو گویا تحفظ کا آلہ قرار دیا گیا ہے جس سے وہ اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ خُذُوْا حِذْرَكُمْ کا مفہوم ہے کہ خُذُوْا اَسْلِحَتَكُمْ تم اپنے ہتھیار اٹھا لو اسلحے کو حِذر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے جو جنگ میں گھرا ہوا ہو وہ محفوظ رہتا ہے۔[1]

فَانْفِرُوْا- تم جہاد کے لیے نکل پڑو۔ یہ آیت کی تفسیر ہے۔ اور آیت کی تاویل یہ ہے کہ تمام نیکیوں کے لیے روانہ ہو جاؤ۔

ثُبَاتٍ- متفرّق گروہوں میں ثُبات ''ثُبَة'' کی جمع ہے۔

اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا-

یا سب اکٹھے ہو کر ایک لشکر کی صورت میں اور ایک دوسرے کی مدد سے ہاتھ نہ کھینچو۔

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۷۳

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ثُبات کے معنیٰ ہیں فوجی دستے اور ''جمیع'' کا مفہوم ہے پورا لشکر۔ [1]

۷۲- وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۔

ہاں تم میں سے وہ بھی ہے جو جنگ سے جی چراتا ہے جو منافقین کا ٹولہ ہے۔

لَّيُبَطِّئَنَّ کے فعل میں لازم اور متعدی دونوں طرح کا احتمال پایا جاتا ہے۔

فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ -

پس اگر قتل یا شکست کی صورت میں کوئی مصیبت تم تک پہنچتی ہے۔

قَالَ - وہ جی چرانے والا، سستی دکھانے والا یہ کہتا ہے۔

قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا -

مجھ پر اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ وہاں پر موجود نہ تھا اگر میں وہاں ہوتا تو مجھے بھی اس مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا۔

تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر مشرق یا مغرب کے باشندے ایسا کہتے تو اس جملے کی وجہ سے وہ ایمان سے خارج قرار پاتے۔ لیکن اللہ نے ان افراد کو ان کے اقرار کرنے کی بنیاد پر مومنین کہا ہے۔ [2]

اور ایک روایت میں ہے کہ انھیں مومنین کے نام سے یاد کیا گیا ہے لیکن حقیقت میں وہ مومن نہیں ہیں اور نہ ہی انھیں کوئی فضیلت حاصل ہے۔ [3]

۷۳- وَ لَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ -

اور اگر تم فضل خداوندی کی وجہ سے فتح سے ہمکنار ہوئے اور مال غنیمت مل گیا۔

لَيَقُوْلَنَّ - تو وہ حسرت واندوہ سے یہ کہتا ہے۔

كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ -

گویا کہ تمھارے اور اس کے درمیان کوئی رشتۂ الفت تھا ہی نہیں۔

يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا -

اے لوگو! کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تو مجھے بڑی کامیابی حاصل ہو جاتی یعنی مالی منفعت حاصل کر لیتا۔

اس آیت میں ان لوگوں کے عقیدے کی کم زوری کو بیان کیا گیا ہے اور ان کا یہ قول اس بات کا غماز ہے کہ جیسے تمھارے اور ان کے درمیان کسی نوعیت کا کوئی تعلق کبھی رہا ہی نہیں ہے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۷۳ (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۴۳ و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۵۷ (۳) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۵۷

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ
يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾
وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ
النِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ
اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙۚ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ؕ
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ
سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾ ع ۱۰ / ۶

۷۴- لازم ہے کہ راہ خدا میں وہی لوگ جہاد کریں جو دنیاوی زندگی کو آخرت کے بدلے میں فروخت کر دیتے ہیں۔ پس جو بھی راہ خدا میں جہاد کرے گا وہ قتل ہو جائے یا غالب آجائے دونوں صورتوں میں ہم اسے عظیم اجر عطا کریں گے۔

۷۵- آخر تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچّوں کے لیے جہاد نہیں کرتے ہو جنھیں کم زور بنا دیا گیا ہے جو فریاد کر رہے ہیں پروردگارا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں، اور ہمارے لیے اپنی جانب سے کوئی سرپرست اور حامی و مددگار پیدا کر دے۔

۷۶- صاحبان ایمان ہمیشہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ طاغوت (شیاطین) کی راہ میں جدال کرتے ہیں، پس تمھیں چاہیے کہ شیطان کے ہمنواؤں سے جنگ کرو، یقین جانو کہ شیطان کی چالیں نہایت کم زور ہیں۔

۷۴- فَلْيُقَاتِلْ فِيْ.................بِالْاٰخِرَةِ ؕ-

وہ مخلصین جو دنیاوی زندگی کو آخرت حاصل کرنے کے لیے فروخت کر دیتے ہیں ایسے ہی لوگوں کو راہ خدا میں جہاد کا حق ہے۔

وَمَنْ.................اَجْرًا عَظِيْمًا-

کہا گیا ہے کہ غالب آجانے یا مغلوب ہو جانے دونوں صورتوں میں اللہ نے اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے تاکہ جہاد کی طرف رغبت ہو اور ان منافقین کے قول کی تکذیب ہو قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا-

(اللہ نے مجھ پر احسان کیا کہ میں وہاں پر ان کے ساتھ موجود نہ تھا)

اور اللہ تعالیٰ نے فَيُقْتَلْ اور يَغْلِبْ اس لیے فرمایا تا کہ اس امر سے آگاہ کیا جائے کہ مجاہد کے لیے لازم ہے کہ معرکۂ کارزار میں ثابت قدم رہے یہاں تک کہ شہادت کی عزت سے سرفراز ہو یا دین کو کامیابی اور غلبہ حاصل ہو جائے اور اس کا مقصد قتل کا ارادہ نہ ہو بلکہ اعلائے کلمۂ حق اور دین کی توقیر کا قصد ہو۔ (۱)

کتاب کافی اور دیگر کتب میں امام صادق علیہ السّلام سے اور انھوں نے نبی اکرمؐ سے روایت کی ہے آں حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نیکی کے اوپر نیکی موجود ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جائے پس جب اسے راہ خدا میں قتل کر دیا گیا تو اس کے اوپر کوئی نیکی نہیں آسکتی۔ (۲)

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے

جو شخص راہ خدا میں قتل کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص میں کسی قسم کی برائی کا نشان نہیں پاتا۔ (۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت ہے شہید کو اللہ کی جانب سے سات خصوصیات عطا ہوتی ہیں:

۱۔ اس کے خون کا قطرہ اس کے تمام گناہوں کی مغفرت کا سبب بن جاتا ہے۔

۲۔ وہ اپنا سر حوران جنّت میں سے دو بیویوں کی گود میں رکھے گا وہ گرد و غبار کو اس کے چہرے سے صاف کرتے ہوئے کہہ رہی ہوں گی "مرحبا بک" خوش آمدید اور وہ بھی ان سے یہی بات کہے گا۔

۳۔ وہ جنّت کا لباس زیب تن کرے گا۔

۴۔ خازنین جنّت اس کے پاس بہترین خوشبو لے کر آئیں گے اور وہ ان سے جو خوشبو چاہے لے لے۔

۵۔ وہ جنّت میں اپنا مقام اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔

۶۔ اس کی روح سے کہا جائے گا، تم جہاں چاہو جنّت میں استراحت کرو۔

۷۔ وہ رحمت الٰہی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے گا۔ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور یہ کہ ہر نبی اور شہید کی آخری آرام گاہ جنّت ہے۔ (۴)

۷۵ – وَمَا لَكُمْ – اب تمھارے پاس کون سا عذر باقی ہے۔

لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ –

کہ تم لوگ اللہ کی اطاعت، اس کے دین کی عزت اور اس کے کلمے کی بلندی کے لیے جہاد کیوں نہیں کرتے۔

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ – اور ان کے لیے جنھیں کم زور کر دیا گیا ہے، انھیں قید و بند سے آزاد کرانے کے لیے، اور انھیں

---

(۱) بیضاوی، انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۳۰ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۳۴۸ و الخصال، ص ۹، ح ۳۱، باب الواحد

(۳) الکافی، ج ۵، ص ۵۴، باب فضل الشهادة (۴) تہذیب الاحکام، ج ۶، ص ۱۲۲، ح ۲۰۸

دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے یا دشمنوں سے نجات دلانے کے لیے۔

سبیل اللہ کے بعد والمستضعفین کا لفظ آیا کہ سبیل اللہ میں ہر خیر شامل ہے اور کم زوروں کا بچانا زیادہ عظیم کام ہے۔

مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ............ مِنۡ لَّدُنۡكَ نَصِيۡرًا-

کہا گیا ہے کہ مردوں، عورتوں اور بچّوں میں سے جن مستضعفین کا ذکر کیا گیا ہے ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکّے میں اسلام لائے مشرکین نے جنھیں ہجرت کرنے میں رکاوٹیں کھڑی کیں، انھیں مکّے میں ہی رہنا پڑا اور مشرکین کی اذیتیں برداشت کرنا پڑیں۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے اپنے نجات کی دعا مانگ رہے تھے اور اسی سے فریاد کررہے تھے تو آخر کار ان میں سے کچھ لوگ مدینے کی طرف ہجرت کرنے میں کامیاب ہوگئے اور کچھ افراد کو فتح مکّہ تک وہیں ٹھہرنا پڑا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بہترین سرپرست اور بہترین مددگار آں حضرتؐ کو قرار دیا اور آں حضرتؐ نے احسن انداز میں ان کی سرپرستی کا حق ادا کیا اور ان کی باعزّت طور سے نصرت کی، یہ لوگ اپنی دعا میں بچّوں کو بھی شامل کرتے تھے تاکہ ان بچّوں کے سبب جن کا دامن گناہوں سے ملوّث نہیں ہوا ہے وہ بھی اللہ کی رحمت کے نازل ہونے کی دعا کرتے رہیں۔ [1]

تفسیر عیّاشی میں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السّلام سے مروی ہے کہ ولی و نصیر سے مراد ہم ہیں۔ [2]

۷۶ – اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ۚ-

جو صاحبان ایمان ہیں وہ ہمیشہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور یہی وہ راستہ ہے جس سے وہ خدا تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ الطَّاغُوۡتِ-

اور جو لوگ کافر ہیں وہ طاغوت کی راہ میں قتال کرتے ہیں اور یہ راستہ انھیں شیطان تک پہنچا دیتا ہے۔

فَقَاتِلُوۡۤا اَوۡلِيَآءَ الشَّيۡطٰنِ‌ۚ اِنَّ كَيۡدَ الشَّيۡطٰنِ كَانَ ضَعِيۡفًا-

پس تمھیں چاہیے کہ تم شیطان کے ہمنواؤں (چیلوں) سے جنگ کرو یقین جانو کہ شیطان کی چالیں نہایت کم زور ہیں۔

اس آیت میں مومنین کو جہاد کی ترغیب دلائی جارہی ہے اور ان میں شجاعت و دلاوری کی روح پھونکی جارہی ہے اور انھیں اس بات سے آگاہ کیا جارہا ہے کہ وہ اللہ کے ولیوں میں سے ہیں اور اللہ ان کا حامی و ناصر ہے۔

---

(۱) تفسیر کشاف از علامہ زمخشری، ج ۱، ص ۵۳۴ (۲) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۵۷

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧٧﴾

۷۷- کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو نماز قائم کرو اور زکوۃ دو، پس جب انھیں جہاد کا حکم دیا گیا تو ان میں سے ایک فریق لوگوں سے ایسا خوف زدہ ہے جیسا کہ اللہ سے ڈرنا چاہیے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور وہ کہتے ہیں پروردگارا! تو نے ہم پر یہ لڑائی کیوں فرض کردی؟ کیوں نہ ہمیں کچھ اور مہلت دی ان سے کہہ دو سرمایۂ دنیا بہت تھوڑا ہے اور خوف خدا رکھنے والوں کے لیے آخرت زیادہ بہتر ہے، اور تم پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۷۷- اَلَمْ تَرَ اِلَی............كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ-

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں لڑائی سے رک جانے کا حکم دیا گیا تھا اور یہ کہا گیا تھا۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ-

جب وہ مکے میں تھے تو ان سے کہا گیا تھا کہ تمھیں جو حکم دیا گیا ہے بس اسی میں مصروف رہو یعنی نماز پڑھتے رہو اور زکوۃ دیتے رہو۔

حالاں کہ وہ یہ چاہ رہے تھے کہ انھیں لڑائی کی اجازت دے دی جائے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ سے مراد كُفُّوْا اَلْسِنَتِكُمْ یعنی تم اپنی زبانوں کو روکے رکھو۔ ۱

اور فرمایا اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ تُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَتُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَتَكُفُّوْا وَتَدْخُلُوا الْجَنَّةَ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ نماز قائم کرو، زکوۃ دو اور (اپنی زبان کو) روکے رکھو اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ۲

امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے محبّین سے فرمایا خدا کی قسم تم لوگ اس آیت کے اہل ہو۔ ۳

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۱۱۴ (۲) الکافی، ج ۸، ص ۱۴۶ (۳) الکافی، ج ۸، ص ۲۸۹

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ .... كَخَشْيَةِ اللهِ –

جہاد کے فرض ہو جانے کے بعد وہ کافروں سے ڈر رہے ہیں کہ وہ انھیں قتل نہ کردیں جس طرح وہ اللہ سے خوف زدہ ہیں کہ ان پر عذاب نازل نہ کردے۔

اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً .... اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ –

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ یعنی امام حسنؑ کے ساتھ ہاتھ روکے رکھو اور کتب علیہم القتال یعنی امام حسینؑ کے ساتھ قتال میں حصہ لو اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ خروج قائم تک کی مہلت ہے کیوں کہ کامیابی ان کے ساتھ ہی میسّر ہوگی۔ [1]

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ –

ان سے کہہ دو کہ سرمایۂ دنیا بہت جلدی ختم ہو جانے والا ہے۔

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى –

اور آخرت زیادہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو خوف خدا رکھتے ہیں۔

وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا –

تمھارے ثواب میں ذرّہ برابر کمی نہ ہوگی اس لیے تمھیں چاہیے کہ اس سے انحراف نہ کرو۔

---

(۱) مرأة العقول، ج ۸، ص ۲۱۷ و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۵۸-۲۵۷

اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَاۤءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾

مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ؗ وَ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾

۷۸- تم جہاں بھی ہو گے موت تمھیں پا کر رہے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں جا کر بسیرا کرو ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی فائدہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی نقصان پہنچتا ہے تو کہتے ہیں وہ آپ کی طرف سے ہے ان سے فرما دیجیے کہ سب کچھ خدا کی جانب سے ہے آخر اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات ان کی عقل میں نہیں آتی۔

۷۹- اے انسان جب بھی تجھے کوئی بھلائی ملتی ہے تو وہ اللہ کی جانب سے ہوتی ہے اور جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ تیرا اپنا کیا دھرا ہے اے پیغمبرؐ ہم نے آپ کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس بارے میں خدا کی گواہی کافی ہے۔

۷۸- بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ- یعنی مضبوط اور بلند قلعے۔

حَسَنَةٌ- یعنی کھیتوں کے ہرا بھرا ہونے کی نعمت۔

سَيِّئَةٌ- یعنی قحط سالی کی مصیبت۔

يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ-

وہ لوگ آپ کے وجود مبارک سے فال بد نکال کر کہتے ہیں کہ یہ آپ کی جانب سے ہے۔

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ-

اے پیغمبر آپ ان لوگوں سے فرما دیجیے کہ نعمت کی فراوانی اور اس کا روک لینا یہ سب اللہ کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔

فَمَالِ هٰۤؤُلَاۤءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا-

آخر اس قوم کو کیا ہو گیا ہے وہ کیوں نہیں سمجھتے کہ اللہ باسط (رزق کا کشادہ کرنے والا) اور قابض (رزق کا

روک لینے والا) ہے اور اس کے تمام کام اس کی حکمت اور صواب دید کے مطابق صادر ہوتے ہیں۔

۷۹ – مَآ اَصَابَكَ مِنۡ حَسَنَةٍ –

اے انسان تجھ کو جو نعمت ملی ہے۔

فَمِنَ اللّٰهِ ۡ – تو یہ اللہ کا فضل، احسان اور امتحان ہے اس لیے کہ بندہ جو عبادت بجالاتا ہے تو وہ معمولی سے معمولی نعمتوں کے لیے بھی کافی نہیں۔

وَمَآ اَصَابَكَ مِنۡ سَيِّئَةٍ –

اور اے انسان تجھ تک جو مصیبت آئی ہے۔

فَمِنۡ نَّفۡسِكَ ؕ – اس کے تم تک پہنچانے کا سبب تمھارا اپنا نفس ہے اس لیے کہ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔

اور آیت کا یہ حصّہ اس آیت کے منافی نہیں ہے قُل کُلّ من عنداللہ (اے نبی آپ فرمادیجیے کہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے) اس لیے کہ تخلیق اور رسائی کے اعتبار سے سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے سوائے اس کے کہ حَسنة (نعمت) احسان اور امتحان ہے اور سیّئہ (مصیبت) بدلہ اور انتقام ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ ؕ (۳۰ الشوریٰ ۴۲)

تم تک جو مصیبت آتی ہے وہ تمھارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے اور وہ اللہ بہت سی آفتوں کو ٹال دیتا ہے۔

تفسیر قمی میں ائمہ کرامؑ سے روایت ہے کہ قرآن مجید میں ''حَسَنَات'' کی دوصورتیں بیان ہوئی ہیں پہلی کا تعلّق صحّت، سلامتی اور وسعتِ رزق سے ہے اور دوسری افعال سے متعلّق ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے

مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا ۚ (۱۶۰ انعام ۶)

جو ایک نیکی کرتا ہے ہم اسے دس گنا بدلہ دیتے ہیں۔

یہی حال ''سَيِّئَات'' کا ہے ان میں سے بیماری اور تکالیف ہیں اور وہ افعال بھی ہیں جن کی سزا ملے گی۔[۱]

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تمام نعمتوں کا تعلّق اللہ سے ہے اس نے تمھیں بغیر کسی معاوضے کے وہ نعمتیں عطا کردی ہیں۔ اور اسی طرح ہر برائی کا مصدر (جاری ہونے کی جگہ) تمھارا نفس ہے خواہ اللہ کے قضاوقدر میں یہ بات آچکی ہو۔[۲]

کتاب کافی میں امام رضا علیہ السّلام سے روایت ہے کہ خداوند عالم نے فرمایا اے فرزند آدم تو اپنے نفس کے لیے جو کچھ چاہتا ہے اس میں میری مشیّت شامل ہوتی ہے، اور میری ہی عطا کردہ قوت سے تونے فرائض ادا کیے ہیں، اور میری عطا کردہ نعمتوں کے بعد ہی تو گناہوں پر قادر ہوا ہے۔ میں نے تجھے سمیع (سننے والا) بصیر (دیکھنے والا) اور قوی (طاقتور) بنایا ہے اب یاد رکھ کہ تجھ تک جو اچھائی پہنچتی ہے اس کا سرچشمہ خداوند عالم ہے اور تجھ تک

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۴۴ (۲) التوحید، ص ۳۶۸، حدیث ۶، باب ۶۰

جو برائی آتی ہے وہ تیرے نفس کی جانب سے ہے اس لیے کہ حسنات کی بجا آوری میں، میں تجھ سے زیادہ اولویت (برتری) رکھتا ہوں اور سیّات میں میری مرضی سے زیادہ تیرا دخل ہے اسی وجہ سے میں جو کچھ کرتا ہوں مجھ سے نہیں پوچھا جائے گا جب کہ وہ لوگ جو کچھ کررہے ہے ان سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔[۱]

تفسیر عیاشی میں اسی سے ملتی جلتی روایت ہے۔[۲]

وَاَرۡسَلۡنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوۡلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا - اے پیغمبرؐ ہم نے آپ کو لوگوں کے لیے رسولؐ بنا کر بھیجا ہے اور اس بارے میں اللہ گواہی کے لیے کافی ہے لہٰذا کسی کے لیئے بھی یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کے دائرے سے نکل جائے۔

(۱) الکافی، ج۱، ص۱۶۰-۱۵۹ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۵۸، حدیث ۲۰۰

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ﴿۸۰﴾

وَ يَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾

۸۰- اور جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی اور جس نے اطاعت سے منہ پھیر لیا تو اے پیغمبرؐ ہم نے آپ کو ان لوگوں پر پاسبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔

۸۱- وہ اپنی زبان سے کہتے ہیں ہم اطاعت گزار ہیں، مگر جب وہ آپ کے پاس سے نکل کر باہر جاتے ہیں تو ایک گروہ راتوں کو جمع ہو کر آپ کے فرمان کے خلاف مشورے کرتا ہے، اللہ ان کی یہ تمام سرگوشیاں لکھ رہا ہے، آپ ان کی پروانہ کریں، اللہ پر بھروسا رکھیں، بھروسے کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔

۸۰- مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ.................. فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ-

اور رسول کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری ہے اس لیے کہ رسول مبلّغ ہے، اور حکم دینے والا اور منع کرنے والا اللہ ہے۔

روایت میں آیا ہے آں حضرتؐ نے فرمایا ھے مَنْ اَحَبَّنِيْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهَ وَمَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے مجھے دوست رکھا اس نے اللہ کو دوست رکھا اور جس نے میری اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی۔

منافقین کہنے لگے یہ تو شرک کر رہے ہیں جس سے انھیں منع کیا گیا ہے آں حضرتؐ یہ چاہتے ہیں کہ ہم انھیں رب بنالیں جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو رب بنا رکھا ہے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ کسی امر کی معراج اور آخری زینہ، اس کی کنجی، اشیا کا دروازہ اور اللہ کی رضامندی اللہ کی معرفت کے بعد امام کی اطاعت ہے اس کے بعد فرمایا کہ ارشاد رب العزت ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ [2]

(۱) الکشاف، ج ۱، ص ۵۳۹ اور انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۳۲

(۲) الکافی، ج ۱، ص ۱۸۵، ح ۱، باب فرض طاعۃ الائمۃ وتفسیر عیاشی ج ۱، ص ۲۵۹، حدیث ۲۰۲

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس حدیث میں جو لفظ امام آیا ہے اس میں رسول شامل ہیں اور ائمہ کے احکامات آں حضرتؐ کے احکامات ہیں اس لیے کہ وہ سب کے سب جانشین پیغمبرؐ ہیں اس لیے کہ امام بھی پیغمبر اکرمؐ کی طرح مبلّغ ہوتا ہے۔

وَمَنۡ تَوَلّٰى – اور جو اطاعت پیغمبر سے روگردانی کرے گا۔

فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا –

تو اے پیغمبرؐ ہم نے آپ کو اس لیے نہیں بھیجا کہ آپ ان کی پاسبانی کریں اور ان کا محاسبہ کریں آپ کا کام بس پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام ان کا حساب لینا ہے۔

وَيَقُوۡلُوۡنَ – اور جب آپ انھیں کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو وہ کہتے ہیں۔

۸۱ – طَاعَةٌ – آپ نے ہمیں حکم دیا اور ہمارا کام آپ کی اطاعت کرنا ہے۔

فَاِذَا بَرَزُوۡا مِنۡ عِنۡدِكَ –

پس جب وہ آپ کے پاس سے نکل کر باہر جاتے ہیں۔

بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ –

تو ان میں سے ایک گروہ رات کے وقت باہمی مشورہ کرتا ہے۔

غَيۡرَ الَّذِىۡ تَقُوۡلُ –

جو کچھ آپ نے حکم دیا اور فرمایا ہے اس کے خلاف کہتا ہے یا انھوں نے آپ سے جن باتوں کو ماننے اور اطاعت کرنے کے لیے کہا تھا ان کے خلاف باتیں بناتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَكۡتُبُ مَا يُبَيِّتُوۡنَ –

اور اللہ ان کی تمام سرگوشیوں کو ان کے نامۂ اعمال میں درج کر رہا ہے تاکہ انھیں اس کی سزا دی جائے۔

فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا –

آپ ان سے اعراض کریں ان کی کوئی پروا نہ کریں اور اللہ پر توکل رکھیں اللہ ان کے شر سے آپ کو محفوظ رکھے گا۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٣﴾

۸۲- کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر (غور وفکر) نہیں کرتے، اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا۔

۸۳- ان لوگوں کو جب کبھی امن یا خوف کی خبر ملتی ہے اسے نشر کر دیتے ہیں حالاں کہ اگر یہ اس خبر کو رسول اور صاحبان امر تک پہنچائیں تو یہ بات ان لوگوں کے علم میں آجائے گی جو استنباط کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند آدمیوں کو چھوڑ کر سب شیطان کے پیروکار بن جاتے

۸۲- أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ-

انھیں کیا ہوگیا ہے یہ لوگ قرآن کے معانی میں غور وفکر کیوں نہیں کرتے اور اس کے مضامین کی جانب توجہ کیوں نہیں مبذول کرتے۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ-

اگر یہ کسی بشر کا کلام ہوتا جیسا کہ یہ لوگ سمجھ رہے ہیں۔

لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا-

تو تم اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے، جیسے معنیٰ میں تناقض یعنی ایک قول کا دوسرے قول سے مختلف ہونا، قرآن کی تنظیم وترتیب میں فرق اور آیات کا فصاحت سے گر جانا اور مقتضائے حال کے مطابق نہ ہونا وغیرہ۔

۸۳- وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ-

اور انھیں جب کوئی ایسی خبر ملتی جو باعث امن ہو یا خوف کا سبب ہو۔

أَذَاعُوا بِهِ ۖ- یہ لوگ اسے پھیلا دیتے تھے۔

کہا گیا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ کم زور عقیدے کے لوگ تھے انھیں جب خبر ملتی کہ رسول اللہؐ کہیں سریّہ[1]

(۱) سریّہ وہ جنگ جس میں رسول اکرمؐ خود تشریف نہ لے جائیں بلکہ کسی صحابی کو روانہ کریں۔

روانہ کر رہے ہیں یا رسول اکرمؐ پر جو وحی نازل ہوتی جس میں کامیابی کا وعدہ یا کفار سے ڈراوا ہوتا اور پیغمبر اکرمؐ ان لوگوں سے اس کا تذکرہ کرتے تو وہ اس خبر کو عام اور طشت از بام کر دیتے تھے۔ اور ان کا اس خبر کو نشر کرنا ملّت کے لیے نقصان دہ ہوتا تھا۔ ۱

وَلَوْ رَدُّوْهُ - اگر یہ لوگ اس خبر کو پہنچادیں۔

اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۔

رسول اکرمؐ اور ان میں جو صاحبان امر ہیں ان تک تو یہ بات ان لوگوں کے علم میں آجاتی جو استنباط کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس خبر کا نشر کرنا مصلحت کے مطابق ہے یا خلاف مصلحت ہے وہ لوگ اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق اس کی تدبیر کر سکتے ہیں۔ ۲

کتاب جوامع میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اولی الامر سے مراد ائمہ معصومین علیہم السّلام ہیں۔ ۳

تفسیر عیّاشی میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے اولی الامر سے مراد آل محمدؐ ہیں۔ وہی حضرات ہیں جو قرآن سے استنباط کرتے ہیں اور حلال و حرام کی معرفت رکھتے ہیں اور مخلوقات پر اللہ کی حجّت ہیں۔ ۴

کتاب اکمال میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو شخص ولایت خداوندی اور علم الٰہی کے استنباط کو انبیا کے گھروں کے منتخب اور مصطفیٰ افراد سے نکال کر کہیں اور رکھ دیتا ہے وہ حکم خدا کی مخالفت کرتا ہے۔ ۵

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۔

اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو تمھاری ہدایت کے لیے بھیج کر اور کتب سماوی کو نازل کر کے تم پر جو فضل و کرم کیا ہے اگر وہ نہ ہوتا تو تم کفر و گمراہی میں پڑے رہتے اور شیطان کی پیروی کرتے رہتے۔ سوائے ان لوگوں کے جو صاحبان بصیرت ہیں۔

کتاب جوامع میں ائمہ علیہم السّلام سے روایت ہے کہ فَضْلُ اللّٰهِ وَرَحْمَتُهٗ سے مراد نبیؐ و علیؑ ہیں ان پر اللہ کی رحمت و برکت ہو۔ ۶

تفسیر عیاشی میں باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ فضل اللہ سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں اور رحمۃ سے مراد ائمہ علیہم السّلام ہیں۔ ۷

امام کاظم علیہ السّلام نے فرمایا رحمت رسول اللہؐ ہیں اور فضل علی بن ابی طالبؑ ہیں۔ ۸

---

(۱) الکشاف، ج۱، ص۵۴۱-۵۴۰ اور جوامع الجامع، ج۱، ص۲۷۴ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج۱، ص۲۳۳
(۳) جوامع الجامع، ج۱، ص۲۷۴ (۴) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۶۰، حدیث ۲۰۶
(۵) اکمال الدین واتمام النعمہ، ص۲۱۸، حدیث ۲ (۶) جوامع الجامع، ج۱، ص۲۷۴
(۷) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۶۰، حدیث ۲۰۷ (۸) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۶۱، حدیث ۲۰۹

فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِیْلًا ﴿۸۴﴾ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ﴿۸۵﴾

۸۴- اے نبیؐ آپ اللہ کی راہ میں قتال کریں، آپ اپنی ذات کے سوا کسی اور کے لیے مکلّف نہیں ہیں البتّہ مومنین کو جہاد کے لیے آمادہ کریں، بعید نہیں کہ اللہ کافروں کا زور توڑ دے، اللہ انتہائی طاقت والا اور سخت سزا دینے والا ہے۔

۸۵- جو شخص بھلائی کی سفارش کرے گا اسے اس کا حصّہ ملے گا اور جو برائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں حصّے دار ہوگا اور اللہ ہر چیز پر اقتدار رکھنے والا ہے۔

۸۴- فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ -

اے نبیؐ اگر یہ لوگ آپ کو تنہا چھوڑ دیں تو آپ پر لازم ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔

لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ -

آپ جہاد کے لیے آگے بڑھیں خواہ کوئی بھی آپ کا مددگار نہ ہو اس لیے کہ آپ کی نصرت اللہ کرے گا نہ کہ لشکر اور فوج۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرمؐ کو جس کام کے لیے مکلّف کیا ہے کائنات میں کسی کو اس طرح مکلّف نہیں کیا گیا انھیں اس بات پر مکلّف کیا کہ اگر ان کے ساتھ جہاد میں شامل ہونے کے لیے کوئی بھی آمادہ نہ ہو تو وہ تنہا مشرکین سے جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوں اللہ تعالیٰ نے آں حضرتؐ سے پہلے اور ان کے بعد کسی کو بھی اس طرح مکلّف نہیں بنایا تھا۔ اس کے بعد امام علیہ السّلام نے آیت کی تلاوت فرمائی۔[1]

تفسیر عیّاشی میں اسی مفہوم سے ملتی جلتی روایت موجود ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ غزوۂ احد سے واپسی پر ابوسفیان نے رسول اللہؐ سے کہا تھا کہ اب ہم بدر صغریٰ کے سالانہ میلے کے وقت پھر ملیں گے۔ جب ملنے کا وقت آپہنچا تو لوگوں نے ناپسندیدگی اور ناگواری کا اظہار کیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جب نبی اکرمؐ مقابلے کے لیے روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ صرف ستّر افراد تھے اور اگر کوئی بھی نہ جاتا تو آں حضرتؐ تنہا روانہ ہو جاتے۔[2]

(۱) الکافی، ج ۸، ص ۲۷۴، ح ۴۱۴ (۲) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۶۱، حدیث ۲۱۱ و جوامع الجامع، ج ۱، ص ۲۷۵-۲۷۴

وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ–

اے نبیؐ آپ کا کام مومنین کو جنگ کے لیے آمادہ اورانھیں قتال کے لیے تیار کرنا ہے۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ–

بعید نہیں کہ اللہ کفار کا زور توڑ دے۔

بدرِ صغریٰ کے لیے جب قریش نے ابوسفیان سے روانگی کے لیے کہا تو اس نے جواب دیا کہ بارش نہ ہونے کے سبب قحط پڑا ہوا ہے لہٰذا ہم اس سال روانہ نہ ہوں گے اور اس طرح نبی اکرمؐ اور ان کے اصحاب صحیح وسلامت واپس آ گئے۔

وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا–

اللہ قریش کے مقابلے میں بہت زیادہ طاقت ور ہے۔

وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا–

اور سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ ایک طرح کی دھمکی اور خطرے کی گھنٹی ہے ان افراد کے لیے جنھوں نے پیروی نہیں کی۔

۸۵– مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً–

جو شخص بھلائی کی سفارش کرے گا یعنی مسلمانوں کے حقوق کی پاسداری کرے گا ان سے شر کو دور کر کے یا ان کے لیئے خیر طلب کر کے لیکن یہ عمل خالصۃً لوجہ اللہ ہونا چاہیے اور اسی کے ذیل میں مسلمان کے حق میں دعا کرنا بھی آتا ہے۔

يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ–

تو اس شخص کو اس کا ثواب ملے گا۔

وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً–

اور جو شخص برائی کی سفارش کرے گا، اور اسی کے تحت مومن کے خلاف بددعا کرنا بھی آجاتا ہے۔

يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ–

تو وہ شخص اس برائی میں برابر کا شریک وسہیم ہوگا۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا–

اللہ ہر چیز پر اقتدار رکھنے اور حفاظت کرنے والا ہے، وہ ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق عطا کرتا ہے۔
لفظ مقیت دونوں معانی میں استعمال ہوا ہے۔

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام اپنے آباو اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جوشخص بھلائی کا حکم دے یا برائی سے روکے، یا خیر کی جانب رہنمائی کرے یا اس کی طرف اشارہ کرے تو وہ اس میں شریک ہے، اور جوشخص برائی کا حکم دے یا لوگوں کو برائی کا راستہ دکھائے یا اس طرف اشارہ کرے تو وہ شخص بھی اس میں شریک قرار پائے گا۔[۱]

کتاب جوامع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جوشخص کسی برادر مومن کے لیے اس کی غیبت میں دعا طلب کرے گا تو وہ دعا قبول کی جائے گی اور فرشتے اس سے کہیں گے کہ تمھارے حصّے میں اس سے دُگنا ثواب لکھ دیا گیا ہے۔[۲]

کتاب کافی میں امام سجاد علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ملائکہ جب سنتے ہیں کہ مومن اپنے برادر مومن کے لیے اس کے پس پشت دعا طلب کررہا ہے اور اس کا ذکر خیر کررہا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تم اپنے برادر کے بہترین بھائی ہو تم اس کی عدم موجودگی میں اس کے لیے دعاے خیر کررہے ہو اور خیر کے ساتھ اس کا ذکر کررہے ہو اللہ تعالیٰ تمھیں اس کا دُگنا عطا کرے گا جو تم نے اس کے لیے اللہ سے مانگا ہے، اور تم نے جس طرح اس کی تعریف کی ہے اللہ اس سے دُگنی تمھاری تعریف کو عام کردے گا اور تمھیں اس پر برتری حاصل ہوگی۔ اور جب فرشتے سنتے ہیں کہ وہ اپنے بھائی کا ذکر برائی سے کررہا ہے اور اس کے لیے بددعا کررہا ہے تو وہ کہتے ہیں تم اپنے بھائی کے لیے بدترین بھائی ثابت ہوئے اے اس کے گناہوں کو عام کرنے والے اور اسے بدنام کرنے والے اپنی زبان کو لگام دو خاموش ہو جاؤ بلاوجہ اپنے کو مصیبت میں نہ ڈالو اور اللہ کا شکر ادا کرو جس نے تمھارے گناہوں پر پردہ ڈال رکھا ہے اور یہ بات کان کھول کر سن لو کہ اللہ اپنے بندے کو تم سے زیادہ جانتا ہے۔[۳]

---

(۱) الخصال، ص ۱۳۸، حدیث ۱۵۶، باب ثلاثة یشترکون فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر

(۲) جوامع الجامع، ج ۱، ص ۲۷۵

(۳) الکافی، ج ۲، ص ۵۰۸، ح ۷، باب الدعا بظھر الغیب

وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾

۸۶- اور جب تمھیں تحفۂ سلام پیش کیا جائے تو اس سے بہتر طریقے سے اس کا جواب دو یا کم از کم اتنا ہی لوٹا دو۔ بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں تحیّۃ سے مراد سلام اور اس کے علاوہ نیکی اور احسان ہے۔ [۱]

کتاب خصال میں امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اس سے کہو یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ اور وہ تمھارے جواب میں کہے یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَ یَرْحَمُکُمْ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ الخ [۲]

کتاب مناقب میں ہے کہ امام حسن علیہ السّلام کی ایک کنیز گل دستہ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اَنتِ حُرّۃ لوجہ اللہ میں نے تجھ کو راہ خدا میں آزاد کیا اس بارے میں جب آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ اخلاق سکھایا ہے وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ الخ اس کے تحفے سے بہتر تحفہ اسے آزاد کرنا ہے۔ [۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ سلام کرنا مستحب ہے اور جواب دینا واجب ہے۔ [۴]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر کسی جماعت میں سے ایک فرد سلام کر دے تو یہ ان سب کے لیے کافی ہے اور اگر ان میں سے ایک فرد جواب دے دے تو یہ ان سب کی طرف سے کافی ہوگا۔ [۵]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کم لوگوں کو زیادہ لوگوں کے مقابلے میں سلام کی ابتدا کرنی چاہیے سوار پیدل کو سلام کرے، جو خچروں والے ہیں وہ گدھوں کے مالک کو سلام کریں اور جو گھوڑے والے ہیں وہ خچر والوں کو سلام میں پہل کریں۔ [۶]

اور ایک روایت میں ہے چھوٹے پر لازم ہے کہ بڑے کو سلام کرے اور چلنے والے کو چاہیے کہ بیٹھنے والوں کو سلام کرے۔ [۷]

اور دوسری روایت میں ہے جب ایک جماعت دوسری جماعت سے ملاقات کرے تو کم تعداد والے زیادہ

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۴۵ (۲) الخصال، ص ۶۳۳ (۳) مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۱۸ (۴) الکافی، ج۲، ص ۶۴۴
(۵) الکافی، ج۲، ص۶۴۷، حدیث ۳ (۶) الکافی، ج۲، ص۶۴۶، ح۲ (۷) الکافی، ج۲، ص۶۴۶، ح۱

وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾

۸۶- اور جب تمھیں تحفۂ سلام پیش کیا جائے تو اس سے بہتر طریقے سے اس کا جواب دو یا کم از کم اتنا ہی لوٹا دو۔ بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں تحیّۃ سے مراد سلام اور اس کے علاوہ نیکی اور احسان ہے۔ [۱]

کتاب خصال میں امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اس سے کہو یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ اور وہ تمھارے جواب میں کہے یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَ یَرْحَمُکُمْ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ الخ [۲]

کتاب مناقب میں ہے کہ امام حسن علیہ السّلام کی ایک کنیز گل دستہ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اَنتِ حُرَّۃ لوجہ اللّٰہ میں نے تجھ کو راہ خدا میں آزاد کیا اس بارے میں جب آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ اخلاق سکھایا ہے وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ الخ اس کے تحفے سے بہتر تحفہ اسے آزاد کرنا ہے۔ [۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ سلام کرنا مستحب ہے اور جواب دینا واجب ہے۔ [۴]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر کسی جماعت میں سے ایک فرد سلام کر دے تو یہ ان سب کے لیے کافی ہے اور اگر ان میں سے ایک فرد جواب دے دے تو یہ ان سب کی طرف سے کافی ہوگا۔ [۵]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کم لوگوں کو زیادہ لوگوں کے مقابلے میں سلام کی ابتدا کرنی چاہیے سوار پیدل کو سلام کرے، جو خچروں والے ہیں وہ گدھوں کے مالک کو سلام کریں اور جو گھوڑے والے ہیں وہ خچر والوں کو سلام میں پہل کریں۔ [۶]

اور ایک روایت میں ہے چھوٹے پر لازم ہے کہ بڑے کو سلام کرے اور چلنے والے کو چاہیے کہ بیٹھنے والوں کو سلام کرے۔ [۷]

اور دوسری روایت میں ہے جب ایک جماعت دوسری جماعت سے ملاقات کرے تو کم تعداد والے زیادہ

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۴۵ (۲) الخصال، ص ۶۳۳ (۳) مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۱۸ (۴) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۴
(۵) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۷، حدیث ۳ (۶) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۶، ح ۲ (۷) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۶، ح ۱

تعداد والے کو سلام میں پہل کریں اور اگر ایک فرد کسی جماعت سے ملاقات کرے تو اس کو چاہیے کہ انھیں سلام کرے۔ ۱

امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا کسی مِلاقاتی پر سلام کرنا تواضع کی علامت ہے۔ ۲

اور فرمایا وہ شخص بخیل ہے جو سلام میں بُخل سے کام لے۔ ۳

امام صادق علیہ السّلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے روایت کرتے ہیں اللہ اور رسولؐ کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔ ۴

امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے اللہ تبارک وتعالیٰ یہ چاہتا ہے سلام نمایاں طور سے کیا جائے۔ ۵

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اِفْشَاءُ السَّلَامِ کے معنیٰ ہیں جب بھی کوئی شخص کہیں کا بھی رہنے والا ہو تم سے ملاقات ہو تو اسے سلام کرو۔

امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ تین طرح کے افراد ایسے ہیں کہ اگر وہ فردِ واحد ہوں پھر بھی انھیں جماعت کے انداز پر جواب دیا جائے گا۔ اگر کسی کو چھینک آئے تو کہا جائے گا (یرحمکم اللہ خواہ اس کے ساتھ دوسرا شخص موجود نہ ہو اگر کوئی کسی کو سلام کرے تو کہتا ہے السّلام علیکم) اور اگر کوئی کسی کو دعا دیتا ہے۔

تو کہتا ہے عَافَاکُمُ اللّٰہُ خواہ وہ ایک شخص سے ہی مخاطب ہو کیوں کہ اس وقت اس کے ساتھ اس کا غیر یعنی فرشتے موجود ہوتے ہیں۔ ۶

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں سلام کو احسن طریقے سے لوٹانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کا اضافہ کردیا جائے اور اگر کوئی مسلمان اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہے تو تم اس میں وَبَرَكَاتُهٗ کا اضافہ کردو یعنی کہو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ بس یہ آخری حد ہے اور اگر کوئی شخص تم سے یہ پورا جملہ کہتا ہے تو تم بھی ویسا ہی جواب سلام اسے دے دو۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ امیر المومنین علیہ السّلام کا گزر ایک گروہ کے پاس سے ہوا امامؑ نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے جواب میں کہا عَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُهٗ وَرِضْوَانُهٗ تو امیر المومنینؑ نے ان سے کہا کہ ہمارے بارے میں فرشتوں نے جو حضرت ابراہیمؑ سے کہا تھا تم لوگ اس سے تجاوز نہ کرو انھوں نے کہا تھا رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۷

روایت بیان کی گئی ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ تو

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۷، ح ۳ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۶، ح ۱۲ (۳) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۵، ح ۶
(۴) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۴، ح ۳ (۵) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۵، ح ۵
(۶) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۵، حدیث ۱۰، باب التسلیم (۷) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۶، ح ۱۳

آں حضرتؐ نے فرمایا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ دوسرے شخص نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ تو آں حضرتؐ نے فرمایا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اس کے بعد کسی شخص نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ تو آں حضرتؐ نے فرمایا "وَعَلَيْكَ" تو وہ شخص کہنے لگا آپ نے جواب میں کمی کردی اللہ نے جو فرمایا ہے آپ نے اس کے مطابق جواب نہیں دیا تو آں حضرتؐ نے فرمایا جب تم نے کوئی فضیلت نہیں چھوڑی تو میں نے اسی کے مطابق تمھیں جواب دے دیا۔ ۱

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جو شخص کہتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ تو یہ دس نیکیاں ہیں اور جو کہتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ تو بیس نیکیاں ہیں اور جو کہتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ تو یہ تیس نیکیاں ہیں۔ ۲

امام صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں

مقیم کے لیے مکمّل تحیہ مصافحہ ہے اور مسافر کے مکمّل تسلیم معانقہ (گلے ملنا) ہے۔ ۳

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ تم اہل کتاب پر سلام کرنے کی ابتدا نہ کرو اگر وہ تمھیں سلام کرتے ہیں تو تم یہ کہو "وَعَلَيْكُمْ" اور تم پر بھی۔ ۴

امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے تین طرح کے افراد ہیں جنھیں سلام نہیں کرنا چاہیے جو جنازے کے ساتھ جارہا ہو جو جمعے کے لیے جارہا ہو اور جو غسل خانے میں ہو۔ ۵

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ تم ان لوگوں کو سلام نہ کرو :- عیسائیوں، مجوسیوں، بت پرستوں، شراب کی میز پر بیٹھنے والوں، شطرنج اور چوسر کھیلنے والوں، مخنّث (جو بری عادت میں مبتلا ہو) اور نہ ایسے شاعر پر جو پاک دامن عورتوں پر الزام لگاتا ہو، اور نہ نماز گزار پر اس لیئے کہ وہ جواب نہیں دے سکتا سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا واجب ہے، اور نہ ہی سود خور پر، اور نہ ایسے شخص پر جو بیت الخلا میں ہو، اور نہ اس پر جو غسل خانے میں ہو اور نہ اس پر جو علانیہ فسق و فجور کرتا ہو۔ ۶

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا۔

بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

وہ تم سے سلام اور تحیّت کا حساب لے گا۔

---

(۱) الکشاف، ج ۱، ص ۵۴۴ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۵، حدیث ۹، باب التسلیم

(۳) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۶، حدیث ۱۴، باب التسلم (۴) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۹، حدیث ۲، باب التسلم علی اهل الملل

(۵) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۶-۶۴۵، حدیث ۱۱، باب التسلم (۶) الخصال، ص ۴۸۴، حدیث ۵۷، باب لا یسلم علی اثنی عشر (۱۲ طرح کے افراد کو سلام نہیں کرنا چاہیے)

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ
اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾ ع
فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ
تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾
وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ
حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ
وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾

۸۷- سوائے اللہ کے کوئی اور معبود نہیں وہ یقیناً تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ سے زیادہ سچّی بات کرنے والا کون ہے؟

۸۸- تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم منافقین کے بارے میں دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے ہو اور اللہ نے ان کے کرتوتوں کے سبب انھیں پچھلی حالت پر لوٹا دیا ہے۔ کیا تم اسے ہدایت بخشنا چاہتے ہو جسے اللہ نے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے، حالاں کہ اللہ جسے گمراہی میں چھوڑ دے اس کے لیے تم کوئی راستہ نہیں نکال سکتے۔

۸۹- وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں اسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ تاکہ تم دونوں برابر ہو جاؤ، لہٰذا ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بنانا جب تک وہ راہ خدا میں ہجرت نہ کریں اور اگر وہ ہجرت سے باز رہیں تو جہاں پاؤ انھیں پکڑو اور قتل کر دو اور ان میں سے کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ۔

۸۸- فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ-

تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم منافقین کے بارے میں دو گروہوں میں بٹ گئے ہو، اور ان کے کفر پر متفق نہیں ہو۔ تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے یہ آیت اس قوم کے بارے میں نازل ہوئی جو مکّے سے آئی اور اپنے اسلام کا اظہار کیا، اس کے بعد مکّے واپس چلی گئی اور اپنے کفر کو ظاہر کر دیا، اس کے بعد انھوں نے یمامہ کا سفر اختیار کیا تو مسلمانوں نے ان سے لڑائی کے بارے میں اختلاف کیا اس لیے کہ ان کے اسلام اور شرک میں اختلاف رونما ہوگیا۔ [1]

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔۴، ص ۸۶

وَاللّٰهُ اَرۡكَسَهُمۡ بِمَا كَسَبُوۡا ؕ –

ان کے اپنے اعمال کے سبب اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے کفر کی طرف لوٹا دیا اس طرح کہ ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا تو وہ پچھلی حالت پر پلٹ گئے۔

اَتُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَهۡدُوۡا مَنۡ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ –

کیا تم اسے ہدایت بخشنا چاہتے ہو جسے اللہ نے گمراہی میں چھوڑ رکھا ہے۔

وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ سَبِيۡلًا –

حالاں کہ اللہ جسے گمراہی میں چھوڑ دے اس کے لیے تم ہدایت کی کوئی راہ نہیں نکال سکتے۔

۸۹ – وَدُّوۡا لَوۡ تَكۡفُرُوۡنَ كَمَا كَفَرُوۡا –

وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ کافر ہیں تم بھی اسی طرح کافر ہو جاؤ۔

فَتَكُوۡنُوۡنَ سَوَآءً –

تاکہ تم اور وہ دونوں گمراہی میں یکساں ہو جائیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے ایک حدیث میں اس طرح مروی ہے انسانی شیطانوں کے پاس حیلہ، مکر، دھوکا دہی اور وسوسے ہیں اور یہ لوگ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، اگر ان کا بس چلے تو وہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل حق کو دین خدا کی نصرت کا جو شرف عطا کیا ہے وہ اس سے انھیں پلٹا دیں۔ اللہ نے ان کے اہل وعیال میں جو انسانی شیاطین ہیں انھیں سوچنے کا موقع نہیں دیا کہ وہ اللہ کے دشمنوں اور اہل حق کو شک، انکار اور جھٹلانے میں یکساں کردیں تاکہ وہ دونوں برابر ہو جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ وَدُّوۡا لَوۡ تَكۡفُرُوۡنَ كَمَا كَفَرُوۡا فَتَكُوۡنُوۡنَ سَوَآءً [1]

فَلَا تَتَّخِذُوۡا مِنۡهُمۡ اَوۡلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ –

تم ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ خواہ وہ ایمان بھی لے آئیں جب تک وہ صحیح طور سے ہجرت نہ کرلیں یعنی ان کی ہجرت اللہ کے لیے ہو نہ کہ دنیاوی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے۔

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا – پس اگر وہ اس ایمان سے برگشتہ ہو جائیں جو براہ راست ہجرت کے ساتھ ساتھ انھوں نے قبول کیا تھا۔

فَخُذُوۡهُمۡ وَاقۡتُلُوۡهُمۡ حَيۡثُ وَجَدْتُّمُوۡهُمۡ ۚ –

تو دوسرے کفار کی طرح تم انھیں پکڑو اور جہاں پاؤ انھیں قتل کر ڈالو۔

وَلَا تَتَّخِذُوۡا مِنۡهُمۡ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا –

تم ان لوگوں سے بالکل قطع تعلّق کرلو، اور نہ ان سے دوستی کا رابطہ رکھو اور نہ ہی ان سے کسی قسم کی مدد طلب کرو۔

---

(۱) الکافی، ج۸، ص۴۰۶-۴۰۵

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَن يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ ۚ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ﴿٩٠﴾

سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَن يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا ۚ فَإِن لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ
ع ۱۲ ۴ ۹ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿٩١﴾

۹۰- البتہ ایسے منافقین اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جو کسی ایسی قوم سے جاملیں جس کے ساتھ تمھارا معاہدہ ہے۔ اسی طرح وہ منافقین بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہوں گے جب وہ تمھارے پاس آتے ہیں تو لڑائی سے دل برداشتہ ہیں نہ تم سے لڑنا چاہتے ہیں نہ ہی اپنی قوم سے جنگ کے خواہاں ہیں۔ اللہ چاہتا تو انھیں تم پر مسلط کردیتا اور وہ بھی تم سے جنگ کرتے، پس اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں، لڑنے سے باز رہیں اور تمھاری طرف صلح و آشتی کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے تمھارے لیے ان پر دست درازی کی کوئی سبیل نہیں رکھی۔

۹۱- عن قریب تمھارا منافقین کے ایک ایسے گروہ سے سابقہ ہوگا جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی محفوظ رہیں اور اپنی قوم سے بھی جب یہ فتنے کی طرف بلائے جاتے ہیں تو اس میں کود پڑتے ہیں لہٰذا یہ اگر تم سے کنارہ کش نہ ہوں اور صلح کا پیغام نہ دیں اور ہاتھ نہ روکیں تو انھیں گرفتار کرلو اور جہاں پاؤ انھیں قتل کردو یہی وہ افراد ہیں جن پر تمھیں واضح غلبہ عطا کیا گیا ہے۔

۹۰- إِلَّا الَّذِينَ .... بَيْنَهُم مِّيثَاقٌ-

یہ اللہ کے قول فخذوھم واقتلوھم سے استثنا کیا گیا ہے یعنی ایسے منافقین اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جو کسی ایسی قوم سے جاملیں جس کے ساتھ تمھارا معاہدہ ہے اور تمھارے ساتھ جنگ کرنے سے دور رہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ ہلال بن عویمر اسلمی تھا جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اپنی قوم کی جانب سے معاہدہ کیا تھا اور اپنی مصالحت میں یہ کہا تھا کہ اے محمدؐ جو شخص ہمارے

پاس آجائے گا ہم اس پر ظلم نہ ڈھائیں گے پس جو آپ کے پاس آجائے آپ بھی اس پر زیادتی نہ کیجیے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور منع کیا جن لوگوں نے معاہدہ کر رکھا ہے ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ ۱

اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ۔

یا تمھارے پاس آئیں تو وہ دل برداشتہ ہوں۔

حَصِرت کے لفظی معنیٰ ہیں ضَاقَتْ یعنی تنگ۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ حَصر کے معنیٰ ضِیق ہیں یعنی تنگی۔ ۲

اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ یہ آیت بنی مدلج کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے کہا ہمارے دل تنگ ہو چکے ہیں کہ ہم گواہی دیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں نہ تو ہم آپ کے ساتھ ہیں اور نہ ہی آپ کے خلاف اپنی قوم کے ساتھ ہیں، تو نبی اکرمؐ نے ان سے عرب کے باشندوں سے نمٹ لینے تک کا معاہدہ کیا کہ اس کے بعد وہ انھیں دعوت دیں گے اگر انھوں نے پیغمبر اکرمؐ کی دعوت کو قبول کر لیا تو درست ہے ورنہ ان سے جنگ کریں گے۔ ۳

تفسیر قمی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا الخ اشجع اور بنی ضمرہ کے بارے میں نازل ہوا واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب بدر کی طرف مقرّر وقت پر روانہ ہوئے تو ان کے شہروں کے قریب سے گزرے، اور اس سے پہلے نبی اکرمؐ بنی ضمرہ سے مطالبہ اور معاہدہ کر چکے تھے تو اصحاب رسول اللہ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ یہ بنوضمرہ یہاں پر ہمارے بہت قریب ہیں ہمیں ڈر ہے کہ یہ مدینے میں ہماری مخالفت کریں گے یا ہمارے خلاف قریش کی مدد کریں گے ہم ان سے کیوں نہ جنگ شروع کریں تو رسول اللہؐ نے فرمایا نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا یہ لوگ والدین سے نیکی کا برتاو کرنے والے، رشتے داروں سے صلۂ رحمی کرنے والوں اور وعدے کو وفا کرنے والوں میں عرب کے باشندوں میں سب سے آگے ہیں۔

اور اشجع کے شہر بنی ضمرہ کے شہروں کے قریب تھے اور ان کا تعلّق کنانہ کی ایک شاخ سے ہے اشجع اور بنوضمرہ کے درمیان مراعات اور امان کا عہد و پیمان تھا اشجع کے شہروں کو قحط کا سامنا کرنا پڑا اور بنوضمرہ کے شہر سرسبز و شاداب تھے تو اشجع بنوضمرہ کے شہروں میں چلے گئے۔ جب رسول اکرمؐ کو یہ علم ہوا کہ وہ لوگ بنی ضمرہ کے پاس چلے گئے ہیں تو آپ نے اشجع کے پاس جانے کا ارادہ کیا تا کہ رسول اکرمؐ اور بنوضمرہ کے مابین جو معاہدہ تھا اس کی رو سے اشجع سے جنگ کریں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۸۸ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۶۲، ح ۲۱۶

(۳) الکافی، ج ۸، ص ۳۲۸، ح ۵۰۴

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا اس کے بعد اشجع کو مستثنیٰ قرار دیا گیا اور فرمایا اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ الخ اور اشجع کا جائے قیام بَیْضَاء، خَلّ اور مستباح تھا اور یہ لوگ رسول اللہؐ سے بہت نزدیک تھے تو رسول اللہؐ کی قربت کے سبب انھیں یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں رسول اکرمؐ کسی کو ان سے جنگ کرنے کے لیے روانہ نہ کردیں، اور رسول اکرمؐ اس بات سے پریشان تھے کہ کہیں وہ ان کے اطراف کوئی مصیبت نہ کھڑی کردیں اسی لیے ان کی طرف جانے کا قصد کیا، ابھی وہ سفر کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ قبیلۂ اشجع کے لوگ آں حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ سات سو افراد تھے اور ان کا سردار مسعود بن رحیلہ تھا مدینۂ منوّرہ کے ایک پہاڑ سَلَع کے پاس انھوں نے پڑاؤ ڈالا تھا اور یہ واقعہ ربیع الاوّل ۷ ھ کا ہے۔ رسول اللہؐ نے اسید بن حصین کو بلایا اور ان سے کہا کہ کچھ اصحاب کو ساتھ لے کر جاؤ اور یہ دریافت کرو کہ اشجع کے آنے کا مقصد کیا ہے؟

اسید تین افراد کے ساتھ روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر ان سے دریافت کیا کہ تم یہاں کس مقصد سے آئے ہو مسعود بن رحیلہ اشجع ان کی طرف آیا اور اس نے اسید اور ان کے ساتھیوں کو سلام کیا اور کہا ہم اس لیے آئے ہیں کہ حضرت محمدؐ سے صلح کرلیں تو اسید رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھیں اس امر سے مطّلع کیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو یہ خوف تھا کہ میں ان سے جنگ کروں گا تو انھوں نے میرے اور اپنے درمیان صلح کی پیشکش کی اور ان کے لیے دس اونٹوں پر لاد کر کھجوریں روانہ کیں اور فرمایا حاجت سے پہلے بہترین چیز بطور ہدیہ ہے اس کے بعد آں حضرتؐ تشریف لائے اور فرمایا اے اشجع کے لوگو! تمھیں کیا چیز یہاں لائی ہے انھوں نے کہا ہمارے گھر آپ سے نزدیک ہیں اور ہمارے قبیلے کے افراد تعداد میں ہم سے کم نہیں ہیں۔ آپ کے نزدیک رہائش کے سبب ہمارے دل آپ سے جنگ کرنے کے لیے تنگ ہیں اور ہماری تعداد کم ہے اس لیے ہم اپنے قبیلہ والوں سے جنگ کرنے سے دل برداشتہ ہیں ہم اس لیے آئے ہیں کہ آپ سے ہم صلح کا معاہدہ کرلیں نبی اکرمؐ نے ان کی بات قبول کرلی اور ان سے معاہدۂ صلح کرلیا ایک دن قیام کرنے کے بعد وہ اپنے شہروں کی جانب روانہ ہوگئے اور ان ہی کے بارے میں یہ آیت اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ نازل ہوئی۔ [1]

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ۔

اور اگر اللہ چاہتا تو انھیں تم پر مسلط کردیتا، ان کے دلوں کو مضبوط بنادیتا ان کے سینوں کو کشادہ کردیتا اور تمھارے رعب کو ان کے قلوب سے مٹا دیتا۔

فَلَقٰتَلُوْكُمْ۔ تو وہ تم سے جنگ کرتے اور باز نہ رہتے۔

فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ۔

پس اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں اور لڑنے سے باز رہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۴۷-۱۴۵

وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ –

اور تمھاری طرف صلح و آشتی کا ہاتھ بڑھائیں۔

فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا –

تو اس کے بعد اللہ نے انھیں گرفتار کرنے اور قتل کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ سورۂ برائت کے نازل ہونے سے پہلے نبی اکرمؐ کا یہ طریقہ تھا کہ نبی اکرمؐ صرف اس سے قتال کرتے تھے جو آپ سے قتال کرنے کے لیے آتا تھا، اور اسی سے جنگ کرتے تھے جو آپ سے جنگ کرتا یا ارادۂ جنگ کرتا تھا اور اس بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے یہ آیت نازل ہوئی فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا پس نبی اکرمؐ کسی ایسے فرد سے قتال نہیں کرتے تھے جو آپ سے کنارہ کشی اختیار کرلے اور آپ سے الگ تھلگ رہے یہاں تک کہ سورۂ برائت نازل ہوئی اور تمام مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا خواہ وہ نبی اکرمؐ سے کنارہ کش رہے ہوں یا آپ سے کنارہ کشی اختیار نہ کی ہو سوائے ان لوگوں کے آں حضرتؐ نے فتح مکّہ کے دن ایک خاص مدّت تک کے لیے جن سے معاہدہ کیا تھا ان میں صفوان بن امیّہ اور سُہیل بن عمرو تھے۔ [۱]

یہ حدیث بہت طویل ہے ہم نے اسے سورۂ برائت کے ذیل میں مکمل طور سے بیان کیا ہے۔

۹۱ – سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ .... قَوْمَهُمْ –

عن قریب تمھارا سابقہ منافقین کے ایسے گروہ سے بھی ہوگا جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی محفوظ رہیں اور اپنی قوم سے بھی انھیں کوئی گزند نہ پہنچے۔

کہا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنے اسلام کا اظہار کرتے تھے تاکہ مسلمانوں سے محفوظ رہیں اور جب اپنی قوم میں واپس جاتے تو کفر اختیار کرلیتے تھے۔ [۲]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت عُیَینہ بن حصین الفزاری کے بارے میں نازل ہوئی ان کے شہروں میں قحط پڑا تو وہ رسولؐ اکرم کی خدمت میں آیا اور ان سے معاہدہ کیا کہ وہ بطنِ نخل میں قیام کرے گا اور ان سے کسی قسم کا تعرّض نہ کیا جائے اور یہ شخص منافق اور ملعون تھا یہ وہی ہے جس کا نام رسول اللہؐ نے الاحمق المطاع (لالچی بیوقوف) رکھا تھا۔ تفسیر قمی میں بھی اسی قسم کی روایت موجود ہے۔ [۳]

كُلَّمَا رُدُّوْا اِلَى الْفِتْنَةِ –

جب بھی انھیں فتنے کی طرف یعنی کفر اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۸۲-۲۸۱ (۲) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۸۹

(۳) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۸۹ و تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۴۷

أُرۡكِسُوۡا فِيۡهَا ‌ۚ–

تو وہ اس طرف پلٹ جاتے ہیں اور بدترین انداز میں اپنے آپ کو تبدیل کر لیتے ہیں۔

فَاِنۡ لَّمۡ يَعۡتَزِلُوۡكُمۡ............اَيۡدِيَهُمۡ–

لہٰذا اگر یہ لوگ تم سے جنگ کرنے سے باز نہ آئیں اور صلح کا پیغام نہ دیں اور جنگ وجدال سے ہاتھ نہ روکیں۔

فَخُذُوۡهُمۡ– تو انھیں قیدی بنا لو۔

وَاقۡتُلُوۡهُمۡ حَيۡثُ ثَقِفۡتُمُوۡهُمۡ ‌ؕ–

تو جہاں پر بھی ان پر قابو ملے انھیں قتل کر ڈالو۔

وَاُولٰٓـئِكُمۡ جَعَلۡنَا لَـكُمۡ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنًا مُّبِيۡنًا–

یہی وہ افراد ہیں ہم نے جن پر تمھیں واضح غلبہ عطا کیا ہے اوران کی علانیہ دشمنی، کفر اور دھوکا دہی کی وجہ سے انھیں قید کرنے اور قتل کیے جانے کی واضح دلیل بھی فراہم کی ہے۔

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

۹۲-اور کسی مومن کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے مومن کو قتل کردے مگر یہ کہ غلطی سے ایسا ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کردے تو اسے چاہیے کہ ایک غلام آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو دیت (خوں بہا) دے اِلّا یہ کہ وہ خوں بہا معاف کردیں، لیکن اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے ہے جس سے تمھاری دشمنی ہے تو صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہوگا اور اگر وہ کسی ایسی غیر مسلم قوم کا فرد تھا جس سے تمھارا عہد و پیان تھا تو اس کے وارثوں کو خوں بہا دیا جائے گا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا اور غلام نہ ملے تو پے در پے دو ماہ کے روزے رکھے، یہی اللہ کی طرف سے توبہ کا راستہ ہے اور اللہ علیم و دانا ہے۔

۹۳-اور جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے گا تو اس کی جزا جہنّم ہے اور ہمیشہ وہ اس میں رہے گا اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب بھی مہیّا کر رکھا ہے۔

۹۲-وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ-

کسی مومن کے لیے درست نہیں، اسے یہ حق نہیں پہونچتا، اس کے لیئے یہ مناسب نہیں ہے۔

اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا-

کہ وہ ناحق کسی مومن کو قتل کردے۔

اِلَّا خَطَـًٔا-مگر یہ کہ غلطی سے ایسا ہو جائے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ لَا عَمَدًا وَلَا خَطَأً نہ عمداً مومن کو قتل کرے اور نہ ہی غلطی سے ایسا کام سرزد ہوا ہو اس

آیت میں اِلّا بمعنی لا ہے اور یہاں استثنا کے معنی نہیں ہیں۔ ۱

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت عیّاش ابن ابی ربیعہ مخزومی جو ابوجہل کا سوتیلا بھائی تھا اس کے لیے نازل ہوئی وہ مسلمان ہوگیا تھا اور اس نے اسلام لانے کے بعد ایک مسلمان کو قتل کردیا تھا اور اس کو اس شخص کے مسلمان ہونے کا علم نہ تھا۔ اور مقتول حارث بن یزید ابونبیشہ العامری تھا جسے حرّہ ۲ کے مقام پر ہجرت کرنے کے بعد قتل کردیا گیا اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جنھیں ہجرت سے لوٹا دیا گیا تھا اور عیّاش ابوجہل کے ساتھ مل کر لوگوں کو اذیتیں پہنچاتا تھا۔ ۳

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ-

پس اگر کوئی غلطی سے مومن کو قتل کردے تو اس کو چاہیئے کہ ایک غلام آزاد کردے۔

مُّؤْمِنَةٍ- جو صاحب ایمان ہو۔

غلام کا آزاد کرنا اس کے اور اللہ کے مابین معاملہ ہے امام صادق علیہ السّلام سے یہ روایت ہے جسے عیّاشی نے نقل کیا ہے۔ ۴

کتاب کافی اور تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے ہر قسم کے کفارے میں بچّے کو آزاد کیا جاسکتا ہے سوائے کفّارۂ قتل کے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ یعنی جو ایمان کا اقرار کرے اور بالغ ہو چکا ہو۔ ۵

تفسیر عیّاشی میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ ایمان کی شناخت کس طرح ہوگی فرمایا اگر وہ فطرت پر باقی ہے تو مسلمان ہے۔ ۶

وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ-

اور میّتوں کے وارثوں تک دِیَت (خوں بہا) کو پہنچانا ہوگا۔

اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا-

یہ کہ وہ خوں بہا کو معاف کردیں، دِیَت معاف کردینے کو صدقہ کہا گیا تاکہ اس بات پر آمادہ کیا جائے اور اس کی فضیلت کی جانب توجہ دلائی جائے اور حدیث میں آیا کہ کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ ہر عطیہ اور احسان صدقہ ہوتا ہے۔ ۷

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۴۷ (۲) حَرّۃ ایک مشہور مقام ہے جس جگہ یزید بن معاویہ کے لشکر نے مدینے والوں سے جنگ کی اور انھیں لوٹا اور مسلم بن عقبہ اس لشکر کی قیادت کررہا تھا اس جنگ مہاجرین وانصار میں سے بہت سے لوگ قتل کردیئے گئے اور یہ واقعہ ۶۳ ھ میں ہوا تھا اس کے بعد یزید ہلاک ہوگیا۔ (۳) مجمع البیان ج ۳۔ ۴، ص ۹۰

(۴) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۶۲، ح ۲۱۷ (۵) الکافی، ج ۷، ص ۶۲ ح ۴ و تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۶۳، ح ۲۱۹

(۶) تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۶۳، ح ۲۲۰ (۷) عوالی اللئالی، ج ۱، ص ۳۷۶، ح ۱۰۱

تفسیر عیّاشی میں ہے کہ امام صادق علیہ السّلام سے اس غلطی کے بارے میں سوال کیا گیا جس میں دِیَت اور کفّارہ دونوں لازم ہوتے ہیں وہ یہ کہ ایک شخص دوسرے کو مار رہا ہے اور اس کے قتل کا ارادہ نہیں کرتا امام علیہ السّلام نے فرمایا ہاں! پھر دریافت کیا گیا کہ اگر کچھ پھینکا جائے اور کسی کو جا لگے امام علیہ السّلام نے فرمایا یہ ایسی غلطی ہے جس کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے اس شخص پر دِیَت اور کفّارہ دونوں لازم ہیں۔[۱]

فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ .... رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ۔

لیکن اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے ہے جس سے تمھاری دشمنی ہے تو صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہوگا۔ کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے ایک ایسے مسلمان کے بارے میں سوال کیا گیا جو مشرکوں کے ملک میں رہتا ہے اور مسلمان اسے قتل کر دیتے ہیں بعد میں امام کو اس بات کا علم ہوتا ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ مقتول کی جگہ ایک مومن کو آزاد کرنا ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ[۲]

عیّاشی نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس پر دِیَت نہیں ہوگی۔[۳]

وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ۔

اور اگر مقتول کا تعلّق ایسے مسلم سے ہو۔

بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ۔

تمھارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے۔

فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ۔

تو قاتل کو چاہیے کہ مقتول کے ورثاء کو قتل کا کفّارہ بصورت دِیَت ادا کرے اور ایک مومن غلام کو بھی آزاد کرے۔

مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام نے اس آیت کا یہی مفہوم بتایا ہے۔[۴]

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ۔

پس اگر کسی کے پاس غلام نہ ہو اور نہ ہی غلام تک رسائی ممکن ہو۔

فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ۔

تو پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے یہی اللہ کی جانب سے توبہ کا راستہ ہے۔

وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔

اور اللہ اس کے حال کا جاننے والا اور صاحب حکمت ہے۔

---

(۱) تفسیر عیّاشی، ج۱، ص۲۶۶، ح۲۲۹ — (۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج۴، ص۱۱۰، ح۳۷۳

(۳) تفسیر عیّاشی، ج۱، ص۲۶۶، ح۲۳۰ — (۴) مجمع البیان، ج۳-۴، ص۹۱

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر کسی شخص کو دوماہ مسلسل روزے رکھنا ہوں اور وہ روزہ نہ رکھے یا پہلے مہینے میں بیمار ہوجائے تو اسے روزوں کا اعادہ کرنا ہوگا اور اگر پہلے مہینے روزہ رکھ لے اور دوسرے مہینے اسے کوئی عذر پیش ہوگیا تو اسے چاہیے کہ ان روزوں کی قضا کرے۔ ۱

۹۳ – وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا..................عَذَابًا عَظِيْمًا-

کتاب کافی اور تفسیر عیاّشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی مومن کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کردے تو کیا اس کے لیے توبہ ہوگی تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر اس کے ایمان کی وجہ سے اسے قتل کردیا ہے تو اس کی کوئی توبہ نہیں اگر اسے غصّے کی وجہ سے یا کسی دنیاوی سبب سے قتل کیا ہے تو اس کی توبہ یہ ہے کہ اس شخص کو اس مومن کے قتل کے بدلے میں قتل کردیا جائے۔ اور اگر اسے اس بات کا علم نہ ہو اور وہ مقتول کے ورثا تک چلا جائے اور ان کے سامنے اپنے ساتھی کے قتل کا اعتراف کرلے پس اگر وہ معاف کردیں اور اسے قتل نہ کریں تو وہ انھیں دِیَت دے گا، غلام آزاد کرے گا، دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے گا اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلے۔ ۲

امام صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ مومن کو دین کی جانب سے نہایت چھوٹ حاصل ہوتی ہے جب تک وہ کسی بے گناہ کا خون نہ بہائے۔ ۳

اور فرمایا کہ جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرتا ہے تو اسے توبہ کی توفیق حاصل نہیں ہوتی۔ ۴

کتاب کافی معانی اور عیاّشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مومن کو اس کے مذہب کی بنیاد پر قتل کرتا ہے تو وہی شخص "مُتَعَمِّد" ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا آپ سے دریافت کیا گیا کہ کسی شخص کا دوسرے سے کسی بارے میں اختلاف ہوگیا اس نے اس پر تلوار سے حملہ کردیا اور اسے قتل کرڈالا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا یہ قتل وہ نہیں ہے جسے قرآن میں مُّتَعَمِّدًا کہا گیا ہے اور اللہ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ ۵

کتاب معانی میں اللہ تعالیٰ کے قول فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا کی تفسیر یہ بیان فرمائی کہ اگر اللہ اس کو بدلہ دے گا تو وہ دائمی جہنّم میں جائے گا۔ ۶

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۱۳۹، ح ۷

(۲) الکافی ج ۷، ص ۲۷۶، ح ۲ و تفسیر عیاّشی، ج ۱، ص ۲۶۸-۲۶۷، ح ۲۳۹

(۳ و ۴) تفسیر عیاّشی ج ۱، ص ۲۶۷، ح ۲۳۸

(۵) الکافی، ج ۷، ص ۲۷۵ و معانی الاخبار، ص ۳۸۰ و تفسیر عیاّشی، ج ۱، ص ۲۶۷

(۶) معانی الاخبار، ص ۳۸۰، ح ۵

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

۹۴– اے ایمان لانے والو! جب تم راہ خدا میں جہاد کرنے کے لیے سفر اختیار کرو تو دوست دشمن میں تمیز کرلو اور جو تمھیں سلام پیش کرے تو بلا توقف نہ کہنا کہ تو مومن نہیں ہے اگر تم دنیوی فائدہ چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بہت سا مال غنیمت ہے، آخر تم بھی تو پہلے اسی حال میں تھے اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا، لہٰذا چھان بین سے کام لو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

۹۴– يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ–

اے ایمان لانے والو! جب تم راہ خدا میں جہاد کے لیے سفر اختیار کرو۔

فَتَبَيَّنُوْا– تو بات کی وضاحت طلب کرلو، کافر اور مومن کے مابین فرق جان لو۔

اور ایک قرأت کے مطابق "فتثبّتوا" ہے یعنی توقف کرو اور تامّل کرو یہاں تک کہ تمھیں پتا چل جائے کہ کون قتل کا حق رکھتا ہے۔ یہ دونوں مفہوم ایک دوسرے کے نزدیک ہیں یعنی اپنے ظن کی بنیاد پر جو شخص اسلام ظاہر کرے اس کے قتل کرنے میں جلدی نہ کرو اس لیے کہ اس ظن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ–

اور جو شخص تمھیں سلام کرے اس کے بارے میں یہ مت کہو۔

اور لفظ سَلام کو سَلَم بھی پڑھا گیا ہے جس کے معنی اطاعت اور فرمانبرداری کے ہیں اور سلام کی تفسیر کرتے ہوئے اسے اسلام کا تحفہ بھی قرار دیا گیا ہے۔

تفسیر عیاشی میں سلام کی قرأت کو امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منسوب کیا گیا ہے۔ [1]

لَسْتَ مُؤْمِنًا–

کہ تو مومن نہیں ہے۔

تم نے ایسا اس لیے کیا کہ تمھیں قتل ہوجانے کا ڈر تھا۔

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۶۸، ح ۲۴۲

تَبۡتَغُوۡنَ عَرَضَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا –

تم دنیوی فائدہ چاہتے ہو، تم اس کا مال ہتھیانا چاہتے تھے جو مالِ دنیا ہے جلدی سے ختم ہو جانے والا ہے اور اسی بات نے تمہیں ابھارا ہے کہ جلدی کر رہے ہو اور غور و فکر کو ترک کر رہے ہو۔

فَعِنۡدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيۡرَةٌ –

اللہ کے پاس بہت سا مال غنیمت ہے تم اگر کسی کو صرف مال کے لیے قتل کر رہے ہو تو اسے قتل نہ کرو اللہ تمھیں اس کے بغیر بھی مستغنی کر دے گا۔

كَذٰلِكَ كُنۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ –

جب تم نے پہلے پہل اسلام قبول کیا تھا اور کلمۂ شہادت کو زبان پر جاری کیا تھا تو اس بات کو ملحوظ کیے بغیر کہ تمھارے دلوں اور زبانوں میں کتنی ہم آہنگی ہے صرف اس کلمے کی وجہ سے تمھاری جان اور مال کو تحفظ مل گیا تھا۔

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ –

تمھیں صاحب ایمان مشہور کر کے اور دین میں استقامت عطا کر کے اللہ نے تم پر بڑا کرم کیا۔

فَتَبَيَّنُوۡا – پس تم معلوم کر لو۔

جس طرح اللہ نے تمھارے ساتھ برتاو کیا ہے تم بھی ویسا ہی برتاو ان کے ساتھ روا رکھو جو لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں کہ ان لوگوں نے جان کے خوف اور ڈر سے ایمان قبول کیا ہے تم انھیں قتل کرنے میں جلدی نہ کرو۔

لفظ ''تبیّنوا'' اس آیت میں دوسری بار اس لیئے آیا تا کہ تاکیداً امر کی عظمت کا احساس دلایا جائے اور ان افراد کی دلی کیفیت سے آگاہ کر کے حکم اسلام بتا دیا جائے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا –

تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے اور اس کے مقصد سے واقف ہے تو دیکھو قتل کرنے میں ایک دم ٹوٹ نہ پڑو بلکہ اس میں احتیاط سے کام لو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آں حضرتؐ غزوۂ خیبر سے واپس آئے اور اسامہ بن زید کو ایک لشکر کے ساتھ کچھ یہودیوں کی جانب فدک کے قریب روانہ کیا تھا تا کہ انھیں اسلام کی دعوت دیں یہودیوں میں سے ایک شخص تھا جس کا نام مرداس بن نہیک فدکی تھا جو کسی دیہات کا باشندہ تھا جب اس نے یہ خبر سنی کہ رسول اللہ کا لشکر آ رہا ہے تو وہ اپنے مال اور اہل و عیال کو لے کر پہاڑ کے ایک گوشے میں چلا گیا اور کہنے لگا اَشۡهَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰهِ اسامہ بن زید کا وہاں سے گزر ہوا انھوں نے اسے تیر مار کر قتل کر ڈالا جب وہ واپس آئے تو انھوں نے رسول اللہؐ کو اس بات سے مطّلع کیا رسول اللہؐ نے ان سے کہا تم

نے ایک ایسے شخص کو قتل کر ڈالا جو اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دے رہا تھا تو اسامہ نے کہا یا رسول اللہؐ اس نے تو جان بچانے کے لیے ایسا کہا تھا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کیا تم نے اس کے دل کا پردہ ہٹا کے دیکھ لیا تھا اس کے بعد اسامہ نے قسم کھائی تھی کہ جو بھی اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ پڑھے اس سے جنگ نہیں کریں گے اسی وجہ سے انھوں نے امیرالمومنینؑ کے ساتھ جنگوں میں شرکت نہیں کی اور اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں نازل کیا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ الخ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ روایت اسامہ کے نفاق پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ اس نے دنیاوی زندگی کا فائدہ چاہا اور اس بارے میں نبی اکرمؐ کا قول کافی ہے نہ یہ کہ جو کچھ اس کے دل میں تھا جس کی وجہ سے وہ امیرالمومنینؑ کے ساتھ جنگوں میں شریک نہ ہوا اسے معلوم تھا کہ اللہ کا حکم اور نبیؐ کا فرمان یہ ہے کہ امامؑ کی اطاعت واجب ہے تو اس کے بعد اسامہ کے پاس جنگوں میں شریک نہ ہونے کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔

اور عامہ کی روایت ہے کہ مرداس نے کلمۂ شہادت کے ساتھ ساتھ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بھی کہا تھا اور اس سے السّلام کے قرأت کی تائید ہوتی ہے اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ سلام تحفۂ اسلام ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۴۹-۱۴۸

دوبارہ آں حضرتؐ پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی اور جب اس کیفیت سے باہر آئے تو فرمایا پڑھو غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ تو میں نے اس جملے کو آیت سے ملحق کر دیا جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یوں محسوس ہو رہا تھا گویا کہ میں بازوؤں کے شگاف سے آں حضرتؐ کو دیکھ رہا ہوں۔ ۱

وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ۔

اور اللہ کی راہ میں مال اور جانوں سے جہاد کرنے والے (برابر نہیں ہو سکتے) یہ بیٹھنے والوں کو ترغیب دلانے کے لیے کہا گیا ہے۔

فَضَّلَ اللّٰهُ............ دَرَجَةً ؕ۔

اللہ نے ان مجاہدین کو جو اپنے مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں، بیٹھ رہنے والوں پر برتری عطا کی ہے۔

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ۔

بیٹھ رہنے والے اور جہاد کرنے والے دونوں سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔

حُسنٰی سے مراد ہے بہترین ثواب اور یہ جنّت ہے ان کے بہترین عقیدے اور خلوص نیّت کی بنا پر اللہ نے ان سے اس کا وعدہ فرمایا ہے۔

تفسیر جوامع میں نبی اکرمؐ سے روایت ہے کہ تم لوگوں نے مدینے میں ایسی جماعت کو چھوڑا ہے کہ جب بھی تم سفر کر رہے تھے اور کسی وادی سے گزر رہے تھے وہ لوگ تمھارے ساتھ ساتھ تھے یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیّتیں درست ہیں اور وہ دیانت دار ہیں ان کے دل جہاد کی طرف مائل ہیں کسی عذر یا مجبوری کی بنا پر وہ اس سفرِ جہاد میں شامل نہ ہو سکے۔ ۲

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا۔

اور اللہ نے مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں کی بہ نسبت اجرِ عظیم سے نوازا ہے۔

۹۶- دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ۔

ان کے لیے اللہ کی جانب سے بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور رحمت ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجاہدین کو قاعدین پر ستّر درجہ فضیلت عطا کی ہے اور ہر درجے کے درمیان تیز رفتار گھوڑے سے ستّر سال کا فاصلہ ہے۔ ۳

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی فضیلت کو دوبارہ بیان کیا ہے اور اسے اجمالی اور تفصیلی دونوں انداز میں بیان کیا ہے تا کہ جہاد کی عظمت کو واضح کیا جائے اور لوگوں کی اس کی ترغیب دلائی جائے۔ ۴

---

(۱) عوالی اللآلی، ج ۲، ص ۹۹، ح ۲۷۲ (۲) جوامع الجامع، ج ۱، ص ۲۸۱

(۳) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۹۷ (۴) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۳۸

کہا گیا ہے کہ پہلی مرتبہ اس فضیلت کا تذکرہ ہے جسے اللہ نے دنیا میں عطا کیا ہے غنیمت کامیابی اور ذکر جمیل اور دوسری مرتبہ ان نعمتوں کو بتلایا ہے جو آخرت میں انھیں عطا کی جائیں گی۔

اور کہا گیا ہے 'درجۃ' کے معنیٰ ہیں اللہ کے نزدیک ان کی بلند منزلت، اور 'دَرَجات' سے مراد ہے جنّت میں ان کے مدارج اور مَنازِل۔

اور کہا گیا ہے کہ پہلے بیٹھنے والے معذور افراد ہیں اور دوسرے بیٹھنے والے وہ ہیں جنھیں اجازت دیدی گئی تھی کہ وہ جنگ میں شرکت نہ کریں فی الحال ان کی ضرورت نہیں۔

اور کہا گیا ہے کہ پہلے مجاہدین وہ ہیں جو کفار سے جہاد کرتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس سے جہاد کرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا

رَجَعْنَامِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ

ہم جہاد اصغر سے لوٹ کر جہاد اکبر کی طرف جارہے ہیں۔ (1)

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ احتمال ہے کہ اوّل سے مراد ایک قوم ہو اور اٰخر سے مراد دوسرے افراد ہوں اس لیئے کہ ایک مجاہد اور دوسرے مجاہد میں اتنا فرق ہوسکتا ہے جیسے زمین وآسمان میں ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔

اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور نہایت مہربان ہے ان میں جو لوگ کوتاہی کرتے ہیں انھیں معاف کردیتا ہے اور انھیں ثواب سے نواز کر مہربانی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

---

(1) انوار التنزیل، ج۱، ص ۲۳۹-۲۳۸

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰىہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ کُنۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا کُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُہَاجِرُوۡا فِیۡہَا ؕ فَاُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴿۹۷﴾

اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الۡوِلۡدَانِ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ حِیۡلَۃً وَّ لَا یَہۡتَدُوۡنَ سَبِیۡلًا ﴿۹۸﴾

فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰہُ اَنۡ یَّعۡفُوَ عَنۡہُمۡ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَفُوًّا غَفُوۡرًا ﴿۹۹﴾

۹۷- فرشتوں نے جب ان لوگوں کی روحیں قبض کیں جو اپنے نفوس پر ظلم ڈھا رہے تھے تو ان سے دریافت کیا تم کس حال میں تھے؟ انھوں نے جواب دیا ہم زمین میں کم زور بنا دیئے گئے تھے فرشتوں نے کہا کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم وہاں ہجرت کر کے چلے جاتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنّم ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

۹۸- ہاں جو مرد، عورتیں اور بچّے واقعی بے بس اور مجبور ہیں اور نکلنے کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی اور انھیں کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا۔

۹۹- بعید نہیں کہ اللہ ان کی خطاؤں کو معاف کر دے اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

۹۷- اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰىہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ-

اس آیت میں لفظ تَوَفّٰی ماضی اور مضارع دونوں معنیٰ میں آیا ہے یعنی فرشتوں نے جب ان کی روحیں قبض کیں یا روحیں قبض کر رہے تھے۔

ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ-

جب کہ وہ لوگ ہجرت نہ کر کے اور کفار کی حمایت کر کے اپنے نفسوں پر ظلم ڈھا رہے تھے۔

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اللہ تعالیٰ کے قول اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِہَا (۴۲، الزمر ۳۹) اور قُلۡ یَتَوَفّٰىکُمۡ مَّلَکُ الۡمَوۡتِ (۱۱، السجدہ ۳۲) اور تَوَفَّتۡہُ رُسُلُنَا (۶۱ الانعام ۶) اور اَلَّذِیۡنَ تَوَفّٰىہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ (۹۷، النساء ۴) کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کبھی موت انفس کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے تو کبھی فرشتۂ موت کی طرف، کبھی رسولوں کی طرف اور کبھی فرشتوں کی طرف تو امیر المومنینؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بات سے بلند و بالا ہے کہ قبض روح کی ذمّے داری خود قبول کر لے، اس کے فرشتوں اور رسولوں کا کام

بھی اللہ کا کام ہے، اس لیے کہ وہ لوگ اس کے حکم سے ہی وہ کام انجام دیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں سے اپنے مخلوقات کے درمیان پیغامبر اور ایلچی منتخب کیے ہیں اور یہ وہی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (۷۵، الحج ۲۲)

(اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے اپنے پیغمبروں کو منتخب کرتا ہے)

پس جو لوگ اطاعت گزار ہوتے ہیں ان کی روح قبض کرنے کی ذمّے داری فرشتۂ رحمت لیتا ہے اور جو لوگ گناہ گار ہوتے ہیں تو ان کی روح قبض کرنے کا کام فرشتۂ نقمت کے ذمّے ہوتا ہے اور ملک الموت کے لیے ملائکہ رحمت و ملائکہ نقمت میں سے اعوان و انصار ہوتے ہیں اور وہ ملک الموت کے حکم سے یہ کام انجام دیتے ہیں ان کا عمل درحقیقت ملک الموت کا عمل ہوتا ہے اور وہ جو کچھ کرتے ہیں وہ ملک الموت سے نسبت پاتا ہے پس جب ان کا عمل ملک الموت کا عمل قرار پاتا ہے تو ملک الموت کا عمل اللہ کا عمل ہے اس لیے کہ اللہ جس کے ذریعے سے چاہے نفوس کو وفات دیدے اور جس کے ہاتھ سے چاہے عطا کرے، یا روک لے ثواب دے یا عذاب نازل کرے نیز اس کے امانت داروں کا عمل بھی اللہ کا ہی عمل شمار ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (۳۰، الانسان ۷۶) [1]

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں سے کچھ فرشتوں کو ملک الموت کا مددگار بنایا ہے جو روح قبض کرتے ہیں جس طرح پولس کا افسر اپنے مددگاروں کو مختلف کاموں کے لیے روانہ کرتا ہے اسی طرح فرشتے ان لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں اور ملک الموت بھی ان فرشتوں کے ذریعے روح قبض کرنے میں شریک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ملک الموت کے ذریعے گویا اس کی روح قبض کرتا ہے۔ [2]

کتاب توحید میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السّلام سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے اپنے امور کو تدبیر کرتا ہے اور اپنی مخلوقات میں سے جسے چاہے اور جس پر چاہے مقرّر کردیتا ہے۔ جہاں تک ملک الموت کا سوال ہے تو اللہ اپنے مخصوصین میں سے جن پر چاہے اسے مقرّر کردیتا ہے اور فرشتوں میں سے پیغامبروں کو اپنے مخصوص بندوں میں ہے جن پر چاہے موکّل کردیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے اپنے امور کی تدبیر کرتا ہے ہر صاحب علم اس امر پر قدرت نہیں رکھتا کہ وہ ہر طرح کے علم کی لوگوں کے سامنے وضاحت کردے اس لیے کہ ان میں طاقت ور اور کم زور ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں کچھ افراد اس علم کے متحمّل ہوسکتے ہیں اور کچھ اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے مگر یہ کہ اللہ اس کو برداشت کرنے میں آسانی پیدا کردے اور اپنے خاص اولیا کے ذریعے اس بارے میں اس کی مدد کرے بس تمھارے لیے

---

(۱) الاحتجاج ا، ص ۳۶۴ (۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ا، ص ۸۲، ح ۳۷۱

اتنا کافی ہے کہ یہ جان لو کہ یقیناً اللہ زندہ کرتا ہے وہی موت سے ہمکنار کرتا ہے اور وہی اپنی مخلوقات میں سے ہر ایک کو جن فرشتوں کے ذریعہ چاہتا ہے وفات دے دیتا ہے۔ ۱

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس مسئلے کے بارے میں امام علیہ السّلام نے بہت اچھی وضاحت فرمائی ہے اس میں راز یہ ہے کہ نبات کی روح کو قبض کرنے والا، اسے وفات دینے والا اور اسے حیوانیت کے آسمان پر بلند کرنے والا وہ نفس ہے جو حیوان کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ ان ملائکہ کے اعوان میں سے ہے جو اذنِ خداوندی سے اس کام کے لیے مقرّر ہیں جو ان قوّتوں کو بہ روئے کار لاتے ہیں جو حسّاس اور محرّکہ ہیں اور اسی طرح حیوان کی روح کو قبض کرنے والا، اسے وفات دینے والا اور اسے درجۂ انسانیّت کے آسمان تک بلند کرنے والا وہ نفس ہے جو انسان کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ کلمۃ اللہ ہے جس کا نام روح القدس ہے جس کا کام نفوس کو قوت ہیولانیہ سے نکال کر امر خداوندی سے استفادہ کرتے ہوئے عقل کی طرف لے جانا ہے اور روحوں کو اللہ کی قربت اور عالم ملکوت اُخروی میں پہنچانا ہے۔ ملائکہ اور رُسل سے وہی مراد ہیں جہاں تک انسان کا بحیثیت انسان ہونے کے تعلق ہے تو اس کی روح کو ملک الموت قبض کرتے ہیں قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ (۱۱، السجدہ ۳۲) ۲ اب جو عقلی اعتبار سے صاحبِ رتبہ ہیں تو ان کی روح کو اللہ قبض کرتا ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ (۴۲، الزمر ۳۹) ۳ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (۵۵، آل عمران ۳) ۴ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (۱۱، المجادلہ ۵۸) ۵

قَالُوْا – ملائکہ ان سے بطور سرزنش دریافت کریں گے۔

فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ – دینی اعتبار سے تمھاری کیا حیثیت تھی۔

قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ –

تو وہ جواب دیں گے کہ مشرکین نے ہمیں ہماری زمین میں کم زور کر دیا تھا کیوں کہ وہ تعداد اور طاقت میں ہم سے زیادہ تھے اور انھیں جو سرزنش کی گئی تھی ان کی کم زوری، ان کے ہجرت نہ کرنے کی وجہ سے اور دین کا اظہار نہ کرنے اور کلمۂ خداوندی کو بلند نہ کرنے کے سبب تو وہ لوگ اس کی معذرت کر رہے تھے۔

قَالُوْۤا – تو فرشتوں نے ان کی باتوں کو جھٹلاتے ہوئے کہا۔

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ –

کیا اللہ کی زمین میں وسعت نہ تھی کہ تم وہاں ہجرت کر کے چلے جاتے اور ان سے جدا ہو جاتے جو تمھیں

---

(۱) التوحید ص ۲۶۸ ح ۵ (۲) آپ فرما دیجیے کہ ملک الموت تمھیں وفات دے گا۔

(۳) اللہ نفوس کو وفات دیتا ہے۔ (۴) اے عیسیٰ میں تمھاری مدّت حیات کو پورا کروں گا اور تمھیں اپنی جانب بلند کروں گا اور تمھیں کافروں سے پاک رکھوں گا۔

(۵) تم لوگوں میں جو صاحبان ایمان ہیں اور جنھیں علم دیا گیا ہے اللہ نے ان کے درجات کو بلند قرار دیا ہے۔

ایمان لانے سے روکتے ہیں جس طرح ان لوگوں نے کیا جو ہجرت کر کے مدینۂ منورہ اور حبشہ کی طرف چلے گئے۔

فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا-

یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنّم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت مکّۂ مکرّمہ کے ان باشندوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ جنھوں نے اسلام قبول کیا تھا لیکن ہجرت واجب ہو جانے کے بعد بھی ہجرت نہیں کی۔ ۱

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ لوگ قیس بن فاکھۃ بن مغیرہ، حارث بن زمعہ بن اسود، قیس بن ولید بن مغیرہ، ابوالعاص بن منبہ بن الحجاج اور علی بن امیہ بن خلف تھے۔ ۲

تفسیر قمّی میں ہے یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے امیر المومنینؑ کو چھوڑ دیا اور ان کے ساتھ شریک جنگ نہ ہوئے مرتے وقت فرشتوں نے ان سے کہا تم کس حال میں تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ یعنی ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ حق کس کے ساتھ ہے تو اللہ نے فرمایا

أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ یعنی اللہ کا دین اور اللہ کی کتاب وسعت رکھتی ہے اس میں غور کرو۔ ۳

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں اس لیے کہ پہلی روایت تفسیر ہے اور دوسری روایت تاویل ہے اور آیت دونوں پر مشتمل ہے۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا ہے استضعاف کا نام اس پر صادق نہیں آتا جس تک حجّتِ خداوندی پہنچی ہو، اسے کانوں نے سنا ہو اور دل نے اسے یاد رکھا ہو۔ ۴

کتاب کافی امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ان سے مستضعفین کے بارے میں سوال کیا گیا ۵ تو امام علیہ السّلام نے گھبرائے ہوئے فرد کے انداز میں فرمایا کیا تم نے کسی کو مستضعف چھوڑ دیا ہے اور مستضعفین ہیں کہاں؟ خدا کی قسم تمھارے عقیدے کو تو پردے میں رہنے والی لڑکیاں تک جانتی ہیں اور اس کے بارے میں سقے بھی مدینے کی گلیوں میں گفتگو کیا کرتے ہیں۔ ۶

علی بن سوید کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے ضُعَفا کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السّلام نے مجھے یہ تحریری جواب مرحمت فرمایا

---

(۱) انوار التنزیل، ج۱، ص ۲۳۹ (۲) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۹۹-۹۸ (۳) تفسیر قمی، ج۱، ص ۱۴۹

(۴) نہج البلاغہ، ص ۲۸۰ (۵) اکثر اصحاب کے نزدیک مستضعف وہ ہے جو امام کو نہ پہچانتا ہو اور انکار نہ کرتا ہو اور ویسی محبت کسی اور سے نہ کرتا ہو۔ ابن ادریس نے کہا کہ مستضعف وہ ہے جو مذاہب کے اختلاف سے واقف نہ ہو اور صاحبان حق سے ان کے عقیدے کی بنیاد پر بغض نہ رکھتا ہو پس مستضعف وہ ہوگا جو حق اور باطل کا علم نہ رکھتا ہو۔

(۶) الکافی، ج۲، ص ۴۰۴

اَلضَّعِيْفُ مَنْ لَمْ تُرْفَعْ اِلَيْهِ حُجَّةٌ وَلَمْ يَعْرِفِ الْاِخْتِلَافَ، فَاِذَا عَرَفَ الْاِخْتِلَافَ فَلَيْسَ بِمُسْتَضْعَفٍ

ناتواں وہ ہے جس تک حُجّت نہ پہنچی ہو اور وہ اختلاف کے بارے میں نہ جانتا ہو، اگر اختلاف کو سمجھتا ہو تو پھر وہ مستضعف نہیں ہے۔ ۱

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اس آیت سے یہ پتا چلتا ہے کہ ایسی جگہ سے ہجرت کرنا واجب ہے جہاں دینی امور انجام دینے پر انسان قدرت نہ رکھتا ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ جو شخص بھی دین کی خاطر زمین کے ایک حصّے سے دوسرے حصّے تک ہجرت کر کے جائے خواہ وہ ایک بالشت بھر ہی گیا ہو تو اس پر جنّت واجب ہے اور وہ شخص حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا رفیق ہوگا۔ ۲

۹۸ – اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ –

ہاں جو مرد عورتیں اور بچّے واقعی بے بس اور مجبور ہیں۔

اس آیت میں لفظ اِلَّا استثنا منقطع ہے اس لیے کہ اس کا سابقہ جملے سے کوئی تعلّق نہیں۔

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا –

اور نکلنے کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی اور کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی ایسی تدبیر نہیں ہے جس کے ذریعے وہ اپنے آپ سے کفر کو دور کر سکے اور نہ ہی اسے ایمان تک رسائی کا کوئی راستہ نظر آرہا ہے یعنی نہ تو وہ ایمان لا سکتا ہے اور نہ ہی کفر اختیار کر سکتا ہے۔

اور فرمایا کہ بچّوں مردوں اور عورتوں میں سے جن کی عقل بچّوں کی مانند ہو وہ بھی اس میں شامل ہیں۔ ۳

اور امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تمھاری عورتیں اور بچّے پھر فرمایا کیا تم نے امّ ایمن کو دیکھا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنّتی ہیں لیکن جس عقیدے پر تم ہو وہ ان کے علم میں نہ تھا۔ ۴

کتاب معانی اور تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے سابقہ حدیث سے ملتی جلتی روایت ملتی ہے اس روایت کے آخر میں ہے کہ "وہ لوگ مرفوع القلم ہیں۔" ۵

امام صادق علیہ السّلام سے لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا کے ذیل میں مروی ہے امام علیہ السّلام

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۴۰۶، ح ۱۱ (۲) جوامع الجامع، ج ۱، ص ۲۸۲، الکشاف، ج ۱، ص ۵۵۵

(۳) الکافی ج ۲، ص ۴۰۴، باب المستضعف (۴) الکافی، ج ۲، ص ۴۰۵

(۵) معانی الاخبار، ص ۲۰۱ و تفسیر العیّاشی، ج ۱، ص ۲۶۹، حدیث ۲۴۸

نے فرمایا کہ نہ تو ان کے پاس ایسی کوئی تدبیر ہے جس سے دشمنی پر باقی رہیں اور نہ ہی اہل حق کے راستے کی جانب ان کی ہدایت ہوتی ہے کہ اس پر گام زن ہو جائیں اس طرح کے افراد اپنے اعمال حسنہ اور جن امور سے اللہ نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کی بنیاد پر جنّت میں داخل ہوں گے لیکن انھیں نیکوکاروں کے مدارج نہیں ملیں گے۔ [1]

تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے مستضعفین کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ایسے غافل جو پردوں میں چھپے رہتے ہیں اور ایسا خادم جس سے تم کہو نماز پڑھو تو وہ نماز پڑھنے لگتا ہے تمھارے حکم کے سوا اس کو کچھ خبر نہیں اور ایسا مسافر جسے تمھاری بات کے سوا اور کچھ معلوم نہیں اور قریب المرگ بوڑھا اور بچہ۔ [2]

۹۹- فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا-

بعید نہیں کہ اللہ ان کی خطاؤں کو معاف کردے اس لیے کہ وہ بندوں کے گناہوں سے درگزر کرنے والا اور ان کے گناہوں پر پردہ ڈالنے والا ہے۔

(۱) معانی الاخبار ص ۲۰۱ ح ۵ (۲) تفسیر عیّاشی ج ۱ ص ۲۷۰ ح ۲۵۱

وَ مَنۡ یُّهَاجِرۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ یَجِدۡ فِی الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا کَثِیۡرًا وَّسَعَةً ؕ وَ مَنۡ یَّخۡرُجۡ مِنۡۢ بَیۡتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ ثُمَّ یُدۡرِکۡهُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۴

۱۰۰- اور جو بھی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو وہ زمین میں پناہ کے لیے وسیع جگہ اور بسر اوقات کے لیے بڑی گنجائش پائے گا، اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسولؐ کی طرف ہجرت کے لیے نکل کھڑا ہو، پھر راستہ ہی میں اسے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمّے ہے اور اللہ تو بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

۱۰۰- وَمَنۡ یُّهَاجِرۡ-

جو شخص مشرکین کو چھوڑ دے اور اپنے دین کی خاطر اپنے وطن سے بھاگ کر سرزمین اسلام تک آجائے۔

فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ-

اور اس کا یہ سفر اللہ کی راہ میں ہو دین کی خاطر ہو۔

یَجِدۡ فِی الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا کَثِیۡرًا-

تو وہ زمین میں پناہ کے لیے وسیع جگہ پائے گا۔

وَّسَعَةً ؕ-

اور اس کے رزق میں وسعت ہوگی اور اسے اظہار دین کی آزادی ملے گی اور اس طرح اس کی قوم والوں کی ذلّت کا سامان بھی مہیّا ہو جائے گا جنھوں نے اس کا جینا دوبھر کر دیا تھا۔

وَمَنۡ یَّخۡرُجۡ مِنۡۢ بَیۡتِهٖ.............غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا-

اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسولؐ کی طرف ہجرت کے لیے روانہ ہو، پھر راستے میں اسے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمّے ہے اور اللہ تو بخشنے والا اور مہربان ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ جب ہجرت والی آیت نازل ہوئی تو اسے مسلمانوں میں سے ایک شخص نے سنا جس کا نام جندع یا جندب بن ضَمرہ تھا اور وہ مکّے میں رہتا تھا اس نے کہا خدا کی قسم میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جنھیں اللہ نے ہجرت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے، میں اپنے اندر ہجرت کی طاقت پاتا ہوں اور مجھے راستہ بھی معلوم ہے اور وہ بہت شدید بیمار تھا اس نے اپنے بیٹوں سے کہا خدا کی قسم میں مکّے میں ایک شب بھی نہیں گزاروں گا جب تک میں یہاں سے نکل نہ جاؤں مجھے ڈر ہے کہ میری موت یہاں واقع نہ ہو جائے اسے

پالکی میں اٹھا کے مکّے سے روانہ ہوگئے جب مقام تنعیم پر پہنچے تو اس کا انتقال ہوگیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ ۱

تفسیر عیاّشی میں محمد بن ابی عمیر سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ زرارہ بن اعین نے اپنے بیٹے عبید کو مدینے کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر اور عبداللہ افطس کی خیریت معلوم کر کے آئیں قبل اس کے کہ ان کا بیٹا عُبید واپس آئے ان کا انتقال ہوگیا تو محمد بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن حکیم نے بیان کیا کہ میں نے امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام سے زرارہ کا ذکر کیا کہ اس نے اپنے بیٹے عبید کو مدینے روانہ کیا تھا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا مجھے یقین ہے کہ زرارہ ان لوگوں میں ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ .... اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۲

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۱۰۰ (۲) تفسیر عیاّشی، ج ۱، ص ۲۷۱-۲۷۰، ح ۲۵۳

وَ اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَلَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوۃِ ٭ۖ
اِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنَکُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ اِنَّ الۡکٰفِرِیۡنَ کَانُوۡا لَکُمۡ عَدُوًّا
مُّبِیۡنًا ﴿۱۰۱﴾
وَ اِذَا کُنۡتَ فِیۡہِمۡ فَاَقَمۡتَ لَہُمُ الصَّلٰوۃَ فَلۡتَقُمۡ طَآئِفَۃٌ مِّنۡہُمۡ مَّعَکَ
وَلۡیَاۡخُذُوۡۤا اَسۡلِحَتَہُمۡ ۟ فَاِذَا سَجَدُوۡا فَلۡیَکُوۡنُوۡا مِنۡ وَّرَآئِکُمۡ ۪ وَلۡتَاۡتِ
طَآئِفَۃٌ اُخۡرٰی لَمۡ یُصَلُّوۡا فَلۡیُصَلُّوۡا مَعَکَ وَ لۡیَاۡخُذُوۡا حِذۡرَہُمۡ
وَاَسۡلِحَتَہُمۡ ۚ وَدَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ تَغۡفُلُوۡنَ عَنۡ اَسۡلِحَتِکُمۡ وَ اَمۡتِعَتِکُمۡ
فَیَمِیۡلُوۡنَ عَلَیۡکُمۡ مَّیۡلَۃً وَّاحِدَۃً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیۡکُمۡ اِنۡ کَانَ بِکُمۡ اَذًی
مِّنۡ مَّطَرٍ اَوۡ کُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤی اَنۡ تَضَعُوۡۤا اَسۡلِحَتَکُمۡ ۚ وَخُذُوۡا حِذۡرَکُمۡ ؕ اِنَّ
اللّٰہَ اَعَدَّ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ﴿۱۰۲﴾

۱۰۱– اور جب تم سفر پر روانہ ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم نماز میں اختصار کرو خصوصاً جب کہ تمھیں یہ اندیشہ ہو کہ کافر تمھیں تنگ کریں گے، جو لوگ کافر ہیں وہ تمھارے کھلم کھلا دشمن ہیں۔

۱۰۲– اور اے نبیؐ جب آپ مجاہدین کے درمیان ہوں اور آپ نماز کی امامت فرما رہے ہوں تو ان کی ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز ادا کرے اور اپنے اسلحے کو ساتھ رکھے اس کے بعد جب یہ سجدہ کر چکیں تو یہ پیچھے چلے جائیں اور دوسرا گروہ جس نے نماز نہیں پڑھی وہ نماز میں شریک ہو جائے اور اپنا اسلحہ اور حفاظت کا سامان اپنے ساتھ رکھے، کفار کا منصوبہ یہ ہے کہ تم اپنے ساز و سامان اور اسلحے سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر یک بارگی حملہ کر دیں، البتہ اگر بارش یا بیماری کے سبب تم اسلحہ نہ اٹھا سکتے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے کہ اسلحہ رکھ دو، لیکن اپنی حفاظت کا سامان لیے رہو، بے شک اللہ نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

۱۰۱– وَ اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ۔

اور جب تم سفر پر روانہ ہو۔

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ -

تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ چور کعتی نماز کو آدھا کر دو یعنی دو رکعت کر کے پڑھو، جب اللہ تعالیٰ نے جہاد اور ہجرت کا حکم دیا تو نماز سفر اور نماز خوف کی بھی وضاحت فرمادی۔

کہا گیا: اس لیے کہ وہ لوگ پوری نمازیں پڑھنا چاہتے تھے اور یہ گمان تھا کہ کہیں ان کے دل میں یہ خیال نہ آجائے کہ اختصار ان کے لیے نقصان دہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے پابندی ہٹالی تاکہ نماز قصر پڑھنے کے بعد ان کے دلوں کو راحت ملے اور وہ مطمئن ہو جائیں۔ ۱

کتاب فقیہ ۲ اور تفسیر عیاشی میں زرارہ اور محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ ہم نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ آپ کا دوران سفر نماز کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کہ وہ کس طرح ادا کی جائے اور کتنی رکعتیں پڑھی جائیں؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا ارشاد رب العزت ہے وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ تو اس حکم کے تحت سفر کی حالت میں نماز قصر کرنا واجب ہے جیسے حالت حضر میں پوری نمازیں پڑھنا واجب قرار دیا گیا ہے پھر امام علیہ السّلام نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے ارشاد نہیں فرمایا ہے اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ (۱۵۸، بقرہ ۲) ۳

کیا تم دیکھتے نہیں کہ صفا و مروہ کے مابین طواف کرنا واجب ہے جسے فرض قرار دیا گیا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کیا اور نبی اکرمؐ نے اسے اپنے عمل سے پیش کیا اور خداوند عالم نے قرآن کریم میں اسے بیان فرمایا۔ زرارہ اور محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے دریافت کیا کہ اگر کسی نے سفر میں چار رکعتیں پڑھ لی ہیں کیا وہ اعادہ کرے گا یا نہیں تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اگر تم نے آیت قصر اس کے سامنے پڑھی اور اس کی تفسیر بیان کی اور اس کے باوجود اس نے چار رکعت پڑھی ہے تو وہ اعادہ کرے گا اور اگر اس کے سامنے آیت کی تلاوت نہیں ہوئی اور اس کے علم میں نہیں ہے تو وہ چور کعتی نماز کا اعادہ نہیں کرے گا اور تمام چور کعتی واجب نمازیں سفر میں دو رکعت پڑھی جائیں گی سوائے مغرب کے کہ وہ تین رکعت ہے اور اس میں کوئی قصر نہیں ہے آں حضرتؑ نے مغرب کی نماز کو سفر اور حضر دونوں میں تین رکعت ہی پڑھا ہے۔ ۴

کتاب فقیہ میں مزید یہ لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ذی خشب کی جانب سفر کیا جو مدینے سے ایک دن کے فاصلے پر ہے اور جو بیس میل ہے آں حضرتؐ نے نماز قصر پڑھی اور روزہ افطار کرلیا تو یہ سنت نبی قرار پایا اور جب آں حضرتؐ افطار کر رہے تھے اس وقت جن لوگوں نے روزہ باقی رکھا انھیں قیامت تک

---

(۱) تفسیر کشاف، ج۱، ص۵۵۸ – انوار التنزیل، ج۱، ص۲۴۰ (۲) من لایحضرہ الفقیہ، ج۱، ص۲۷۹-۲۷۸

(۳) صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے پس جو خانہ کعبہ میں حج یا عمرہ بجالائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف کرے۔ (۴) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۷۱، ح۲۵۴

کے لیے نافرمان قرار دیا اور ہم ان کی اولاد اوران کی اولاد کو آج تک پہنچانتے ہیں۔ [۱]

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا مسافر پر دو رکعتی نماز میں کوئی قصر نہیں ہے۔ [۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ کم از کم سفر جس کی وجہ سے نماز قصر ہوتی ہے وہ جانا اور آنا ملا کر آٹھ فرسخ ہے جیسا کہ معصومینؑ کی روایات سے مستفاد ہوتا ہے اور اکثر اصحاب سے یہ بات مخفی رہی یہاں تک کہ وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ مسافت صرف جانے کے لیے معتبر ہے ہم نے اس امر کی تحقیق اپنی کتاب الوافی میں کی ہے۔ [۳]

اِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنَكُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا۔

خصوصاً جب کہ تمھیں یہ اندیشہ ہو کہ کافر تمھیں آزمائش میں ڈالیں گے یعنی تمھاری جان اور ایمان دونوں کے لیے مصیبت ہو اور اس زمانے کے حالات کے اعتبار سے یہ شرط تھی، جب کہ قصر تو حالت امن میں بھی ثابت ہے۔

کتاب کافی اور فقیہ اور تہذیب میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ یہ آیت دو رکعتی نماز کے بارے میں ہے حالت خوف میں وہ ایک رکعت نماز پڑھ لے گا۔ [۴]

اِنَّ الۡكٰفِرِيۡنَ كَانُوۡا لَـكُمۡ عَدُوًّا مُّبِيۡنًا۔

بے شک کفار تمھارے کھلم کھلا دشمن ہیں۔

وَ اِذَا كُنۡتَ فِيۡهِمۡ۔

اور اے نبی جب آپ اپنے ان اصحاب کے ساتھ ہوں جو سفر کر رہے ہوں اور انھیں دشمنوں کا خوف ہو کہ وہ ان سے نبرد آزما ہوں گے۔

۱۰۲۔ فَاَقَمۡتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ۔

اور یہ کہ آپ نماز کی امامت فرما رہے ہوں۔

فَلۡتَقُمۡ طَآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ مَّعَكَ۔

تو آپ کے اصحاب میں سے ایک جماعت نماز کے لیے صف میں کھڑی ہو جائے۔

وَلۡيَاۡخُذُوۡۤا اَسۡلِحَتَهُمۡ فَاِذَا سَجَدُوۡا فَلۡيَكُوۡنُوۡا مِنۡ وَّرَآئِكُمۡ۔

اور اپنے اسلحے کو ساتھ رکھے اس کے بعد جب یہ سجدہ کر چکیں تو یہ پیچھے چلے جائیں اور تمھاری حفاظت کریں۔

وَلۡتَاۡتِ طَآئِفَةٌ اُخۡرٰى لَمۡ يُصَلُّوۡا فَلۡيُصَلُّوۡا مَعَكَ وَلۡيَاۡخُذُوۡا حِذۡرَهُمۡ وَاَسۡلِحَتَهُمۡ۔

اور دوسرا گروہ جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آپ کے ساتھ نماز میں شامل ہو جائے اور اپنا اسلحہ اور سامان حفاظت اپنے ساتھ رکھے، چوکنّا اور بیدار رہے۔

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۲۷۹–۲۷۸ (۲) مجمع البیان، ج ۳، ص ۱۰۱ (۳) الوافی، ج ۷، ص ۱۳۴–۱۳۳

(۴) الکافی، ج ۳، ص ۴۵۸ و من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۲۹۵ و تہذیب الاحکام، ج ۳، ص ۳۰۰

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً -

کفار کا منصوبہ یہ ہے کہ تم اپنے ساز وسامان اور اسلحے سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر یک بارگی حملہ کر دیں یعنی وہ یہ چاہتے ہیں کہ نماز پڑھتے وقت تم سے ذرا سی غفلت اور چوک ہو جائے تو وہ سب مل کر تم پر اچانک حملہ کر دیں، یہ جملہ وضاحت ہے اس بات کی کہ حالت نماز میں ہتھیار رکھنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ -

البتہ اگر بارش یا بیماری کے سبب تم اسلحہ نہ اٹھا سکتے ہو تو کوئی حرج نہیں کہ اسلحہ اتار کر رکھ دو لیکن اپنی حفاظت کا سامان لیے رہو۔

آیت کے اس حصے میں مجاہدین کو اجازت دی گئی ہے کہ بارش یا بیماری کی وجہ سے اگر اسلحے کا وزن اٹھانا باعث زحمت ہو تو اسے اتار کر رکھ سکتے ہو البتہ حفاظت کا سامان ہر وقت ساتھ رکھو تاکہ دشمن تمھیں نہتا پا کر حملہ نہ کر دے۔

اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا -

بے شک اللہ نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مکّہ جانے کے ارادے سے حدیبیہ کی جانب روانہ ہوئے، جب قریش تک یہ خبر پہنچی تو انھوں نے خالد بن ولید کو دو سو سواروں کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا سامنا کرنے کے لیے بھیجا وہ پہاڑ کے اوپر سے رسول اللہؐ کا مقابلہ کرنا چاہتا تھا ابھی وہ راستے میں تھا کہ اتنے میں نماز ظہر کا وقت آ گیا بلال نے اذان دی اور رسول اللہؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی خالد بن ولید نے اپنے ساتھیوں سے کہا اگر ہم ان پر اس وقت حملہ کریں جب وہ نماز پڑھ رہے ہوں تو ہم ان پر غالب آ سکتے ہیں اس لیے کہ وہ نماز نہیں توڑیں گے ابھی دوسری نماز کا وقت آیا جاتا ہے جو انھیں زیادہ محبوب اور آنکھوں کا نور ہے جب وہ نماز عصر شروع کریں گے تو ہم ان پر حملہ کر دیں گے تو اتنے میں جبرئیل علیہ السّلام اس آیت کے ذریعے نماز خوف کا پیغام لے کر آئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے اصحاب کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا ان میں سے کچھ لوگ دشمن کے مقابل میں کھڑے ہو گئے اور وہ اپنے ہتھیار اٹھائے ہوئے تھے اور ایک گروہ نے آں حضرتؐ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھی اس کے بعد وہ وہاں سے ہٹ گئے اور ان اصحاب کی جگہ لے لی اور جنھوں نے نماز نہیں پڑھی تھی انھوں نے دوسری رکعت میں رسول اللہؐ کے ساتھ اپنی پہلی رکعت ادا کی رسول اکرم بیٹھ گئے اور اصحاب نے کھڑے ہو کر دوسری رکعت خود ادا کی اور سلام پڑھ کر نماز ختم کر دی۔[1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۵۰

اصحاب کے ساتھ غزوۂ ذات الرّقاع ۱ میں نماز خوف پڑھی تھی آں حضرتؐ نے اصحاب کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا ایک گروہ دشمنوں کے مدّ مقابل کھڑا ہو گیا اور ایک جماعت آں حضرتؐ کے پیچھے نماز ادا کرنے لگی۔ آں حضرتؐ نے تکبیر کہی تو انھوں نے بھی تکبیر کہی آں حضرتؐ نے قرأت کی تو وہ لوگ خاموش رہے آں حضرتؐ نے رکوع کیا تو انھوں نے رکوع کیا آں حضرتؐ نے سجدہ کیا تو انھوں نے بھی سجدہ کیا اس کے بعد رسول اللہؐ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے اور ان لوگوں نے ایک رکعت نماز خود پڑھی پھر انھوں نے ایک دوسرے پر سلام کیا اس کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کے پاس چلے گئے اور دشمنوں کے مقابل میں کھڑے ہو گئے اب دوسرا گروہ آیا اور اس نے آں حضرتؐ کے پیچھے دوسری رکعت ادا کی آں حضرتؐ نے تشہد و سلام ادا کیا وہ لوگ کھڑے ہوئے اور انھوں نے دوسری رکعت فرادیٰ ادا کی اور پھر ایک دوسرے کو سلام کیا۔ ۲

امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے نماز خوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب امام نماز کے لیے کھڑا ہو تو ایک گروہ آ کر نماز میں شامل ہو جائے اور دوسرا گروہ دشمن کے مدّ مقابل رہے امام ان کو ایک رکعت نماز پڑھائے پھر وہ کھڑا ہو جائے اور وہ لوگ بھی اس کے ساتھ کھڑے ہو جائیں وہ کھڑا رہے اور یہ لوگ دوسری رکعت خوف بطور فرادیٰ پڑھ لیں پھر سلام پڑھ کر نماز ختم کر دیں وہ لوگ واپس جا کر اپنے ساتھیوں کی جگہ کھڑے ہو جائیں اور دوسرا گروہ آ کر امام کے پیچھے نماز کی دوسری رکعت میں شریک ہو جائے امام دوسری رکعت میں بیٹھ جائے اور وہ گروہ فرادیٰ اپنی دوسری رکعت مکمّل کر لے اس کے بعد امام السّلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے گا اور وہ لوگ واپس اپنے مورچوں پر چلے جائیں گے۔

امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا مغرب کی نماز میں بھی ایسا ہی کیا جائے گا، امام نماز کے لیے کھڑا ہو گا اور ایک گروہ آ کر ان کے پیچھے کھڑا ہو جائے گا امام انھیں ایک رکعت نماز پڑھائے گا پھر امام بھی کھڑا ہو گا اور لوگ بھی کھڑے ہوں گے امام نمازی کی مانند کھڑا رہے گا اور پوری جماعت اپنی دو رکعتیں فرادیٰ پڑھے گی اور تشہد و سلام کے بعد نماز ختم کر دے گی اب وہ لوگ واپس جا کر اپنے ساتھیوں کی جگہ لے لیں گے اور دوسرا گروہ آ کر امام کے پیچھے دوسری رکعت میں شامل ہو گا پھر وہ تشہد پڑھیں گے اور امام بھی کھڑا ہو گا اور وہ لوگ بھی کھڑے ہوں گے اور امام کے پیچھے اپنی دوسری رکعت پڑھیں گے اب امام بیٹھ جائے گا اور وہ لوگ کھڑے ہو کر اپنی تیسری رکعت مکمل کریں گے اس کے بعد امام کہے گا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه ۳

---

(۱) مشہور غزوہ جو نجد کی سرزمین میں غطفان کے مقام پر ۵ ھ میں واقع ہوا مرآۃ العقول، ج ۱۵، ص ۴۲۴

(۲) الکافی، ج ۳، ص ۴۵۶، باب صلاۃ الخوف، ح ۲ (۳) الکافی، ج ۳، ص ۴۵۵-۴۵۶، باب صلاۃ الخوف، ح ۱

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾

۱۰۳- پس جب تم نماز سے فارغ ہوجاؤ تو کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے خدا کو یاد کرتے رہو اور جب اطمینان نصیب ہوجائے تو پھر باقاعدہ نماز قائم کرو، بے شک نماز صاحبان ایمان کے لیے پابندی وقت کے ساتھ فرض قرار دی گئی ہے۔

۱۰۳- فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ-

پس جب تم نماز سے فارغ ہوکر دشمنوں سے مصروف جنگ ہوجاؤ۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ -

تو کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے خدا کو یاد کرتے رہو۔

یعنی اس عالم میں بھی اللہ سے دعا طلب کرتے رہو تاکہ وہ تمھیں دشمنوں پر غلبہ عطا کرے اور ان کے مقابلے میں تمھیں کامیابی سے ہمکنار کردے۔

جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ (۴۵، انفال ۸)

جب کسی گروہ سے تمھاری مڈبھیڑ ہوجائے تو ان کے مقابل میں ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ کامیابی حاصل کرسکو۔

فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ-

پس جب تمھیں اطمینان نصیب ہو یعنی تم اپنے وطن میں مستقر ہوجاؤ اور اپنے شہروں میں قیام کرلو۔

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ -

تو اس وقت تم پر لازم ہے کہ جن نمازوں کو حالتِ سفر، اور خوف کے وقت قصر پڑھنے اور اختصار کرنے کی اجازت دی گئی تھی انھیں پورے طور پر پڑھو اور ان کی حدود و قیود کو پورا کرو۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا-

بے شک نماز صاحبان ایمان پر پابندی وقت کے ساتھ فرض قرار دی گئی ہے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کِتابًا موقاتًا کے معنیٰ ہیں فرض قرار دی گئی ہے۔

اللہ کی مراد نماز کے وقت کا گزر جانا نہیں ہے اس لیے کہ اگر نماز کا وقت گزر گیا اور اس کے بعد نماز پڑھی ہے تو یہ نماز ادا نہیں کہلائے گی اگر ایسا ہوتا تو سلیمان بن داؤد ہلاکت میں پڑ جاتے جب انھوں نے نماز کو اس کے

مقرّرہ وقت پر ادا نہیں کیا لیکن جب انھیں یاد آیا انھوں نے فوراً نماز پڑھ لی۔ [1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مَوقُوتًا کے معنیٰ ہیں ثابتًا یعنی اس کو پابندی سے مسلسل ادا کرنا، وقتِ فضیلت سے اس کی تقدیم وتاخیر تمھارے لیے ضرر رساں نہیں ہے جب تک تم اس نماز کو ضائع نہ کردو اس لیے کہ ارشاد رب العزّت ہے

اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ﴿۵۹﴾ (۵۹، مریم ۱۹)

جنھوں نے نماز کو برباد کیا اور خواہشات کا اتباع کرلیا پس یہ عن قریب اپنی گمراہی سے جاملیں گے۔ [2]

---

(۱) الکافی، ج۳، ص۲۹۴، ح۱۰، باب من نام عن الصلوۃ اوسھی عنھا وتفسیر عیّاشی، ج۱، ص۲۷۳، ح۲۵۹

(۲) الکافی، ج۳، ص۲۷۰، باب من حافظ علی الصلوٰۃ، ح۱۳

وَ لَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا
تَاْلَمُوْنَ ۚ وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۵

۱۰۴- اور خبردار کفّار کا پیچھا کرنے میں سستی سے کام نہ لینا اگر تمھیں رنج پہنچتا ہے تو تمھاری طرح انھیں بھی تو رنج پہنچتا ہے اور تمھیں اللہ سے وہ امیدیں وابستہ ہیں جو انھیں حاصل نہیں ہیں اور اللہ ہر ایک کی نیّت سے باخبر اور صاحب حکمت ہے۔

۱۰۴- وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ-

اس قوم کا پیچھا کرنے میں سستی اور کم زوری نہ دکھاؤ جو اللہ کے دشمن ہیں اور تمھارے بھی دشمن ہیں۔

اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ-

اگر حملے کے سبب تمھیں ان کی جانب سے زخم پہنچا ہے۔

فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ-

تو تمھاری طرح وہ لوگ بھی زخمی ہوئے ہیں۔

وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ-

اظہار دین اور استحقاق ثواب کی وجہ سے تمھیں جو امیدیں اللہ سے وابستہ ہیں وہ تو انھیں حاصل نہیں ہیں، لہٰذا ان کی بہ نسبت ان سے جنگ و جدال کرنے کے تم زیادہ لائق اور مستحق ہو

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا-

اللہ مخلوقات کی مصلحتوں کو زیادہ بہتر طور سے جانتا ہے۔

حَكِيْمًا-

کہ ان کے لیے کون سی تدبیر مناسب ہوگی۔

تفسیر قمی میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب غزوۂ احد سے واپس ہوئے اور مدینۂ منوّرہ میں قدم رنجہ فرمایا تو جبریلؑ امین نازل ہوئے اور فرمایا اے محمدؐ اللہ حکم دیتا ہے کہ آپ قوم کا پیچھا کرنے کے لیے تشریف لے جائیں اور آپ کے ساتھ صرف وہ لوگ جائیں جنھوں نے غزوۂ احد میں زخم کھائے ہوں تو آں حضرتؐ نے منادی کرادی اے مہاجرو! اے انصارو! جس شخص کو بھی اس جنگ میں زخم لگا ہے اسے میرے ساتھ نکلنا ہے اور جس نے زخم نہیں کھایا ہے وہ ٹھہرا رہے۔ اس کے بعد لوگوں نے اپنے زخموں پر مرہم رکھنا شروع کر دیا اور علاج کرنے لگے تاکہ زخم مندمل ہو جائے اور انھیں آں حضرتؐ کے ساتھ جانا نہ پڑے تو اس

وقت اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ (۱۳۹، آل عمران ۳) ۱؎

اور فرمایا تبارک وتعالیٰ نے:

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ (الی قولہ) شُهَدَآءَ ؕ (۱۴۰، آل عمران ۳) ۲؎

تو اس کے بعد لوگ نکل کھڑے ہوئے باوجودیکہ وہ زخمی تھے اور ان کے جسم مجروح تھے۔ ۳؎

---

(۱) خبردار سستی نہ کرنا، مصائب پر غمگین نہ ہونا اگر تم صاحبان ایمان ہو تو کامیابی تمہارا مقدر رہے۔

(۲) اگر تمھیں کسی تکلیف نے چھولیا ہے تو اس جیسی تکلیف تو اس قوم کو بھی ہو چکی ہے اور ہم تو زمانے کو الٹتے پلٹتے رہتے ہیں تا کہ خدا صاحبان ایمان کو دیکھ لے اور تم میں سے بعض کو شہادت کی سعادت مل جائے۔ (اس آیت میں اشارہ ہے کہ کفار کو غزوۂ بدر میں تمھارے ہاتھوں تکلیف پہنچ چکی ہے)

(۳) تفسیر قمی ج ۱، ص ۱۲۴۔ ۱۲۵

إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتَٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ اللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ﴿۱۰۵﴾

وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۱۰۶﴾

۱۰۵–اے نبیؐ ہم نے یہ کتاب آپ کی جانب حق کے ساتھ نازل کی ہے تاکہ جو راہ راست اللہ نے آپ کو دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں، اور بد دیانت لوگوں کی جانب سے جھگڑنے والے نہ بنیں۔

۱۰۶–اور اللہ سے درگزر کی درخواست کریں، بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

۱۰۵– إِنَّآ أَنزَلْنَآ.................... بِمَآ أَرَىٰكَ–

أَرَىٰكَ کے معنیٰ ہیں اللہ نے آپ کو جس بات کا علم دیا ہے اور وحی کے ذریعے جن باتوں سے آپ کو آگاہ کیا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں سے براہ راست کسی کو کوئی امر تفویض نہیں کیا مگر یہ کہ رسول اللہ اور ائمہ کے سپرد کیا اور ان کے واسطے اور وسیلے سے مخلوقات کو ملا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتَٰبَ الخ اور یہ سلسلہ اوصیا میں جاری رہے گا۔ [۱]

کتاب احتجاج میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے ابوحنیفہ سے فرمایا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمھاری رائے اور تمھارا قیاس صحیح ہے جب کہ رسول اللہ کی رائے درست تھی اور اس کے علاوہ ہر رائے مبنی بر خطا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَرَىٰكَ اللَّهُ اے رسولؐ آپ ان کے درمیان میں اس کے مطابق فیصلہ کریں جو راہ راست اللہ نے آپ کو دکھائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آں حضرتؐ کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ نہیں کہا ہے۔ [۲]

وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا–

اور آپ بددیانت لوگوں کی خاطر اور ان کی مدافعت میں ان کی براءت کے لیے کسی سے جھگڑا مول نہ لیں۔

۱۰۶–وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ– آپ نے جس امر کا قصد کیا ہے اس سلسلے میں اللہ سے مغفرت طلب کریں۔

إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا– بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے جسے چاہے معاف کردے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ بنی ابیرق کے تین بھائی بشیر، مُبشّر اور بشر جن کا تعلّق گروہ انصار سے تھا اور وہ لوگ منافق تھے۔ انھوں نے قتادہ بن النعمان جو بدری صحابی تھے ان کے چچا کے گھر نقب لگائی اہل وعیال کے لیے جو کھانا پکایا گیا تھا وہ چرایا اور اس کے ساتھ ساتھ تلوار اور زرہ بھی لے گئے۔

(۱) الکافی، ج ۱، ص ۲۶۷–۲۶۸، ح ۸ (۲) الاحتجاج، ج ۲، ص ۱۱۷

قتادہ نے آں حضرتؐ سے اس بات کی شکایت کی اور کہا یا رسول اللہؐ کچھ لوگوں نے میرے چچا کے گھر نقب لگائی اور اہل وعیال کے لیے جو کھانا پکایا گیا تھا وہ اور اس کے ساتھ ساتھ زرہ بھی لے گئے وہ بہت برے لوگ ہیں۔
ان منافقین کے ساتھ مشورے میں ایک مرد مومن جس کا نام لبید بن سہل ہے وہ بھی شریک تھا۔ بنوابیرق نے قتادہ سے کہا یہ تو لبید بن سہل کا کام ہے جب یہ بات لبید کو پتہ چلی تو اس نے اپنی تلوار حمائل کی اور ان پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوگیا اور بنوابیرق سے کہا کیا تم مجھ پر چوری کا الزام لگاتے ہو جب کہ حقیقت میں چور تم ہو تم لوگ منافق ہو تم رسول اللہؐ کی ہجو کرتے ہو اور قریش پر اس کا الزام لگاتے ہو تم ابھی اسی وقت اس کی صفائی پیش کرو ورنہ میں اپنی تلوار کو تمھارے خون سے رنگین بنادوں گا۔ وہ لوگ اس کے گرد جمع ہوئے اور اس سے کہا تم پر خدا رحم کرے تم اس بات سے بری ہو۔ اس کے بعد بنوابیرق اپنے قبیلے کے ایک شخص کے پاس گئے جس کا نام اُسید بن عروہ تھا وہ سمجھدار اور طلیق اللسان تھا وہ ان کے ساتھ رسول اللہؐ کی خدمت میں گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہؐ قتادہ بن النعمان نے ہمارے خاندان کے لوگوں پر چوری کا الزام لگایا ہے جب کہ وہ لوگ شریف ہیں اور اچھے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ان لوگوں نے یہ کام انجام نہیں دیا ہے۔
رسول اللہؐ کو اس بات کا بہت دکھ ہوا، جب قتادہ آں حضرتؐ کی خدمت میں آیا تو رسول اکرمؐ نے اس سے کہا تم نے شریف اور اچھے خاندان کے لوگوں پر چوری کا الزام لگایا ہے اور قتادہ کی بہت زیادہ سرزنش کی قتادہ کو اس کا بہت ملال ہوا اور وہ اپنے چچا کے پاس آکر کہنے لگے اے کاش مجھے موت آجاتی اور رسول اکرمؐ سے میں یہ بات نہ کہتا جس کی وجہ سے رسول اکرمؐ نے مجھ سے یہ انداز تکلم اختیار کیا ہے۔ اس کے چچا نے کہا اللہ مددگار ہے تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الخ [1]
تفسیر مجمع البیان میں اسی سے ملتی جلتی روایت ہے فرمایا کہ بشیر کی کنیّت ابوطُعمہ تھی وہ شاعر تھا اور اصحاب رسولؐ کی ہجو کرتا تھا اور پھر ان اشعار کو کسی اور سے منسوب کر دیتا تھا۔ [2]
کتاب الجوامع میں ہے روایت بیان کی گئی ہے کہ ابوطُعمہ بن اُبیرق نے اپنے پڑوسی قتادہ بن النعمان کی زرہ چرالی اور اسے ایک یہودی کے پاس چھپادیا، اور وہ زرہ یہودی کے گھر سے برآمد کی گئی تو یہودی نے کہا یہ تو مجھے ابوطعمہ نے دی ہے۔ اس کے بعد بنوابیرق رسول کی خدمت میں آئے اور ان سے کہا کہ وہ ان کے آدمی کے لیے یہودی سے جدال کریں اور اگر ایسا نہ کیا تو یہ شخص مرجائے گا اور رسوا ہو جائے گا اور یہودی بری الذّمہ ہو جائے گا تو رسول اکرمؐ نے ارادہ کیا کہ ایسا کریں اور یہودی کو سزا دیں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [3]
اور اس مفہوم کی روایات عامّہ کی جانب سے مزید اضافے کے ساتھ موجود ہیں۔ [4]

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص ۱۵۱-۱۵۰ (۲) مجمع البیان، ج ۴-۳، ص ۱۰۵
(۳) جوامع الجامع، ج۱، ص ۲۸۶ (۴) انوار التنزیل، ج۱، ص ۲۴۲

وَ لَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا ۚ﴿۱۰۷﴾

یَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطًا ﴿۱۰۸﴾

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۫ فَمَنْ یُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَمْ مَّنْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۱۰۹﴾

۱۰۷–اور جو لوگ خود اپنے نفس سے خیانت کرتے ہیں آپ ان کی طرف سے دفاع مت کیجیے گا اس لیے کہ اللہ خیانت کار مجرموں کو ہرگز دوست نہیں رکھتا۔

۱۰۸–یہ لوگ انسانوں سے تو اپنی حرکات مخفی رکھ سکتے ہیں مگر خدا سے نہیں چھپا سکتے، وہ تو اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب یہ راتوں کو چھپ کر ناپسندیدہ باتوں کی سازش کرتے ہیں، اللہ ان کے سارے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

۱۰۹–ہاں تم نے ان مجرموں کی طرف سے دنیاوی زندگی میں تو جھگڑا کر لیا، مگر قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ سے کون جھگڑا کرے گا، آخر وہاں کون ان کا وکیل ہوگا۔

۱۰۷– وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ–

اس آیت میں معصیت کو خیانت نفس سے تعبیر کیا ہے جس طرح ظلم کو بھی نفس سے منسوب کیا ہے اس لیے کہ اس کا وبال نفس کی طرف لوٹتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا–

لفظ خوان مبالغہ ہے یعنی بہت زیادہ خیانت کرنے والا اور اس پر اصرار کرنے والا۔

اَثِیْمًا–خیانت میں مبتلا، گناہ گار۔

۱۰۸– یَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ–

شرم اور خوف کی وجہ سے لوگوں سے چھپاتے ہیں۔

وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ–

اور اللہ سے بالکل حیا نہیں کرتے حالاں کہ وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے اور اسی

کا خوف دل میں رکھا جائے۔

وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ-

جب وہ لوگ راتوں کو چھپ چھپ کر سازشیں اور تدبیریں کرتے ہیں تو اس وقت بھی اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ-

ناپسندیدہ باتوں کی یعنی بے گناہ پر الزام لگا کر۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہاں قول سے مراد فعل ہے قول کو فعل کی جگہ لایا گیا ہے۔[1]

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا-

اللہ ان کے سارے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے اس سے کوئی بات مخفی نہیں ہے۔

۱۰۹ – هٰاَنْتُمْ هٰؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ .... يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا-

ہاں تم نے ان مجرمین کی حمایت میں دنیاوی زندگی میں اگر کسی سے جھگڑا مول لے لیا تو یہ بتاؤ کہ قیامت کے دن عذاب خداوندی سے بچانے کے لیے کون ہے جو ان کی حمایت میں اللہ سے جھگڑا کرے گا۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۵۱

وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ یَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ ثُمَّ یَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۱۰﴾

وَ مَنۡ یَّكۡسِبۡ اِثۡمًا فَاِنَّمَا یَكۡسِبُهٗ عَلٰی نَفۡسِهٖ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیۡمًا حَكِیۡمًا ﴿۱۱۱﴾

وَ مَنۡ یَّكۡسِبۡ خَطِیۡٓـَٔةً اَوۡ اِثۡمًا ثُمَّ یَرۡمِ بِهٖ بَرِیۡٓــًٔا فَقَدِ احۡتَمَلَ بُهۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا ﴿۱۱۲﴾ ع

وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡكَ وَ رَحۡمَتُهٗ لَهَمَّتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ اَنۡ یُّضِلُّوۡكَ ؕ وَ مَا یُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَ مَا یَضُرُّوۡنَكَ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ وَ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡكَ عَظِیۡمًا ﴿۱۱۳﴾

۱۱۰-اور جو بھی کسی کے ساتھ برائی کرے گا یا اپنے نفس پر ظلم ڈھائے گا اس کے بعد اللہ سے مغفرت طلب کرے گا تو وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربان پائے گا۔

۱۱۱-اور جو بھی گناہ کماتا ہے تو اس کا وبال بھی خود اس کو پہنچتا ہے اور اللہ ہر بات سے باخبر اور صاحب حکمت ہے۔

۱۱۲-اور پھر کسی نے غلطی یا گناہ کرنے کے بعد اس کا الزام کسی بے گناہ پر ڈال دیا تو گویا اس نے بہت بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بار سمیٹ لیا۔

۱۱۳-اے نبیؐ اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت آپ کے شامل حال نہ ہوتی تو ایک گروہ نے آپ کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرلیا تھا حالاں کہ وہ خود اپنے آپ کو غلط فہمی میں مبتلا کر رہے تھے وہ آپ کو کسی قسم کی گزند نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت کو نازل کیا ہے اور آپ کو وہ کچھ سکھا دیا ہے جو آپ کے علم میں نہ تھا، اللہ نے آپ کو بڑے فضل سے نوازا ہے۔

۱۱۰-وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا-

اور جو بھی کسی دوسرے کے ساتھ برائی کا ارتکاب کرے۔

اَوۡ یَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ-

یا وہ صرف اپنے اوپر ظلم کرے اور اس کا ظلم دوسروں تک نہ پہنچے۔

ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ –

پھر وہ توبہ کر کے اللہ سے مغفرت طلب کرے۔

يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا –

تو وہ اللہ کو اپنے گناہوں کا معاف کرنے والا پائے گا۔

رَّحِيْمًا – اور اس کا رحم و کرم اس کے ساتھ ہوگا۔ امیر المومنین علیہ السّلام نے (نہج البلاغہ میں) فرمایا مَنْ اُعْطِيَ الْاِسْتِغْفَارَ لَمْ يُحْرَمِ الْمَغْفِرَةَ جسے طلب مغفرت کی توفیق دی گئی ہے اسے مغفرت اور بخشش سے محروم نہیں کیا گیا ہے۔ [1]

اس کے بعد امیر المومنین علیہ السّلام کے اس قول کی تشریح فرماتے ہوئے سیّد رضی علیہ الرحمہ نے کہا اس قول کی تائید قرآن کریم کی آیت وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا سے ہوتی ہے۔

۱۱۱ – وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ –

اور جو بھی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کا وبال بھی خود اس ہی کو پہنچتا ہے دوسروں تک اس کی برائی سرایت نہیں کرتی۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا –

اللہ تعالیٰ اس کے عمل سے باخبر اور اس کے عمل کا بدلہ دینے میں صاحب تدبیر ہے۔

۱۱۲ – وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً –

پس اگر کوئی شخص سہواً غلطی کا ارتکاب کرلے۔

اَوْ اِثْمًا – یا جان بوجھ کر گناہ کرے جیسا کہ "بشیر" نے کیا تھا۔

ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا –

اور اس کا الزام کسی بے گناہ پر ڈال دے جس طرح بشیر نے "لبید" یا یہودی کو مورد الزام ٹھہرایا۔

فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا –

تو گویا اس نے بے گناہ پر الزام لگا کر اور اپنے غلط کار نفس کو بچا کر بہت بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بار سمیٹ لیا ہے۔

۱۱۳ – وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ –

اے نبیؐ اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت آپ کے شامل حال نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعے ان منافقین کے بارے میں بتلا دیا۔

---

(۱) نہج البلاغہ، قول ۱۳۵

لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ—

تو ایک گروہ نے آپ کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ کہ آپ حق کے مطابق فیصلہ نہ کریں حالاں کہ انھیں صحیح بات کا علم تھا۔ اس آیت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ نے ان کے ارادے کو نہیں روکا بلکہ اس سے جو اثرات مرتب ہوئے انھیں ختم کردیا۔

وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ—

حالاں کہ وہ خود اپنے آپ کو غلط فہمی میں مبتلا کر رہے ہیں اس لیے کہ اس کا سارا وبال ان کے اوپر ہے۔

وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ—

وہ آپ کو کسی قسم کا گزند نہیں پہنچا سکتے ہیں۔

اس لیے کہ اللہ آپ کا ناصر محافظ اور مؤید (تائید کرنے والا) ہے۔ اور آپ کے دل میں جو خیال آیا تھا وہ محض ظاہری حالات پر بھروسا کرتے ہوئے تھا، کسی کی جانب جھکاؤ کی وجہ سے یہ فیصلہ نہ تھا۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ—

اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت کو نازل کیا ہے اور آپ کو وہ کچھ سکھا دیا ہے جو آپ کے علم میں نہ تھا یعنی تمام پوشیدہ امور سے آگاہ کردیا ہے۔

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا—

اللہ نے تو آپ کو بہت بڑے فضل سے نوازا ہے۔ اس لیے کہ نبوت سے بڑھ کر کون سا فضل ہوسکتا ہے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ بشیر کے گروہ کے کچھ افراد نے کہا کہ ہمارے ساتھ رسول اللہؐ کے پاس چلو ہم اپنے ساتھی کے بارے میں ان سے گفتگو کریں گے اور ان سے بے گناہی ثابت کریں گے کہ ہمارا ساتھی بے قصور ہے پس جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ" نازل کی تو بشیر کے قبیلے نے آکر کہا اے بشیر تم اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اپنے گناہ سے توبہ کرو امامؑ نے فرمایا جس نے قسم کھائی تھی کہ لبید کے علاوہ کسی اور نے چوری نہیں کی تو یہ آیت نازل ہوئی وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا اس کے بعد بشیر نے کفر اختیار کرلیا اور مکّے چلا گیا اور اللہ نے ان لوگوں کے لیے جو بشیر کو بے گناہ سمجھ رہے تھے اور اس کی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے آں حضرتؐ کی خدمت میں آئے تھے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ نازل فرمائی اور جب کہ بشیر مکّے میں تھا یہ آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی وَمَنْ يُّشَاقِقِ.........وَسَآءَتْ مَصِيْرًا [1]

---

(۱) تفسیر قمی جلد ۱، ص ۱۵۲

لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِ ؕ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۱۱۴﴾

وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع ۱۷ ۱۴

۱۱۴- لوگوں کی سرگوشیوں میں اکثر و بیشتر خیر کی بات نہیں ہوتی ہاں مگر کوئی پوشیدہ طور سے صدقہ و خیرات کے بارے میں تلقین کرے یا کسی نیک کام کے لیے یا لوگوں کے معاملات میں اصلاح کی خاطر کسی سے کچھ کہے، اگر یہ سارے کام رضائے الٰہی کے لیے ہوں گے تو عن قریب ہم اسے اجر عظیم عطا کریں گے۔

۱۱۵- اور جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنین کے راستے کے علاوہ کسی اور کے جادے کو اپنائے گا تو ہم اس کو اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے جہنّم میں جھونک دیں گے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

۱۱۴- لَا خَیْرَ .... اَجْرًا عَظِیْمًا-

معروف کے معنٰی ہیں عمدہ بات، اچھا حکم۔

اصلاح بین الناس کے معنٰی ہیں انسانوں کے درمیان رشتہ مودّت کو مستحکم کرنا۔

کتاب کافی، تفسیر عیّاشی اور قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ''معروف'' کا مفہوم ہے قرض۔[۱] امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر جاہ و منزلت کی زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے جس طرح ان چیزوں کی زکات فرض ہے جو تمھارے قبضے میں ہیں۔[۲]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کلام تین طرح کا ہوتا ہے، سچ جھوٹ اور لوگوں کے مابین اصلاح اور اصلاح کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ کسی شخص سے ایسی بات سنو جو اس تک پہنچی ہے اور تم اپنے دل میں اس شخص کو برا سمجھنے لگو اس کے بعد اس شخص سے تمھاری ملاقات ہو تو تم اس سے کہو میں نے فلاں شخص سے سنا ہے

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۳۴ و تفسیر عیّاشی، ج ۱، ص ۲۷۵ و الکافی، ج ۲، ص ۳۴۱ (۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۱۵۲

نوٹ از مترجم: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے کچھ نہ کچھ زکات مقرّر کی ہے جیسے علم کی زکات اسے دوسروں تک پہنچانا ہے اسی طرح جاہ و منزلت جو خداوند عالم نے عطا کی ہے اس کی زکات کی جانب اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

تمھارے بارے میں کلمۂ خیر کہہ رہا تھا اور جو کچھ تم نے سنا تھا اس کے خلاف بیان کرو۔ (۱)

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے وہ اپنے آباو اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا تین ایسے امور ہیں جہاں جھوٹ بولنے کی اجازت دی گئی ہے اور جھوٹ مستحسن ہے جنگی چال چلتے وقت، بیوی سے وعدہ کرتے ہوئے اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرانے کے لیے۔ (۲)

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ-

اور جو بھی ان تینوں امور میں سے کسی امر کو انجام دے گا یا اس کا حکم دے گا۔

ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا-

اللہ کی رضامندی کو حاصل کرنے کے لیے تو عن قریب ہم اسے بڑا اجر عطا کریں گے۔

۱۱۵ – وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ-

اور جو بھی رسول اللہ کی مخالفت کرے گا۔

مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى-

جب کہ اس پر حق واضح ہو چکا ہو۔

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ-

یعنی وہ مومنین جس سچّے دین کو قبول کیے ہوئے ہیں اس کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرے۔

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى-

تو اس نے گمراہی کا جو راستہ اپنا لیا ہے ہم اسے اس کا والی و وارث بنا دیں گے یعنی ہم اسے تنہا چھوڑ دیں گے اور اس کے اور اس کے اپنائے ہوئے راستے کے درمیان حائل نہ ہوں گے۔

وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا-

اور اسے جہنّم میں جھونک دیں گے جو بدترین ٹھکانا ہے۔ یہ آیت بشیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۳۴۱، ح ۱۶

(۲) الخصال ۸۷، ح ۲۰

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ
يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾
اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ۙ
لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ۙ
وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ
فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَ لِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ
خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ؕ
يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾
اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَ لَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾

وقف لازم

۱۱۶–اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کی ذات میں کسی کو شریک قرار دیا جائے اس کے سوا وہ سب کچھ معاف کرسکتا ہے جسے معاف کرنا چاہے۔ اور جس نے اللہ کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرایا تو وہ گمراہی میں بہت دور تک نکل گیا۔

۱۱۷–وہ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو معبود بناتے ہیں وہ درحقیقت باغی شیطان کی پرستش کر رہے ہیں۔

۱۱۸–جس پر اللہ نے لعنت بھیجی ہے، جس نے خدا سے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقرّرہ حصّہ لے کر رہوں گا۔

۱۱۹–میں انھیں بہکاؤں گا، انھیں امید دلاؤں گا، اور میں ان پر ایسا حکم چلاؤں گا کہ وہ جانوروں کے کان تک کاٹ ڈالیں گے اور میں انھیں حکم دوں گا تو وہ خدائی ساخت میں تبدیلی کے لیے تیار ہو جائیں گے اور جس نے بھی اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا سرپرست بنایا تو اس نے صریحی نقصان اٹھایا۔

۱۲۰–شیطان ان سے وعدے کرتا ہے اور انھیں سبز باغ دکھاتا ہے، اور شیطان کا وعدہ بجز فریب کے کچھ نہیں۔

۱۲۱–ان لوگوں کا ٹھکانا جہنّم ہے، اور یہ اس سے چھٹکارا نھیں پاسکتے۔

۱۱۶ – اِنَّ اللّٰهَ..........لِمَنْ يَّشَآءُ –

اس آیت کی تکرار یا تو تاکید کے لیے یا بشیر کے قصّے کی طرف اشارہ ہے۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ..........ضَلٰلًا بَعِيْدًا –

اور جس نے اللہ کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرایا وہ گمراہی میں حق سے بہت دور چلا گیا۔

۱۱۷ – اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ –

یہ مشرکین اللہ کو چھوڑ کر جنھیں پکارتے ہیں یا اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کرتے ہیں۔

اِلَّآ اِنٰثًا – یعنی لات، عُزّیٰ، منات، اُساف، اور نائلہ مؤنث بتوں کو پوجتے ہیں۔ ہر قبیلے کا ایک بت تھا وہ جس کی عبادت کیا کرتا تھا اور ان کا نام رکھتا تھا اُنثیٰ بنی فُلَانٍ فلاں خاندان کی عورت۔ ۱

تفسیر مجمع البیان میں تفسیر ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے فرمایا کہ ان میں سے ہر قبیلے کے پاس ایک شیطان عورت تھی جو کعبے کی خادمہ کی حیثیت سے پیش کی جاتی تھی اور ان سے ہم کلام ہوتی تھی یہ سب شیطان کی کارستانی تھی یہ وہی شیطان ہے اللہ نے جس کا ذکر کیا ہے اور جس پر لعنت بھیجی ہے۔ ۲

وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا –

بس یہ تو درحقیقت باغی شیطان کی عبادت کررہے ہیں جس نے انھیں ان بتوں کی عبادت کا حکم دیا ہے اور انھیں اس امر پر آمادہ کیا ہے اس کی اطاعت کرنا گویا اس کی عبادت ہے۔ مرید سے مراد ہے جو اطاعت سے نکل گیا ہو اور خیر سے اس کا کوئی رابطہ نہ ہو۔

۱۱۸ – لَّعَنَهُ اللّٰهُ –

اللہ نے اس پر لعنت بھیجی ہے یعنی اللہ نے اس کو خیر سے دور کر دیا ہے۔

وَ قَالَ – اور شیطان نے کہا۔

لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا –

میں تیرے بندوں میں سے ایک مقرّرہ حصّہ لے کر رہوں گا جو میرے لیے مقرّر ہے اور مجھ پر لازم قرار دیا گیا ہے۔ اس نے یہ بات دشمنی اور بغض کی وجہ سے کہی تھی۔

تفسیر مجمع البیان میں تفسیر ابی حمزہ ثمالی سے روایت ہے نبی اکرمؐ سے روایت ہے کہ اس آیت میں یہ ہے کہ اولاد آدمؑ میں سے ننانوے جہنّم میں جائیں گے صرف ایک جنّتی ہوگا۔ ۳

اور دوسری روایت میں ہے ہر ہزار افراد میں سے صرف ایک اللہ کا ہے اور باقی سب کے سب جہنّم میں

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۱۱۲، انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۴۴، اور تفسیر ابی السعود، ج ۲، ص ۲۳۳

(۲) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۱۱۳ (۳) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۱۱۳

جاننے والے اور ابلیس کے لیے ہیں۔ ۱

۱۱۹ – وَّلَاُضِلَّنَّهُمۡ۔

اور میں ان لوگوں کو بہکاؤں گا۔

وَلَاُمَنِّيَنَّهُمۡ۔

اور انھیں طرح طرح کی امیدیں دلاؤں گا جیسے طویل زندگی، اور یہ کہ نہ آخرت ہے اور نہ ہی عذاب ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الۡاَنۡعَامِ۔

کہا جاتا ہے کہ وہ جانوروں کے کان کو چاک کرڈالتے تھے جب وہ پانچ دفعہ بچہ پیدا کر چکے اور پانچواں "نر" ہو اور اپنے اوپر اس سے فائدہ حاصل کرنے کو حرام قرار دے دیتے تھے۔ ۲

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کانوں کو جڑ سے کاٹ ڈالتے تھے۔ ۳

وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ‌ؕ۔

اور میں انھیں حکم دوں گا تو وہ خدائی ساخت میں تبدیلی کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ "خلق اللہ" میں تبدیلی سے مراد دین خدا اور امر و نہی خداوندی کی تبدیلی ہے۔

اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے: فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا‌ ؕ لَا تَبۡدِيۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ‌ ؕ (۳۰، روم ۳۰) ۴

"یہ دین وہ فطرت الٰہی ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور خلقت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔"

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اور اس کی مزید تائید اللہ تعالیٰ کے قول جو فوراً اس کے بعد ہے ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ (۳۰، روم ۳۰) (یہی سیدھا اور مستحکم دین ہے) سے ہوتی ہے۔

اور ائمہ کی تفسیر کہ فطرۃ اللہ سے اسلام مراد ہے اور لَا تَبۡدِيۡلَ میں ہر قسم کی تبدیلی آجاتی ہے خواہ اس کا تعلّق صورت اور چہرے سے ہو یا سیرت اور کیفیت سے ہو جس میں اللہ کی رضامندی شامل نہ ہو جس طرح اس سانڈ کی آنکھیں پھوڑ دینا جو ان کے پاس زیادہ عرصہ رہ جائے اور اس پر سواری نہ کرنا، غلاموں کو خصّی کرنا، اور اس میں ناک کان اور اعضائے جسمانی کو کاٹنا بھی شامل ہے۔ اب اگر اس کی تفسیر دین اور امر خداوندی سے کی گئی ہے تو یہ اس تفسیر کے منافی نہیں ہے کیوں کہ یہ تمام باتیں اس میں داخل ہیں۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۱۱۳ (۲) الکشاف، ج ۱، ص ۵۶۶

(۳) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۱۱۳ (۴) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۱۱۳

وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

پس جو اللہ کی اطاعت پر شیطان کی اطاعت کو ترجیح دے کر اسے اپنا سرپرست بنا لے گا۔

فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا۔

تو وہ سراسر گھاٹے اور واضح نقصان میں رہے گا۔ اس کے لیے اس نے اپنی پونجی ضائع کر دی اور جنّت کی جگہ اس کا ٹھکانا جہنّم بن گیا۔

۱۲۰ – يَعِدُهُمْ۔ شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے جسے پورا نہیں کرتا۔

وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ– اور انھیں ایسی امیدیں دلاتا ہے جسے وہ پاتے نہیں۔

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۔

اور شیطان کا وعدہ محض فریب کے اور کچھ نہیں۔

وہ ظاہر کرتا ہے کہ انھیں فائدہ پہنچا رہا ہے مگر درحقیقت وہ نقصان پہنچاتا ہے۔

شیطان کا وعدہ فاسد خیالات کے ذریعے یا اس کے دوستوں کی زبانی لوگوں تک پہنچتا ہے۔

کتاب مجالس میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جب یہ آیت وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ نازل ہوئی تو ابلیس نے مکے کے ایک پہاڑ پر چڑھ کر جسے جبلِ ثور کہتے ہیں بلند آواز میں اپنے خبیث شیطانوں کا پکارا اور وہ سب اس کے پاس اکٹھا ہو گئے اور کہنے لگے اے ہمارے آقا ہمیں کیوں بلایا ہے تو اس نے کہا یہ آیت نازل ہوئی ہے اب تم میں سے کون ہے جو اس کا تدارک کرے تو شیطانوں میں سے ایک مکار دیو، یوں بولا میں اس کے لیے کافی ہوں یہ کروں گا اور یہ کروں گا ابلیس بولا تم اس کام کے لیے موزوں نہیں دوسرا کھڑا ہوا اور اس نے اپنا منصوبہ بتایا ابلیس نے اسے بھی مسترد کر دیا تو ''وَسْوَاسُ الْخَنَّاس'' کھڑا ہوا اور اس نے کہا میں اس کا توڑ جانتا ہوں تو ابلیس نے کہا تم کس طرح انھیں بہکاؤ گے تو اس نے جواب دیا میں ان سے وعدے کروں گا انھیں خواہشات اور تمناؤں کے جال میں پھنساؤں گا یہاں تک کہ یہ غلطیوں اور گناہوں میں پڑ جائیں گے اور جب ان سے غلطیاں سرزد ہو جائیں گی تو استغفار کو ان کے ذہنوں سے مٹا دوں گا تو ابلیس نے کہا تم اس کام کے لیے بہت مناسب ہو تو اس نے وسواس الخناس کو قیامت تک ان لوگوں کے پیچھے لگا دیا۔[1]

۱۲۱ – اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؗ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا۔

ان لوگوں کا ٹھکانا جہنّم ہے اور یہ اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتے۔

محیصاً کے معنیٰ ہیں نہ تو وہاں سے پلٹنے کا راستہ ہے اور نہ ہی جائے فرار ہے۔

---

(۱) الامالی للشیخ الصدوق، ص ۳۷۶، ح ۵، المجلس الحادی والسبعون

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾

وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾

۱۲۲– اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے انھیں ہم ایسی جنّتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ کا وعدہ سچّا ہے اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنی بات میں سچّا ہوگا۔

۱۲۳–کوئی کام نہ تمھاری امیدوں پر موقوف ہے اور نہ ہی اہل کتاب کی آرزوؤں پر بہرحال جو بھی برائی کا ارتکاب کرے گا اس کی سزا اسے ملے گی اور وہ اللہ کے علاوہ کسی کو بھی اپنا سرپرست اور مددگار نہ پائے گا۔

۱۲۴–اور جو نیک عمل بجالائے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو وہ لوگ یقیناً جنّت میں جائیں گے اور ان پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

---

۱۲۲ – وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا.......................مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا –

اس آیت میں مومنین کے لیے خوش خبری اور ایفائے وعدہ کی خبر ہے

۱۲۳ – لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ –

تفسیر قمی میں اس آیت کے ذیل میں فرمایا ہے۔

جیسا تم خواہش کرتے ہو یا اہل کتاب تمنّا کرتے ہیں فیصلہ اس کے مطابق نہیں ہوگا یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ تمھاری کارستانی کی بنیاد پر تم پر عذاب نہ کیا جائے۔ [1]

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ –

جو بھی برائی کا ارتکاب کرے گا اسے جلدی یا دیر میں اس کی سزا ملے گی کتاب عیون میں ہے کہ اسماعیل نے امام صادق علیہ السّلام سے کہا پدرِ گرامی ہم میں سے یا ہمارے دشمنوں میں سے جو گنہگار ہو اس کے بارے میں

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۵۳

آپ کیا فرماتے ہیں تو امام علیہ السّلام نے فرمایا لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے گریہ کیا اور ہم غمگین ہوئے اور ہم نے کہا یا رسول اللہؐ اس آیت نے تو ہمارے پاس کچھ نہیں چھوڑا تو آں حضرتؐ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ آیت تمھارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن تم کو بشارت ہو تم اپنے امور میں میانہ روی اختیار کرو اور سیدھی راہ پر چلتے رہو جب بھی تم پر کوئی مصیبت نازل ہوگی اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے تمھاری خطاؤں سے درگزر کرے گا یہاں تک کہ اگر پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو بھی اللہ اس کے بدلے میں غلطیوں کو معاف کردے گا۔ [۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ قَارِبُوا اور سَدِّدُوا کے معنیٰ ہیں کہ تم اپنے معاملات میں میانہ روی سے کام لو اور اپنے اعمال کے ذریعے بغیر غلو اور تقصیر کے استقامت اور راست روی طلب کرو۔

اس مفہوم سے متعلق اہل بیت علیہم السّلام سے بہت سی روایات ملتی ہیں۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب یہ آیت "مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ" نازل ہوئی تو اصحاب رسولؐ میں سے کچھ نے کہا کہ یہ آیت کتنی سخت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان سے کہا کیا تمھارے نفوس تمھارے اموال اور تمھاری ذرّیت کے بارے میں تمھیں امتحان میں نہیں ڈالا گیا انھوں نے کہا بے شک تو آں حضرتؐ نے فرمایا یہ وہ امور ہیں جن کے سبب اللہ تمھارے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھ دے گا اور ان کے ذریعے گناہوں کو مٹا دے گا۔ [۳]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے جب امر خداوندی جاری ہوتا ہے اور اللہ اپنے کسی بندے کو عزّت بخشنا چاہتا ہے اور وہ گناہ گار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو بیماری میں مبتلا کردیتا ہے۔ اور اگر ایسا نہیں کیا تو اسے کسی ضرورت میں مبتلا کردیتا ہے اور اگر ایسا بھی نہ ہو تو موت کے ہنگام اسے نزع کی تکلیف سے دُوچار کردیتا ہے تاکہ اس طرح اس کے گناہوں کا کچھ بدلہ دے دے۔

وَلَا يَجِدْ لَهٗ۔

اور وہ اپنے نفس کے لیے نہیں پائے گا۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا۔

اللہ کے علاوہ کوئی سرپرست اور نگہبان۔

---

(۱) عیون اخبار الرّضا، ج۲، ص۲۳۴، ح۵

(۲) مجمع البیان، ج۴-۳، ص۱۱۵

(۳) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۷۷، ح۲۷۸

وَّلَا نَصِيْرًا-

اور نہ ہی کوئی مددگار جو اس سے عذاب کو دور کر سکے۔

۱۲۴ - وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ-

اور جو لوگ نیک کاموں میں سے کچھ پر عمل پیرا ہوں گے۔

مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ-

خواہ وہ عمل کرنے والے مرد ہوں یا عورتیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ سب صاحبان ایمان ہوں، یقیناًوہ لوگ جنّت میں داخل ہوں گے۔

وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا-

ان پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا، یعنی ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

نَقِیر اس نقطے کو کہتے ہیں جو گٹھلی میں ہوتا ہے۔

وَ مَنۡ اَحۡسَنُ دِیۡنًا مِّمَّنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحۡسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبۡرٰهِیۡمَ خَلِیۡلًا ﴿۱۲۵﴾

۱۸ ع ۱۱ ۱۵ وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطًا ﴿۱۲۶﴾

۱۲۵–اس شخص سے بہتر کس کا دین ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا بھلائی کے کام کیے اور ادیان عالم سے منہ موڑ کر ملت ابراہیمی کا اتباع کیا اور اللہ نے تو ابراہیمؑ کو اپنا خلیل اور دوست بنایا ہے۔

۱۲۶–اور جو کچھ آسمان میں موجود ہے اور جو کچھ زمینوں میں پایا جاتا ہے وہ سب کا سب اللہ کا ہے اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

---

۱۲۵ – وَمَنۡ اَحۡسَنُ دِیۡنًا مِّمَّنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ–

اس شخص سے بہتر کس کا دین ہو سکتا ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ کے لیے مخلص کر لیا ہو اس کے سوا کسی اور کے سامنے سر نہ جھکاتا ہو۔

وَهُوَ مُحۡسِنٌ–

اور دوسروں پر احسان کرنے والا بھی ہو۔

حدیث پیغمبر اکرمؐ میں ہے:

اَلۡاِحۡسَانُ اَنۡ تَعۡبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنۡ لَمۡ تَکُنۡ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاكَ

احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح انجام دو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو تو یہ یقین رکھو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔[1]

وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ–

اور اس نے ملت ابراہیمی کا اتباع کیا جو درحقیقت دین اسلام ہے اور اس کو اس کے درست ہونے پر اتفاق ہے اتباع کا مفہوم ہے کہ ان کے لائے ہوئے دین، ان کی سیرت اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا۔

حَنِیۡفًا ؕ– تمام ادیان کو چھوڑ کر یکسو ہو کر۔

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبۡرٰهِیۡمَ خَلِیۡلًا–

اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو چنا اور خلّت کی کرامت سے انھیں سرفراز فرمایا۔

کتاب کافی میں امام محمد باقر علیہ السّلام اور امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

---

(۱) مجمع البیان ج ۳۔ ۴ ص ۱۱۶

ابراہیمؑ کو عبد بنایا قبل اس کے کہ نبی بنائے اور نبی بنایا قبل اس کے کہ رسول بنائے اور رسول بنایا قبل اس کے کہ خلیل بنائے اور خلیل بنایا قبل اس کے کہ امام بنائے۔ ۱؎

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السّلام کو منصبِ خلّت سے نوازا تو انھیں اس کی بشارت دینے کے لیے ایک فرشتے کو بھیجا، فرشتۂ موت ایک خوب صورت جوان کی صورت میں آیا وہ سفید پوشاک پہنے ہوئے تھا اس کے سر سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے جب ابراہیمؑ گھر میں داخل ہوئے تو اس نے گھر کے باہر آ کر ان کا استقبال کیا، ابراہیمؑ غیرت مند انسان تھے جب بھی کسی ضرورت سے گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو دروازہ بند کر کے کنجی اپنے پاس رکھتے تھے جب وہ واپس آئے اور انھوں نے دروازہ کھولا تو کیا دیکھا کہ ایک خوبصورت شخص وہاں کھڑا ہوا ہے آپ نے اس کا ہاتھ تھاما اور فرمایا اے اللہ کے بندے تمھیں میرے گھر میں کس نے آنے دیا تو اس نے جواب دیا اس کے مالک نے مجھے داخل ہونے کی اجازت دی ہے تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اس کا مالک مجھ سے زیادہ اس پر تصرّف کا حق رکھتا ہے آپ کون ہیں؟ تو اس نے جواب دیا میں فرشتۂ موت ہوں ابراہیمؑ ذرا گھبرائے اور فرمایا کہ کیا تم میری روح قبض کرنے آئے ہو تو اس نے کہا نہیں! اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اپنا خلیل بنایا ہے میں اسے مبارکباد دینے آیا ہوں تو ابراہیمؑ نے دریافت کیا وہ کون خوش نصیب ہے مجھے بتاؤ تاکہ میں مرتے دم تک اس کی خدمت کرتا رہوں تو فرشتے نے جواب دیا خلیل اللہ تو آپ ہیں اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ سارہ کے پاس آئے اور ان سے کہا اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ اِتَّخَذَنِیْ خَلِیْلاً اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل اور دوست بنا لیا ہے۔ ۲؎

کتاب کافی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام بہت مہمان نواز (ابوالاضیاف) تھے اور اگر کوئی مہمان نہیں آتا تھا تو اس کی تلاش میں روانہ ہو جاتے تھے ایک دن وہ دروازہ بند کر کے اور کنجی لے کر مہمان کی تلاش میں روانہ ہو گئے جب گھر واپس آئے تو کیا دیکھا ایک شخص جو بظاہر انسانوں سے مشابہ تھا گھر میں موجود ہے تو حضرت ابراہیمؑ نے اس سے دریافت کیا اے خدا کے بندے تم کس کی اجازت سے اس گھر میں داخل ہوئے تو اس نے جواب دیا میں اس گھر کے مالک کی اجازت سے گھر میں آیا اور اس نے تین مرتبہ یہ لفظ دہرائے تو ابراہیم علیہ السّلام نے پہچان لیا کہ یہ جبرئیلؑ ہیں۔ جبرئیلؑ نے حمد باری عزاسمہ بیان کی اور اس کے بعد کہا کہ آپ کے رب نے مجھے اپنے بندوں میں سے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جسے اس نے اپنا خلیل بنا لیا ہے تو ابراہیم علیہ السّلام نے جبرئیلؑ امین سے کہا مجھے بتاؤ تو وہ کون ہے تاکہ میں مرتے دم تک اس کی خدمت کرتا رہوں جبرئیلؑ نے جواب دیا وہ تو آپ ہیں ابراہیمؑ نے کہا کہ یہ کیوں کر ہوا؟

جبرئیلؑ نے کہا اس لیے کہ آپ نے آج تک نہ کسی سے کچھ سوال کیا ہے اور نہ ہی کسی سے کوئی شے طلب کی

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۱۷۵ ح ۲ (۲) الکافی، ج ۸، ص ۳۹۲، حدیث ۵۸۹ تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۷۸–۲۷۷، حدیث ۲۸۰

ہے میں نے کہا بے شک ایسا ہی ہے۔ [۱]

تفسیر قمی میں میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ابراہیمؑ وہ پہلے شخص ہیں جن کے لیے ریت آٹا بن گئی واقعہ اس طرح ہے کہ مصر میں ان کا ایک دوست تھا آپ اس کے پاس گئے تا کہ اناج ادھار لے لیں اسے گھر پر موجود نہ پایا تو انھیں برا محسوس ہوا کہ گدھا خالی واپس لے آئیں انھوں نے بوری میں ریت بھر لی اور جب گھر میں آئے تو شرم کی وجہ سے حضرت سارہ کا سامنا کرنے سے گھبرائے اور آ کر سو گئے سارہ نے جب بوری کھولی تو دیکھا کہ اس میں نہایت نفیس آٹا موجود ہے۔ حضرت سارہ نے روٹیاں پکائیں اور ابراہیمؑ کے پاس نہایت عمدہ غذا لے کر آئیں ابراہیمؑ نے کہا یہ روٹیاں کہاں سے آئیں سارہ نے فرمایا اس آٹے سے جو آپ اپنے مصری دوست سے لے کر آئے ہیں تو ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا وہ میرا خلیل تو ہے پر مصری نہیں ہے اسی وجہ سے اللہ نے انھیں خُلت سے سرفراز فرمایا، حضرت ابراہیمؑ نے شکر رب ادا کیا، حمد خدا بجالائے اور کھانا تناول فرمایا۔ [۲]

کتاب احتجاج میں نبی اکرمؐ سے ایک روایت ہے کہ ہمارا یہ کہنا کہ ابراہیمؑ خلیل اللہ ہیں، اس کی حقیقت یہ ہے کہ لفظ خلیل خُلّت سے مشتق ہے اور خلّت کے معنیٰ ہیں فقر و فاقہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام اپنے رب کے فقیر تھے اور صرف اسی کی طرف رجوع کیا تھا۔ اور غیر اللہ سے اپنے کو الگ کر لیا تھا، جدا ہو گئے تھے اور مستغنی ہو گئے تھے، واقعہ یہ ہے کہ جب انھیں آگ میں ڈالنے کے لیے منجنیق سے پھینکا گیا تو اللہ نے جبرئیلؑ کو پیغام دیا کہ جاؤ اور میرے بندے کی مدد کرو جبرئیلؑ آئے اور ہوا میں ان سے ملے اور کہا فرمایئے میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں اللہ نے مجھے آپ کی مدد کے لیے بھیجا ہے تو ابراہیمؑ نے فرمایا حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ میرے لیے خدا کافی ہے اور وہی بہترین محافظ ہے میں اس کے سوا کسی اور سے سوال نہیں کرتا اور اس کے علاوہ میرا کوئی اور حاجت روا نہیں تو اللہ نے ان کا نام خلیل رکھ دیا یعنی اللہ کا فقیر اور اس کا محتاج اور دوسروں سے کٹ کر صرف اللہ کی طرف رجوع کرنے والا۔

آں حضرتؐ نے فرمایا اسی مفہوم میں خلت سے خلیل اللہ بنایا اور ابراہیمؑ خلّت کے مفہوم سے آشنا اور اس کے اسرار سے باخبر تھے اور کوئی دوسرا اس راز کو نہ جانتا تھا تو خلیل کا مفہوم یہ ہوگا کہ خداوند عالم اس کے امور سے آگاہ ہے اور اس طرح اللہ کی تشبیہ مخلوقات سے لازم نہیں آتی کیا تم دیکھتے نہیں جب تک وہ سب سے کٹ کر صرف اللہ کے نہ ہو گئے تو خلیل نہیں بنے اور اگر اس کے اسرار سے آشنا نہ ہوتے تو وہ درجۂ خلّت پر فائز نہ ہوتے۔ [۳]

کتابِ عیون میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اس لیے خلیل اللہ بنایا کہ کسی کے پاس اپنی حاجتیں لے کر نہیں آئے اور اللہ کے علاوہ کسی اور کے سامنے سوال کے لیے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ [۴]

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۴۰ حدیث ۶، باب معرفۃ الجود والسّخاء (۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۵۳

(۳) الاحتجاج، ج ۱، ص ۱۹ (۴) عیون اخبار الرّضا، ج ۲، ص ۷۶، حدیث ۴، باب ۳۲

کتاب علل میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ اس لیے بنایا گیا کہ وہ زمین پر نہایت کثرت کے ساتھ سجدے کیا کرتے تھے۔ [1]

امام ہادی علیہ السّلام سے روایت ہے کہ وہ کثرت کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور ان کے اہلبیتؑ پر درود بھیجا کرتے تھے۔ [2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت ہے اس لیے کہ وہ کھانا کھلایا کرتے تھے اور جب سب لوگ سوئے رہتے تھے اس وقت نماز شب ادا فرمایا کرتے تھے۔ [3]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ان تمام احادیث میں کوئی تضاد نہیں ہے اس لیے کہ ان سب میں جو بات مشترک ہے وہ خالصۃً اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے اور اللہ کے علاوہ ہر ایک سے استغنا (بے پروائی) ہے اور یہی سبب ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو خلّت کے درجے پر فائز کیا ہے۔

بعض روایات میں جو بیان ہوا ہے وہ اسی مفہوم کی وضاحت کرتا ہے کہ فرشتوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ ہمارے پروردگار نے جسے نطفے سے خلق کیا اسے خلّت کے درجے پر فائز کیا اور اسے وسیع اور ملک عظیم عطا فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر وحی کی کہ تم میں جو سب سے بڑا زاہد اور سردار ہے اس کے پاس جاؤ تو وہ سب متفق ہو کر حضرت جبرئیلؑ اور حضرت میکائیلؑ کے پاس آئے اور وہ دونوں ابراہیم علیہ السّلام کے پاس اس وقت آئے جب انھوں نے اپنی بھیڑ بکریوں کو جمع کیا تھا اور ابراہیمؑ کے پاس چار ہزار چرواہے تھے اور چار ہزار کتّے تھے اور ہر کتّے کی گردن میں طلائے سرخ کا دو پونڈ وزنی طوق تھا، اور چار ہزار دودھ دینے والی بھیڑ بکریاں تھیں اور اللہ کے کرم سے بہت زیادہ اونٹ اور گھوڑے تھے دونوں فرشتے ریوڑ کے دونوں طرف کھڑے ہوگئے ان میں سے ایک نے نہایت خوب صورت آواز میں کہا سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ تو دوسرے نے جواب دیا رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ حضرت ابراہیمؑ نے ان سے کہا تم اس جملے کو دہراؤ میں تمھیں اپنا نصف مال دے دوں گا پھر فرمایا ان جملوں کا اعادہ کرو تمھارے لیے میرا مال میری اولاد اور میرا جسم حاضر ہے تو آسمان کے فرشتے پکار اٹھے اس کا نام کرم ہے اسے کرم کہتے ہیں تو انھوں نے سنا کہ ایک منادی عرش سے صدا دے رہا تھا اَلْخَلِیْلُ مُوَافِقٌ لِخَلِیْلِهٖ دوست وہی ہے جو دوست سے ہم آہنگ ہو۔ [4]

۱۲۶ – وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط –

ہر چیز تخلیق، امر اور ملکیت کے اعتبار سے اللہ کی ہے اور وہ تمام مخلوقات سے مستغنی اور بے پروا ہے اور جملہ مخلوقات اس کی محتاج ہیں۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا –

اللہ علم وقدرت کی بنیاد پر ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

---

(۱) و (۲) علل الشرائع ص ۳۴ (۳) علل الشرائع ص ۳۴ (۴) تفسیر روح البیان شیخ اسماعیل حقی ج ۲ ص ۲۹۳

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ۖ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۖ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۖ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۖ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۖ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَ لَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۖ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۖ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

۱۲۷- اے پیغمبر یہ لوگ آپ سے عورتوں کے معاملے میں حکم خدا دریافت کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تمھیں ان کے بارے میں احکامات سے آگاہ کرتا ہے اوراس کے ساتھ وہ احکام بھی یاد دلاتا ہے جو اس کتاب میں سنائے جارہے ہیں جو ان یتیم لڑکیوں سے متعلّق ہیں جن کا حق تم ادا نہیں کرتے ہو اور جن سے نکاح کرنے کی تم خواہش رکھتے ہو اوران بچّوں کے بارے میں جو کم زور ہیں، اور یہ کہ تم یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو، اورتم جو بھی کار خیر انجام دوگے وہ اللہ سے پوشیدہ نہیں رہے گا۔

۱۲۸- جب کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رخی کا خطرہ ہوتو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ کسی طرح آپس میں صلح کرلیں اس لیے کہ صلح میں ہی بہتری ہے ہر نفس برتری جتانے کے لیے تیّار رہتا ہے لیکن اگر تم احسان سے پیش آؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو یقین رکھو کہ اللہ تمھاری اس کارکردگی سے بے خبر نہ ہوگا۔

۱۲۹- تم اپنی چاہت کے باوجود بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل نہیں کرسکتے لیکن ایک طرف بالکل نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو اُدھر، یعنی معلّق چھوڑ دو اگر معاملات کو درست رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ بخشنے

والا اور مہربان ہے۔

۱۳۰-لیکن اگر زوجین ایک دوسرے سے الگ ہونا چاہیں تو اللہ اپنی قدرت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کردے گا اللہ کے دامن قدرت میں بہت وسعت ہے اور وہ بڑا صاحب حکمت ہے۔

---

۱۲۷ – وَيَسْتَفْتُونَكَ – اے رسولؐ یہ آپ سے فتویٰ مانگ رہے ہیں یعنی حکم کی وضاحت کے طلب گار ہیں۔

فِي النِّسَاءِ – عورتوں کی میراث کے بارے میں۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عورتوں کی وراثت کے بارے میں سوال کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کرکے بتایا کہ ان کا چوتھا اور آٹھواں حصّہ ہے۔ ؎۱

قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ –

اے پیغمبر آپ ان سے فرمادیجیے کہ تم لوگوں نے عورتوں کے بارے میں جو سوال کیا ہے اللہ تمھارے لیے اس کی وضاحت کررہا ہے۔

وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ –

اور اس کے ساتھ ساتھ وہ احکام بھی یاد دلاتا ہے جو اس کتاب میں سنائے جارہے ہیں۔ قرآن جس کے بارے میں تمھیں بتلارہا ہے۔

فِيْ يَتٰمَى النِّسَاءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ –

جو ان یتیم لڑکیوں سے متعلّق ہیں تم جن کا حق ادا نہیں کرتے ہو۔

مَا كُتِبَ لَهُنَّ –

کہ اُن کی میراث واجب قرار دی گئی ہے۔ جاہلیت کے لوگ بچّوں اور عورتوں کو وارث نہیں بناتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ صرف اسی کو وراثت میں حصّہ ملے گا جو قتال کرے اور عورتوں کی طرف سے دفاع کرے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے وراثت سے متعلّق آیتیں نازل فرمائیں جو سورہ کے آغاز میں ہیں اور لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ کا یہی مفہوم ہے جیسا کہ تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے۔ ؎۲

تفسیر قمی میں مزید یہ ہے کہ وہ لوگ اس بات کو اپنے مذہب کے اعتبار سے اچھا تصور کرتے تھے پس جب اللہ تعالیٰ نے وراثت کے حصّے متعیّن فرمادیئے تو انھیں اس کا بہت قلق ہوا انھوں نے طے کیا کہ وہ رسول اللہؐ کے پاس جاکر اس کا مطالبہ کریں گے ہوسکتا ہے وہ اسے ختم کردیں یا اس میں کوئی تبدیلی کردیں تو وہ رسول اکرمؐ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ باپ یا بھائی نے جو کچھ ترکہ چھوڑا ہے اس میں سے لڑکی کو نصف ملے گا اور چھوٹے بچّے کو بھی وراثت میں سے حصّہ ملے گا جب کہ ان میں سے کوئی بھی نہ تو گھوڑے پر سوار ہوا ہے اور نہ اس نے مال

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۵۴ (۲) مجمع البیان، ج ۳، ص ۱۱۸

غنیمت جمع کیا ہے اور نہ ہی دشمنوں سے جنگ کی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ فرمایا کہ مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔

وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ۔

اور تم چاہتے ہو کہ یوں ہی ان سے نکاح کرلو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی یتیم بچی کی پرورش کرتا اور اگر وہ بدصورت اور بے عقل اور احمق ہوتی تو یہ شخص نہ تو اس سے شادی کرتا تھا اور نہ ہی اس کا مال دیتا تھا کہ دوسرا کوئی مال کی وجہ سے اس سے نکاح کرلے اور وہ نکاح میں رکاوٹ ڈالتا تھا اور اس کے مرنے کا منتظر رہتا تھا تا کہ وہ خود اس کے مال کا وارث بن جائے۔ اللہ نے اس بات سے آیت میں منع فرمایا ہے۔ [1]

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ۔

اور یہ لوگ آپ سے ان بچوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں جو کم زور ہیں۔ تو انھیں ان کا حق ادا کردو تمھیں پہلے حکم بتلا دیا گیا ہے کہ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ کہ یتیم (بچوں) کو ان کا مال ادا کردو۔

وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ۔

اور آپ یتیموں کے بارے میں یہ حکم سنا دیجیے کہ تم یتیموں کے ساتھ ان کی جانوں اور مالوں کے معاملے میں انصاف سے کام لو۔

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ۔

عورتوں اور یتیموں وغیرہ کے معاملے میں تم جو بھی کار خیر انجام دو گے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا۔

پس جو بھی اس معاملے میں کار خیر کو ترجیح دے گا اللہ نے جو وعدہ کیا ہے وہ پورا کرے گا اس لیے کہ اللہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔

۱۲۸ – وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا۔

اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رخی کا خطرہ محسوس کرے یا اس کے غرور وتکبر اور بے رخی کے سبب یہ توقع ہو۔

نشوز کے معنیٰ ہیں علیحدہ ہو جائے غیر شائستہ گفتگو کرے۔ اس کے ساتھ ہم بستر نہ ہو اسے ناپسند کرے، اس کے حقوق ادا نہ کرے۔

اَوْ اِعْرَاضًا– یہ کہ شوہر بیوی سے بہت کم ملاقات کرے اس سے ہم کلام نہ ہو۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۵۴

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا –

تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ کسی طرح آپس میں صلح کرلیں۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اس سے مراد وہ عورت ہے جو کسی شخص کے پاس ہو وہ اسے ناپسند کرتا ہو اور اس سے کہتا ہو میں تمھیں طلاق دینا چاہتا ہوں اور وہ جواباً کہے نہیں ایسا نہ کرو میں نہیں چاہتی کہ دشمن میری مصیبت پر خوش ہوں، میرے ساتھ شب بسر کرنے کے معاملے میں غور کرو اور جس طرح چاہے فیصلہ کرو اس کے علاوہ سب کچھ تمھارا ہے مجھے میری حالت پر چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کے قول فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا سے مراد اس طرح کی صلح ہے۔ ۱

تفسیر قمی نے اس آیت کے شان نزول میں اسی مفہوم کو بیان کیا ہے۔ ۲

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ –

تفرقہ اندازی اور برے تعلّقات سے صلح کرنا بہتر ہے۔

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ –

ہر نفس برتری جتانے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔

اس لیے کہ یہ اس کی فطرت میں ہے، نہ تو عورت ہی شوہر کی بے رخی اور حق میں کوتاہی کے سبب درگزر سے کام لیتی ہے اور نہ ہی شوہر نرمی کا برتاو کرتا ہے کہ اسے روک لے اور مناسب طریقے سے اس کے حقوق کی پاسداری کرے خواہ وہ اسے ناپسند کرتا ہو یا اس کے علاوہ کسی اور کو پسند کرتا ہو۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ نفس تو برتری جتانے پر آمادہ رہتا ہے کوئی شخص نفس کی اس بات کو پسند کرتا ہے اور کوئی شخص اسے نہیں اپناتا۔ ۳

وَاِنْ تُحْسِنُوْا –

اگر تم میل جول میں احسان سے کام لو۔

وَتَتَّقُوْا –

اگر تم اس بدسلوکی، بے رخی اور حق کی عدم ادائیگی سے اللہ سے ڈرو۔

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا –

تم احسان یا دشمنی کا جو سلوک کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے وہ اسی کے مطابق تمھیں بدلہ دے گا۔

۱۲۹ – وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ –

اور تم بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل نہیں کر سکتے یعنی یہ کہ محبت و موّدت میں دلی اعتبار سے مساوات قائم

---

(۱) الکافی ج ۵ ص ۱۳۶۱ و تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۲۷۹ ح ۲۸۴ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۱۵۴۔ ۱۵۵ (۳) تفسیر قمی ج ۱ ص ۱۵۵

نہیں کر سکتے جیسا کہ سورہ کے آغاز میں کافی کی روایت میں بیان کیا جا چکا ہے اور اسے عیّاشی اور قمی نے بھی اپنی اپنی تفسیروں میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت کیا ہے۔ ۱؎

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اِنَّ مَعْنَاہُ التَّسْوِیَۃُ فِیْ کُلِّ الْاُمُوْرِ مِنْ جَمِیْعِ الْوُجُوْہِ ۲؎

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تمام امور میں ہر اعتبار سے برابری اور یکسانیت ہونی چاہیے۔

وَلَوْ حَرَصْتُمْ – خواہ تم یہ چاہتے ہو کہ ایسا ہو جائے۔

اس لیے اس پر تمھارا بس نہیں چلتا تم اس پر قدرت نہیں رکھتے تم اس بارے میں مکلّف نہیں ہو اور تم سے اس سلسلے میں کوئی باز پرس بھی نہ ہوگی۔

تفسیرِ مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اپنی بیویوں کی تقسیم بندی کر دی تھی اور فرماتے تھے یا اللہ یہ میری تقسیم ہے جس پر میں قدرت رکھتا ہوں پس اے پروردگار تو جس پر قدرت رکھتا ہے اور میں اس بات پر قادر نہیں ہوں تو اس پر میری ملامت نہ کرنا۔ ۳؎

فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ –

لیکن ایک طرف پوری طرح نہ جھک جاؤ۔

جو کچھ تمھارے بس میں ہے اسے ترک کر کے اور جو تمھیں ناپسند ہے اس پر ظلم ڈھا کر اس لیے کہ یہ مثل مشہور ہے مَالَا یُدْرَکَ کُلّہ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ کہ اگر کسی چیز کو مکمل طور سے حاصل نہ کیا جا سکے تو اسے مکمل طور پر چھوڑا بھی نہیں جا سکتا۔

فَتَذَرُوْھَا کَالْمُعَلَّقَۃِ –

کہ دوسری کو مُعلّق چھوڑ دو اس طرح کہ اس کا کوئی شوہر نہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام اپنے آباو اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی بیماری کے دوران بیویوں کے درمیان تقسیم بندی کر دی تھی اور وہ ان کے ہاں چکّر لگایا کرتے تھے۔ ۴؎

مجمع البیان میں روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں جب ایک کا دن ہوتا تھا تو آپ دوسری کے گھر وضو بھی نہیں کرتے تھے۔ ۵؎

---

(۱) الکافی، ج ۵، ص ۳۶۳–۳۶۲، حدیث ا و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۷۹، حدیث ۲۸۴ و تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۵۵
(۲) مجمع البیان، ج ۳–۴، ص ۱۲۱ (۳) مجمع البیان، ج ۳–۴، ص ۱۲۱
(۴) مجمع البیان، ج ۳–۴، ص ۱۲۱ (۵) مجمع البیان، ج ۳–۴، ص ۱۲۱

وَ اِنۡ تُصۡلِحُوۡا-

ان عورتوں کے امور کے بارے میں تم نے جو خرابی پیدا کردی ہے ان معاملات کو درست رکھو۔

وَتَتَّقُوۡا- اور مستقبل کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا-

تو اس سے پہلے جو کچھ ہو چکا ہے اللہ تمھیں معاف کردے گا وہ بڑا مہربان ہے۔

۱۳۰ - وَاِنۡ يَّتَفَرَّقَا يُغۡنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنۡ سَعَتِهٖ ؕ -

اگر ان میں سے کوئی بھی مصالحت پر تیار نہ ہو اور زوجین طلاق کے ذریعے ایک دوسرے سے علیحدہ ہونا چاہیں تو ان میں سے ہر ایک کو اللہ اپنی بے نیازی اور قدرت سے تبدیلی اور آسائش وسکون کے ذریعے مستغنی کردے گا اور اپنے فضل وکرم سے رزق مہیا کرے گا۔ ۱

وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيۡمًا-

اللہ کے دامن قدرت میں بڑی وسعت ہے اور وہ بڑا صاحب حکمت ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے اپنی محتاجی کی شکایت کی تو آپ نے اسے شادی کرنے کا حکم دے دیا اس کی ضرورت میں اضافہ ہوگیا تو آپ نے جدائی کا حکم دے دیا تو وہ دولت مند ہوگیا اور اس کے حالات بہتر ہوگئے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا میں نے تمھیں دو باتوں کا حکم دیا اللہ تعالیٰ نے جن کا حکم دیا ہے وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ- اِنۡ يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ (۳۲، نور ۲۴)

اور اپنے غیر شادی شدہ آزاد افراد اور اپنے غلاموں اور کنیزوں میں سے باصلاحیت افراد کے نکاح کا اہتمام کردو کہ اگر وہ فقیر بھی ہوں گے تو اللہ اپنے فضل وکرم سے انھیں مال دار بنا دے گا خدا بڑی وسعت اور صاحب علم ہے (نور ۳۲، ۲۴) نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاِنۡ يَّتَفَرَّقَا يُغۡنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنۡ سَعَتِهٖ ؕ لیکن اگر زوجین ایک دوسرے سے الگ ہونا چاہیں تو اللہ اپنی قدرت سے ہر ایک کو ایک دوسرے سے بے نیاز کردے گا۔ ۲

یعنی وہ کسی کے محتاج نہ رہیں گے۔

---

(۱) اقتباس مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۱۲۱، انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۴۸

(۲) الکافی، ج ۵، ص ۳۳۱، حدیث ۶ باب ان التزویج یزید فی الرزق (شادی سے رزق میں برکت ہوتی ہے)

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِیَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا ﴿۱۳۱﴾

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۱۳۲﴾

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَ یَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِیْرًا ﴿۱۳۳﴾

۱۳۱–اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ سب اللہ کا ہے، تم سے پہلے جنھیں کتاب دی تھی انھیں بھی ہم نے یہی وصیّت کی تھی اور اب تمھیں بھی یہی تلقین کرتے ہیں کہ اللہ سے ڈرتے رہو، لیکن اگر تم نے انکار کیا تو یاد رکھو کہ آسمان و زمیں کی ہر چیز کا مالک اللہ ہے اور اللہ بے نیاز اور لائق حمد و ستائش ہے۔

۱۳۲–آسمان و زمین کی کل کائنات اللہ کے اختیار میں ہے اور سب کی نگرانی کے لیے بس وہی کافی ہے۔

۱۳۳–اگر وہ چاہے تو اے لوگو! وہ تمھیں ہٹا کر دوسروں کو تمھاری جگہ پر لے آئے اور اللہ اس امر پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

---

۱۳۱ – وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ –

اور جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب کچھ اللہ کا ہے۔

میاں بیوی کی جدائی کے بعد انھیں غنی بنا دینا اسی کا کام ہے اور اجنبیت کو انسیّت میں تبدیل کر دینا اس کے لیے بہت آسان ہے۔

اس آیت میں لوگوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ قدرت خداوندی کس کمال پر پہنچی ہوئی ہے اور اس کا ملک کس قدر وسیع ہے۔

وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ –

تم سے پہلے یہود و نصاریٰ جنھیں کتاب دی گئی تھی ہم انھیں بھی یہ وصیّت کر چکے ہیں۔

وَ اِیَّاكُمْ –

اور اب دوبارہ تم کو بھی یہ وصیّت کرتے ہیں۔

اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ –

کہ تم سب کے سب اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔

کتاب مصباح الشریعہ میں ہے:

امام صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اوّلین و آخرین میں ہر وصیّت کرنے والا جو بھی وصیّت کرے گا اللہ تعالیٰ نے اسے صرف ایک لفظِ ''تقویٰ'' کے ذریعے واضح کر دیا ہے اس لفظ میں ہر صالح عبادت کا تذکرہ یکجا کر دیا ہے اور اسی کے وسیلے سے پہنچنے والا بلند مدارج تک پہنچ سکتا ہے۔ [۱]

وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ-

لیکن اگر تم نے انکار کیا تو یاد رکھو کہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا مالک اللہ ہے ہر شے پر اسی کی حکمرانی ہے تمھارے انکار اور نافرمانی سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا جس طرح تمھارا شکر ادا کرنا اور تقویٰ اختیار کرنا اس کے لیے منفعت بخش نہیں ہے وہ محض اپنی رحمت کی وجہ سے تمھیں اس بات کی تلقین کر رہا ہے اس میں اس کی کوئی ذاتی غرض پنہاں نہیں ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا-

اللہ تعالیٰ مخلوقات اور ان کی عبادات سے مستغنی اور بے پرواہ ہے۔

حَمِيْدًا- وہ فی نفسہ لائق حمد ہے خواہ کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے۔

۱۳۲ - وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ-

آسمان و زمین کی کل کائنات اللہ کے اختیار میں ہے۔ ہر ایک کا احتیاج اس کی بے نیازی اور انھیں وجود اور کمال عطا کرنا اس کے لائق حمد ہونے پر دلالت کر رہا ہے۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا- اور سب کی نگرانی کے لیے بس وہی کافی ہے۔

وہ ہر شے کا محافظ ہے آسمان و زمین کے مابین کوئی ذرّہ بھی اس کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے۔

۱۳۳ - اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ- اگر وہ چاہے تو تمھیں فنا کر دے۔

اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ-

اے لوگو! اور تمھاری جگہ دوسری اقوام کو منصّہ شہود پر لے آئے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا-

اس لیے کہ اللہ فنا کرنے اور خلق کرنے پر مکمل قدرت رکھتا ہے کوئی شے اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سلمان کی پشت پر ہاتھ مارا اور فرمایا وہ اس کی قوم ہے یعنی فارس کے رہنے والے عجمی لوگ۔ [۲]

---

(۱) مصباح الشریعہ، ص ۱۶۳، ۷۷واں باب وصیّت کے بارے میں (۲) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۱۲۲

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

۱۳۴- جو شخص محض ثواب دنیا کا طلبگار ہے اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے پاس ثوابِ دنیا اور ثوابِ آخرت دونوں موجود ہیں اور اللہ ہر بات کو سن رہا ہے اور ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔

۱۳۵- اے ایمان لانے والو! عدل کے قائم کرنے والے اور اللہ کے لیے گواہ بنو چاہے اپنی ذات، والدین اور اقربا کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، جس کے لیے گواہی دینا ہے وہ غنی ہو یا فقیر اللہ تم سے زیادہ ان کا بہی خواہ ہے، لہٰذا خواہشات کا اتباع کرتے ہوئے عدل سے باز نہ رہو، اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو تہی کی تو جان لو کہ اللہ تمھارے ہر عمل سے اچھی طرح باخبر ہے۔

۱۳۴ - مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا-

جو شخص محض مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے جہاد کرتا ہے۔

فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ-

اسے چاہیے کہ اللہ کے پاس سے دونوں ثواب طلب کرے دنیا کا بھی اور آخرت کا بھی۔ اسے کیا ہو گیا ہے کہ جو پست ہے اس پر اکتفا کر رہا ہے۔ اور جو افضل اور بہتر ہے اسے چھوڑ رہا ہے اگر یہ اشرف کو طلب کرنے کی کوشش کرے تو اَدْوَن (پست) تو اسے خود بخود مل جائے گا۔

کتاب کافی اور خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے وہ اپنے آباو اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ دانش مند اور فقہا جب ایک دوسرے کو مکتوب بھیجتے تھے تو تین باتیں ضرور رقم کرتے چوتھی نہیں ہوتی تھی۔ جو شخص آخرت کا قصد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی تگ و دو سے بچا لے گا۔ اور جو اپنے باطن کی اصلاح کرلے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو درست کردے گا اور جو اپنے اور اللہ کے درمیان معاملات کو درست رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان معلامات کو درست

کردے گا۔ [1]

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ دنیا طلب کرنے والی اور طلب کی جانے والی شے ہے پس جو دنیا کی طلب میں سرگرداں رہتا ہے تو موت اسے آلیتی ہے یہاں تک کہ وہ دنیا سے چلا جاتا ہے اور جو شخص آخرت کی جستجو میں رہتا ہے تو دنیا اس کی تلاش میں رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا رزق پہنچا دیتی ہے۔ [2]

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کے مقصد سے آگاہ ہے وہ ہر ایک کو اس کی منشا کے مطابق اجر و جزا عطا کرے گا۔

۱۳۵ – يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ۔

اے ایمان لانے والو! تم عدل و انصاف پر گام زن رہو اور اسے قائم کرنے کی کوشش کرو۔

شُهَدَآءَ لِلّٰهِ۔

اللہ کی خاطر تم سچّی گواہیوں کا نظام قائم کرو۔

وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ۔

خواہ وہ شہادت خود تمھارے خلاف ہی کیوں نہ ہو اس طرح کہ تم جُرم کا اقرار کرلو۔

اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ –

خواہ جن کے حق میں یا جن کے خلاف گواہی دینی ہے وہ تمھارے والدین اور رشتے دار ہی کیوں نہ ہوں۔

غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا۔

اور اگر مال دار کے حق میں غریب آدمی کے خلاف گواہی دینی ہو تو اس وجہ سے انکار نہ کردو کہ جس کے حق میں گواہی دے رہے ہو وہ مالدار ہے اور جس کے خلاف گواہی دے رہے ہو وہ غریب ہے اور نہ ہی غریب کے حق میں مالدار کے خلاف گواہی دینے سے انکار کرو غریب کو حقیر سمجھتے ہوئے اور مالدار کی توقیر کی خاطر یا اس کے خوف کی وجہ سے یا اس کے جاہ و حشم کے سبب سے۔

فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۗ –

اللہ تعالیٰ دولت مند اور غریب دونوں کا تم سے زیادہ بہی خواہ اور خیال رکھنے والا ہے۔

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ –

لہٰذا خواہشات کا اتّباع کرتے ہوئے عدل سے باز نہ رہو۔

تم خواہشات نفسانی کی وجہ سے حق سے برگشتہ نہ ہو جاؤ یا یہ کہ خواہشات کی پیروی کرکے تم گواہی دینے میں عدل سے روگردانی کرو دوستی کا خیال رکھ کر یا دشمنی کی وجہ سے یا اجنبیت یا عَصَبیّت یا کسی اور سبب سے۔

---

(۱) الکافی، ج ۸، ص ۳۰۷ و الخصال، ص ۱۲۹، حدیث ۱۳۳ (۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۲۹۳، ح ۸۸۳

وَ اِنۡ تَلۡوٗۤا اَوۡ تُعۡرِضُوۡا۔

اگر تم نے گواہی دیتے وقت اپنی زبان کو موڑ لیا یعنی لگی لپٹی باتیں کرنے لگے یا اس کی ادائیگی سے روگردانی کرلی۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اِنۡ تَلۡوٗۤا کہ معنیٰ ہیں گواہی میں تبدیلی کردینا اور تُعۡرِضُوۡا کے معنیٰ ہیں گواہی کو چھپادینا۔ [1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت کا مفہوم ہے کہ جو تمھیں حکم دیا گیا ہے اسے گھما پھرا کے پیش کرو یا جس بات کا تمھیں حکم دیا گیا ہے اس سے روگردانی کرو۔

اور ایک قرأت کے مطابق وان تلوا کا مفہوم ہے اِنۡ وَلَّیۡتُمۡ اِقَامَةَ الشَّهَادَةِ اگر تمھیں گواہی قائم کرنے کا ذمّے دار قرار دیا جائے۔ [2]

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا۔

جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے عمل سے اچھی طرح باخبر ہے وہ اسی کے مطابق تمھیں جزا دے گا۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۱۲۴ (۲) الکافی، ج ا، ص ۴۲۱، حدیث ۴۵ کا ایک حصہ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ؕ ﴿۱۳۷﴾

۱۳۶- اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! تم ایمان لاؤ اللہ، اس کے رسولؐ اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسولؐ پر نازل کی ہے اور ہر اس کتاب پر جو وہ اس سے پہلے نازل کر چکا ہے پس جو بھی اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اس کے رسولوں اور روزِ آخرت کا انکار کرے گا تو وہ گمراہی میں بہت دور چلا جائے گا۔

۱۳۷- بے شک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر ایمان لائے پھر کفر اختیار کر لیا، پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے، تو اللہ ہرگز انھیں معاف نہیں کرے گا اور نہ ہی انھیں سیدھی راہ دکھائے گا۔

---

۱۳۶ - يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا-

اے زبان سے اسلام کا اقرار کرنے والو اور علانیہ طور پر اسے آشکار کرنے والو۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ-

تم اپنے دلوں اور باطنی طور سے ایمان لاؤ اللہ پر اس کے رسولؐ پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل کی ہے یعنی قرآن مجید پر۔

وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ-

اور ہر اس کتاب پر جو اللہ نے پہلے نازل کی ہے یعنی توریت، انجیل اور ان کے علاوہ دیگر کتابوں پر بھی ایمان لاؤ۔

لفظ کتٰب سے ہر آسمانی کتاب مراد لی گئی ہے۔

وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ-

پس جو بھی اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور روزِ آخرت کا انکار کرے گا۔

فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا- تو وہ مقصد سے ہٹ کر گمراہی میں بہت دور تک چلا جائے گا جہاں سے واپسی ممکن نہ ہوگی

۱۳۷ - اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا- ''بے شک جو لوگ ایمان لائے'' جیسے یہودی حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر ایمان لائے

اور منافقین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ایمان لائے۔

ثُمَّ کَفَرُوْا– اس کے بعد یہودی بچھڑے کو پوجنے لگے اور منافقین مرتد ہوگئے۔

ثُمَّ اٰمَنُوْا– پھر دوبارہ انھوں نے ایمان قبول کرلیا۔

ثُمَّ کَفَرُوْا– اس کے بعد یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا انکار کردیا اور منافقین دوبارہ مرتد ہوگئے۔

ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا– پھر وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے انکار میں حد سے بڑھ گئے، گمراہی میں چلے گئے اور کفر پر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ انھیں موت آگئی۔

امام محمد باقر علیہ السّلام اور امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی سرح [1] کے بارے میں نازل ہوئی کہ جنھیں حضرت عثمانؓ نے مصر کی جانب روانہ کیا تھا۔

فرمایا کہ وَازْدَادُوْا کُفْرًا کا مفہوم ہے کفر اتنا بڑھا کہ اس میں ذرا سا بھی ایمان باقی نہ رہا۔ [2]

اور دوسری روایت میں ہے یہ آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی جس نے زنا کو حرام جانتے ہوئے اس کے بعد زنا کیا اور جس کو یہ معلوم تھا کہ زکوٰۃ حق ہے لیکن اس کے باوجود اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی۔ [3]

لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا–

تو اللہ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا اور نہ ہی انھیں جنّت کا راستہ دکھائے گا۔ اس لیے کہ ان کی آنکھیں حق سے اندھی ہوچکی ہیں اب اس سے واپسی کی کوئی امید نہیں ہے۔

---

(۱) وہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ہے یہ حضرت عثمانؓ کا رضاعی بھائی تھا اور یہ ان لوگوں میں سے تھا کہ فتح مکّہ کے روز آں حضرتؐ نے جس کے خون کو مباح قرار دیا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ وہ فتح مکّہ سے قبل مسلمان ہوگیا تھا اور رسول اکرمؐ کے لیے وحی کی کتابت بھی کرتا تھا اس کے بعد وہ مشرک ہوگیا اور قریش کے پاس مکّے چلا گیا۔ جب مکّہ فتح ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس کے قتل کا حکم دے دیا خواہ وہ خانۂ کعبہ کے پردوں سے لٹک جائے جب اسے یہ معلوم ہوا تو وہ حضرت عثمانؓ کے پاس جاکر چھپ گیا، حضرت عثمانؓ نے اسے پناہ دی اور اسے چھپائے رکھا۔ یہاں تک کہ اسے لے کر نبی اکرمؐ کی خدمت میں پہنچے جب کہ وہ لوگوں سے بیعت لے رہے تھے اور حضرت عثمانؓ نے رسول اللہؐ سے کہا یا رسول اللہؐ عبداللہ سے بیعت لیں تو آں حضرتؐ نے تین مرتبہ اصرار کے بعد بیعت لی اس کے بعد نبی اکرمؐ اصحاب کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم میں ایسا صالح شخص نہ تھا جو اٹھ کر اسے قتل کردیتا جب کہ وہ مجھے دیکھ رہا تھا کہ میں اس سے بیعت لینے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھا رہا ہوں۔ تو انصار کے ایک شخص نے آں حضرتؐ سے کہا یا رسول اللہؐ آپ ہمیں آنکھوں کے اشارے سے بتلا دیتے تو آں حضرتؐ نے جواب دیا کہ آنکھوں سے خیانت کرنا نبی کے شایانِ شان نہیں ہے۔ وہ اس روز مسلمان ہوگیا۔ حضرت عثمانؓ نے ۲۵ھ میں اپنی خلافت کے زمانے میں اسے مصر کا والی بنا دیا۔ ۳۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ معاویہ کے دور تک زندہ رہا اور اس کے ساتھ صفین کی جنگ میں شامل ہوا اور ۵۹ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

(۲) تفسیر عیّاشی، ج۱، ص۲۸۱–۲۸۰، حدیث ۲۸۷ (۳) تفسیر عیّاشی، ج۱، ص۲۸۱، حدیث ۲۸۸

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ﴿۱۳۸﴾
الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ
عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ﴿۱۳۹﴾
وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ
يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا
مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ﴿۱۴۰﴾
الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ
مَّعَكُمْ ۖ وَ اِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ
مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ
ع ۲۰ ۱۷ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۧ﴿۱۴۱﴾

۱۳۸- ان منافقین کو دردناک عذاب کا مژدہ سنا دیں۔

۱۳۹- جو مومنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا رفیق بناتے ہیں۔ کیا یہ لوگ عزّت کی تلاش میں ان کے پاس جاتے ہیں حالاں کہ تمام تر عزّت تو بس اللہ کے لیے ہے۔

۱۴۰- اللہ کتاب میں پہلے ہی تم کو حکم دے چکا ہے کہ جہاں تم سنو کہ آیات خداوندی کا انکار کیا جارہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو خبردار ایسے لوگوں کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھنا، جب تک وہ دوسری باتوں میں مصروف نہ ہوجائیں اب اگر تم ایسا کرتے ہو تو تم بھی انھیں کی مانند ہو، یقین جانو کہ اللہ منافقین اور کافرین سب کو جہنّم میں ایک جگہ جمع کردے گا۔

۱۴۱- یہ منافقین تمھارے حالات کے معاملے میں انتظار کررہے ہیں اب اگر اللہ کی جانب سے تمھیں فتح نصیب ہوگئی تو یہ تم سے کہیں گے کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کا پلّہ بھاری رہا تو ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمھارے خلاف لڑنے پر قادر نہ تھے اور کیا ہم نے تمھیں مسلمانوں سے بچانھیں لیا؟ پس اللہ ہی تمھارے درمیان روز قیامت فیصلہ کردے گا، اللہ نے کافروں کے لیے کوئی سبیل نہیں رکھی ہے کہ وہ

مسلمانوں پر غالب آجائیں۔

۱۳۸ - بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا -

ایسے منافقین کو دردناک عذاب کا مژدہ سنادیں جو مومنین کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور سرپرست بناتے ہیں، کیا یہ لوگ ان کی رفاقت میں اپنے لیے عزّت تلاش کرتے ہیں۔

۱۳۹ - فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا -

کوئی بھی صاحب عزّت نہیں بن سکتا جب تک اللہ اسے عزّت عطا نہ کرے اور اللہ نے اپنے اولیا کے لیے عزّت لکھ دی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے

وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ عزّت تو بس اللہ، اس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے (منافقون ۸)

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت بنوامیہ کے بارے میں نازل ہوئی اس لیے کہ انھوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ امر حکومت بنی ہاشم کو واپس نہیں کریں گے۔ [1]

۱۴۰ - وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِى الْكِتٰبِ -

اور اللہ تو کتاب محکم قرآن مجید میں حکم دے چکا ہے۔

اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِىْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ -

یہ کہ جس جگہ تم یہ سنو کہ وہاں آیات الٰہی کا انکار ہو رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھنا جب تک وہ دوسری باتوں میں مصروف نہ ہوجائیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ آیاتُ اللہ سے مراد ائمہ علیہم السّلام ہیں۔ [2]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے اور کتاب عیاشی میں امام رضا علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر میں وارد ہوا ہے، جب یہ سنو کہ کوئی شخص حق کا انکار کررہا ہے اور اسے جھٹلا رہا ہے، اور اہل حق کو گالی دے رہا ہے تو ایسے شخص کے پاس سے اٹھ کر چلے جاؤ اور اس کی صحبت میں نہ رہو۔ [3]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوت سماعت پر یہ واجب کیا ہے کہ ان باتوں کو توجہ سے نہ سنے جن کا سننا حرام قرار دیا ہے اور یہ کہ جو چیزیں جائز نہیں ہیں اور جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ان سے روگردانی کرے، اور اس طرف دھیان نہ دے جن باتوں سے اللہ ناراض ہوتا ہے اس بارے میں فرمایا:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ الخ امام علیہ السّلام نے فرمایا البتہ بھول چوک سے ایسا ہوجائے تو اسے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور فرمایا اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (۶۸، انعام ۶) [4]

(۱ و ۲) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۵۶ (۳) الکافی، ج ۲، ص ۷۷ ۳و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۸۱، ح ۲۹۰

(۴) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۸۲، الکافی، ج ۲، ص ۳۳، ح ۱

اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ-

اب اگر تم منع کرنے کے باوجود ان کی ہمنشینی اختیار کرتے ہو اور جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں تم اس بات پر راضی ہو کفر میں تم ان کی مانند ہوا ور گناہ میں ان جیسے ہو اس لیے کہ تم انکار کرنے اور روگردانی کرنے پر قدرت رکھتے تھے مگر تم نے ایسا نہیں کیا۔

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعَاۙ-

بے شک اللہ منافقین اور کافرین سب کو جہنّم میں ایک جگہ جمع کردے گا۔

منافق یعنی بیٹھنے والے اور کافر یعنی جن کی صحبت میں یہ بیٹھے تھے دونوں کا حشر ایک جیسا ہوگا۔

۱۴۱ – الَّذِیْنَ یَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ-

یہ وہ لوگ ہیں جو معاملات کے یکسو ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖؗ-

اگر اللہ کی جانب سے تمھیں فتح نصیب ہوگئی تو مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے یہ کہیں گے کیا ہم تمھارے مددگار نہ تھے ہم تو تمھارے ساتھ تھے لہٰذا مال غنیمت میں ہمارا حصّہ ہمیں دو۔

وَ اِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِیْنَ نَصِیْبٌ ۙ-

اور اگر جنگ میں کفار کا پلّہ بھاری رہا۔

قَالُوْۤا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَیْكُمْ-

تو وہ کافروں سے مل کر یہ کہیں گے کیا تمھیں غلبہ دلانے میں ہم نے تمھاری مدد نہیں کی ہم تمھارے خلاف لڑنے پر قدرت رکھتے ہوئے تمھیں قتل کرنے سے باز رہے۔

استحواذ کے معنیٰ ہیں چھاجانا۔ غالب آنا۔

وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ-

ہم نے مومنین کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا جس کے سبب ان کے دل کم زور پڑ گئے اور ہم نے ان کی مدد میں سستی سے کام لیا اور ہم تمھاری خاطر ان کی نگرانی اور جاسوسی کرتے رہے یہاں تک کہ وہ تمھیں چھوڑ کر واپس چلے گئے اور تم ان پر غالب آگئے لہٰذا جو کچھ تمھیں ملا ہے ہمیں بھی اس میں حصّے دار بناؤ۔

کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کی کامیابی کو لفظ ''فتح'' سے تعبیر کیا ہے اور کافروں کی کامیابی کو لفظ ''نصیب'' سے اس لیے انھیں جو مال دنیا کا حصّہ ملے گا وہ حقیر اور معمولی ہوگا اس سے مراد دنیوی معاملات ہیں جو جلدی ختم ہوجائیں گے۔ [۱]

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج۱، ص۲۵۱

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ -

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمھارے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کردے گا۔

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا -

اگر طاقت کے بل بوتے پر کافرین مومنین پر غلبہ حاصل کرلیں تو یہ ممکن ہے لیکن حجّت و برہان کے ذریعے کفّار مومنین پر غالب نہیں آسکتے۔

کتاب عیون میں امام رضاعلیہ السّلام سے مروی ہے ان سے کہا گیا کہ کوفے کے نواح میں ایک جماعت ہے جو یہ سمجھتی ہے کہ نبی اکرمؐ سے سہو ممکن نہیں تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اللہ ان پر لعنت کرے جو سہو نہیں کرتا وہ اللہ ہے سوائے اللہ کے کوئی اور معبود نہیں۔ امام علیہ السّلام سے کہا گیا ان میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ امام حسین علیہ السّلام قتل نہیں ہوئے بلکہ ان کے ہم شکل حنظلہ بن سعد الشامی قتل کردیا گیا اور انھیں حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کی طرح آسمانوں پر اٹھا لیا گیا اور وہ لوگ اسی آیت سے دلیل دیتے ہیں۔ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا انھوں نے جھوٹ کہا ان پر اللہ کی لعنت اور اس کا غضب نازل ہو اور وہ لوگ کافر ہوگئے اس لیے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی احادیث کو جھٹلایا ہے جن میں آں حضرتؐ نے فرمایا تھا کہ حسینؑ کو قتل کردیا جائے گا۔

خدا کی قسم حسینؑ کو قتل کیا گیا اور اسے قتل کیا گیا جو حسینؑ سے بہتر تھا یعنی امیرالمومنینؑ کو اور امام حسنؑ کو اور ہم میں سے ہر ایک مقتول ہے اور خدا کی قسم مجھے بھی دھوکے سے قتل کردیا جائے گا اور جو دھوکا دے کر مجھے بلائے گا میں اسے جانتا ہوں یہ ایک وعدہ ہے جو رسول اللہؐ سے میں نے کیا ہے جس کے بارے میں جبرئیل امینؑ نے اللہ کی جانب سے پیغام دیا تھا۔ اب رہا اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا تو اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کافر کو مومن کے مقابل میں کوئی حجّت و برہان عطا نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں یہ خبر دی ہے کہ انھوں نے انبیا کو ناحق قتل کیا اور باوجود قتل کرنے کے اللہ تعالیٰ نے ان کفّار کو انبیا کے خلاف حجّت و برہان کی کوئی سبیل مہیّا نہیں کی۔ [1]

(۱) عُیون اخبار الرّضا، ج۲، ص۲۰۳، حدیث۵، باب۴۶، ماجاء عن الرّضاعلیہ السّلام فی وجہ دلائل الائمّہ والرد علی الغلاۃ والمفوضۃ لعنھم اللہ

إِنَّ الْمُنٰفِقِينَ يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَ إِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۱۴۲﴾

مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيلًا ﴿۱۴۳﴾

۱۴۲- منافقین خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور وہ انھیں دھوکے میں رکھنا چاہتا ہے جب وہ نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو سستی کے ساتھ اٹھتے ہیں وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرتے ہیں اور اللہ کو کم یاد کرتے ہیں۔

۱۴۳- یہ کفر واسلام کے مابین حیران وسرگردان ہیں نہ ان کی طرف ہیں اور نہ ہی ان کی جانب ہیں اور اللہ جسے گمراہی میں چھوڑ دے تو پھر آپ اس کے لیے کوئی راستہ نہ پائیں گے۔

۱۴۲- إِنَّ الْمُنٰفِقِينَ يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ-

بے شک منافقین خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور وہ انھیں دھوکے میں رکھنا چاہتا ہے اس آیت کی تفسیر سورۂ بقرہ کے آغاز میں بیان ہو چکی ہے۔

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوا كُسَالٰى ۙ-

جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اسے بوجھ سمجھ رہے ہوں اور انھیں اس عمل پر مجبور کیا گیا ہے اسی لیے نہایت سستی اور کاہلی سے نماز پڑھنے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں۔

يُرَآءُونَ النَّاسَ-

وہ محض دکھاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں تاکہ لوگ انھیں مومن سمجھیں۔

وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا-

وہ اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں اس لیے کہ ریا کار اسی وقت عمل کرتا ہے جب کوئی دیکھنے والا ہو۔

کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جو مخفی طور سے اللہ کا ذکر کرتا ہے وہ زیادہ ذکر کرتا ہے۔ منافقین فقط علانیہ طور سے اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے مگر پوشیدہ طور سے اس کا ذکر نہیں کرتے تھے اسی لیے خداوند عالم نے فرمایا يُرَآءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا [1]

۱۴۳- مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ-

وہ کفر واسلام کے درمیان سرگرداں اور حیران ہیں۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۵۰۱، حدیث ۲، باب ذکر اللہ عزوجل فی السر

لفظ مُذَبذب ذَبْذبه سے ہے کسی چیز کو اضطراب میں ڈال دینا۔ اوراس کی اصل ذَب ہے یعنی دھتکارنا۔ باہر نکالنا۔

لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ ۔

نہ تو مکمل طور سے وہ مسلمانوں کی طرف آجاتے ہیں اور نہ ہی پورے طور سے کافروں کے ساتھ ہوجاتے ہیں وہ مومنین کی طرح اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں لیکن مومنین کی طرح دل میں ایمان سرایت نہیں کرسکا بلکہ دل میں کفر بسا رکھا ہے جس طرح کافر بھی دل میں کفر رکھتا ہے مگر جس طرح یہ ظاہر کرتے ہیں وہ ظاہر نہیں کرتا۔

وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ سَبِيۡلًا ۔

اور جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے تو پھر آپ اس کے لیے کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔

سبیل کے معنیٰ ہیں راستہ، ذریعہ، طریقہ

اوراس کی نظیر خدا کا قول ہے: وَمَنۡ لَّمۡ يَجۡعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوۡرًا فَمَا لَهٗ مِنۡ نُّوۡرٍ (۴۰،نور ۲۴)

اور جس کے لیے خدا نے کسی نور کو قرار نہیں دیا ہے تو اس کے لیے کوئی نور نہیں ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ
اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾
اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ
مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾
مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

۱۴۴- اے ایمان والو! خبردار مومنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا رفیق نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو اللہ کو اپنے خلاف صریح حجّت دے دو۔

۱۴۵- بے شک منافقین جہنّم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور آپ کسی کو ان کا مددگار نہ پائیں گے۔

۱۴۶- سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے توبہ کی، اپنی اصلاح کرلی، خدا سے وابستہ ہوگئے اور اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کردیا تو وہ مومنین کے ساتھ ہوں گے اور عن قریب اللہ صاحبان ایمان کو اجرِ عظیم عطا کرے گا۔

۱۴۷- خدا کو تم پر عذاب نازل کرنے کی کیا ضرورت ہے اگر تم شکرگزار بندے بنے رہو اور ایمان کے راستے پر گام زن رہو اللہ بڑا قدرداں اور سب کے حال سے اچھی طرح باخبر ہے۔

---

۱۴۴ - يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ-

اے ایمان والو! خبردار مومنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا ولی اور سرپرست نہ بنانا اس لیے کہ یہ منافقین کا طریقہ اور ان کا شعار ہے۔

اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا-

کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کو اپنے خلاف صریح حجّت دے دو۔

اس لیے کہ کافروں کی دوستی نفاق کی دلیل ہے (ان کی دوستی کے نتیجے میں تم بھی ان جیسے نہ بن جاؤ)

۱۴۵ - اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ-

منافقین جہنّم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

جہنّم کے طبقات کو دَرَکات کہا گیا۔

جس طرح جنّت کے طبقات کو دَرَجات کہا جاتا ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿١٤٨﴾

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿١٤٩﴾

١٤٨ — اللہ علی الاعلان برا کہنے کو پسند نہیں کرتا الا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ ہر بات کا سننے والا اور تمام حالات سے واقف ہے۔

١٤٩ — تم کسی خیر کو ظاہر کرو اسے پوشیدہ رکھو یا کسی برائی سے درگزر کرو تو اللہ کی صفت یہی ہے کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے حالاں کہ سزا دینے پر قدرت رکھتا ہے۔

١٤٨ — لَا يُحِبُّ اللّٰهُ .... اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ بدلہ لیتے وقت بدگوئی کو اللہ پسند نہیں کرتا مگر یہ کہ جس پر ظلم کیا گیا ہو، اس میں کوئی حرج نہیں کہ جس نے ظلم ڈھایا ہے اس سے بدلہ لیا جائے، جس طرح دین کی فتح یابی کے لیے دشمن پر حملہ کرنے کی اجازت ہے۔ [١]

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اس کی نظیر یہ آیت ہے۔

وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۭ (٢٢٧، شعرا ٢٦)

اور انھوں نے ظلم سہنے کے بعد اس کا انتقام لیا۔ [٢]

تفسیر قمی میں اسی سے ملتی جلتی روایت ہے اور دوسری حدیث میں اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں ہے اگر کوئی شخص آئے اور وہ تمھارا ذکر خیر کرے اور تمھاری تعریف کرے اور عمل صالح کے بارے میں وہ باتیں بیان کرے جو تم میں نہیں ہیں تو تم اس کی باتوں کو تسلیم نہ کرو اور اسے جھوٹا سمجھو اس نے تم پر ظلم ڈھایا ہے۔ [٣]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کسی شخص کے پاس کوئی مہمان آیا اور اس شخص نے مہمان کی ضیافت میں کوتاہی کی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ شخص اس کی بداخلاقی کا ذکر دوسروں سے کرے۔ [٤]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ اگر کسی شخص نے لوگوں کی ضیافت کی اور ان کی ضیافت میں کمی اور کوتاہی ہوئی تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جنھوں نے ظلم کیا ہے تو اگر یہ لوگ اس کے بارے میں برائی سے ذکر کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [٥]

(١ و ٢) مجمع البیان، ج ٣-٤، ص ١٣١ (٣) تفسیر قمی، ج ١، ص ١٥٧
(٤) مجمع البیان، ج ٣-٤، ص ١٣١ (٥) تفسیر عیاشی، ج ١، ص ٢٨٣، حدیث ٢٩٦

اور امام جعفر صادق علیہ السّلام "اَلْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ" کے ذیل میں وارد ہوا ہے کہ کسی شخص کے بارے میں وہ بات کہنا جو اس میں پائی جاتی ہو۔ [1]

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا –

اور اس شخص کی جو برائی بیان کی جارہی ہے اللہ اسے سن رہا ہے۔

عَلِيْمًا – وہ سچے کی سچائی اور جھوٹے کے جھوٹ سے اچھی طرح باخبر ہے وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق اجر دے گا۔

۱۴۹ – اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا –

اگر تم اطاعت اور نیکی کا اظہار کرو۔

اَوْ تُخْفُوْهُ – یا اطاعت و نیکی کو پوشیدہ رکھو۔

اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ –

اور انتقام لینے کی قدرت کے باوجود زبان سے علانیہ برا کہے بغیر معاف کردو تو یہ بہترین عمل ہے۔

دراصل اللہ یہی ذکر کرنا چاہتا تھا تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ سے قبل تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ بطور تمہید بیان کیا ہے۔ اسی سے متصل کرتے ہوئے فرمایا

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا –

اللہ انتقام لینے پر مکمل قدرت رکھنے کے باوجود نافرمانوں کو اکثر معاف کردیتا ہے مظلوم کو انتقام لینے کی اجازت دینے کے بعد مکارم اخلاق کی بنیاد پر مظلوم کو اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ وہ اپنے اندر معاف کرنے کی خدائی صفت پیدا کرلے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۸۳، حدیث ۲۹۷

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّ نَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ ۙ وَّ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۵۰﴾ۙ

اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ حَقًّا ۚ وَ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ﴿۱۵۱﴾

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ لَمۡ یُفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡہُمۡ اُولٰٓئِکَ سَوۡفَ یُؤۡتِیۡہِمۡ اُجُوۡرَہُمۡ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۵۲﴾ع ۲۱ ۱۱

۱۵۰- جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق پیدا کردیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم کچھ چیزوں پر ایمان لائے اور کچھ باتوں کا ہم انکار کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے درمیان کوئی نیا راستہ نکال لیں۔

۱۵۱- یہ لوگ یقینی طور پر کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے بڑا رسوا کن عذاب مہیّا کر رکھا ہے۔

۱۵۲- البتہ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہیں کی تو عن قریب اللہ انھیں ان کے عمل کا اجر عطا کرے گا اور اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

۱۵۰- اِنَّ الَّذِیۡنَ .... بَیۡنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ-

اللہ اور رسولؐ کے درمیان تفریق کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائیں اور اس کے رسولوں کا انکار کردیں۔ (۱)

وَ یَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّ نَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ ۙ-

اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم کچھ نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں اور کچھ کا انکار کرتے ہیں جس طرح یہودیوں نے کیا تھا کہ انھوں نے حضرت موسیٰؑ اور ان سے پہلے والے انبیاؑ کی تصدیق کی اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جھٹلایا اور جس طرح نصاریٰ نے کیا کہ حضرت عیسیٰؑ اور ان سے پہلے آنے والے انبیا کو تسلیم کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جھٹلایا۔

وَّ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا-

وہ ایمان اور کفر کے درمیان گمراہی کا راستہ بنانا چاہتے ہیں۔ اللہ پر ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو

(۱) اقتباس از انوار التنزیل ج۱، ص ۲۵۳، س ۲

سکتا جب تک کہ اس کے تمام نبیوں پر ایمان اور ان تمام باتوں کی تصدیق نہ ہو جو انھوں نے پہنچائی ہیں۔ ان میں سے بعض باتوں کا انکار کرنے والا گویا کہ تمام باتوں کا منکر ہے۔

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ (۳۲، یونس ۱۰) حق کے بعد ضلالت (گمراہی) کے سوا کچھ بھی نہیں ہے تمھیں کس طرف لے جایا جا رہا ہے۔

۱۵۱ – اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ –

یہی لوگ وہ ہیں جو کفر میں پوری طرح گھرے ہوئے ہیں۔

حَقًّا ۚ –

یقینی طور پر

حَقًّا کا لفظ تاکید کے لیے آیا ہے کہ کہیں یہ خیال نہ ہو کہ ان کا یہ کہنا کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں انھیں کفر کی حدود سے باہر نکال دیتا ہے۔

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا –

اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

۱۵۲ – وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ –

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہیں کی بلکہ ان کا ایمان تمام رسولوں پر تھا۔

اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ –

یہی وہ لوگ ہیں ہم انھیں وہ اجر عطا کریں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے ثواب کو اجر سے تعبیر کیا ہے تاکہ یہ پتا چلے کہ یہ لوگ اس انعام کے مستحق تھے اور لفظ "سَوف" سے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ انھیں اجر ضرور ملے گا خواہ اس میں کتنی ہی دیر لگے۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا –

اگرچہ یہ لوگ گناہوں میں حد سے تجاوز کرتے ہیں اس کے باوجود اللہ عفو و درگزر سے کام لیتا ہے۔

رَّحِيْمًا –

انھیں طرح طرح کے انعامات سے نوازتا ہے۔

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَ اٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾

وَ رَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَ قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾

وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾

وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾

۱۵۳- اے نبیؐ اہل کتاب آپ سے اگر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کرا دیں تو انھوں نے موسیٰؑ سے اس سے زیادہ سنگین سوال کیا تھا۔ انھوں نے یہ کہا تھا اے موسیٰؑ ہمیں خدا کو علانیہ طور سے دکھلا دیں اور اسی سرکشی کی وجہ سے ان پر بجلی گری تھی۔ حالاں کہ ان تک ہماری نشانیاں آچکی تھیں اس کے بعد بھی انھوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنالیا ہم نے اس بات سے بھی درگزر کیا اور موسیٰؑ کو صریح فرمان عطا کر دیا۔

۱۵۴- اور ان لوگوں کے سروں پر طور کو بلند کر کے ان سے اطاعت کا عہد لیا اور ہم نے انھیں حکم دیا کہ دروازے میں سجدہ ریز ہوئے داخل ہوں ہم نے ان سے کہا تھا کہ ''سبت'' کا قانون نہ توڑو اور اس بارے میں ان سے پختہ عہد لیا تھا۔

۱۵۵– آخر کار اس وجہ سے کہ انھوں نے عہد شکنی کی، آیات خداوندی کا انکار کیا اور متعدد پیغمبروں کو ناحق قتل کیا اور یہ کہنے لگے کہ ہمارے دلوں پر فطرۃً غلاف چڑھے ہوئے ہیں جب کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ نے ان کی باطل پرستی کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے، ان میں سے بہت کم لوگ ایمان قبول کریں گے۔

۱۵۶– یہ اپنے کفر میں اتنا بڑھ گئے کہ انھوں نے مریم پر سخت بہتان لگایا۔

۱۵۷– اور انھوں نے خود کہا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم، اللہ کے رسول کو قتل کر دیا۔ حالاں کہ فی الواقع نہ انھوں نے عیسیٰ کو قتل کیا اور نہ انھیں صلیب پر چڑھایا بلکہ ان لوگوں کو شبہے میں ڈال دیا گیا اور جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا وہ بھی شک میں گرفتار ہیں انھیں اس بارے میں کوئی علم نہیں سوائے گمان کی پیروی کرنے کے ان لوگوں نے یقیناً عیسیٰ بن مریم کو قتل نہیں کیا ہے۔

۱۵۸– بلکہ اللہ نے انھیں اپنی طرف اٹھالیا ہے اور اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور صاحب حکمت ہے۔

---

۱۵۳ – يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ –

اے نبیؐ اگر اہل کتاب آپ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کرادیں۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ کعب بن الاشرف اور یہودیوں کی ایک جماعت نے کہا کہ اے محمدؐ اگر آپ نبیؐ ہیں تو آسمان سے پوری کی پوری کتاب ایک ساتھ لے آئیں جس طرح حضرت موسیٰؑ پوری توریت لے کر آئے تھے۔ [1]

فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ –

تو انھوں نے موسیٰؑ سے اس سے بھی زیادہ سنگین سوال کیا تھا۔

اے نبیؐ آپ کو ان یہودیوں کے مطالبے پر حیران نہیں ہونا چاہیے کہ انھوں نے آسمان سے کتاب نازل کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔ انھوں نے روشن نشانیوں اور واضح معجزات کے آجانے کے بعد بھی حضرت موسیٰؑ سے اس سے بڑا سوال کیا تھا۔ اگرچہ یہ سوال ان یہودیوں کے آباواجداد نے کیا تھا لیکن ان کی جانب نسبت دی گئی اس لیے کہ یہ لوگ بھی انھیں کی روش پر گام زن اور ان کی ہی پیروی کرنے والے ہیں۔ اور اس کے بیان کرنے کی غرض یہ ہے کہ اس قسم کی باتیں ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہیں اے نبیؐ انھوں نے آپ سے جو مطالبہ کیا ہے وہ ان کی پہلی جہالت نہیں ہے۔

فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً –

انھوں نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تھا کہ ہمیں خدا کو علانیہ طور سے دکھلادیں۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۱۳۳

فَاَخَذَتۡهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلۡمِهِمۡ‌ۚ –

تو ان کے ظلم کی وجہ سے انھیں بجلی نے آگھیرا ان کی اذیّت رسانی اور ناممکن اور بے مقصد سوال کرنے کو ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ثُمَّ اتَّخَذُوا الۡعِجۡلَ –

اس کے بعد انھوں نے گوسالہ پرستی شروع کر دی۔

مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ الۡبَيِّنٰتُ –

واضح معجزات کے آجانے کے بعد۔

فَعَفَوۡنَا عَنۡ ذٰلِكَ‌ۚ –

ہم نے اپنی وسیع رحمت کے سبب ان کی اس غلطی کو بھی معاف کر دیا۔

وَاٰتَيۡنَا مُوۡسٰى سُلۡطٰنًا مُّبِيۡنًا –

اور موسیٰؑ کو ایسا ثبوت فراہم کر دیا جو ان کی صداقت کی وضاحت کر رہا تھا۔

۱۵۴ – وَرَفَعۡنَا فَوۡقَهُمُ الطُّوۡرَ –

اور ہم نے ان لوگوں کے سروں پر کوہِ طور کو بلند کر دیا۔

بِمِيۡثَاقِهِمۡ – تاکہ وہ اطاعت کے وعدے کو تسلیم کر لیں۔

وَقُلۡنَا لَهُمۡ – اور ہم نے موسیٰؑ کی زبان سے ان سے کہا۔

ادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا –

بابِ حطّہ سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ۔

وَّقُلۡنَا لَهُمۡ – اور موسیٰؑ و داوٗدؑ کی زبانی ان سے کہا۔

لَا تَعۡدُوۡا فِى السَّبۡتِ –

کہ سبت کا قانون نہ توڑو۔

یعنی بروز سبت جو چیزیں تم پر مباح کی گئی ہیں ان سے تجاوز کر کے جو چیزیں تم پر حرام کی گئی ہیں وہاں تک نہ پہنچ جانا۔

وَاَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا –

اور اس بارے میں ہم نے ان سے پختہ عہد لے لیا تھا۔

۱۵۵ – فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّيۡثَاقَهُمۡ –

انھوں نے مخالفت کی اور عہد شکنی کی تو ان کی عہد شکنی کی بنیاد پر ہمیں جو کچھ کرنا تھا کر گزرے۔

وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ–

اور آیات و دلائل خداوندی کے انکار کے سبب۔

وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ–

اور انبیا کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا انھوں نے انبیا کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ ان کے باپ دادا نے یہ کام انجام دیا تھا یہ لوگ ان کے عمل پر راضی تھے اس وجہ سے اللہ نے انھیں بھی قتل کا مجرم قرار دیا ہے، اور اسی طرح جو شخص کسی کام پر راضی ہو تو گویا اس نے وہ کام اپنے ذمّے لے لیا اگر چہ اس کام کو انجام نہ دیا ہو۔ [1]

وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ–

اور ان کا یہ کہنا کہ ہمارے دلوں پر تو غلاف چڑھا ہوا ہے۔ یہ دل علوم کا مخزن ہیں۔ یا پردے میں ہیں اس کی تفسیر پہلے بیان ہو چکی ہے۔

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ–

(جب کہ ایسا نہیں ہے) بلکہ اللہ نے ان کی باطل پرستی کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور اسے علم سے محروم کر دیا ہے اور ان کی توفیق کو سلب کر لیا ہے اور انھیں روک دیا ہے کہ وہ آیات میں تدبّر کریں اور پند ونصائح سے فائدہ اٹھائیں۔

فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا–

ان میں سے بہت کم افراد ایمان کے حلقہ بگوش ہوں گے یا ان میں ایمان بہت ہی کم ہوگا جو اپنی کمی کی وجہ سے قابل اعتبار نہ ہوگا۔

۱۵۶ – وَّبِكُفْرِهِمْ – اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو نہ ماننے کے سبب۔

وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا–

اور حضرت مریمؑ پر زنا کی بہت بڑی تہمت لگانے کی وجہ سے کتاب مجالس میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ لوگوں کی مرضی پر کسی کا بس نہیں چلتا اور زبانیں بے قابو رہتی ہیں کیا انھوں نے مریمؑ بنت عمران پر یہ تہمت نہیں لگائی کہ ایک بڑھئی جس کا نام یوسف تھا اس سے مریمؑ حاملہ ہوئیں اور عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ [2]

۱۵۷ – وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ–

اور ان کا یہ کہنا کہ ہم نے مسیح بن مریم رسول اللہؐ کو قتل کر دیا ہے یعنی ان کے خیال میں انھوں نے حضرت عیسیٰؑ جو مسیح بن مریم ہیں انھیں قتل کر ڈالا جب کہ اللہ نے انھیں زندہ اٹھا لیا۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۵۷ (۲) امالی شیخ صدوق، ص ۹۲-۹۱ مجلس ۲۲، ح ۳

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ –

حالاں کہ فی الواقع نہ انھوں نے عیسیٰ کو قتل کیا اور نہ ہی انھیں صلیب پر چڑھایا بلکہ ان لوگوں کو شبہے میں ڈال دیا گیا۔

یہ واقعہ سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کے قول اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ (۵۵، آل عمران ۳) کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ اللہ نے ان کی مذمت اس لیے کی ہے کہ ان کی اس بات سے اللہ کے مقابلے میں ان کی جرأت و گستاخی نظر آتی ہے اور وہ ایسے نبی کو قتل کرنے کے درپے ہیں جس کی تائید غالب آنے اور چھا جانے والے معجزات سے کی گئی ہے، اور اس لیے بھی کہ انھوں نے خوشی کا اظہار کیا اس لیے نہیں کہ انھوں نے اپنے زعم میں کہہ دیا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا ہے۔ [۱]

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ –

اور جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا وہ بھی شک میں گرفتار ہیں۔ کہا گیا جب یہ واقعہ رونما ہوا تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا بعض یہودیوں نے کہا کہ وہ جھوٹے تھے ہم نے انھیں قتل کر ڈالا اور ہم اس میں حق بجانب ہیں۔ اور دوسرے لوگ متردد ہوئے اور کہنے لگے اگر یہ عیسیٰ ہیں تو ہمارا ساتھی کہاں گیا اور کسی نے کہا چہرہ تو عیسیٰ کا ہے البتہ جسم ہمارے ساتھی کا ہے اور ایک شخص نے ان کا یہ قول سن کر کہ اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُنِيْ اِلَى السَّمَاءِ اللہ نے مجھے آسمان پر بلند کر لیا ہے۔ کہا کہ انھیں آسمانوں پر اٹھا لیا گیا اور ایک گروہ نے کہا:

صُلِبَ النَّاسُوْتُ وَصُعِدَ اللَّاهُوْتُ

عالم ناسوت میں سولی دی گئی اور عالم لاہوت کی جانب بلند کر لیے گئے۔ [۲]

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ –

انھیں اس بارے میں کچھ علم نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ گمان کی پیروی کر رہے ہیں۔

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا –

ان لوگوں نے یقیناً عیسیٰ کو قتل نہیں کیا ہے۔

جیسا کہ وہ گمان کر رہے ہیں۔ یا اس جملے میں نفی قتل کی تاکید ہے۔

۱۵۸ – بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ –

بلکہ انھیں اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔

اس جملے میں قتل کو رد کر دیا گیا اور اس کا انکار کیا گیا ہے اور رفعت کو ثابت کیا گیا ہے۔

---

(۱) تفسیر بیضاوی، ج ۱، ص ۲۵۴ (۲) انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۵۵

کتاب فقیہ میں امام سجاد علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں جگہیں تیار رکھی ہیں جسے وہاں تک بلند کیا جاتا ہے تو گویا اللہ کی جانب بلند کیا گیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے واقعے میں کہا ہے۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ[1]

تفسیر قمی میں ہے کہ جب انھیں آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا تو وہ اونی جُبّہ پہنے ہوئے تھے۔[2]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم کو جب آسمان پر بلند کیا گیا اس وقت وہ اونی جُبّہ پہنے ہوئے تھے جسے حضرت مریمؑ نے اون کات کر خود بُنا تھا اور خود ہی سیا تھا۔ جب وہ آسمانوں پر بلند ہوئے تو آواز آئی اے عیسیٰؑ دنیاوی زینت کو اپنے سے دور کردو۔[3]

کتاب اکمال میں نبی اکرمؐ سے مروی ہے کہ عیسیٰؑ بن مریم بیت المقدس تشریف لائے اور ۳۳ سال تک لوگوں کو اللہ کی جانب بلاتے رہے اور دعوت حق دیتے رہے یہاں تک کہ یہودیوں نے ان تک رسائی حاصل کی اور دعویٰ کیا کہ انھوں نے اذیت پہنچا کر عیسیٰؑ کو زمین میں زندہ گاڑ دیا۔

اور بعض نے یہ کہا کہ انھوں نے عیسیٰؑ کو قتل کرڈالا اور انھیں صلیب پر چڑھا دیا اور اللہ نے کسی کو ان پر قابو نہ پانے دیا بلکہ وہ شبہے میں پڑ گئے اور نہ ہی انھیں اذیّت پہنچانے اور زندہ دفن کرنے پر قدرت حاصل کی اور نہ ہی انھیں قتل کرنے اور سولی دینے پر اس لیے کہ اگر وہ لوگ اس امر پر قدرت پالیتے تو اللہ تعالیٰ کے قول کی تکذیب ہوجاتی بلکہ مدّت پوری ہونے کے بعد اللہ نے انھیں اپنی طرف اٹھالیا۔[4]

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔

اور اللہ ہر شے پر غالب اور صاحب حکمت ہے جو بھی تدبیر اپنے بندوں کے لیے کرتا ہے وہ حکمت سے خالی نہیں ہوتی۔

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ، ج۱، ص۱۲۷ (۲) تفسیر قمی، ج۱، ص۲۲۴

(۳) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۷۵ (۴) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۲۲۴، ح ۲۰ باب ۲۲

وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ﴿۱۵۹﴾

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۙ﴿۱۶۰﴾

وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ الْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ۧ﴿۱۶۲﴾ ع ۲۲/۱۰/۲

۱۵۹– اور اہلِ کتاب میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اپنی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن عیسیٰؑ اس پر گواہ ہوں گے۔

۱۶۱–۱۶۰– ان یہودیوں کے ظالمانہ رویّے کی بنا پر، اور اس بنا پر کہ وہ بکثرت لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، اور سود لینے کی وجہ سے جس سے انھیں منع کر دیا گیا ہے، اور لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھانے کے باعث ہم نے بہت سی پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں جو پہلے حلال تھیں اور ان میں سے جو لوگ کافر ہیں ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

۱۶۲– مگر ان میں سے جو لوگ علم میں راسخ ہیں اور ایمان دار ہیں وہ ان سب پر ایمان رکھتے ہیں جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے اور جو کچھ آپ سے پہلے نازل کیا جا چکا ہے جو نماز گزار ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ہم ضرور انھیں اجرِ عظیم عطا کریں گے۔

۱۵۹ – وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ .... قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ –

کہا گیا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں سے ہر فرد مرنے سے پہلے اس بات پر ایمان لے آئے گا کہ عیسیٰ علیہ السّلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اگرچہ جاں کنی کے وقت اس کا ایمان لانا کچھ کام نہ آئے گا۔

معصومین علیہم السّلام سے بھی اسی قسم کی روایت ملتی ہے۔ ۱

وَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام قیامت کے دن یہودیوں کے بارے میں یہ گواہی دیں گے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کو جھٹلایا کرتے تھے اور عیسائیوں کے متعلق یہ گواہی دیں گے کہ وہ انھیں خدا کا بیٹا کہہ کر پکارتے تھے۔

تفسیر قمی میں شہر بن حوشب سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ حجاج نے مجھ سے کہا کہ اے شہر! قرآن مجید کی ایک آیت نے مجھے تھکا دیا ہے تو میں نے دریافت کیا اے امیر وہ کون سی آیت ہے حجاج نے کہا ''وَ اِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ'' خدا کی قسم جب میں کسی یہودی اور عیسائی کی گردن زدنی کا حکم دیتا ہوں پھر میں اس کی جانب لگاتار دیکھتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتا رہتا ہے یہاں تک کہ مرجاتا ہے، میں نے جواب دیا اے امیر خدا تمھاری اصلاح کرے اس آیت کا مفہوم یہ نہیں ہے جیسا کہ تم تاویل کررہے ہو حجّاج نے کہا پھر کیا ہے، میں نے جواب دیا کہ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام دنیا میں تشریف لائیں گے تو اس وقت روے زمین پر کوئی یہودی اور عیسائی باقی نہ رہے گا جو ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام حضرت مہدی علیہ السّلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے حجاج نے کہا تم پر وا ہو یہ بات کہاں سے پتا چلی؟ میں نے جواب دیا مجھ سے بیان کیا محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہم نے اس کے بعد اس نے کہا میں اس روایت کو صاف وشفاف چشمے سے لے کر آیا ہوں۔ ۲ قمی نے کہا روایت بیان کی گئی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب دوبارہ تشریف لائیں گے تو ہر شخص ان پر ایمان لے آئے گا۔ ۳

تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں مروی ہے کہ اوّلین وآخرین میں سے کسی بھی دین کا پیروکار جب مرتا ہے تو وہ یقیناً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور امیر المومنین علیہ السّلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ ۴

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اہل کتاب کے ایمان سے مراد یہ ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ایمان لائیں۔ ۵

تفسیر مجمع البیان میں ایک یہ مفہوم بھی ہے کہ کتاب کا پیروکار مرنے سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ضرور ایمان لے آئے گا فرمایا کہ ہمارے اصحاب نے اس کی روایت کی ہے۔ ۶

---

(۱) بیضاوی، انوار التنزیل، ج ۱، ص ۲۵۵، تفسیر ابی سعود ج ۲، ص ۲۵۲ و تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۵۸

(۲) و (۳) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۵۸ (۴) تفسیر عیّاشی ج ۱، ص ۲۸۴ ح ۳۰۳

(۵) تفسیر عیّاشی ج ۱ ص ۲۸۴ ح ۳۰۱ (۶) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۱۳۸۔ ۱۳۷

کتاب الجوامع میں امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے روایت ہے کہ کسی روح کے لیے جسم کو چھوڑنا حرام ہے جب تک وہ شخص محمدؐ و علیؑ کو دیکھ نہ لے اور اس بارے میں بہت سی روایات پائی جاتی ہیں۔ [1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت خاص طور سے ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے اولاد فاطمہؑ میں سے جب بھی کوئی شخص موت سے ہم آغوش ہوگا تو وہ اس وقت تک دنیا سے نہیں جائے گا جب تک امام اور امامت کا اقرار نہ کرلے جس طرح اولاد یعقوبؑ نے یوسفؑ کا اقرار کیا تھا جب انھوں نے کہا "تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا" (۹۱، یوسف ۱۲) خدا کی قسم اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت عطا کی ہے۔ [2]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس مقام پر اہل کتاب سے مراد اولاد فاطمہؑ ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے "ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا" (۳۲، فاطر ۳۵) (پھر ہم نے کتاب کا وارث انھیں بنا دیا جنھیں اپنے بندوں میں سے منتخب کرلیا) تو مصطفیٰ بندوں سے یہاں وہی مراد ہیں جیسا کہ اس آیت کی تفسیر کے وقت بیان کیا جائے گا۔

۱۶۰ – فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا –

پس ان یہودیوں کے بہت بڑے ظالمانہ رویّے کی بنا پر۔

حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ –

ہم نے بہت سی پاک چیزیں جو پہلے حلال تھیں ان پر حرام کردیں۔

کہا گیا ہے کہ ان کا تذکرہ اللہ سبحانہٗ نے سورۂ انعام میں کیا ہے عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ ۚ (۱۴۶، انعام ۶) [3]

(اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والے جانور کو حرام کردیا اور گائے اور بھیڑ کی چربی کو حرام کردیا مگر جو چربی پیٹھ پر ہو یا آنتوں پر ہو یا جو ہڈیوں سے لگی ہو۔ یہ ہم نے ان کو بغاوت اور سرکشی کی سزا دی ہے اور ہم بالکل سچے ہیں)۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو شخص کسی زمین میں گندم کی کاشت کرے اور فصل اچھی نہ ہو یا اس میں بہت زیادہ جَو کی آمیزش ہوجائے تو اس کا سبب مالک کا زمین کے نگہبان پر ظلم کرنا یا کاشت کار اور کرایے دار پر ظلم ڈھانا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ یعنی اونٹ کا گوشت گائے اور بھیڑ کا گوشت جو ان پر حلال تھا ہم نے حرام کردیا۔ [4]

---

(۱) جوامع الجامع، ج ۱ ص ۳۰۲ و الکافی، ج ۳

(۲) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۲۸۴–۲۸۳ (۳) الکشاف، ج ۱ ص ۵۹۰–۵۸۹

(۴) الکافی ج ۵ ص ۳۰۶ ح ۹ و تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۲۸۴ ح ۳۰۴ و تفسیر قمی ج ۱ ص ۱۵۸

وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ...............بِالْبَاطِلِ ؕ–

اوراس بناپر کہ وہ بکثرت لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، اورسود لینے کی وجہ سے جس سے انھیں منع کردیا گیا تھا اورلوگوں کا مال ناجائز کھانے کے باعث رشوت لے کریا اس کے علاوہ دوسرے حرام ذرائع اختیار کرکے۔

۱۶۱ – وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا–

اوران میں سے جولوگ کافر ہیں ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب مہیا کررکھا ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئیں اورتوبہ کرلیں۔

۱۶۲ – لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ...............وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ–

مگر ان میں سے جولوگ علم میں راسخ ہیں اورایمان دار ہیں وہ ان سب پر ایمان رکھتے ہیں جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے اورجو کچھ آپ سے پہلے نازل کیا جاچکا ہے اوروہ نماز قائم کرنے والوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ والمقیمین الصلواۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ ان پر ایمان رکھتے ہیں جو نماز قائم کرتے تھے یعنی انبیاے کرام علیہم السّلام۔ [1]

وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ...............اَجْرًا عَظِيْمًا–

اورزکوۃ دینے والوں اور اللہ اور روزآخرت پر ایمان رکھنے والوں کو ہم ضروراجرعظیم عطا کریں گے اس لیے کہ ان کے اندر صحیح ایمان اورعمل صالح یکجا ہوگیا ہے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۱۴۰، انوارالتنزیل، ج ۱، ص ۲۵۶

اِنَّآ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ كَمَآ اَوۡحَيۡنَآ اِلٰى نُوۡحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ۚ وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَ اِسۡحٰقَ وَ يَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَ عِيۡسٰى وَاَيُّوۡبَ وَ يُوۡنُسَ وَ هٰرُوۡنَ وَ سُلَيۡمٰنَ‌ ۚ وَ اٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ﴿۱۶۳﴾

وَ رُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ‌ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰى تَكۡلِيۡمًا‌ ۚ ﴿۱۶۴﴾

رُسُلًا مُّبَشِّرِيۡنَ وَ مُنۡذِرِيۡنَ لِئَلَّا يَكُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا ﴿۱۶۵﴾

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشۡهَدُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اِلَيۡكَ اَنۡزَلَهٗ بِعِلۡمِهٖ‌ ۚ وَالۡمَلٰۤـئِكَةُ يَشۡهَدُوۡنَ‌ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا ؕ ﴿۱۶۶﴾

۱۶۳- اے محمدؐ ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی نازل کی ہے جس طرح ہم نے نوحؑ اوران کے بعد آنے والے تمام انبیا پر نازل کی تھی اور ہم نے ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ، اسباطؑ، عیسیٰؑ، ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ اور سلیمانؑ پر وحی کی اور ہم نے داؤدؑ کو زبور عطا کی۔

۱۶۴- ہم نے ان رسولوں پر بھی وحی نازل کی جن کا ذکر ہم اس سے پہلے آپ سے کر چکے ہیں اوران رسولوں پر بھی جن کا ذکر آپ سے نہیں کیا، اور اللہ نے موسیٰؑ سے باقاعدہ گفتگو کی ہے۔

۱۶۵- یہ سب رسول خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تا کہ ان رسولوں کو مبعوث کردینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابل میں کوئی حجت باقی نہ رہے اور اللہ ہر ایک پر غالب اور حکیم ودانا ہے۔

۱۶۶- اللہ گواہی دیتا ہے کہ جو کچھ اس نے آپ پر نازل کیا ہے وہ اپنے علم سے نازل کیا ہے، اور س پر ملائکہ بھی گواہ ہیں اور اللہ کا گواہ ہونا ہی کافی ہے۔

---

۱۶۳ – اِنَّآ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ.................. مِنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ۚ –

کہا گیا ہے کہ اہل کتاب کے استفسار کا جواب ہے انھوں نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کی جائے اوران کے سامنے دلیل دی گئی ہے کہ وحی سے متعلق پیغمبر کا معاملہ ان سے پہلے آنے والے تمام

انبیا کی طرح ہے۔ [۱]

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ .... دَاوٗدَ زَبُوْرًا –

اور ہم نے ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ، اسباطؑ، عیسیٰؑ، ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ اور سلیمانؑ پر وحی کی اور ہم نے داؤدؑ کو زبور عطا کیا۔

یہ لفظ زَبُور اور زُبُور دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

۱۶۴ – وَرُسُلًا قَدْ .... وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا –

ہم نے ان رسولوں پر بھی وحی نازل کی جن کا ذکر ہم آپ سے کر چکے ہیں اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر آپ سے نہیں کیا، اور اللہ نے موسیٰ سے باقاعدہ گفتگو کی ہے۔

کہا گیا ہے کہ وہ وحی کا آخری درجہ ہے جو ان انبیا کے درمیان صرف حضرت موسیٰؑ کے لیے مخصوص کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بھی اس صفت سے نوازا ہے کہ جو کچھ تمام انبیا کو دیا گیا وہ سب کچھ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو عطا کیا گیا۔ [۲] تفسیر عیاشی میں اِمامَین (امام جعفر صادق اور امام محمد باقرؑ) سے مروی ہے کہ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ کہہ کر (ہم نے آپ پر اسی طرح وحی نازل کی جس طرح نوح پر وحی کی اور ان کے بعد آنے والے تمام انبیا پر وحی کی) اللہ نے وحی کی ہر قسم پیغمبر اکرمؐ کے لیے جمع کردی ہے۔ [۳]

کتاب کافی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ مجھے ''سُوَرِ طِوَال'' (لمبی سورتیں) توریت کی جگہ اور ''مِئِین'' انجیل کی جگہ اور ''مثانی'' زبور کی جگہ اور ''مفصّل'' کی ۶۸ سورتیں بطور اضافہ دی گئی ہیں۔ [۴]

---

(۱) تفسیر بیضاوی، انوار التنزیل، ج۱، ص۲۵۶، جوامع الجامع، ج۱، ص۳۰۳ (۲) تفسیر بیضاوی، انوار التنزیل، ج۱، ص۲۵۶

(۳) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۸۵ (۴) (الف) طِوَال :- قرآن کی طولانی سورتیں یعنی بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف اور انفال توبہ کے ساتھ (انفال اور توبہ دونوں کو ایک ہی سورہ شمار کیا گیا ہے اسی لیے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ذریعے فصل نہیں ہے)۔

(ب) مَثانی :- سات طوال سورتوں کے بعد یعنی یونس سے لے کر سورۂ نحل تک اور ایک قول کے مطابق قرآن کی تمام سورتیں خواہ طِوال ہوں یا قصار مثانی ہیں سورۂ زمر میں ارشاد باری ہے كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ (زُمر/ ۲۳) اور مثانی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سورتوں میں حدود، امثال اور فرائض کو بیان کیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مثانی سے مراد سورۂ حمد ہے جیسا کہ ارشاد پروردگار ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ (حجر ۸۷) اور یہ ائمہ سے مروی ہے۔

(ج) مِئون یا مِئین :- ہر وہ سورہ جس میں سو آیتیں اس سے زیادہ یا اس سے کم ہوں اور ایسی سات سورتیں ہیں جن کا آغاز سورۂ بنی اسرائیل سے ہوتا ہے اور آخری سورہ مومنون ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مئین وہ سورتیں ہیں جو سات طولانی سورتوں کے بعد ہیں اس کے بعد مثانی کا نمبر ہے۔

(د) مفصّل :- حوامیم کے بعد سے لے کر تمام چھوٹی سورتیں قرآن کے آخر تک۔ اور انھیں مفصل اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان سورتوں میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ذریعے بہت سی فصلیں پائی جاتی ہیں۔ (مجمع البیان، ج۲-۱، ص۱۴) (الکافی، ج۲، ص۶۰۱، باب فضل القرآن)

کتاب کافی کتاب اکمال اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آدم علیہ السّلام اور نوح علیہ السّلام کے مابین انبیا مخفی اور علانیہ دونوں طریقے سے بھیجے گئے اسی لیے قرآن کریم میں ان کا ذکر مخفی رہا یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے اسما ذکر نہیں کیے جس طرح ان انبیا کا ذکر کیا گیا جن کا نام علانیہ لیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے قول سے یہی مراد ہے ''وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ''

''ہم نے ان رسولوں پر بھی وحی نازل کی جن کا ذکر ہم اس سے پہلے آپ سے کر چکے ہیں۔ اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر آپ سے نہیں کیا ہے۔''

یعنی اللہ نے جن انبیا کو پوشیدہ طور سے بھیجا ان کے نام بیان نہیں کیے جس طرح صرف ان انبیا کے نام بیان کیے گئے جنھیں علانیہ طور سے بھیجا تھا۔[1]

کتاب خصال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین دن اور تین راتوں میں حضرت موسیٰ سے جو گفتگو کی وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کلمات پر مشتمل تھی۔ موسیٰ علیہ السّلام نے اس دوران نہ کچھ کھایا اور نہ کچھ پیا۔ اس کے بعد جب وہ بنی اسرائیل کی طرف واپس آئے اور ان کی باتیں سنیں تو انھیں ناپسند کیا۔ اس لیے کہ ان کے کانوں میں کلام الٰہی کی حلاوت بسی ہوئی تھی۔[2]

کتاب توحید میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر طور سینا کی طرف گئے اور انھیں پہاڑ کے دامن میں ٹھہرا دیا اور خود طور کی بلندی پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ سے استدعا کی کہ وہ ان سے ہم کلام ہوا ور بنی اسرائیل کو یہ گفتگو سنائی دے تو اللہ تعالیٰ موسیٰ سے ہم کلام ہوا اور بنی اسرائیل نے بلندی، پستی، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے ہر طرف سے اللہ کا کلام سنا اللہ نے جسے ایک درخت میں جاری کر دیا تھا اور اس سے آواز منتشر ہوتی جو ہر طرف سنائی دی۔[3] امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے جب کلام کیا تو بغیر کسی اعضا و جوارح کے نہ ہونٹوں کو استعمال کیا اور نہ ہی تالو سے کام لیا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ گفتگو کرنے کے لیے ان کا محتاج نہیں ہے۔[4]

امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایک شخص کو جب آیات اور کلام الٰہی کے بارے میں اشتباہ ہوا تو اس نے امام علیہ السّلام سے اس بارے میں سوال کیا امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ آیات اور کلام اللہ ایک طرح کا نہیں ہوتا ان میں سے کچھ وہ ہے جس میں اللہ نے رسولوں سے گفتگو کی ہے اور کچھ کو ان کے دلوں میں ڈال دیا ہے اور ان میں سے خواب بھی ہیں جن کے ذریعے رسولوں کو پیغام دیا جاتا ہے اور اسی سے وحی تنزیل کا تعلق ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے، جسے پڑھا جاتا ہے یہی کلام اللہ ہے میں نے تمھیں کلام اللہ کے بارے میں جو کچھ

---

(۱) الکافی، ج ۸، ص ۱۱۵ و اکمال الدین اتمام النعمہ، ص ۲۱۵ و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۸۵

(۲) الخصال، ص ۶۴۲-۶۴۱، ح ۲۰ (۳) التوحید، ص ۱۲۱، ح ۲۴ (۴) التوحید، ص ۷۹، ح ۳۴

بتایا ہے بس اسی پر اکتفا کرو اس لیے کہ کلام اللہ کا مفہوم ایک طرح کا نہیں ہے ان میں سے وہ ہے جسے آسمانی پیغام بر زمینی پیغامبروں تک پہنچاتے ہیں۔ [1]

کتاب احتجاج میں یہودیوں کا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مکالمہ موجود ہے جب انھوں نے کہا کہ موسیٰؑ آپ سے بہتر ہیں آں حضرتؐ نے فرمایا کس طرح تو انھوں نے کہا کہ اللہ نے ان سے جو گفتگو کی وہ چار ہزار الفاظ پر مشتمل تھی اور آپ سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی تو آں حضرتؐ نے جواب دیا مجھے تو ان سے افضل شے عطا ہوئی انھوں نے دریافت کیا وہ کیا چیز ہے تو آں حضرتؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قول سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا (۱، بنی اسرائیل ۱۷) [2] یہ مکمل حدیث سورۂ بنی اسرائیل کے ذیل میں بیان ہوگی۔

۱۶۵ - رُسُلًا مُّبَشِّرِیۡنَ .... حُجَّۃٌۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ ؕ -

یہ سب رسول خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تا کہ ان رسولوں کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابل میں کوئی حجت باقی نہ رہے۔

اور وہ یہ نہ کہیں کہ کاش ہمارے پاس کوئی رسول آیا جو ہمیں تنبیہ کرتا اور ہمیں وہ کچھ سکھاتا جو ہمارے علم میں نہیں ہے۔

وَ کَانَ اللّٰہُ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا -

اور اللہ جو ارادہ کرتا ہے وہ پورا کر کے رہتا ہے وہ سب پر غالب ہے کوئی اس پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتا اور ہر کام پوری تدبیر کے ساتھ کرتا ہے۔

۱۶۶ - لٰکِنِ اللّٰہُ یَشۡہَدُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اِلَیۡکَ -

کہا جاتا ہے کہ جب یہ آیت اِنَّاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ (ہم نے آپ پر وحی کی ہے) نازل ہوئی تو یہودیوں نے کہا ہم اس بات کی گواہی نہیں دیتے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی لٰکِنِ اللّٰہُ یَشۡہَدُ (لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ جو کچھ اس نے آپ پر نازل کیا ہے)۔ [3]

اَنۡزَلَہٗ بِعِلۡمِہٖ ۚ - وہ اپنے علم سے نازل کیا کہ آپ اس کے حق دار ہیں۔

وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یَشۡہَدُوۡنَ ؕ - اور فرشتے بھی اس امر کی گواہی دیتے ہیں۔

وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا - اگر کوئی اور گواہی نہ دے تو صرف اللہ گواہی کے لیے کافی ہے۔ تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آیت لٰکِنِ اللّٰہُ یَشۡہَدُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اِلَیۡکَ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علیؑ کے بارے میں جو کچھ نازل کیا ہے وہ اس کی گواہی دے رہا ہے۔ [4]

---

(۱) التوحید، ج ۳، ص ۲۶۴، باب ۳۶

(۲) (پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا) الاحتجاج، ج ۱، ص ۵۶-۵۵

(۳) انوار التنزیل ج ۱، ص ۲۵۷ (۴) تفسیر قمی ج ۱ ص ۱۵۹

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ صَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلٰلًا بَعِيدًا ﴿١٦٧﴾
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ ظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ﴿١٦٨﴾
إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٦٩﴾

۱۶۷- بے شک جن لوگوں نے خود کفر اختیار کیا اور دوسروں کو اللہ کی راہ سے روک دیا تو وہ لوگ گمراہی میں بہت دور نکل گئے۔

۱۶۸- یقیناً جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ظلم وستم روا رکھا اللہ نہ تو انھیں معاف کرے گا اور نہ ہی انھیں کوئی راستہ دکھائے گا۔

۱۶۹- سوائے جہنّم کی راہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور یہ خدا کے لیے بہت آسان ہے۔

۱۶۷- إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ صَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلٰلًا بَعِيدًا-

بے شک جن لوگوں نے خود کفر اختیار کیا اور دوسروں کو اللہ کی راہ سے روک دیا تو وہ لوگ گمراہی میں بہت دور نکل گئے اس لیے کہ وہ لوگ گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے پر اکٹھے ہوگئے ہیں، جو گمراہ کن ہے وہ خود بہت زیادہ گمراہی میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے اور گمراہی سے اپنے آپ کو علیحدہ کر لینا اس کے لیے بعید ہوتا ہے۔ یعنی وہ گمراہی میں اتنی دور نکل جاتا ہے جہاں سے واپسی ممکن نہیں رہتی۔

۱۶۸- إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ ظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا-

یقیناً جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ظلم کو روا رکھا۔ جن میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔

اللہ نہ تو انھیں معاف کرے گا اور نہ ہی انھیں کوئی راستہ دکھائے گا۔

۱۶۹- إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا-

سوائے جہنّم کی راہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور یہ خدا کے لیے بہت آسان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ ۚ وَإِنْ
تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧٠﴾
يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ إِنَّمَا
الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ
مِنْهُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۖ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ ۚ إِنَّمَا
اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۘ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي
الْأَرْضِ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿١٧١﴾

وقف لازم ع ۲۳ ۹ ۳

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ۚ وَ
مَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ﴿١٧٢﴾
فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ
فَضْلِهِ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنْكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَلَا
يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٧٣﴾

۱۷۰- اے انسانو! یہ رسولؐ تمھارے پروردگار کی جانب سے تمھارے پاس حق لے کر آگیا ہے، تم ایمان لے آؤ، تمھارے لیے یہی بہتر ہے۔ اور اگر انکار کرتے ہو تو جان لو کہ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے اور اللہ صاحب علم ہے اور صاحب حکمت بھی ہے۔

۱۷۱- اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو، اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی اور بات منسوب نہ کرو۔ بے شک مسیح عیسیٰؑ بن مریمؑ صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ نے مریمؑ کو القا کیا تھا اور وہ اس کی طرف سے ایک روح ہیں پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور خبردار یہ نہ کہو کہ "تین" ہیں باز آجاؤ تمھارے لیے یہی بہتر ہے، بلاشبہ اللہ معبود یکتا ہے وہ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو، آسمان وزمین کی ساری چیزیں اسی کی ملکیت ہیں اور ان کی خبر گیری کے لیے بس وہی کافی ہے۔

۱۷۲- مسیح نے کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ وہ بندۂ خدا ہیں اور نہ ہی مقرّب ترین فرشتے اس کی بندگی کو

عار سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی بھی اس کی بندگی کو عار سمجھے گا اور تکبر کرے گا تو اللہ عنقریب سب کو اپنی بارگاہ میں محشور کرے گا۔

۱۷۳- پھر جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے تو اللہ انھیں بھرپور اجر دے گا اور اپنے فضل سے انھیں مزید نوازے گا۔ اور جن لوگوں نے انکار اور استکبار (غرور و تکبر) سے کام لیا ہے اللہ ان کو دردناک سزا دے گا اور انھیں خدا کے علاوہ نہ کوئی سرپرست ملے گا اور نہ ہی مددگار۔

۱۷۰- یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ.............. خَیْرًا لَّکُمْ ؕ-

اے انسانو! یہ رسول تمھارے پروردگار کی جانب سے تمھارے پاس حق لے کر آ گیا ہے تم ایمان لے آؤ تمھارے لیے یہی بہتر ہے۔

اٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا ایمان لے آؤ جو تمھارے لیے بہتر ہے یا ایسا کام کرو جس میں تمھاری بھلائی ہو یا کہ ایمان لانے ہی میں تمھارے لیے بہتری ہے۔

وَاِنْ تَکْفُرُوْا.............. عَلِیْمًا حَکِیْمًا-

اور اگر انکار کرتے ہو تو جان لو کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے اور اللہ صاحبِ علم اور صاحبِ حکمت ہے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے: قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ میں حق سے مراد ولایت علی ہے تم اسے تسلیم کرلو اسی میں تمھارے لیے خیر ہے۔[1]

۱۷۱- یٰۤاَهْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ-

اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو۔

یہودیوں نے عیسیٰؑ کو اتنا گرایا کہ ان پر الزام لگایا کہ انھوں نے ناجائز طور سے جنم لیا تھا۔ اور نصاریٰ (عیسائیوں) نے انھیں اتنا بڑھایا کہ خدا بنا دیا۔

وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ-

اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو یعنی کسی کو اللہ کی ذات میں شریک قرار نہ دو اور کسی کو اس کی بیوی اور بیٹا نہ بناؤ اللہ ان تمام چیزوں سے پاک اور منزہ ہے۔

اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی.............. اَلْقٰهَاۤ اِلٰی مَرْیَمَ-

بے شک مسیح عیسیٰؑ بن مریمؑ صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ نے مریمؑ کو القا کیا تھا۔

---

(۱) الکافی، ج ۱، ص ۴۲۴، ح ۵۹ و تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۸۵، ح ۲۰۷

وَرُوحٌ مِّنْهُ۔

اوروہ اس کی طرف سے ایک روح ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے روح کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا یہ ایسی روح ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم وعیسیٰ میں خلق فرمایا تھا۔ [1]

کتاب توحید میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوروحوں کو پیدا کرنے کے بعد منتخب فرمایا آدم علیہ السّلام کی روح اور عیسیٰ علیہ السّلام کی روح کو۔ [2]

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ۔

پس تم اللہ اوراس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور خبردار یہ نہ کہو کہ ''تین'' ہیں۔ یعنی اللہ، مسیحؑ اور مریمؑ کو ملا کر تثلیث کے قائل نہ بنو جس پر اللہ کا یہ قول دلالت کرتا ہے ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کیا تم نے، لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو خدا بنالو۔ (۱۱۶، مائدہ ۵)

اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ۔

تم تثلیث سے باز آجاؤ اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ۔

بلاشبہ اللہ معبود یکتا ہے۔ اس کی وحدت ایسی ہے جہاں پر کسی قسم کی کثرت اور شمار وحساب کا گزر نہیں ہوسکتا۔

سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ۔

وہ پاک ہے اس سے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو۔ ایسا ممکن نہیں اس لیے کہ بیٹا باپ کی مانند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ کوئی اس کا ہمسر اور ہمتا ہو۔

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ۔

ملکیت، قدرت اور خلقت کے اعتبار سے آسمان وزمین کی ساری چیزیں اسی کے اختیار میں ہیں ان میں سے کوئی شے بھی اس کی مانند ومثل نہیں ہے کہ وہ اسے اپنا بیٹا بنالے۔

وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا۔

اوران کی خبرگیری کے لیے بس وہی کافی ہے۔

لفظ وکیل کے ذریعے اولاد سے استغنا کو واضح کیا ہے بیٹے کی ضرورت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ باپ کے امور کا نگہبان ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ ہر شے کی حفاظت کررہا ہے اس معاملے میں وہ تنہا کافی ہے وہ کسی خلف [3] اور

---

(۱) الکافی، ج ۱، ص ۱۳۳، ح ۲ (۲) التوحید، ص ۱۷۲، ح ۴ (۳) اولاد جو باپ کی جانشین ہو

مُعین [۱] سے مستغنی ہے۔

۱۷۲– لَنۡ یَّسۡتَنۡکِفَ الۡمَسِیۡحُ اَنۡ یَّکُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰہِ–

مسیحؑ نے کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ وہ بندۂ خدا ہیں۔ اس لیے کہ اللہ کی بندگی ایسا شرف ہے جس پر انھیں فخر ہے اور غیر اللہ کی بندگی باعث ذلّت اور موجب عار ہے۔

روایت کی گئی ہے کہ نجران کے وفد نے رسول اللہؐ سے سوال کیا کہ آپ ہمارے آقا اور مالک پر عیب کیوں لگاتے ہیں آں حضرتؐ نے دریافت کیا تمھارا مالک کون ہے انھوں نے کہا عیسیٰ آں حضرتؐ نے پوچھا میں کیا کہتا ہوں کہا کہ آپ کہتے ہیں عبداللہ (بندۂ خدا) تو آں حضرتؐ نے فرمایا یہ باعث عار نہیں ہے کہ انھیں عبداللہ کہا جائے انھوں نے کہا اچھا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[۲]

وَلَا الۡمَلٰٓئِکَۃُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ–

اور مقرب فرشتے بھی اسے عار نہیں سمجھتے کہ انھیں اللہ کا بندہ کہا جائے۔

وَمَنۡ یَّسۡتَنۡکِفۡ عَنۡ عِبَادَتِہٖ وَیَسۡتَکۡبِرۡ–

اگر کوئی بھی اس کی بندگی کو عار سمجھے گا اور تکبّر کرے گا۔

استکبار (تکبر کرنا) استنکاف (باعث عار سمجھنا) سے نچلے درجے کا ہوتا ہے یہ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی استحقاق نہ ہو تکبر کے برخلاف کہ وہ کبھی استحقاق کے مطابق ہوتا ہے جیسے اللہ کو تکبر کا حق ہے۔

فَسَیَحۡشُرُہُمۡ اِلَیۡہِ جَمِیۡعًا–

مُسۡتَنۡکِفۡ (باعث عار سمجھنے والے) مُسۡتَکۡبِرۡ (تکبر کرنے والے) اور مُقِرّ بالعبودیہ (اور بندگی کا اقرار کرنے والے) ان سب کو اللہ تعالیٰ ان کے حالات کے مطابق جزا اور بدلہ دے گا۔

۱۷۳– فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ .... وَلِیًّا وَّلَا نَصِیۡرًا–

پھر جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے تو اللہ انھیں بھرپور اجر دے گا اور اپنے فضل سے انھیں مزید نوازے گا۔ اور جن لوگوں نے انکار کیا اور استکبار سے کام لیا ہے اللہ انھیں دردناک سزا دے گا اور اللہ کے علاوہ انھیں نہ کوئی سرپرست ملے گا اور نہ ہی مددگار۔

---

(۱) مددگار (۲) مجمع البیان، ج ۳-۴، ص ۱۴۶

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّ يَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾ؕ

۱۷۴- اے انسانو! تمھارے رب کی جانب سے تمھارے پاس روشن دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمھارے لیے روشن نور (قرآن کریم) بھی نازل کردیا ہے۔

۱۷۵- پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس سے وابستہ ہوگئے تو عن قریب اللہ انھیں اپنی رحمت اور فضل وکرم کے دامن میں لے لے گا اور اپنی طرف آنے کی سیدھی راہ انھیں بتادے گا۔

۱۷۴- يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ .... نُوْرًا مُّبِيْنًا-

کہا گیا ہے کہ بُرہان سے مراد رسول اللہ اور نور سے مراد قرآن ہے۔[۱] اور ایک قول کے مطابق برہان سے مراد معجزات اور نور سے مراد قرآن ہے یعنی تمھارے پاس عقلی دلائل اور تحریری شواہد آچکے ہیں اب تمھارے پاس کسی قسم کا عذر اور ایمان نہ لانے کی کوئی وجہ باقی نہیں ہے۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نور سے مراد ولایت علی بن ابی طالب علیہ السلام ہے۔[۳]

۱۷۵- فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ-

پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس سے وابستہ ہوگئے تو عن قریب اللہ انھیں اپنی رحمت میں جگہ دے گا یعنی وہ لوگ ثواب کے مستحق ہوں گے۔

وَفَضْلٍ ۙ-

اور مزید احسان کرے گا جو اس سے بڑھ کر ہوگا۔

وَّ يَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ-

اللہ اپنی طرف آنے کی راہ دکھائے گا۔ یا اس رحمت وفضل کی جانب ہدایت کرے گا جس کا وعدہ کیا ہے۔

(۱) زمخشری تفسیر کشاف، ج۱، ص۵۹۸، انوار التنزیل، ج۱، ص۲۵۹

(۲) بیضاوی، انوار التنزیل، ج۱، ص۲۵۹

(۳) مجمع البیان، ج۳-۴، ص۱۴۷

صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا۔

سیدھا راستہ۔صراط کی تفسیر سورۂ فاتحہ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ بُرہان سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور نور سے مراد حضرت علیؑ ہیں اور صراط مستقیم سے بھی مراد حضرت علیؑ کی ذات گرامی ہے۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ نور سے مراد امیر المومنینؑ کی امامت ہے اور اعتصام کے معنیٰ ہیں کہ علیؑ کی ولایت اور ان کے بعد آنے والے ائمہ کی ولایت سے تمسک کیا جائے۔[۲]

(۱) تفسیر عیاشی، ج ا، ص ۲۸۵، ح ۳۰۸ (۲) تفسیر قمی، ج ا، ص ۱۵۹

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَ هُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَ اِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷٦﴾

ع ۲۴/۵

۱۷٦۔اے نبیؐ یہ لوگ آپ سے کلالہ (بھائی بہن) کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں فرمادیجیے کہ اللہ خود فتویٰ دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص بے اولاد مرجائے اوراس کی ایک بہن ہوتو وہ اس کے ترکے میں سے نصف پائے گی اور اگر بہن بے اولاد مرے تو بھائی اس کا وارث ہوگا اورمرنے والے کی وارث دوبہنیں ہوں تو وہ ترکے میں سے دوتہائی کی حقدار ہوں گی اوراگر کئی بھائی بہنیں ہوں تو عورتوں کا اکہرااورمردوں کا دوہرا حصّہ ہوگا۔اللہ تمھارے لیے احکام کی وضاحت کرتا ہے تاکہ تم بھٹکنے نہ پاؤ اوراللہ ہر شے کو بہت اچھی طرح جانتا ہے۔

۱۷٦۔يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ – اے رسولؐ یہ لوگ آپ سے کلالہ کے بارے میں فتویٰ طلب کررہے ہیں جیسا کہ جواب سے ظاہر ہورہا ہے۔ روایت ہے کہ جابر بن عبداللہ بیمار تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُن کی عیادت کی تو انھوں نے سوال کیا یارسول اللہؐ میرے بہن بھائی ہیں میں اپنے مال کی تقسیم کیسے کروں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ –

آپ فرمادیجیے کہ اللہ کلالہ کے بارے میں تمھیں یہ فتویٰ دیتا ہے۔کلالہ کی تفسیر اس سورہ کے آغاز میں بیان کی جاچکی ہے۔

اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗۤ اُخْتٌ –

اگر کوئی شخص بے اولاد مرجائے اوراس کی ایک بہن ہوخواہ وہ بہن حقیقی ہو یا پدری جانب سے بہن ہو یعنی دونوں کا باپ ایک ہواور ماں مختلف ہو جیسا کہ امام صادق علیہ السلام سے بیان کیا گیا ہے۔[2]

فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ –

تواس بہن کوترکے کا نصف ملے گا اوراگر بہن بے اولاد مرجائے تو بھائی کو پورامال مل جائے گا۔

اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ – جب اس کی نہ کوئی اولاد ہو اور نہ ہی باپ ہو اس لیے کہ یہاں کلالہ کے میراث کی

(۱)انوارالتنزیل، ج۱،ص۲۵۹ (۲)الکافی، ج۷،ص۱۰۱

گفتگو ہورہی ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ اگر مرنے والے کا باپ زندہ ہو تو بھائیوں کو میراث نہیں ملے گی۔ جیسا کہ اہل بیتؑ سے متواتر روایات اس بارے میں منقول ہیں۔

فَاِنۡ کَانَتَا اثۡنَتَیۡنِ- اگر مرنے والے بھائی کی دو بہنیں ہوں۔

فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ- تو وہ دونوں ترکے میں سے دوتہائی کی حقدار ہوں گی۔

وَاِنۡ كَانُوۡۤا اِخۡوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ-

اور اگر کئی بھائی بہنیں ہوں تو عورتوں کا اکہرا اور مردوں کا دوہرا حصّہ ہوگا۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر کسی شخص کا انتقال ہوجائے اور اس کی ایک بہن ہو تو آیت کے اعتبار سے اسے ترکے کا نصف ملے گا جس طرح اگر بیٹی ہوتی تو اسے بھی نصف ملتا اور بقیہ نصف رشتہ داری کی بنیاد پر اس کی طرف لوٹایا جائے گا اگر مرنے والے کا اس سے زیادہ کوئی قریبی وارث موجود نہ ہو اور اگر بہن کی جگہ بھائی ہو تو اسے پوری میراث مل جائے گی آیت کی بنیاد پر اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهَا وَلَدٌ (اگر بہن بے اولاد مرجائے تو بھائی پوری میراث کا حقدار ہوگا) اور مرنے والے کی دو بہنیں ہوں تو آیت کی بنیاد پر انھیں دوتہائی کا حق ہوگا اور باقی ایک ثلث رشتے داری کی بنیاد پر ملے گا اور اگر مرنے والے کے کئی بھائی بہن ہوں تو اس صورت میں مردوں کو دوہرا حصّہ اور عورتوں کو اکہرا حصّہ ملے گا اور میراث کا یہ حصّہ ان سب کو اس وقت ملے گا جب مرنے والے کا بیٹا ماں باپ اور بیوی نہ ہو۔ اور اس مضمون کی روایت معصومینؑ کی زبانی کتاب کافی اور دیگر کتب میں مذکور ہے۔[1]

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ اَنۡ تَضِلُّوۡا-

کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تمھاری گمراہی کو واضح کررہا ہے تم جس کے عادی ہو جب تم تنہا ہوتے ہو اور وہ تمھاری طبیعت میں رچ بس چکی ہے تاکہ تم اپنے آپ کو اس سے بچالو اور محفوظ رکھو۔ یا اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ جو بات حق اور درست ہے وہ بیان کررہا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہوجاؤ اور راہ راست سے بھٹک نہ جاؤ۔[2]

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ- اور اللہ ہر شے کو اچھی طرح جانتا ہے۔

وہ بندوں کی مصلحتوں سے باخبر ہے ان کی موت وحیات سے آگاہ ہے۔

کہا گیا ہے یہ آخری آیت ہے جو احکامات کے ذیل میں نازل ہوئی ہے۔[3]

کتاب ثواب الاعمال میں اور تفسیر عیاشی میں امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ جو شخص ہر جمعے کے دن پابندی کے ساتھ سورۂ نساء کی تلاوت کرے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ قبر کے فشار سے محفوظ رہے گا۔[4]

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص۱۶۰-۱۵۹۔ و۔ الکافی، ج۷، ص۱۰۱۔ و۔ وسائل الشیعہ، ج۱۷، ص ۴۳۴ (۲) بیضاوی، تفسیر انوار التنزیل، ج۱، ص۲۶۰ (۳) بیضاوی، تفسیر انوار التنزیل، ج۱، ص۲۵۹ (۴) ثواب الاعمال، ص۱۰۵ و تفسیر عیاشی، ج۱، ص۲۱۵

سورۂ مائدہ

سورۂ مائدہ مدینۂ منورہ میں نازل ہوا جیسا کہ ابن عباس اور مجاہد کا قول ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ یہ مکمل سورہ مدینے میں نازل ہوا سوائے آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے جو حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی اس سورہ میں ۱۲۰ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۣ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ①

بڑے مہربان اور نہایت مشفق اللہ کے نام سے

۱۔ اے ایمان لانے والو! تم معاہدوں کی پوری پابندی کرو، تمھارے لیے تمام چوپائے جانور حلال کر دیے گئے ہیں سوائے ان جانوروں کے جن کی حرمت کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے مگر جب تم حالت احرام میں ہو تو شکار کو حلال نہ سمجھنا، بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

۱۔ تفسیر قمی میں ہے امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ''عقود'' کے معنیٰ ہیں عہود یعنی عہد و پیمان۔[۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ایفاء وفا کے معنیٰ میں ہے یعنی پورا کرنا اور عقد مضبوط عہد و پیمان کو کہتے ہیں۔ اس آیت میں ہر وہ عہد و پیمان شامل ہے جو اللہ نے اپنے بندوں سے لیا ہے اور ان پر ایمان لانا لازم قرار دیا ہے جیسے اللہ پر اس کے تمام فرشتوں، کتابوں، رسولوں، رسول کے اوصیاء پر ایمان لانا اور اللہ نے جن چیزوں کو حلال قرار دیا ہے انھیں حلال سمجھنا اور جنھیں حرام کیا ہے ان کی حرمت کو تسلیم کرنا اور واجبات و مستحبات کو بجالانا، حدود الٰہی کی رعایت کرنا اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرنا اور ہر اس پیمان کو پورا کرنا جو مومنین نے اللہ کی خاطر اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور مومنین نے آپس میں معاملات اور امانت کے جو معاہدے کیے ہیں ان کو پورا کرنا۔

تفسیر قمی میں امام جواد علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دس مقامات پر علی علیہ السّلام کی خلافت کے بارے میں لوگوں سے عہد و پیمان لیا تھا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل فرمائی جس میں کہا: ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ'' اے مومنو! تم سے امیر المومنینؑ کے بارے میں جو معاہدہ لیا گیا ہے اسے پورا کرو۔[۲]

(۱) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۶۰ (۲) تفسیر قمی ج ۱، ص ۱۶۰

اُحِلَّتۡ لَکُمۡ بَهِیۡمَةُ الۡاَنۡعَامِ۔

تمھارے لیے تمام چوپائے جانور حلال کر دیئے گئے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ یہ بیان کردہ احکام کی وضاحت ہے اس سے مراد جانوروں کے آٹھ جوڑے ہیں۔[1]

ظاہری احادیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ چوپاؤں کی حلّت کا بیان دوسری آیات میں ہے اس آیت میں ان جانوروں کی حلّت بیان کی گئی ہے جو شکم مادر میں ہوتے ہیں۔

کتاب کافی، کتاب تہذیب، کتاب فقیہ اور تفسیر عیّاشی میں امام باقر اور امام جعفر صادق علیہما السّلام میں سے کسی ایک سے روایت ہے انھوں نے اس آیت کی تفسیر میں بیان فرمایا کہ چوپائے کا وہ بچّہ شکم مادر میں جس کے بال اور پشم آجائیں تو اس کی زکوٰۃ اس کی ماں کی زکوٰۃ جتنی ہوگی اور کافی اور قمی میں یہ اضافہ ہے کہ خداوندعالم نے آیت میں یہی مراد لیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی چوپائے کا بچّہ شکم مادر میں ناقص رہ گیا ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔[2]

تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں وہ بچّے مراد ہیں جو جانوروں کے شکم میں ہوں اور امیر المومنین علیہ السّلام ان بچّوں کو فروخت کرنے کا حکم دیتے تھے۔[3]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ شاید یہ بھی ایک مفہوم ہو ایک احتمال یہ ہے کہ ان احادیث سے مراد فرد خفی کا بیان ہے یا یہ بھی امکان ہے کہ پہلا مفہوم بہیمہ کے نام سے اسے موسوم کرنا ہے اور اس کی حلّت کو بیان کرنا ہے تو اس طرح وہ عمومی مفہوم کی نفی نہیں کرتا باوجودے کہ ماں کی حلّیت کو بطور نص بیان کیا گیا ہے۔

تفسیر عیّاشی میں ہے کہ علی علیہ السّلام سے ہاتھی، ریچھ اور بندر کے گوشت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ ان چوپایہ جانوروں میں سے نہیں ہیں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔[4]

اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ۔ مگر جس کی حرمت کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے۔

غَیۡرَ مُحِلِّی الصَّیۡدِ وَاَنۡتُمۡ حُرُمٌ۔ مگر جب تم حالت احرام میں ہو تو شکار کو حلال نہ سمجھنا۔

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حالت احرام میں جب تم پر شکار حرام ہے تو اس وقت چوپائے جانوروں کو تمھارے لیے حلال کر دیا گیا ہے تاکہ تم پریشانی میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔[5]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ آیت جملہ حالات میں چوپائے جانوروں کی حلّت کی نفی نہیں کرتی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ۔ حلّت و حرمت کے بارے میں اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱ ص ۲۶۰ (۲) الکافی، ج ۶ ص ۲۳۴ و تہذیب الاحکام، ج ۹ ص ۵۸ و من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۲۰۹ و تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۲۹۰ و الکافی، ج ۶ ص ۲۳۴ اور تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۶۰ و من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳، ص ۲۰۹ (۳) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۲۸۹۔ ۲۹۰ (۴) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۲۹۰ (۵) زمخشری تفسیر کشاف ج ۱ ص ۶۰۱

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْيَ وَ لَا الْقَلَآئِدَ وَ لَاۤ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ؕ وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲﴾

۲- اے ایمان لانے والو! خدا پرستی کی نشانیوں کو بے حرمت نہ کرو، اور نہ حرام مہینوں میں سے کسی کو حلال کرلو، اور نہ قربانی کے جانوروں اور ان جانوروں پر ہاتھ ڈالو جن کی گردنوں میں نذر خداوندی کی علامت کے پٹے پڑے ہوں، اور نہ ان کی راہ میں رکاوٹ بنو جو اپنے رب کے فضل اور رضامندی کی تلاش میں خانۂ کعبہ کا قصد کرتے ہیں ہاں جب احرام کی حالت سے نکل جاؤ تو، تم شکار کرسکتے ہو، اور کسی قبیلے کی عداوت کہ انھوں نے تمھیں مسجد حرام جانے سے روکا تھا تمھیں مجرم نہ بنادے کہ تم ان سے زیادتی کرنے لگو، نیکی اور تقویٰ کے کام میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو، گناہ اور ظلم و زیادتی میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دو، اللہ سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ کی سزا تو بہت سخت ہوتی ہے۔

۲-يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ-

اے ایمان لانے والے شعائر اللہ کو نظر انداز نہ کرو اور انھیں بے حرمت نہ کرو۔ شعائر شعیرہ کی جمع ہے۔

"شعائر اللہ" سے مراد وہ چیزیں ہیں جنھیں اللہ نے دین کی علامت اور نشانی قرار دیا ہے جیسے حج کے اعمال وغیرہ۔

وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ-

اور نہ ہی محترم مہینوں میں قتال کرکے ان کی بے حرمتی کرو۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت بنی ربیعہ کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی جسے حطم کہا جاتا تھا۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ وہ جس وقت حج کرنے آیا اور اس کے کفر اور ظلم کی بنیاد پر مسلمانوں نے محترم مہینوں میں اسے قتل کرنا چاہا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، اور وہ شخص مدینے کی بھیڑ بکریاں چرایا کرتا تھا۔

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۱۵۳

کہا گیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہوچکی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول: فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ۔ تم مشرکین کو جہاں پاؤ انھیں قتل کرڈالو۔ [۱] (۵ التوبہ ۹)

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سورہ اور اس آیت میں سے کچھ بھی منسوخ نہیں ہوا ہے اس لیے کہ اس امر کی اجازت نہیں ہے کہ محترم مہینوں میں مشرکین سے قتال کی ابتدا کی جائے سوائے اس کے کہ وہ خود قتال کا آغاز کریں۔ [۲]

وَلَا الْهَدْيَ – جس جانور کو کعبے کے لیے ہدیہ کیا جائے۔

وَلَا الْقَلَآئِدَ – اور نہ وہ جن کے گلے میں پٹّے پڑے ہوں۔

تاکہ ان کی شناخت ہوجائے کہ وہ راہ خدا میں نذر کیے گئے ہیں اور لوگ ان سے تعرّض نہ کریں۔

وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ – اور نہ ان کے لیے رکاوٹ بنو جو بیت الحرام کی زیارت کا قصد کریں۔

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ

جو لوگ اپنے رب کے فضل اور رضامندی کی تلاش میں آئیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انھیں ثواب عطا کرے اور ان کی عبادتوں سے راضی ہوجائے یا یہ کہ انھیں تجارت کے ذریعے رزق فراہم کرے اور ان کی عبادتوں سے راضی ہوجائے اصل مقصد جس کا تذکرہ آیت میں کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ان سب سے تعرّض نہ کرو اور ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بنو۔

وَاِذَا حَلَلْتُمْ – اور جب تم احرام سے باہر آجاؤ۔

فَاصْطَادُوْا ؕ – تو اگر چاہو تو شکار کرسکتے ہو۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ – تمھیں نہ ابھارے، تمھیں اس طرف آمادہ نہ کرے۔ تمھیں گناہ میں ملوّث نہ کرے۔

شَنَاٰنُ قَوْمٍ – کسی قوم سے شدید بغض یا عداوت۔

اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ – کہ انھوں نے حدیبیہ کے موقع پر تمھیں مسجد الحرام سے دور کردیا تھا۔

اَنْ تَعْتَدُوْا – کہ تم ان سے اس وجہ سے انتقام لینے لگو۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ –

تم عفو و درگزر اور چشم پوشی سے کام لے کر اور حکم کا اتباع کرکے اور خواہشات سے دوری اختیار کرکے نیکی اور تقویٰ کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ – اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دو۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ – اور اللہ سے ڈرتے رہو اس لیے کہ اس کا انتقام بہت سخت ہے۔

---

(۱) تفسیر مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۱۵۵ (۲) تفسیر مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۱۵۵

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَ مَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳﴾

۳-تم پر حرام قرار دیا گیا ہے مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، جسے گلا گھونٹ کر مارا گیا ہو، جو چوٹ کھا کر مرا ہو، بلندی سے گر کر مرجائے یا جو سینگ سے مار ڈالا گیا ہو اور جسے درندے نے پھاڑ کھایا ہو مگر مرنے سے پہلے جسے تم ذبح کرلو، یا جو بتوں کے آستانے پر ذبح کیا گیا ہو، نیز یہ بھی تمھارے لیے ناجائز ہے کہ تم پانسوں کے ذریعے قسمت آزمائی کرو یہ سب فسق و فجور کی باتیں ہیں۔

آج کے دن کافر تمھارے دین کی طرف سے مایوس ہو گئے ہیں لہٰذا ان سے نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ سے ڈرو۔

آج میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو مکمّل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور اسلام کو تمھارے دین کی حیثیت سے پسندیدہ قرار دیا ہے۔

(لہٰذا حلال وحرام کی جو قید لگائی گئی ہے اس کی پابندی کرو) البتہ جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر گناہ کی طرف مائل ہوئے بغیر ان میں کچھ کھالے تو اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ-
تم پر مردار حرام ہے۔

یہ لِمَا یُتْلیٰ عَلَیْکُمْ کا بیان ہے یعنی حرمت کے جو احکام بیان کیے جا چکے ہیں وہ یہ ہیں۔

وَالدَّمُ- وہ خون جو بہہ کر نکلے۔

ارشاد رب العزت ہے: اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا۔ (۱۴۵ انعام ۶)

کہا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں خون کو آنتوں میں ڈال دیتے تھے اور اسے بھون کر کھاتے تھے۔ [1]

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔۴ ص ۱۵۷ نیز کشاف، ج ۱ ص ۶۰۳

وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ –

اور سور کا گوشت خواہ اس کو ذبح بھی کیا گیا ہو یہاں صرف سوّر کا ذکر کیا ہے کتے کا ذکر نہیں کیا اس لیے کہ لوگ سوّر کا گوشت کھانے کے عادی ہیں۔

وَمَآ اُهِلَّ –

جن پر ذبح کرتے وقت بلند آواز سے نام لیا گیا ہو۔

لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ –

غیر اللہ کا جیسے ذبح کرتے وقت وہ لوگ لات اور عُزّیٰ کا نام لیتے تھے۔

وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ .... ذٰلِكُمْ فِسْقٌ –

کتاب عُیُون میں اس آیت کی تفسیر میں امام محمد باقر علیہ السّلام نے بیان فرمایا ہے کہ مردار، خون اور سوّر کا گوشت تو واضح ہے اور مااھلّ لغیر اللہ بہ کا مفہوم یہ ہے کہ جن جانوروں کو بتوں کے لیے ذبح کیا جائے۔

"وَالْمُنْخَنِقَةُ" کے معنیٰ ہیں جسے گلا گھونٹ کر مارا جائے۔ مجوسی ذبیحہ نہیں کھاتے تھے بلکہ وہ مردار کھایا کرتے تھے اور وہ لوگ گائے اور بکریوں کو گلا گھونٹ کر مار دیتے اور جب وہ جانور مر جاتا تو اسے کھالیا کرتے تھے۔

"وَالْمَوْقُوْذَةُ" وہ جانور جن کے پیروں کو باندھ کر مارتے تھے یہاں تک کہ وہ مر جاتا پھر اسے کھالیا کرتے تھے۔ "وَالْمُتَرَدِّيَةُ" جانور کی آنکھوں کو باندھ کر بلندی سے گرادیا کرتے تھے اور جب وہ مر جاتا تو اسے کھالیا کرتے تھے۔ "وَالنَّطِيْحَةُ" مینڈھوں کے ذریعے ایک دوسرے کو لڑاتے تھے اور جب ان میں سے ایک مر جاتا تو اسے کھاجایا کرتے تھے۔

وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ –

جس جانور کو شیر یا بھیڑیا کھاتا تھا اس کا بچا کھچا یہ کھالیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کا کھانا بھی حرام قرار دیا ہے۔ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ اور جو بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے وہ لوگ آتش کدوں کے لیے قربانی کرتے تھے۔ اور قریش درختوں اور پتھروں کے پجاری تھے اور ان کے لیے جانوروں کو ذبح کیا کرتے تھے۔ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اور یہ بھی ناجائز ہے کہ تم پانسوں کے ذریعے قسمت آزمائی کرو یہ سب فسق و فجور کی باتیں ہیں۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا: اونٹ یا بکری جو قربانی کے قابل ہو اس کے دس ٹکڑے کرتے کرتے پھر سب اکٹھے ہو کر وہ پانسے نکال کر ایک شخص کو دے دیتے اور یہ دس دس پانسے ہوتے جن میں سے سات پانسوں کے حصے مقرر تھے اور تین پانسوں کا کوئی حصہ نہ تھا جن پانسوں کے حصے مقرر تھے ان کے نام ہیں: فذ، توأم، مُسبّل، نافس، حِلس، رقیب اور معلیٰ۔ فذ کا ایک حصہ توأم کے دو حصے، مسبّل کے تین حصے، نافس کے چار حصے، حلس کے پانچ حصے رقیب کے چھ حصے اور معلیٰ کے سات حصے ہوتے تھے اور جن کا کوئی حصہ نہ تھا ان پانسوں کے نام تھے سفیح، منیح اور

وَغد، اور اونٹ یا بکری کی قیمت اس کے ذمّے ہوتی جس کا کوئی حصّہ نہ نکلتا یہ سب قمار یعنی ایک طرح کا جوا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ تفسیر قمی میں بھی ایسی روایت ہے۔ [1]

کتاب فقیہ اور تہذیب میں امام جواد علیہ السّلام سے اسی سے ملتی جلتی روایت ہے مگر یہ کہ آپ نے فرمایا: ''وَالْمَوْقُوْذَةُ'' سے مراد وہ جانور ہے جو بیمار ہوجائے جسے بیماری نے اتنا نڈھال کردیا ہو کہ اس میں حس و حرکت باقی نہ رہے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ زمانۂ جاہلیت میں دس افراد مل کر اونٹ خریدتے اور اس کے بعد اس کی تقسیم تیروں سے کیا کرتے تھے (قِدّاح اس تیر کو کہتے ہیں جو جوئے کے لیے استعمال ہوتا ہے) اس کے بعد امام علیہ السّلام نے سات پانسوں اور تین پانسوں کے نام وہی بتائے ہیں جو مذکور ہوئے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ دسوں افراد کے نام کا پانسہ نکالا جاتا تھا اگر پانسہ اس کے نام نکل آئے تین پانسوں میں سے جس کا کوئی حصّہ نہیں ہوتا تو اس پر اونٹ کی قیمت کا ایک تہائی لازم ہوجاتا وہ اسی طرح نکالتے یہاں تک دوسرا اور تیسرا پانسہ نکل آتا جن کا کوئی حصّہ نہیں ہے تو اونٹ کی رقم ایک ایک تہائی تینوں کو ادا کرنی پڑتی اس کے بعد وہ اس کے ٹکڑے کرتے اور وہ ساتوں افراد اس کا گوشت کھاتے جنھوں نے اس کی قیمت میں کچھ خرچ نہیں کیا اور وہ تینوں گوشت میں سے کچھ بھی نہ چکھتے جنھوں نے اس کی قیمت ادا کی تھی جب اسلام آیا تو اللہ نے قرآن میں اس کی حرمت کا بھی ذکر کیا اور فرمایا: وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اور یہ کہ پانسوں سے تم اس کی تقسیم کرو یہ بھی حرام ہے۔ [2]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ دس حصّوں میں تقسیم کرنے کا مطلب ہے کہ خریداری میں دس افراد شریک ہوتے جیسا کہ امام جواد علیہ السّلام کی روایت میں بیان ہوا ہے نہ کہ گوشت کے دس حصّے کرنا مقصود ہے۔

انصباء نصیب کی جمع ہے یعنی حصّہ اور پانسوں کے نام یہ ہیں۔

اَلْفَذّ، اَلتَّوْاَم، اَلْمُسْبِل، اَلنَّافِس، اَلْحِلْس یا اَلْحَلَس، اَلرَّقِیْب، اَلْمُعَلّٰی، اَلسَّفِیْح، اَلْمَنِیْح، اَلْوَغْد۔

''استسقام'' کے معنیٰ ہیں تیروں کے ذریعے جوان کا حصّہ ہے اسے معلوم کرنا جب وہ لوگ کسی کام کا ارادہ کرتے تو تین تیر استعمال کرتے تھے ایک پر لکھا ہوا ہوتا اَمَرَنِیْ رَبِّیْ (میرے رب نے حکم دیا ہے) اور دوسرے پر تحریر ہوتا نَهَانِیْ رَبِّیْ (میرے رب نے روک دیا ہے) اور تیسرے پر تحریر ہوتا غُفْل (نظر انداز کیا ہوا) اگر کرنے کا حکم آتا تو وہ کام بجالاتے اور اگر منع کا حکم آتا تو اس کام سے اجتناب کرتے اور اگر نظر انداز کا حکم آتا تو دوبارہ پانسہ پھینکتے۔ [3]

بعض احادیث میں بھی اس جانب اشارہ ملتا ہے جو سورہ کے آخری حصّے میں بیان کی جائیں گی۔

---

(۱) صدوق خصال، ص ۴۵۱ نیز تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۶۲۔ ۱۶۱

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳ ص ۲۱۸۔ ۲۱۶ و تہذیب الاحکام، ج ۹ ص ۸۴۔ ۸۳، ح ۳۵۴

(۳) بیضاوی، انوار التنزیل، ج ۱ ص ۲۶۲ نیز الکشاف، ج ۱ ص ۶۰۴

اور ممکن ہے کہ ''اِلاّماذکیتم'' ''جسے تم مرنے سے قبل ذبح کرلو'' یہ عمومی حکم ہو اور یہ حکم تمام محرّمات پر جاری ہوجائے سوائے سؤر اورخون کے اس لیے کہ سؤر ذبیحے سے پاک نہیں ہوتا یہ روایت مجمع البیان میں امیرالمومنینؑ سے مروی ہے۔ ۱

تفسیر عیاشی میں امام رضاعلیہ السّلام سے مروی ہے کہ: المُتَردّیة، النّطیحة اور جسے درندے نے کھایا ہو اگر مرنے سے قبل اس کا ذبیحہ ہوجائے تو تم اس کا گوشت کھاسکتے ہو۔ ۲

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر اور صادق علیہم السّلام سے روایت ہے ذبح کرتے وقت کم سے کم وہ جانور اپنے کانوں کوحرکت دے یا دُم کو ہلائے یا آنکھ کوحرکت میں لائے۔ ۳

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کتاب علی علیہ السّلام میں یہ تحریر ہے کہ وہ آنکھوں کومتحرک کرے یا پاؤں کوحرکت میں لائے یا دُم ہلائے تو اسے کھالوکہ تم نے حالتِ حیات میں اسے ذبح کیا ہے اس مفہوم کی اور روایات بھی ہیں۔ ۴

اَلْیَوْمَ – یعنی اَب، اس وقت۔

یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ –

کافر تمھارے دین کے بارے میں مایوس ہوگئے ہیں اب ان کی امیدیں اس سلسلے میں منقطع ہوچکی ہیں کہ تم اس دین کو چھوڑ کر شرک کی طرف واپس چلے جاؤ گے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب امیرالمومنینؑ کی ولایت کے بارے میں آیت کا نزول ہوا ۵

فَلَا تَخْشَوْهُمْ – تم ان لوگوں سے خوف زدہ نہ ہو جاؤ

کہ وہ دین اسلام پر غلبہ حاصل کرلیں گے اور تمھیں تمھارے دین سے برگشتہ کردیں گے۔

وَاخْشَوْنِ ط – (بلکہ) تم صرف میرا خوف رکھو۔

کہ اگر تم نے میرے حکم کی مخالفت کی تو میرا عذاب تم تک نہ آجائے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط –

آج میں نے تمھارے دین کو مکمل کردیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسندیدہ قرار دیا۔

تفسیر مجمع البیان میں صادقین (امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ) سے روایت ہے یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت غدیر خم کے مقام پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے علیؑ کو مخلوقات

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۱۵۸ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۲۹۲ (۳) مجمع البیان، ۳۔ ۴ ص ۱۵۷

(۴) الکافی، ج ٦ ص ۲۳۲، ح ۳ (۵) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱٦۲

کے لیے حاکم مقرر فرمایا۔ [1]

کتاب کافی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایک فریضے کے بعد دوسرا فریضہ نازل کیا جاتا رہا۔ جن میں ولایت سب سے آخری فریضہ تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ'' نازل فرمائی یعنی اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ میں نے تمھارے لیے فرائض و واجبات کو مکمّل کردیا ہے اب اس کے بعد کوئی اور فریضہ نازل نہیں کروں گا۔ [2]

تفسیر عیّاشی اور تفسیر قمی میں اسی سے ملتی جلتی روایات پائی جاتی ہیں۔ [3]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ولایت کے ذریعے فرائض کی تکمیل ہوئی اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے جو علم ودیعت کیا تھا اسے انھوں نے علیؑ کے سپرد کردیا اور پھر یکے بعد دیگرے ان کے اوصیا تک یہ علم منتقل ہوتا رہا۔ پس جب پیغمبر اکرمؐ نے ائمہّ کرام کو اپنا جانشین بنادیا اور حلال و حرام میں لوگوں کا ان تک پہنچنا ممکن ہوگیا اور یہ سلسلہ یکے بعد دیگرے ائمہٴ کرام میں جاری و ساری رہا تو اس طرح دین مکمّل ہوگیا نعمتیں تمام ہوگئیں، اور ہم اس امر پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں یہ مفہوم بقیہ ائمہٴ کرام سے مختلف روایات میں وارد ہوا ہے۔ ان شاء اللہ ہم خطبہٴ غدیر بیان کرتے وقت ان روایات کو پیش کریں گے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ۔

یعنی اگر کوئی شخص ان محرمات میں سے کسی چیز کے کھانے پر مجبور ہوجائے۔

یہ جملہ سابقہ جملوں سے مربوط ہے جن میں محرّمات کا ذکر کیا گیا ہے۔

فِیْ مَخْمَصَةٍ۔ بھوک کے ہاتھوں مجبور ہوکر۔

غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ۔ گناہ کی طرف مائل ہوئے بغیر۔

تفسیر قمی میں امام محمد باقر علیہ السّلام نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ''غَیْرَ مُتَعَمِّدٍ لاِثْمٍ'' جان بوجھ کر گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ [4]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس سے مراد ہے جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے انھیں لذّت کی بنا پر کھانا یا جتنی اجازت دی گئی ہے اس سے زیادہ کا استعمال کرنا اور آیت کا یہ حصّہ اللہ تعالیٰ کے قول ''غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ'' (بقرہ ۱۷۳) کے مانند ہے۔ ان دونوں لفظوں ''بَاغٍ'' اور ''عَادٍ'' کی تفسیر ہم سورہٴ بقرہ میں بیان کرچکے ہیں۔

فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے وہ مجبوری کی حالت میں حرام اشیاء کھانے والوں سے مؤاخذہ نہیں کرے گا۔

---

(۱) تفسیر مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۱۵۹ (۲) الکافی ج ۱، ص ۲۸۹، ح ۴

(۳) تفسیر عیّاشی، ج ۱ ص ۲۹۳ و تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۶۲ (۴) ایضاً

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ④

۴-اے نبیؐ یہ لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا ہے؟ آپ فرمادیجیے کہ تمام پاکیزہ چیزیں تمھارے لیے حلال کردی گئی ہیں۔ اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سِدھایا ہو، خدا کے عطا کردہ علم کی بنا پر جنھیں تم شکار کی تعلیم دیتے ہو لہٰذا وہ جانور جو کچھ تمھارے لیے پکڑ کر لائیں اسے بھی کھا سکتے ہو البتہ ان پر اللہ کا نام ضرور لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

۴-يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ-

جب ان لوگوں کے سامنے حرام چیزوں کے بارے میں آیتوں کے ذریعے وضاحت کی گئی تو فوراً انھوں نے آں حضرتؐ سے دریافت کیا کہ ان کے لیے کن چیزوں کو حلال قرار دیا گیا ہے؟

قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ-

تو اللہ نے اپنے حبیب سے مخاطب ہو کر کہا آپ ان سے فرمادیجیے کہ تمام پاکیزہ چیزوں کو تمھارے لیے حلال کردیا گیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ "طیّبٰت" سے وہ مراد ہے جسے صحیح و سالم طبیعتیں برا نہ جانیں اور اس سے متنفر نہ ہوں۔

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ-

اور جن جانوروں کو تم نے شکار کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اور اس سے مراد شکار کرنے کے آلات ہیں جو درندوں اور پرندوں کے پاس ہوتے ہیں جیسے دانت اور پنجہ وغیرہ۔

مُكَلِّبِيْنَ- انھیں سِدھایا جاتا ہے۔ المکلّب کے معنی ہیں جن کی تربیت کی گئی اور جنھیں سدھایا گیا اور شکار کے لیے آمادہ کیا گیا ہے۔ یہ لفظ "کلب" سے مشتق ہے یعنی کتّا۔

کتاب کافی اور کتاب تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام انھوں نے علیؑ کی کتاب سے اللہ تعالیٰ کے قول: "وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ" کی تفسیر بیان فرمائی ہے کہ اس سے مراد شکاری کتے ہیں۔[1]

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب تم کسی باز، شکرے یا عُقاب کو شکار کرنے کے لیے روانہ کرو تو اس شکار کو اس وقت تک نہ کھاؤ جب تک تم وہاں پہنچ کر انھیں ذبح نہ کرلو اور اگر وہ تمھارے پہنچنے سے پہلے

(۱) الکافی، ج۶ ص ۲۰۷ و تہذیب الاحکام، ج۹ ص ۲۲

مرجائیں تو ہرگز نہ کھاؤ۔ ۱

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کتوں اور شکرے کو جب شکار کے لیے روانہ کیا جائے تو کیا اس کا شکار کیا ہوا جانور کھا سکتے ہیں؟ تو امام علیہ السّلام نے جواب دیا کہ شکرے کے شکار کو اس وقت تک نہ کھاؤ جب تک تم اس کے شکار کو ذبح نہ کرلو۔ جہاں تک کتّے کے کیے ہوئے شکار کا سوال ہے جب تم نے اسے اللہ کے نام کے ساتھ شکار پر روانہ کیا تھا تو اگر کتّے نے اس جانور کا کچھ حصّہ کھایا ہو یا نہ کھایا ہو تمھارے لیے اس کا کھانا جائز ہے۔ ۲

اس مفہوم پر مشتمل بہت سی روایات ہیں۔ ۳

تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ ۔

اللہ نے بطور الہام تمھیں ان کو سدھانے کے طریقے سکھا دیئے ہیں اور ادب سکھانے کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے کہ مالک کے روانہ کرنے پر شکار کا پیچھا کرنا، منع کرنے پر رُک جانا، بلانے پر پلٹ آنا، اور شکار کو مالک کے لیے روکے رکھنا۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ سدھائے ہوئے جانوروں سے اگر شکار کیا گیا ہو اور ان جانوروں کو تم نے اللہ کا نام لے کر روانہ کیا ہو تو اس شکار کو تم کھا سکتے ہو، اور اگر کسی ایسے شکاری کتے نے شکار کو قتل کر ڈالا ہو جو سدھایا ہوا نہ تھا تو اس شکار کو کھانے کی اجازت نہیں ہے۔ ۴

کتاب کافی اور فقیہ اور تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے کتّے کے شکار کے بارے میں فرمایا اگر اس کے مالک نے بھیجتے وقت اللہ کا نام لیا ہو تو جتنا شکار اس نے روک رکھا ہے تمھیں اسے کھانے کی اجازت ہے خواہ وہ شکار کرتے وقت مر ہو گیا ہو اور اگر کتّے نے اس میں سے کھا لیا ہو تو جو باقی بچا ہے اسے کھانے کی اجازت ہے اور اگر وہ کتّا سدھایا ہوا نہ ہو تو جب اسے شکار کے لیے روانہ کر رہے ہو تو اسے سکھلا دو اور اگر وہ شکار کر کے لائے تو کھالو کیوں کہ وہ سدھایا ہوا تھا شکاری کتّوں کے علاوہ اگر دوسرے جانور مثلاً تیندوا اور شکرے وغیرہ شکار کریں تو جب تک تم انھیں ذبح نہ کرلو ان کے کھانے کی اجازت نہیں ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "مُکَلِّبِیْنَ" اس لیے کتّے کے علاوہ دوسرے کسی جانور کے کیے ہوئے شکار کو بغیر ذبح کیے نہیں کھا سکتے۔ ۵

---

(۱) الکافی، ج۶ ص ۲۰۷، ح ۲، باب صید البزاۃ والصقور
(۲) الکافی، ج۶ ص ۲۰۷ ح ۳
(۳) الکافی، ج۶ ص ۲۰۷ ـ ۲۰۸ ح ۵ و ۶ و ۷ و ۱۰
(۴) الکافی، ج۶ ص ۲۰۳ ح ۵
(۵) الکافی، ج۶ ص ۲۰۵، ح ۱۴، و من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳ ص ۲۰۱، ح ۹۸ و تہذیب الاحکام، ج۹ ص ۲۴ ـ ۲۵ ح ۹۸

فَكُلُوا مِمَّآ أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۖ–

پس شکاری جانوروں نے تمھارے لیے جن شکاروں کو پکڑ رکھا ہے تم انھیں کھالو اور اس پر اللہ کا نام لے لو۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے باز، شکرے تیندوے اور کتّوں کے شکار کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب تک اس شکار کو ذبح نہ کرلو کھانے کی اجازت نہیں ہے سوائے کتّے کے شکار کے سوال کیا گیا خواہ کتّے نے شکار کرتے وقت اسے مار ڈالا ہو تو امام علیہ السّلام نے فرمایا ہاں اس صورت میں بھی کھانا جائز ہے اس لیے کہ ارشاد رب العزت ہے: وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ الخ اس کے بعد امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہر درندہ جب کسی جانور کا شکار کرتا ہے تو وہ اسے خود کھانا چاہتا ہے سوائے کتّے کے وہ فقط اپنے مالک کے لیے شکار کرتا ہے اور امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب تم سدھائے ہوئے کتّے کو شکار کے لیے روانہ کرو تو اس وقت اللہ کا ذکر کرلیا کرو وہی اس کا ذبیحہ ہے۔ [۱]

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ–

اللہ نے جو کچھ تم پر حرام قرار دیا ہے اس کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ–

اللہ ہر چھوٹے بڑے عمل کے بارے میں تم سے بہت جلد مؤاخذہ کرے گا۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱ ص ۱۶۳۔۱۶۲

اَلۡيَوۡمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمۡ ۖ
وَطَعَامُكُمۡ حِلٌّ لَّهُمۡ ۚ وَ الۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الَّذِيۡنَ
اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ اِذَاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ مُحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ
مُسٰفِحِيۡنَ وَ لَا مُتَّخِذِىۡۤ اَخۡدَانٍ ؕ وَ مَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ حَبِطَ
عَمَلُهٗ ۚ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ۵ ع ۵

۵- آج کے دن تمام پاک چیزیں تمھارے لیے حلال کردی گئی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا تمھارے لیے حلال اور تمھارا کھانا ان کے لیے جائز ہے۔ اور اہل ایمان کی آزاد اور پاک عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں اور ان قوموں کی آزاد عورتیں بھی حلال قرار دی گئی ہیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی جاچکی ہے بشرطیکہ تم ان کی اجرت دے دو پاکیزگی کے ساتھ نہ کھلم کھلا زنا کی اجرت کے طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر دوستی کے انداز سے اور جس نے ایمان کو جھٹلا دیا تو اس کا ہر عمل ضائع ہوجائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

۵- اَلۡيَوۡمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمۡ ۖ -

آج کے دن تمام پاک چیزیں تمھارے لیے حلال کردی گئیں اور اہل کتاب کا طعام تمھارے لیے حلال ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے اس آیت میں لفظِ طعام سے مراد اناج اور پھل ہیں ذبیحوں کے علاوہ جنھیں وہ ذبح کرتے ہیں اس لیے کہ ذبح کرتے وقت وہ خالصۃً اللہ کا نام نہیں لیتے۔ اس کے بعد فرمایا جب وہ تمھارے ذبیحے کو جائز نہیں سمجھتے تو تم ان کے ذبیحے کو کیسے حلال کہتے ہو؟ [1]

کتاب کافی اور اس کے علاوہ دیگر کتب میں امامین امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے بہت سی روایات میں مروی ہے کہ "طعام" سے مراد اناج اور سبزیاں ہیں۔ [2]

اور کچھ روایات میں ہے:

لَا تَاكُلْ مِنْ ذَبَائِحِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَلَا تَاكُلْ مِنْ اٰنِيَتِهِمْ۔

یہودیوں اور عیسائیوں کا ذبیحہ مت کھاؤ اور نہ ہی ان کے برتنوں میں کھانا کھاؤ۔ [3]

(۱) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۶۳ (۲) الکافی، ج ۲ ص ۲۶۴ ح ۶ تہذیب الاحکام، ج ۹ ص ۶۴ ح ۲۷۰ من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳ ص ۲۱۹ ح ۱۰۱۲ باب ۹۶ (۳) تہذیب الاحکام، ج ۹ ص ۶۳ - ۶۴ ح ۲۶۹

اور بعض روایات میں ہے کہ ذبیحے کا تعلّق ذبح کرتے وقت خدا کا نام لینے سے ہے۔ اور سوائے موَحِّد کے کوئی بھی اللہ کو نہیں مانتا۔ ۱

اور بعض روایات میں ہے کہ اگر تم یہ دیکھو کہ یہود ونصاریٰ نے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا ہے تو اس صورت میں ان کا ذبیحہ کھایا جاسکتا ہے، اور اگر تم نے ایسا کرتے ہوئے نہ دیکھا ہو تو پھر ایسے ذبیحے کا کھانا جائز نہیں۔ البتہ اگر کوئی مسلمان تمھارے پاس آکر یہ خبر دے کہ یہود و نصاریٰ نے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا تھا تو پھر تم ان کا ذبیحہ کھا سکتے ہو۔ ۲

وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ -

اور تمھارا طعام ان کے لیے حلال ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم انھیں کھلاؤ اور انھیں طعام فروخت کرو۔

وَالْمُحْصَنٰتُ - پاک دامن آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ - مومن خواتین میں سے۔

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد مسلمان خواتین ہیں۔ ۳

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ -

اور ان قوموں کی آزاد عورتیں بھی حلال قرار دی گئی ہیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے۔

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ "مُحْصَنٰت" سے مراد پاک دامن عورتیں ہیں۔ ۴

تفسیر عیّاشی میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ "احصان" کا مفہوم کیا ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا وہ عورتیں جو پاک دامن ہوں۔ ۵

کتاب کافی تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیّاشی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول: وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ سے (۶۰ ممتحنہ ۱۰) ۶

اور مجمع البیان میں مزید یہ تحریر ہے کہ اللہ کے قول: وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ (۲۲۱ البقرہ ۲) سے یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ ۷

تفسیر قمّی میں ہے کہ سورۂ بقرہ میں اہل کتاب سے نکاح کو حرام کردینے کے بعد اللہ نے اسے حلال قرار دیا اور امامؑ نے فرمایا ان اہل کتاب سے نکاح جائز ہے جو جزیہ دیتے ہیں ان کے علاوہ دوسرے اہل کتاب سے مناکحت حلال نہیں ہے۔ ۸

---

(۱) تہذیب الاحکام، ج ۹ ص ۶۳ ح ۲۶۸ (۲) تہذیب الاحکام، ج ۹ ص ۶۹ ح ۲۹۴
(۳) تفسیر عیّاشی، ج ۱ ص ۲۳۵ ح ۹۲ (۴) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳ ص ۲۷۶ ح ۱۳۱۳
(۵) تفسیر عیّاشی، ج ۱ ص ۲۹۶ ح ۴۰ (۶) الکافی، ج ۵ ص ۳۵۸ ح ۶ مجمع البیان، ج ۳ و ۴ ص ۱۶۲ تفسیر عیّاشی، ج ۱ ص ۲۹۶ ح ۳۸ (۷) مجمع البیان، ج ۳ و ۴ ص ۱۶۲ (۸) تفسیر قمّی، ج ۱ ص ۱۶۳

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس امر کی تائید پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ سورۂ مائدہ نزول کے اعتبار سے قرآن مجید کی آخری سورتوں میں سے ہے تو اس لیے اس سورہ میں جن چیزوں کی حلّت کا بیان ہے انھیں حلال سمجھو اور جن کی حرمت بیان ہوئی ہے انھیں حرام قرار دو۔[۱]

کتاب کافی میں حسن بن جہم سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے امام ابوالحسن الرّضا علیہ السّلام نے فرمایا اے ابومحمد تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جس نے مسلمان عورت کی موجودگی میں نصرانی عورت سے شادی کر لی میں نے کہا مولا میری جان آپ پر قربان ہو بھلا میں آپ کی موجودگی میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ امام رضا علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں نے اس بارے میں جو کچھ بتایا ہے تم وہ بتاؤ تو میں نے کہا کہ مسلمان عورت کی موجودگی میں کسی نصرانی عورت سے نکاح جائز نہیں اور نہ ہی کسی مشرک عورت سے نکاح جائز ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا تم نے یہ کس طرح کہا: میں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کے قول: وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ (۲۲۱ بقرہ ۲) تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا تمھارا اس آیت: وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ کے بارے میں کیا خیال ہے تو میں نے کہا کہ آیت وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ نے اس آیت کو منسوخ کر دیا۔ امام علیہ السّلام یہ سن کر مسکرائے اور خاموش ہو گئے۔[۲]

کتاب کافی اور کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے ایسے مومن کے بارے میں روایت ہے جو نصرانی اور یہودی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا جب مسلمان خاتون موجود ہے تو وہ یہودی اور نصرانی سے کیوں شادی کر رہا ہے امامؑ سے کہا گیا کہ وہ خواہشات نفسانی کی بنیاد پر ایسا کر رہا ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اگر اس نے شادی کر لی تو اسے چاہیے کہ وہ عورت کو شراب پینے اور سوّر کا گوشت کھانے سے روکے۔ اور جان لو کہ اس کا یہ عمل دین کی ذلّت کا سبب بنا ہے۔[۳]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کسی مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مسلمان آزاد عورت یا کنیز کی موجودگی میں کسی یہودی یا نصرانی عورت سے شادی کرلے۔[۴]

ایک روایت میں ہے کہ مسلمان عورت کی موجودگی میں کوئی شخص یہودی یا نصرانی عورت سے شادی نہیں کر سکتا البتہ یہودی اور عیسائی عورت کی موجودگی میں مسلمان عورت سے شادی کی جا سکتی ہے۔[۵]

کتاب تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آزاد عورت کی موجودگی میں اگر ضرورت ہو تو مرد یہودی اور نصرانی عورت سے تمتّع کر سکتا ہے۔ نیز اس کتاب میں ہے کہ یہودی، نصرانی اور مجوسی عورت سے

---

(۱) الجامع لاحکام القرآن، ج ۶ ص ۳۱ (۲) الکافی، ج ۵ ص ۳۵۷ ح ۶ (۳) الکافی، ج ۵ ص ۳۵۶، ح ۳، من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳ ص ۲۵۷ ح ۱۲۲۲ (۴) الکافی، ج ۵، ص ۳۵۸، ح ۱۰ (۵) الکافی، ج ۵، ص ۳۵۷، ح ۵

نکاح تمتع کی اجازت دی گئی ہے اس بارے میں کئی روایات ہیں۔ ۱

إِذَآ آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ۔

بشرطیکہ تم انھیں مہر کی رقم ادا کردو۔ لفظ "اجر" مہر کے معنیٰ میں بھی آیا ہے۔

مُحْصِنِينَ۔

شریف زادیاں جنھیں نکاح کے حصار میں لے آیا جائے۔

غَيْرَ مُسَافِحِينَ۔

جو کھلّم کھلّا زنا کا ارتکاب نہ کرتی ہوں۔

وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ۔

اور نہ ہی پوشیدہ طور پر دوستی کریں۔

خِدن کے معنی ہیں دوست۔ مرد اور عورت دونوں پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ۔

پس جو شخص شریفوں کو چھوڑ دے یا ان کو تسلیم کرنے سے انکار کردے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے اس کی تفسیر میں وارد ہوا ہے کہ اس سے مراد ایسے عمل کو چھوڑ دینا ہے جن کا اقرار کرچکا ہے جیسے بغیر کسی بیماری یا مجبوری کے نماز کو ترک کردے۔ ۲

اور ایک روایت میں ہے کہ اس سے مراد کسی عمل کو ترک کرنا ہے یہاں تک کہ پورے طور پر اس سے غافل ہوجائے اور اسے کبھی نہ بجالائے۔ تفسیر عیاشی میں بھی یہ روایت ہے۔ ۳

اور اس بارے میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ سب سے معمولی بات جو کسی شخص کو اسلام سے خارج کردیتی ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص حق کے خلاف کسی رائے کو دیکھے اور اسے مان لے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا "وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ" سے مراد ہے کہ اللہ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے نہ ان پر عمل کرے اور نہ ہی اُن سے راضی ہو۔ امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ولایت علی سے انکار کرنے والا ہے۔ ۴

تفسیر قمی میں ہے کہ اس کا مفہوم ہے کہ جو ایمان لے آئے اور اس کے بعد مشرکین کی اطاعت کرنے لگے ۵

فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔

تو اس کا ہر عمل ضائع اور برباد ہوجائے گا اور وہ آخرت میں سراسر نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

---

(۱) تہذیب الاحکام، ج ۷، ص ۲۵۶، ح ۱۱۰۳ وتہذیب الاحکام، ج ۷ ص ۲۵۶ ح ۱۱۰۶

(۲) الکافی، ج ۲ ص ۳۸۴ ح ۵ (۳) الکافی، ج ۲ ص ۳۸۷ ح ۱۲ باب الکفر تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۲۹۷ ح ۴۳

(۴) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۲۹۷ ح ۴۲ (۵) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۲۹۷ ح ۴۴ تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۶۳

يَاَيُّهَا الَّذِينَ امَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ إِلَى
الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۚ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا
فَاطَّهَّرُوا ۚ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضَى اَوْ عَلَى سَفَرٍ اَوْ جَاءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَابِطِ
اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ
وَ اَيْدِيكُمْ مِّنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيدُ
لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۞

٦- اے مومنو! جب تم نماز کے لیے آمادہ ہوتو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو اور اپنے سر کے کچھ حصّے اور پیروں کا ٹخنوں تک مسح کرو۔ اور اگر تم حالتِ جنابت میں ہوتو غسل کرکے پاک ہو جاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر کر رہے ہو یا تم رفعِ حاجت کرکے آئے ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمھیں پانی نہ ملے تو پھر پاک مٹی سے تیمّم کرلو یعنی اس مٹی سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرلیا کرو، اللہ تم پر زندگی کو دشوار کرنا نہیں چاہتا بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کردے شاید تم شکرگزار ہو جاؤ۔

٦- يَاَيُّهَا الَّذِينَ امَنُوا .... إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۚ -

اس آیت میں قُمْتُمْ سے مراد ہے سوکر اٹھنا۔

کتاب تہذیب اور تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ قُمْتُمْ کا کیا مطلب ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اس کا مفہوم ہے اِذَا قُمْتُمْ مِنَ النَّوْمِ۔ جب تم سوکر اٹھو۔[1]

تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب آپ سے اس کا مفہوم دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس سے مراد سوکر اٹھنا ہے۔[2]

اب ہم مفسرین کے اقوال اور ارشادات سے ہٹ کر یہ کہتے ہیں کہ نیند کے علاوہ بھی وضو کے واجب ہونے کی دوسری وجوہات ہیں جیسا کہ احادیث اور روایات سے پتا چلتا ہے، اسی طرح جنابت کے علاوہ بھی غسل واجب ہونے کے اور اسباب ہیں۔ جس طرح قرآن مجید کی تمام مجمل آیات کی تفسیر اہل بیت علیہم السّلام نے بیان فرمائی ہے اس لیے کہ جو کچھ گھر میں نازل ہوا ہے وہ اس کے بارے میں سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

(۱) تہذیب الاحکام، ج۱ص۷ح۹ و تفسیر عیّاشی، ج۱ص۲۹۷۔۲۹۸ح۴۸ (۲) تفسیر عیّاشی، ج۱ص۲۹۸ح۴۹

''وَجْه'' کے معنی ہیں چہرہ جو سامنے سے نظر آرہا ہے اگر بال گھنے ہوں تو ان کا خلال ضروری نہیں ہے اس لیے کہ جو کچھ نظر آرہا ہے اسی کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ چہرے کے جن حصّوں کو بالوں نے گھیر رکھا ہو تو بندوں پر لازم نہیں ہے کہ ان حصّوں کو تلاش کریں یا نیچے تک پانی پہنچائیں بلکہ ان کے اوپر پانی بہادینا کافی ہے۔ یہ روایت تہذیب الاحکام میں ہے۔[1] تہذیب اور کافی میں امامین میں سے کسی ایک سے روایت ہے کہ آپ سے یہ سوال کیا گیا کہ مرد وضو کرتے وقت کیا اپنی داڑھی کے اندرونی حصّے کو دھوئے گا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا نہیں۔[2]

(تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اس آیت کا مفہوم ہے ''اِذَا اَرَدْتُمُ الْقِيَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاَنْتُمْ عَلٰى غَيْرِ طُهْرٍ۔ جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تم پاک نہ ہو'' اس آیت میں لفظ ارادہ محذوف ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے :فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو اعوذ باللہ من الشیطان الرّجیم کہا کرو۔) (تفسیر مجمع البیان، ج ۳ و ۴ ص ۱۶۳)

جہاں تک چہرے کی حد کا تعلّق ہے تو فقیہ، کافی اور عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالٰی نے جس چہرے کو دھونے کا حکم دیا ہے کسی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اس میں کمی یا زیادتی کرے اگر زیادتی کرے گا تو اسے اس کا اجر و ثواب نہیں ملے گا اور اگر اس میں کمی کرے تو گنہگار ہوگا۔ سر میں پیشانی کے اوپر بالوں کے اگنے کی جگہ سے لے کر ٹھوڑی تک ہاتھوں کی درمیانی انگلی اور انگوٹھا جہاں تک گھوم جائیں اور گولائی میں دونوں انگلیاں چہرے کے جس حصّے کا احاطہ کرلیں وہ چہرہ ہے۔ اس کے علاوہ حصّہ چہرے میں شامل نہیں ہے۔ سوال کیا گیا کہ کیا کنپٹی چہرے میں شامل ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا نہیں وہ چہرے میں شامل نہیں ہے۔[3]

تمام اعضا تک پانی کا پہنچانا واجب ہے اور کھال کا تر ہونا ضروری ہے اور جہاں تک پانی نہ پہنچتا ہو اس کی تکمیل (انگلیوں کے ذریعے پانی پہنچانا) ضروری ہے اس لیے کہ یہ دھونے اور مسح کرنے کا تقاضا ہے۔ ٹوپی اور جوراب پر مسح جائز نہیں ہے۔

چوں کہ ہاتھ کا اطلاق کلائی، کہنی اور کندھے کے نیچے تک ہوتا ہے اس لیے اللہ تبارک وتعالٰی نے اس کی انتہائی حد بیان کردی ہے، جس طرح تم اپنے خادم سے کہو خَضِّبْ يَدَكَ اِلَى الزَّنْد تم اپنا ہاتھ کلائی تک رنگ لو (مہندی لگالو) اور یہ کہیں ''صَيْقَل سَيْفِي اِلَى الْقَبْضَةِ'' (میری تلوار کو قبضے تک صیقل کردو) آیت میں یہ نہیں لکھا کہ تم ہاتھ دھوتے وقت انگلیوں سے شروع کرو اور کہنی تک ختم کرو جس طرح ان دونوں جملوں میں یہ پتا نہیں چلتا کہ رنگ لگانے اور صیقل کرنے کی ابتدا کہاں سے کی جائے ہاتھ کی انگلیوں سے اور تلوار کے قبضے سے۔

---

(۱) تہذیب الاحکام، ج ا ص ۳۶۴ ح ۱۱۰۶ (۲) تہذیب الاحکام، ج ا ص ۳۶۰ ح ۱۰۸۴ الکافی، ج ۳ ص ۲۸ ح ۲

(۳) من لایحضرہ الفقیہ، ج ا ص ۲۸ ح ۸۸ الکافی، ج ۳ ص ۲۷ ۔ ۲۸ ح ۱ تفسیر عیاشی، ج ا ص ۲۹۹ ح ۵۲

یہ آیتیں مجمل ہیں اور اس امر کی متقاضی ہیں کہ اہل بیتؑ اس کی وضاحت کریں۔ لفظ مِرْفَقْ کے معنی ہیں کہنی جہاں بازو کی ہڈیوں کا جوڑ ہے۔ آیت میں کہیں یہ رہنمائی نہیں ملتی کہ اسے ہاتھ دھونے میں شامل کیا جائے جس طرح یہ پتا نہیں چلتا کہ پیروں کا مسح کرتے وقت ٹخنے اس میں شامل ہیں۔ آیت مجمل ہے تفسیرِ اہل بیت علیہم السّلام سے اس کی تفصیل کا علم ہوتا ہے۔ اگر عضو پر پانی بہادیا جائے تو کافی ہے یا حوض میں ہاتھ کو ڈبو دینا خواہ اس پر ہاتھ نہ پھیرا جائے۔ تو اس پر بھی غسل (دھونے) کا اطلاق ہوتا ہے۔ بِرُءُوْسِکُمْ میں ''ب'' تبعیض کے لیے آئی ہے یعنی سر کے کچھ حصّے کا مسح کرنا ہے۔ روایات میں امام باقر علیہ السّلام سے اسی طرح وارد ہوا ہے۔ ۱

کَعْب۔ ٹخنہ۔ وہ گول ہڈی جو پنڈلی اور قدم کو ملاتی ہے اور پیچھے کی طرف سے آتی ہے۔ چوں کہ رِجْل جس کی جمع اَرْجُل ہے اس کا اطلاق قدم اور گھٹنے سے نیچے کی طرف ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے پیروں کے مسح کی انتہائی حد بیان فرمائی ہے آیت پیروں کے مسح کرنے پر دلالت کرتی ہے نہ دھونے پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

عام مسلمانوں نے امیر المومنینؑ اور ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وضو کیا اور اپنے پیروں کا مسح کیا۔ ۲

ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ اللہ کی کتاب میں مسح کا حکم ہے لوگوں نے اس کا انکار کر کے دھونا شروع کر دیا۔ ۳

اور ابن عباس نے کہا کہ وضو میں دو اعضا کے دھونے کا حکم ہے اور دو کے مسح کا حکم ہے اگر کوئی اس بارے میں مجھ سے مباہلہ کرنا چاہے تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔ ۴

اور یہ کہ ابن عباس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وضو کا طریقہ بتلایا اور پیروں پر مسح کیا۔ ۵

کتاب تہذیب میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے پیروں پر مسح کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہی مسح کا حکم ہے جسے جبرئیل لے کر آئے ہیں۔ ۶

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے یہ سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کس طرح وضو کیا کرتے تھے؟ امامؑ نے ایک طشت یا چھوٹا برتن منگوایا جس میں پانی تھا آپ نے دایاں ہاتھ ڈال کر چلّو بھرا اور اسے اپنے چہرے پر ڈال دیا اور اپنا چہرہ دھویا اس کے بعد آپ نے بائیں

---

(۱) تہذیب الاحکام، ج ۱ ص ۷۰ ح ۱۸۸ (۲) السُّنَنُ الکبریٰ، ج ۱ ص ۷۲۔ ۷۵
(۳) المجموع شرح المهذّب، ج ۱ ص ۴۱۸ (۴) المجموع شرح المهذّب، ج ۱ ص ۴۱۸
(۵) تہذیب الاحکام، ج ۱ ص ۶۳ ح ۱۷۳ (۶) تہذیب الاحکام، ج ۱ ص ۶۳ ح ۱۷۷

ہاتھ میں پانی لے کر دائیں ہاتھ پر ڈالا اور اس سے اپنا بازو کہنی سے لے کر ہتھیلی تک دھویا اور ہتھیلی سے کہنی تک الٹی صورت میں نہیں دھویا اس کے بعد انھوں نے دائیں ہاتھ میں پانی لے کر اسے بائیں ہاتھ پر ڈالا اور بایاں ہاتھ اپنے داہنے ہاتھ کی طرح دھویا اس کے بعد جو تری باقی رہ گئی تھی اس سے سر اور پیروں کا مسح کیا مسح کرنے کے لیے الگ سے پانی نہیں لیا اس کے بعد امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ آں حضرتؐ نے اپنی انگلیوں کو جوتوں کے تسموں کے نیچے داخل نہیں کیا پھر فرمایا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ جب تم نماز کے لیے آمادہ ہو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو دھوؤ۔ لہٰذا وضو کرتے وقت مکمل چہرے کو دھونا ہے اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا لازمی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ اس کے بعد فرمایا: وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ تم اپنے سر کے کچھ حصّے اور پیروں کا ٹخنوں تک مسح کرو۔

پس اگر سر کے تھوڑے سے حصّے کا مسح کر لیا اور ٹخنوں اور انگلیوں کے کناروں کے درمیان تک مسح کر لیا تو یہ کافی ہے۔ سوال کیا گیا کہ "کعبین" سے کیا مراد ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اس جگہ وہ جوڑ مراد ہے جو پنڈلی کی ہڈی کے نیچے ہوتا ہے۔ امام سے دریافت کیا گیا کہ کیا صرف ایک چلّو چہرے اور ایک ایک چلّو ہاتھوں کے لیے کافی ہے تو امام نے فرمایا بے شک بشرطے کہ دھوئے جانے والے تمام اعضا پر پانی پہنچ گیا ہو اور دوسری دفعہ بھی انھیں دھونا چاہیے۔ ۱

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔

جب تم سو کر اٹھو تو نماز کے لیے وضو کر کے طہارت حاصل کرو اور اگر مجنب ہو جاؤ تو غسل کر کے طاہر بنو۔

کتاب تہذیب میں امام صادقؑ سے مروی ہے کی آپ سے غسل جنابت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا تم سب سے پہلے اپنے ہاتھوں کو گٹوں تک دھوؤ، پھر تم دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ میں پانی ڈالو اور اس سے اپنی شرمگاہوں کو دھو لو پھر تم کلی کرو اور ناک میں پانی ڈالو۔ اس کے بعد اپنا جسم سر سے لے کر پیروں تک دھوؤ نہ تو اس سے پہلے وضو کی ضرورت ہے اور نہ اس کے بعد۔ تم نے جس حصّے تک پانی کو پہنچا دیا اُسے پاک بنا دیا اور اگر کوئی شخص غسل ارتماسی کر رہا ہو تو ایک مرتبہ اپنے جسم کو پانی کے اندر ڈبو دینا کافی ہے خواہ جسم کو ملا بھی نہ جائے۔ ۲

(اس حدیث میں پورے جسم کے دھونے کا مجملاً ذکر کیا گیا ہے۔ پہلے سر و گردن اس کے بعد دایاں حصّہ اور پھر بدن کا بایاں حصّہ دھونا چاہیے۔ غسل ترتیبی میں اس ترتیب کو ملحوظ رکھنا چاہیے)

(۱) الکافی، ج ۳ ص ۲۵۔ ۲٦ ح ۵ تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۲۹۸۔ ۲۹۹ ح ۵۱ (۲) تہذیب الاحکام، ج ۱ ص ۱۴۸ ح ۴۲۲

وَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤی اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡکُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ۔

اگر تم بیمار ہو یا سفر کر رہے ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو

فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَیَمَّمُوۡا صَعِیۡدًا طَیِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِکُمۡ وَ اَیۡدِیۡکُمۡ مِّنۡهُ۔

اور تمھیں پانی نہ ملے تو پھر پاک مٹی سے تیمّم کر لو یعنی اس مٹی سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔

اس آیت کی تفسیر سورۂ نساء آیت ۴۳ میں بیان کی جا چکی ہے۔

کتاب فقیہ میں زرارہ سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ پانی نہ ہونے کی صورت میں وضو کے حکم کی جگہ تیمّم کا حکم دیا گیا اور وضو میں جن اعضا کو دھونے کا حکم تھا ان کے کچھ حصّوں پر مسح کا حکم دیا گیا اور بِوُجُوۡهِکُمۡ وَ اَیۡدِیۡکُمۡ کہہ کر ''ب'' کے ذریعے چہرے اور ہاتھوں کے کچھ حصّوں کے تیمّم کی طرف اشارہ کیا گیا اس کے بعد امام علیہ السّلام نے فرمایا ''منہ'' سے مراد ہے مِن ذلك التیمّم اس تیمّم سے یعنی پاک مٹی اور غبار پر ہاتھ مارنے کے بعد یہ علم تھا کہ وہ مکمل طور پر چہرے پر جاری نہیں ہوگی اس لیے کہ مٹی کا کچھ حصّہ ہتھیلی پر باقی رہے گا۔

اور کچھ باقی نہیں رہے گا اسی لیے لفظ مِنہ لایا گیا ہے یعنی اس میں سے جو باقی رہ جائے۔ [1]

اور امام علیہ السّلام کا یہ قول: مِن ذلک التیمّم یعنی بظاہر اس سے مراد وہ غبار اور مٹی ہے جس سے تیمّم کیا گیا ہے اس لیے کہ وہ مٹی مکمل طور سے چہرے پر جاری نہیں ہوگی اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ لفظ ''مِن'' ''مِنہ'' میں تبعیض کے لیے آیا ہے یعنی کچھ حصّہ۔

تیمّم کی شرط یہ ہے کہ مٹی یا گرد و غبار ہتھیلی پر لگ جائے اسی لیے ایسے پتھر پر تیمّم درست نہیں ہے جو گرد آلود نہ ہو

مَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیَجۡعَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ۔

طہارت اور پاکیزگی کی وجہ سے اللہ تم پر زندگی کو دشوار بنانا نہیں چاہتا۔

وَّ لٰکِنۡ یُّرِیۡدُ لِیُطَهِّرَکُمۡ۔

اللہ تمھیں نجاستوں اور گناہوں سے پاک کرنا چاہتا ہے۔

طہارت گناہوں کا کفّارہ ہے جس طرح اس سے نجاستوں کو دور کیا جا سکتا ہے۔

وَ لِیُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَیۡکُمۡ۔

اور اللہ اس طہارت و پاکیزگی کے ذریعے تم پر اپنی نعمتیں مکمل کرنا چاہتا ہے۔

لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ۔

تا کہ اس نعمت کو پا لینے کے بعد تم رب کا شکر ادا کرنے لگو۔

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۱ ص ۵۶۔۵۷ ح ۲۱۲

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۷﴾

۷-اللہ نے تمھیں جو نعمتیں دی ہیں انھیں یادرکھو اور اس پختہ عہد و پیمان کو نہ بھولو جو اس نے تم سے لیا ہے۔ جب تم نے کہا تھا "ہم نے سنا اور اطاعت کی" اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ دلوں کے راز بھی جانتا ہے۔

۷-وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ-

اللہ نے تمھیں اسلام کی جس نعمت سے نوازا ہے اس کا تقاضا ہے کہ تم اپنے مُنعم یعنی اللہ کو یاد کرو اور اس کا شکر بجالاؤ۔

وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ-

اور اس پختہ عہد و پیمان کو نہ بھولو جو اس نے تم سے اسلام قبول کرتے وقت لیا تھا کہ اللہ نے تم پر جو کچھ فرض قرار دیا ہے اسے بجالانا، خواہ تمھیں وہ اچھا لگے یا برا محسوس ہو۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ میثاق سے مراد وہ امور ہیں جن کی حجّۃ الوداع کے موقع پر وضاحت کردی گئی یعنی محرّمات کی حرمت، طہارت کی کیفیت اور ولایت کی فرضیّت۔[1]

میں (فیض کاشانی)۔ کہتا ہوں کہ یہ سب چیزیں اس میثاق میں شامل ہیں۔

اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫-

یاد کرو جب تم نے کہا تھا ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

تفسیر قمّی میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جب ان سے ولایت کا عہد و پیمان لیا تھا تو انھوں نے کہا تھا ہم نے سنا اور اطاعت کی اس کے بعد انھوں نے اپنے اس عہد کو توڑ ڈالا۔[2]

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ-

تم اللہ کے خوف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نعمت خداوندی کو فراموش نہ کرنا اور نہ ہی عہد شکنی کا ارتکاب کرنا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ-

یقیناً اللہ تمھارے جلی اور نمایاں اعمال کے ساتھ تمھارے خفی اور پوشیدہ افعال کو بھی جانتا ہے۔

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴ ص ۱۶۸ (۲) تفسیر قمّی، ج ۱ ص ۱۶۳

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ وَ لَا یَجۡرِمَنَّكُمۡ
شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸﴾
وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ﴿۹﴾
وَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا وَ كَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ ﴿۱۰﴾
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَیۡكُمۡ اِذۡ هَمَّ قَوۡمٌ اَنۡ یَّبۡسُطُوۡۤا
اِلَیۡكُمۡ اَیۡدِیَهُمۡ فَكَفَّ اَیۡدِیَهُمۡ عَنۡكُمۡ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ عَلَی اللّٰهِ فَلۡیَتَوَكَّلِ
الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۱﴾ ع

۸- اے ایمان لانے والو! تم اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو، کسی گروہ کی دشمنی کہیں تمھیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم عدل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے قریب لے جاتا ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو، تم جو بھی عمل کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔

۹- اللہ نے ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ بجالانے والوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

۱۰- اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے وہی لوگ دوزخی ہیں۔

۱۱۔ اے ایمان لانے والو! اللہ کے اُس احسان کو یاد کرو جب ایک قوم نے تم پر دست درازی کا ارادہ کر لیا تھا، اللہ نے تمھاری جانب بڑھتے ہوئے ہاتھوں کو روک دیا، تم اللہ سے ڈرو، جو مومن ہیں وہ اللہ پر مکمل بھروسا کرتے ہیں۔

۸- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ -

اے ایمان لانے والو! تم اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔

اس آیت کی تفسیر اس سے پیشتر سورہ نساء آیت ۱۳۵ کے ذیل میں کی جا چکی ہے۔

وَلَا یَجۡرِمَنَّكُمۡ -

تمھیں آمادہ نہ کرے، تمھیں مجرم نہ بنا دے۔

شَنَاٰنُ قَوۡمٍ۔

کسی قوم کی شدتِ عداوت اور بغض وحسد۔

عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا۔

کہ کہیں تم ناجائز چیزوں کا ارتکاب کرکے لوگوں پر زیادتی نہ کرو۔

جیسے ناک کان کاٹنا، تہمت لگانا، عورتوں اور بچّوں کو قتل کرنا، عہد شکنی کرنا تاکہ تمھارے دل کے اندر جو کچھ بغض و کینہ بھرا ہے اُسے تشفّی ملے۔

اِعۡدِلُوۡا۔ تم ہمیشہ عدل سے کام لو۔

خواہ دوستوں کا معاملہ ہو یا دشمنوں کا۔

هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی۔

یہ عمل تقویٰ سے بہت نزدیک لے جاتا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ۔

اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تمھارے ہر عمل کو اچھی طرح جانتا ہے وہ اسی کے مطابق تمھیں بدلہ دے گا۔

کہا گیا ہے کہ اس حکم کی تکرار اس لیے کی گئی کہ ہر ایک کا سبب جداگانہ ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے پہلی مرتبہ مشرکین کے بارے میں حکم دیا گیا اور دوسری بار یہودیوں سے متعلّق حکم ہے۔

یا اس لیے تکرار کی گئی کہ عدل کا خاص اہتمام کیا جائے اور غیظ وغضب کے جوش وخروش کی آگ کو بجھانے کی پوری کوشش کی جائے۔

۹۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ۔

اللہ نے ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ بجالانے والوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے لیے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر مہیّا ہوگا۔

۱۰۔ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَکَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ۔

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری نشانیوں کو مسلسل جھٹلاتے رہے یہی لوگ درحقیقت جہنّمی ہیں۔

آیت نمبر ۹ میں مومنین سے وعدہ کیا اور آیت نمبر ۱۰ میں کفار کو سزا کی خبر سنائی دونوں آیتوں کو ایک دوسرے کے مقابل میں رکھ کر ایمان اور کفر کے فرق اور جزا وسزا کو واضح کردیا۔

۱۱۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا .... اِذۡ هَمَّ قَوۡمٌ اَنۡ یَّبۡسُطُوۡۤا اِلَیۡکُمۡ اَیۡدِیَهُمۡ۔

اے ایمان لانے والو تم اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب ایک قوم نے تم پر دست درازی کی تھی کہ وہ تمھیں قتل کردے اور ہلاک کرڈالے۔

فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ -

تو اللہ نے تمھاری جانب بڑھتے ہوئے ہاتھوں کو روک دیا اور تمھیں جو نقصان پہنچنے والا تھا اس سے تمھیں بچا لیا۔

تفسیر قمّی میں ہے یعنی فتحِ مکّہ سے قبل باشندگانِ مکّہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے صلحِ حدیبیہ کے ذریعے ان کے بڑھتے ہوئے ہاتھوں کو روک دیا۔ [1]

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ -

اللہ سے ڈرو! جو مومن ہیں وہ اللہ پر مکمل بھروسا کرتے ہیں۔

اس لیے کہ توکّل خیر تک پہنچانے اور شر سے ہٹانے کے لیے کافی ہے۔

---

(۱) تفسیر قمّی، ج۱ص ۱۶۳

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَ
قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ
وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ
لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ
فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ
مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰي خَاىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ
اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

۱۲- اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ان میں بارہ نقیب مقرّر کیے تھے اور اللہ نے کہا تھا میں تمھارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز کو قائم رکھا، زکوٰۃ دیتے رہے، میرے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کی توقیر کی اور تم اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہے تو یقین رکھو کہ میں تمھاری برائیاں تم سے دور کردوں گا اور تمھیں ایسی جنّتوں میں داخل کروں گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، مگر اس کے بعد جو بھی کفر اختیار کرے گا تو وہ سیدھے راستے کو گم کردے گا۔

۱۳- ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے انھیں اپنی رحمت سے دور کردیا اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت بنا دیا وہ کلمات کو ان کی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں، اور ہماری یاد دہانی کا اکثر حصّہ وہ بھلا چکے ہیں اور آئے دن آپ کو ان کی کسی نہ کسی خیانت کا پتا چلتا رہتا ہے، بہت کم لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں، لہٰذا آپ انھیں معاف کردیں اور ان سے درگزر کریں۔ بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۱۲- وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ .... اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ-

اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ان میں بارہ نقیب مقرّر کیے تھے۔

"نقیب" کے معنی ہیں کفیل، امین، گواہ۔ ہر یہودی قبیلے میں سے جنھیں منتخب کر کے مقرّر کیا گیا جو اپنی قوم کے حالات کی جستجو کرتے تھے اس کی چھان بین کیا کرتے اور ان کی خوبیوں کو جانتے تھے۔

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ ؕ–

اور اللہ نے کہا کہ میں تمھاری نصرت کر کے تمھارے ساتھ ہوں۔

لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ–

بشرطے کہ تم نے نماز کو قائم رکھا اور زکوۃ دیتے رہے اور تم نے میرے بھیجے ہوئے رسولوں کو سچّا سمجھا۔

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ–

اور تم نے ان کی مدد کی اور انھیں تقویت پہنچائی۔

وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا–

اور اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہے۔

لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ–

تو یقین جانو کہ تمھاری ان نیکیوں سے میں تمھاری برائیوں کو ڈھانپ دوں گا۔

وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ.........فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ–

اور یقیناً تمھیں ایسی جنتوں میں داخل کروں گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی مگر اس کے بعد جو بھی کفر اختیار کرے گا تو وہ سیدھے راستے کو گم کردے گا۔

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مصر میں فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ سرزمین شام کے شہر 'اریحا' کی جانب چلے جائیں اس شہر میں ظالم لوگ رہا کرتے تھے اور فرمایا کہ میں نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ تمھیں اریحا میں قرار نصیب ہوگا۔ اور حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ ہر یہودی قبیلے سے ایک نمائندہ لیں جو اپنی قوم کی ذمّے داریاں قبول کرے کہ انھیں ظالم و جابر افراد کی طرف جانے اور جہاد کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ اس حکم کو پورا کریں گے اور اس قبیلے کی قیادت اور زعامت کو سنبھالیں گے۔ تو حضرت موسیٰؑ نے ''نُقباء'' منتخب کیے اور بنی اسرائیل سے عہد لیا اور نقبا کے ذریعے ان کی ضمانت لی اور انھیں ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ پس جب ان کی سرزمین کے قریب پہنچے تو نقیبوں کو ان کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ معلومات اکٹھی کریں انھوں نے دیکھا کہ وہاں نہایت جسیم اور عظیم قوّت والے افراد موجود ہیں نقیبوں نے واپس آکر حضرت موسیٰؑ کو اطلاع دی تو حضرت موسیٰؑ نے انھیں حکم دیا کہ اس امر کو مخفی رکھیں سب نقیبوں نے اپنی قوم کو یہ بات بتادی سوائے کالب بن یوحنا جو یہودا کی اولاد میں تھے اور یوشع بن نون جو افرائیم بن یوسف کی اولاد میں سے تھے اور یہ دونوں اپنے اپنے قبائل کے نقیب بھی تھے۔ [1]

۱۳– فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ–

ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے انھیں اپنی رحمت سے دور کردیا۔

---

(۱) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل، ج۱ ص ۲۶۶

لعنت کے معنی ہیں رحمت سے دور کر دینا۔

وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً –

اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت بنا دیا تھا۔

کہ وہ آیات خداوندی اور ڈرانے والی باتوں سے متاثر نہیں ہوتے تھے۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ –

وہ کلمات کو ان کی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں۔

ان میں تحریف کر دیتے ہیں۔

وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ –

اور جن باتوں کو انھیں یاد دلایا گیا اس کا اکثر حصّہ وہ چھوڑ چکے تھے۔

انھوں نے اسے بھلا دیا تھا۔

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ –

اور آئے دن آپ کو ان کی کسی نہ کسی خیانت کا پتا چلتا رہتا ہے، بہت کم لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں جنھوں نے خیانت نہیں کی ہے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ –

آپ انھیں معاف کر دیجیے اور ان سے درگزر کیجیے، بے شک اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت میں عفو و درگزر پر آمادہ کیا گیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے قول: فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ (۵ توبہ ۹) سے منسوخ ہو چکی ہے۔[1]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۶۴

وَ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ سَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴- اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے بھی پختہ عہد لیا تھا، انھیں جو یاددہانی کرائی گئی تھی اس کا بڑا حصّہ انھوں نے بھلا دیا، آخر کار ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے عداوت اور بغض وعناد کا بیج بو دیا، اور وہ جو کچھ کرتے رہے ہیں اللہ عن قریب انھیں اس سے آگاہ کردے گا۔

۱۴- وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى-

اور وہ لوگ جنھوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اللہ کے مددگار ہیں۔

اس لیے کہ انھوں نے اپنا نام نصاریٰ (مددگار) رکھ لیا ہے۔

اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ-

ہم نے جس طرح ان سے پہلے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا ان سے بھی ویسا ہی پختہ عہد لیا ہے۔

فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ-

انھیں جو سبق یاد کرایا تھا اس کا وافر حصّہ تو انھوں نے بھلا دیا۔

فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ-

پس ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور بغض وعناد کو قیامت تک کے لیے لازم قرار دے دیا۔

ان کے افعال کے ذریعے دشمنی کا اظہار ہوگا اور دلوں میں بغض وعناد بھرا ہوگا۔

وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ-

اور جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں اللہ جزا اور عذاب کے ذریعے عن قریب انھیں اُس سے آگاہ کردے گا۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

۱۵- اے اہل کتاب تمھارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے، تم کتاب الٰہی کی جن بہت سی باتوں کو چھپایا کرتے تھے وہ انھیں تمھارے لیے واضح کر رہا ہے، اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتا ہے، بے شک اللہ کی جانب سے تمھارے پاس نور اور واضح کتاب آ چکی ہے۔

۱۶- جس کے ذریعے اللہ رضائے الٰہی کا اتباع کرنے والوں کو سلامتی کے راستوں کی جانب ہدایت کرتا ہے اور اپنے اذن سے انھیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے اور انھیں سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔

۱۵- يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ............ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ۔

اے اہل کتاب تمھارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے، تم کتاب الٰہی کی جن باتوں کو چھپایا کرتے تھے وہ انھیں تمھارے لیے واضح کر رہا ہے۔

جیسے توریت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے اور آیت رجم کا تذکرہ ہے اور انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰؐ کے تشریف لانے کی بشارت دی ہے۔

وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬۔

اور اکثر وہ چیزیں جنھیں تم چھپایا کرتے تھے رسول اکرمؐ انھیں بیان نہیں کرتے، بلکہ وہ ان باتوں سے درگزر کرتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ اکثر وہ چیزیں جنھیں تم چھپایا کرتے تھے اور وہ توریت میں موجود ہیں نبی اکرمؐ نے انھیں بیان فرما دیا ہے۔ اور بہت سی باتوں کو رہنے دیا ہے انھیں بیان نہیں فرمایا ہے۔ [1]

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔

بے شک اللہ کی جانب سے تمھارے پاس نور اور واضح کتاب آ چکی ہے۔

کہا گیا ہے کہ نور سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذاتِ گرامی قدر ہے اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ [2]

(۱) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۶۴ (۲) تفسیر ابی سعود، ج ۳ ص ۱۸

اور ایک قول کے مطابق دونوں سے مراد قرآن ہے۔ آیت ۱۶/ میں بِہٖ کی ضمیر سے اس کی تائید ہوتی ہے یعنی اللہ اس کے ذریعے ہدایت کرتا ہے۔ [1]

تفسیر قمّی میں ہے کہ نور سے مراد امیر المومنین اور ائمہ علیہم السّلام ہیں۔ [2]

۱۶ – يَّهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ –

جس کے ذریعے سے اللہ رضائے الٰہی کا اتّباع کرنے والوں کو عذاب سے سلامتی کے راستوں کی جانب ہدایت کرتا ہے۔

وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ –

اور انھیں تاریکیوں یعنی انواع واقسام کے کفر سے نکال کر۔

اِلَى النُّوْرِ – نور کی طرف یعنی اسلام کی طرف لے آتا ہے۔

بِاِذْنِهٖ – اپنی اجازت یعنی ارادے اور توفیق کے ذریعے سے۔

وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ –

اور انھیں سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔

وہ راستہ جو اللہ کی طرف پہنچانے اور جنّت تک لے جانے کا قریب ترین راستہ ہے۔

---

(۱) زمخشری تفسیر کشاف، ج۱ ص ۶۱۷ و مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۱۷۴ (۲) تفسیر قمّی، ج۱ ص ۱۶۴

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ
مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَ مَنْ فِي
الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا
يَشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾
وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ
بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ
يَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؗ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

۱۷- یقیناً وہ لوگ کافر ہوگئے جنھوں نے یہ کہا کہ مسیح ابن مریم ہی خدا ہے۔ اے محمدؐ! آپ ان سے فرما دیجیے کہ اگر خدا مسیح ابن مریم اور ان کی والدہ اور تمام زمین والوں کو ہلاک کردینا چاہے تو کس کی مجال ہے جو اللہ کو اس ارادے سے باز رکھ سکے۔ اللہ تو زمین، آسمان اور ان کے درمیان پائی جانے والی تمام چیزوں کا مالک ہے، جسے چاہتا ہے خلق کردیتا ہے، اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۱۸- یہود اور نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں، اے محمدؐ! آپ اِن سے دریافت کیجیے کہ پھر وہ تمھارے گناہوں پر تمھیں سزا کیوں دیتا ہے، جس طرح اور انسان خدا نے خلق فرمائے ہیں تم بھی ان ہی جیسے بشر ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے معاف فرما دیتا ہے اور جسے چاہے سزا دیتا ہے، زمین و آسمان اور اس کے مابین بسنے والے سب اللہ کی ملکیت میں ہیں اور سب کو اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

۱۷- قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا-

کس کی مجال ہے جو اس کی قدرت اور ارادے میں رکاوٹ پیدا کرسکے۔

۱۸- وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ-

اور یہود و نصاریٰ نے یہ کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے دونوں بیٹے عزیر اور مسیح کے چہیتے ہیں۔

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ-

اے محمدؐ! آپ ان یہود و نصاریٰ سے یہ دریافت کیجیے کہ پھر اس نے تمھیں دنیا میں قتل، قید اور مسخ کردیے جانے کی سزا کیوں دی ہے اور آخرت میں تمھیں آتش جہنم کی سزا کیوں دے گا بقول تمھارے کہ وہ سزا کچھ دنوں

کے لیے ہوگی۔

بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ۔

جس طرح اور انسان خدا نے پیدا کیے ہیں تم بھی ان ہی جیسے بشر ہو۔

یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ۔

پس جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے ہیں اللہ ان کی مغفرت فرمائے گا۔

وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ۔

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ سزا کے مستحق ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے ویسا ہی سلوک کرے گا جیسا کہ وہ دوسرے انسانوں سے کرتا ہے تمھیں ان لوگوں پر کوئی فضیلت اور برتری نہیں ہے۔

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؗ۔

زمین و آسمان اور ان کے درمیان بسنے والے سب اللہ کی ملکیت میں ہیں۔

یہ سب چیزیں اس کی تخلیق اور ملکیت کے اعتبار سے ایک جیسی ہیں۔

وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔

اور سب کو اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

وہ ہر ایک کو اس کی کارگردگی کی بنیاد پر جزا یا سزا دے گا۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾

ع ۸

۱۹- اے اہل کتاب تمھارے پاس ہمارا رسول دین کی تعلیمات کو واضح کرنے کے لیے اس وقت آیا جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ موقوف ہو چکا تھا تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا تھا، سو اب تو خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا تمھارے پاس آچکا ہے اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۱۹- يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ-

يُبَيِّنُ لَكُمْ... تمھارے لیے ان امور کی وضاحت کرتا ہے جن کی وضاحت ضروری ہے۔

عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ-

جب پیغمبروں کی آمد اور وحی کے نازل ہونے کا سلسلہ موقوف ہو چکا تھا۔

شیخ صدوق طاب ثراہ نے اپنی کتاب اکمال میں فرمایا کہ ''فَتْرَتْ'' کے معنی ہیں جب بظاہر کوئی نبی اور وصی موجود اور مشہور نہ ہو ہمارے پیغمبر اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے درمیان انبیا اور اوصیا پوشیدہ طور سے عالم خوف میں موجود تھے ان میں سے خالد بن سنان العبسی بھی تھے انھیں نہ کوئی روکنے والا روک سکا اور نہ انکار کرنے والا انکار کرسکا ان کے اور ہمارے نبی کی بعثت کے درمیان پچاس سال کا وقفہ تھا۔ [۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس بات کی تصدیق امیر المومنین علیہ السّلام کے اس قول سے ہوتی ہے:

ہاں! مگر زمین ایسے افراد سے خالی نہیں رہتی کہ جو خدا کی حجّت کو برقرار رکھتے ہیں چاہے وہ ظاہر و مشہور ہو یا خائف و پنہاں تاکہ اللہ کی دلیلیں اور نشانات مٹنے نہ پائیں۔ [۲]

اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ ۡ-

تاکہ کہیں تم یہ نہ کہہ سکو اور یہ معذرت پیش نہ کرسکو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔

(۱) اکمال الدین واتمام النعمہ، ص ۶۵۹ (۲) نہج البلاغہ، ص ۴۹۷ حکمت ۱۴۷

فَقَدۡ جَآءَکُمۡ بَشِیۡرٌ وَّ نَذِیۡرٌ ؕ۔

سو اب تمھارے پاس کوئی عذر باقی نہ رہا کیوں کہ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے۔

وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۔

اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کے قول: فَکَیۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ کُلِّ اُمَّۃٍۭ بِشَہِیۡدٍ (۴۱ نساء ۴) (اس وقت کیا عالم ہوگا جب ہم اُمّت کو اس کے گواہ کے ساتھ بلائیں گے) کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا کہ جب قیامت کے دن اُمّتیں انکار کریں گی کہ ہم تک کوئی پیغام رساں اور پیغام نہیں پہنچا اور کہیں گی: مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِیۡرٍ وَّ لَا نَذِیۡرٍ (ہم تک کوئی بشارت دینے اور ڈرانے والا نہیں آیا) اور انبیاے کرام ہمارے نبی اکرمؐ کو بطور گواہ پیش کریں گے تو ہمارے نبیؐ ہر اُمّت سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے: بَلٰی قَدۡ جَآءَکُمۡ بَشِیۡرٌ وَّنَذِیۡرٌ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ ایسا نہیں جیسا تم کہہ رہے ہو بلکہ تمھارے پاس خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا آیا تھا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تمھارے اعضا تمھارے خلاف گواہی دیں کہ انبیا نے پیغام رسالت کو تم تک پہنچایا تھا۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٠﴾

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢١﴾

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۥ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿٢٤﴾

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَ اَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ ع ٨

٢٠- جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم کے لوگو! ذرا ان نعمتوں کو یاد کرو جو اللہ نے تمھیں دی تھیں، اس نے تم میں سے نبی بنائے اور تمھیں بادشاہت عطا کی اور تمھیں وہ کچھ دیا جو دنیا میں کسی کو عطا نہیں کیا تھا۔

٢١- اے میری قوم والو! تم اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جہاں اللہ نے تمھیں بسانے کا فیصلہ کیا ہے، اور جاتے ہوئے پیچھے نہ ہٹو ورنہ ناکام و نامراد پلٹو گے۔

٢٢- انھوں نے جواب دیا اے موسیٰؑ! وہاں تو بڑے طاقتور افراد رہتے ہیں، ہم تو اس سرزمین میں قدم

نہیں رکھیں گے جب تک وہ لوگ وہاں سے نکل نہ جائیں، ہاں اگر وہ نکل گئے تو ہم داخل ہونے کے لیے تیار ہیں۔

۲۳- اللہ سے ڈرنے والے لوگوں میں دو افراد ایسے بھی تھے اللہ نے جنھیں اپنی نعمتوں سے نوازا تھا انھوں نے کہا کہ انِ جبّارین کے مقابلے میں دروازے سے اندر چلے جاؤ اگر تم اندر چلے گئے تو یقیناً تم ہی غالب رہوگے، اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو اللہ پر بھروسا کرو۔

۲۴- وہ پھر یہی کہنے لگے اے موسیٰؑ! ہم تو وہاں ہرگز نہیں جائیں گے جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں جانا ہو تو تم خود جاؤ اور تمھارا رب چلا جائے اور تم دونوں ان لوگوں سے قتال کرو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

۲۵- یہ سن کر موسیٰؑ نے کہا اے میرے پروردگار میرے اختیار میں سوائے میرے اور میرے بھائی کے کوئی اور نہیں ہے تو ہمیں ان نافرمانوں سے الگ کردے۔

۲۶- اللہ نے جواب دیا کہ یہ سرزمین چالیس سال تک ان کے لیے حرام ہے، وہ زمین میں مارے مارے پھریں گے۔ ان نافرمانوں پر ترس کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

۲۰- وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی .... مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۔

یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا تھا اے میری قوم کے لوگو! ذرا ان نعمتوں کو یاد کرو جو اللہ نے تمھیں دی تھیں۔ سمندر کا شگافتہ ہوکر راستہ دینا، بادلوں کا سایہ فگن ہونا، منّ و سلویٰ کا نازل ہونا وغیرہ وغیرہ۔ اس نے تم لوگوں میں انبیا کو خلق فرمایا اور تمھیں فرماں رَوا بنایا اور تمھیں وہ سب کچھ دے دیا جو دنیا میں کسی کو عطا نہیں کیا تھا۔

۲۱- یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَۃَ –

اے میری قوم والو! تم مقدس سرزمین میں داخل ہوجاؤ۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ارضِ مقدسہ سے مراد سرزمین شام ہے۔[۱]

الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ –

اللہ نے تمھارے بارے میں یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ یہ سرزمین تمھاری جائے قرار بنے گی۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے کہا تھا: ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَۃَ۔ تم لوگ مقدس سرزمین میں داخل ہوجاؤ۔ وہ لوگ وہاں نہیں گئے یہاں تک کہ اللہ نے ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے اس سرزمین کو حرام کردیا البتہ ان کی اولاد کی اولاد کا وہاں داخلہ ہوا۔[۲]

اِمامَین سے مروی ہے کہ اللہ نے پہلے وہ سرزمین ان کے لیے لکھ دی تھی بعد میں اسے ان کے لیے مٹا دیا۔[۳]

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۰۵ – ۳۰۶، ح ۷۵ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۰۴ ح ۷۰ (۳) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۰۴ ح ۶۹

وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِكُمْ-

اورتم پیچھے کی طرف نہ پھر جانا یعنی واپس نہ چلے جانا۔

فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ-

اس طرح تمھیں دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان اٹھانا پڑے گا۔

۲۲-قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ-

انھوں نے جواب دیا اے موسیٰؑ وہاں پر تو ایسے لوگ رہتے ہیں جو نہایت طاقتور، بڑے بہادر اور سخت جان ہیں ہم ان سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا .... فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ-

ہم تو یہاں اس وقت تک داخل نہ ہوں گے جب تک وہ لوگ وہاں سے نہ نکل جائیں ہاں اگر وہ نکل گئے تو ہم داخل ہونے کے لیے تیار ہیں۔ اس لیے کہ ہم ان سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

۲۳-قَالَ رَجُلٰنِ-

دو آدمیوں یعنی یوشع بن نون اور کالب بن یوحنا نے کہا جو موسیٰؑ کے چچازاد بھائی تھے۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے ان دوافراد کے یہی نام بیان کیے گئے ہیں۔ (۱)

مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ-

یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے دلوں میں خوفِ خدا تھا اور یہ لوگ صاحب تقویٰ تھے۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا-

اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان اور اس پر ثابت قدم رہنے کی نعمت سے نوازا تھا۔

ادْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ-

کہ تم لوگ دیہات کے دروازے سے اس میں داخل ہو جاؤ۔

یعنی اچانک ان تک پہنچ جاؤ، انھیں گھاٹی میں ڈھکیل دو اور انھیں صحراؤں میں جانے سے روک دو۔

فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ-

اس لیے کہ اگر تم ان تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تو تم ہی غالب رہو گے۔

اس لیے کہ ان کے عظیم الجثہ ہونے کی وجہ سے گھاٹیوں سے نکل کر ان کے لیے حملہ کرنا دشوار ہوگا۔ یہ لوگ بڑے جسم کے مالک تو ہیں لیکن ان میں عقل نام کی کوئی شے نہیں ہے۔

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۰۳ ح ٦۸

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا-

ان جبّارین کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے اللہ پر بھروسا رکھو۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ-

اگر تم میں ایمان ہے اور تم اللہ کے وعدے پر یقین رکھتے ہو۔

۲۴-قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ .... اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ-

وہ کہنے لگے اے موسیٰؑ ہم تو وہاں ہرگز نہیں جائیں گے جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں آپ جائیں اور آپ کا رب جائے اور دونوں مل کر ان سے جنگ کریں ہم تو اسی جگہ بیٹھے ہیں۔

یہ جملے انھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اہانت کرنے کے لیے کہے تھے اور انھیں اللہ اور اس کے رسولؐ کی کوئی پروا نہ تھی۔

۲۵-قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ .... وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ-

یہ سن کر موسیٰؑ نے اپنے رب سے کہا! پروردگار! میں تو صرف اپنے اوپر اور اپنے بھائی پر اختیار رکھتا ہوں تو ہمیں ان نافرمانوں سے الگ کردے۔

۲۶-قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ-

تو ارشاد باری ہوا اب یہ سرزمین ان کے لیے حرام کردی گئی۔

اب تو نہ یہ لوگ وہاں داخل ہوسکتے ہیں۔ اور اپنی نافرمانی کے سبب نہ ہی اس کے مالک بن سکتے ہیں۔

اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ-

وہ لوگ چالیس سال تک زمین میں مارے مارے پھریں گے۔

ہمیشہ حیران و سرگرداں رہیں گے انھیں وہاں سے نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا۔

فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ-

اے موسیٰؑ ان نافرمانوں پر ترس کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس لیے کہ اپنے فسق و فجور کی وجہ سے یہ اسی برتاو کے حق دار ہیں۔

تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ شام کی زمین بہترین ہے لیکن وہاں کے لوگ بدترین ہیں، اور مصر اچھا ملک نہیں ہے اللہ جس قوم سے ناراض ہوگیا یہ اُس کے لیے قید خانہ بن گیا۔ بنی اسرائیل نے اللہ کی نافرمانی کی اور مقدس سرزمین میں داخل ہونے سے انکار کردیا یعنی شام میں نہیں گئے تو سرزمین مصر کے جنگلات میں چالیس سال تک وہ حیران و سرگرداں رہے چالیس سال کے بعد انھیں شام میں داخلے کی اجازت ملی۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب ان لوگوں نے توبہ کی اور اللہ ان سے راضی ہوگیا تو

پھر انھیں مصر سے نکل کر شام میں جانا نصیب ہوا۔ ۱

امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے قول: فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ کو یاد کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کے پہلے اس سرزمین کو ان کے لیے حرام کردیا اور وہ حیران و پریشان جنگلوں میں مارے مارے پھرتے رہے۔ جب شام کا وقت ہوتا تھا تو وہ کوچ کی تیاری کرتے اور آواز لگاتے الرّحیل الرّحیل، الوحا الوحا یہاں تک کہ سورج غروب ہوجاتا اور جب وہ سفر کرتے اور ہموار زمین آجاتی تو اللہ زمین سے کہتا انھیں گھماتی رہ یہاں تک کہ صبح نمودار ہوتی تو کہتے کہ یہ چشمہ آگیا ہے بس یہیں پر اُتر پڑو جب روشنی ہر طرف پھیل جاتی تو کیا دیکھتے کہ وہ جہاں سے کل روانہ ہوئے تھے وہیں پر موجود ہیں۔ تو وہ ایک دوسرے سے کہتے کہ اے لوگو! تم راستہ بھول گئے تم تو راستے سے بھٹک گئے یہی حال ہوتا رہا یہاں تک کہ اللہ نے انھیں اجازت مرحمت فرمائی تو وہ شام کی مقدس زمین میں داخل ہوئے جو ان کے لیے پہلے سے لکھ دی گئی تھی۔ ۲

کتاب کافی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا انتقال ''تیہ'' میں ہوا تھا، تو کسی آواز لگانے والے نے آسمان سے یہ صدا لگائی:

مَاتَ مُوْسٰی وَاَیُّ نَفْسٍ لَا تَمُوْتُ۔

موسیٰ مر گئے اور وہ کون سا نفس ہے جسے موت نہیں آئے گی۔ ۳

(تیہ اس چٹیل میدان یا زمین کو کہتے ہیں جہاں اکثر لوگ راستہ بھول جایا کرتے ہیں)

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ھارون علیہ السّلام کا انتقال حضرت موسیٰ سے پہلے ہوا تھا اور ان دونوں نے ''تیہ'' میں ہی وفات پائی تھی۔ ۴

تفسیر قمی میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ نے ان سے علیحدہ ہونا چاہا تو وہ گھبرا گئے اور ڈر کے مارے انھوں نے کہا: کہ اگر موسیٰ ہمارے درمیان سے چلے گئے تو ہم پر عذاب نازل ہوجائے گا اور انھوں نے حضرت موسیٰ سے مدد کی درخواست کی نیز یہ التجا کہ وہ انھیں کے ساتھ مقیم رہیں اور اللہ سے ان کے لیے توبہ کی درخواست کریں۔ ۵

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۰۵ ـ ۳۰۶، ح ۷۵

(۲) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۰۵ ح ۷۴

(۳) الکافی، ج ۳ ص ۱۱۱ ـ ۱۱۲، ح ۴

(۴) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۶۵

(۵) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۶۵

وقف لازم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا
وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ
الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾

النصف

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ
اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾
اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ
جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ۚ
فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾
فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ
قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ
فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ۛۚ

معانقة

۲۷- اور ان لوگوں کو آدمؑ کے دو بیٹوں کا سچا قصہ بھی پڑھ کر سنا دیں۔ جب ان دونوں نے قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کرلی گئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی اس نے کہا میں تجھے قتل کردوں گا، اس نے جواب دیا کہ اللہ تو متّقین کے اعمال کو قبول کرتا ہے۔

۲۸- اگر تم مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھاؤ گے، تو میں تمھیں قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میں خوفِ خدا رکھتا ہوں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۲۹- میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تم ہی سمیٹ لو اور جہنّمی لوگوں میں شامل ہوجاؤ، ظالموں کے لیے یہی جزا ہے۔

۳۰- آخر کار اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا تو اس نے اُسے قتل کر ڈالا، اور اس طرح وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔

۳۱- پھر اللہ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تا کہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے

چھپائے۔ یہ دیکھ کر وہ کہنے لگا کہ ہائے افسوس میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر سوچ لیتا اس کے بعد وہ اپنے کیے پر بہت پچھتایا۔

۲۷-نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ- سے مراد ہابیل و قابیل آدم کے دو بیٹے ہیں۔

بِالْحَقِّ ؕ- یعنی سچائی کے ساتھ۔

اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا- جب ان دونوں نے قربانی پیش کی۔

''اَلْقُرْبَان'' وہ عمل جو اللہ کے قریب کر دے خواہ ذبیحہ ہو یا اس کے علاوہ کچھ اور۔

فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا- ان میں سے ایک کی قربانی قبول کر لی گئی۔

اس لیے کہ وہ اللہ کے حکم پر راضی ہوگیا اور اس کی نیت میں خلوص تھا، اور اس نے بہترین چیز کی قربانی دی قربانی دینے والے کا نام ہابیل تھا۔

وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ-

اور دوسرے کی قربانی قبول نہیں ہوئی۔

اس لیے کہ اس نے اللہ کے حکم کو ناپسند کیا، اور اس کی قربانی میں خلوص شامل نہ تھا اور اس نے سب سے خراب چیز جو اس کے پاس تھی اسے قربانی کے لیے پیش کیا اور اس کا نام قابیل تھا۔

قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ-

تو قابیل نے حسد کی وجہ سے ہابیل کی قربانی کے قبول ہونے کی بنیاد پر اسے قتل کی دھمکی دی۔

قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ-

ہابیل نے جواب دیا کہ اللہ متّقین سے ان کے اعمال کو قبول کرتا ہے۔

تو نے تقویٰ کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق یہ قربانی کی تھی اس میں میرا تو کوئی دخل نہ تھا۔

کہا گیا ہے کہ اس میں اس امر کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ حاسد اگر کسی چیز سے محروم ہے تو اس میں خود اس کی اپنی کوتاہی کا دخل ہے اُسے اس چیز کو حاصل کرنے کے لیے خود کوشش کرنی چاہیے۔ جس سے حسد کیا جا رہا ہے اسے اس کا حصّہ مل رہا ہے، حاسد کے حصّے کو ختم کر کے نہیں، اس طرح محسود کو فائدہ پہنچانے کے لیے حاسد کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جا رہا ہے۔ اطاعت صرف اس کی قبول ہوتی ہے جو مومن اور متّقی ہوتا ہے۔ [1]

۲۹-اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ .... وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ-

اگر تم مجھے قتل کرو گے اور دورانِ قتل مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوگا تو وہ بھی تمھارے ہی ذمّے ہوگا۔ میں چاہتا

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۱ ص ۲۷۱

ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تم ہی سمیٹ لو اور دوزخ میں جانے والے لوگوں میں شامل ہو جاؤ ظالموں کے لیے تو یہی جزا مناسب ہے۔

کتاب ثواب الاعمال میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مومن کو قتل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ اس کے قاتل کے نامہ اعمال میں لکھ دیتا ہے اور مقتول کو ان گناہوں سے بری کر دیتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَ اِثۡمِكَ فَتَكُوۡنَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ سے ثابت ہے۔ [1]

۳۰-فَطَوَّعَتۡ لَهٗ نَفۡسُهٗ قَتۡلَ اَخِیۡهِ-

آخر کار اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل کر دینے پر آمادہ کیا اور آسانی فراہم کی۔

فَقَتَلَهٗ- اور اس نے اپنے نفس کے آمادہ کرنے پر اسے قتل کر ڈالا۔

فَاَصۡبَحَ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ-

تو وہ دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے نقصان اٹھانے والوں میں سے رہا۔

اس لیے کہ وہ زندگی بھر دھتکارا ہوا، غمگین اور شرمندہ انسان کی حیثیت سے زندہ رہا۔

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے جس حدیث کو ہم سورۃ النساء کے آغاز میں بیان کر چکے ہیں، امام علیہ السّلام سے سوال کیا گیا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قابیل نے ہابیل کو بہنوں کے اختلاف کی بنا پر قتل کر دیا تھا؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ تمھیں شرم نہیں آتی کہ آدم علیہ السّلام سے ایسی غلط بات منسوب کرتے ہو تو پھر سوال کیا گیا کہ کس وجہ سے قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا؟ تو امام نے فرمایا کہ وصیّت کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام پر وحی کی کہ وصیّت (احکام) اور اللہ کا اسم اعظم ہابیل کے سپرد کر دیں، قابیل ہابیل سے بڑا تھا جب اُسے پتا چلا تو وہ غضب ناک ہو گیا اور کہا کہ میں اس فضیلت اور وصیّت کا زیادہ حق دار ہوں تو آدم علیہ السّلام نے اللہ کی وحی کے مطابق ان دونوں کو قربانی کرنے کا حکم دیا، انھوں نے قربانی کی اللہ نے ہابیل کی قربانی قبول کر لی اور قابیل کی قربانی قبول نہیں ہوئی اس وجہ سے اس نے ہابیل سے حسد کیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ [2]

کتاب اکمال میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ نے ہابیل و قابیل کی قربانیوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ قربانی کے قبول ہونے کا طریقہ یہ تھا کہ اُسے آگ اپنی لپیٹ میں لے لیتی تھی۔ قابیل نے آگ کے لیے ایک گھر بنایا اور قابیل پہلا شخص تھا جس نے آتشکدہ تعمیر کیا اور کہا میں اس آگ کی پرستش کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میری قربانی قبول ہو جائے۔ پھر دشمن خدا ابلیس نے قابیل سے کہا کہ ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی اور تمھاری قربانی قبول نہیں ہوئی ہے اگر تم ہابیل کو زندہ رہنے دو گے تو ان کی نسل تمھاری نسل کے مقابلے میں فخر و مباہات کرے گی قابیل نے یہ سن کر ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ جب قابیل آدم علیہ السّلام کے پاس آیا تو آدم علیہ

---

(۱) ثواب الاعمال، ص ۲۷۸-۲۷۹ ح ۹ (۲) تفسیر عیّاشی، ج ۱ ص ۳۱۲ ح ۸۳

السّلام نے دریافت کیا کہ اے قابیل بتاؤ ہابیل کہاں ہے تو اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں آپ نے مجھے اس کا محافظ تو نہیں بنایا تھا آدم نے ہابیل کو تلاش کرنا شروع کیا تو اسے مقتول پایا آدم علیہ السّلام نے فرمایا ایسی زمین پر لعنت ہو جس نے ہابیل کے خون کو قبول کرلیا۔ آدم علیہ السّلام نے چالیس شب و روز ہابیل پر گریہ کیا۔

کتاب کافی میں بھی اسی مفہوم کی روایت موجود ہے۔[۱]

۳۱- فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا.................. فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ-

پھر اللہ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کو کھودنے لگا تا کہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے۔ یہ دیکھ کر وہ کہنے لگا کہ ہائے افسوس میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر سوچ لیتا اس کے بعد وہ بھائی کو قتل کر دینے پر بہت پچھتایا۔

تفسیر قمی میں امام سجاد علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ نے قربانیوں کے تذکرے کے بعد فرمایا کہ قابیل کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ اپنے بھائی کو کس طرح قتل کرے ابلیس نے آکر اسے قتل کرنے کا طریقہ سکھایا کہ ہابیل کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر اسے کچل دو جب اس نے ہابیل کو قتل کر ڈالا تو اسے پتا نہ تھا کہ اس لاش کا کیا کرے تو دو کوّے آئے انھوں نے لڑائی کی اور ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا پھر اپنے پنجوں سے زمین کھود کر اپنے ساتھی کی لاش کو اس میں دفن کر دیا تو اس وقت قابیل نے کہا: ''یٰوَیْلَتٰی'' ہائے افسوس! اس نے بھی ایک گڑھا کھودا اور اس میں ہابیل کو دفن کر دیا اس وقت سے مردوں کو دفن کرنے کا طریقہ جاری ہوگیا۔

جب قابیل حضرت آدمؑ کی خدمت میں پہنچا تو آدمؑ نے ہابیل کو اس کے ساتھ نہیں دیکھا، آدمؑ نے قابیل سے دریافت کیا کہ تم میرے بیٹے کو کہاں چھوڑ آئے؟ قابیل نے ان سے کہا کیا آپ نے مجھے ان کا محافظ بنا کر بھیجا تھا؟ تو آدم علیہ السّلام نے قابیل سے کہا کہ میرے ساتھ اس جگہ چلو جہاں قربانی دی تھی، قابیل نے جو کچھ کیا تھا اس پر آدمؑ کا دل بہت گھبرایا، جب وہ قربانی کی جگہ پر پہنچے تو ان پر اس کا قتل واضح ہوگیا آدمؑ نے اس زمین پر لعنت بھیجی جس نے ہابیل کے خون کو قبول کرلیا اور آدمؑ نے حکم دیا کہ قابیل پر لعنت بھیجی جائے اور قابیل کو آسمان سے آواز آئی کہ تم پر لعنت ہو کیوں کہ تم نے بھائی کو قتل کیا ہے۔ آدمؑ واپس آئے اور انھوں نے چالیس روز و شب ہابیل پر گریہ کیا انھیں ہابیل کے مرنے سے نہایت گھبراہٹ ہوئی تو انھوں نے اللہ سے اس بات کی شکایت کی اللہ نے ان پر وحی کی میں تمھیں ایسا بیٹا عطا کروں گا جو ہابیل کا جانشین ہوجائے گا۔ پھر حوّا کے یہاں ایک پاک و پاکیزہ لڑکے کی ولادت ہوئی جو بابرکت تھا جب ساتواں دن ہوا تو اللہ نے آدم پر وحی کی اے آدم یہ لڑکا میں تمھیں ہبہ کر رہا ہوں لہٰذا اس کا نام ھِبَۃُ اللّٰہ رکھو تو انھوں نے ان کا نام ھِبَۃُ اللّٰہ رکھا۔[۲]

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمہ، ص ۲۱۳-۲۱۴ ح ۲ و الکافی، ج ۸ ص ۱۱۳-۱۱۴ ح ۹۲ (۲) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۶۵-۱۶۶

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾

۳۲- اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر واجب کردیا تھا کہ جو شخص کسی کو نہ جان کے بدلے میں اور نہ ہی روے زمین پر فساد پھیلانے کی سزا کے طور پر بلکہ ناحق قتل کرڈالے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کردیا اور جس نے کسی ایک آدمی کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخش دی، اِن کا حال یہ ہے کہ اِن کے پاس ہمارے مرسلین واضح معجزات لے کر آئے مگر اس کے باوجود بھی ان میں سے اکثر لوگ زمین میں زیادتیاں کرتے رہے۔

۳۲-مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ-

اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر اپنے فرمان کے ذریعے یہ واجب اور لازم قرار دیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ آیت اگرچہ بنی اسرائیل کا خصوصیت سے ذکر کرتی ہے لیکن اس کا مفہوم عمومی ہے اور ہر فرد سے اس کا تعلق ہے۔ [۱]

اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ-

اگر کوئی شخص کسی کو کسی کے قتل کے بغیر جس پر قصاص واجب ہوتا ہے قتل کردے۔

اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ-

یا زمین میں فساد پھیلانے کے جرم کے بغیر قتل کرڈالے۔

جیسے شرک کرنا یا راستے میں کسی کو لوٹ لینا وغیرہ۔

فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ-

تو گویا کہ اس نے ایک فرد کو قتل کر کے تمام انسانوں کو قتل کرڈالا۔

اس لیے کہ اس نے خون کی حرمت کو بے آبرو کردیا، اور اس نے بے گناہوں کے قتل کی بنیاد ڈالی اور اس بارے میں وہ لوگوں کے خلاف نڈر ہوگیا۔

کتاب فقیہ اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جہنّم میں ایک وادی ہے، اگر کوئی

(۱) تفسیر قمی، ج۱ ص ۱۶۷

تمام انسانوں کو قتل کرڈالے تب بھی اور اگر ایک انسان کو قتل کرے جب بھی وہ اُسی وادی میں رہے گا۔ ١

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایسے شخص کو جہنّم کے اس مقام پر رکھا جائے گا کہ جہنّمیوں کے عذاب کی شِدّت اس پر آکر ختم ہوگی اگر وہ تمام انسانوں کو قتل کرڈالے پھر بھی وہ اس جگہ لایا جائے گا۔ ٢

امام باقر علیہ السّلام سے دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا جہنّم میں ایک نشست گاہ ہے اگر وہ تمام انسانوں کو قتل کرڈالے تب بھی وہ اسی نشست گاہ کی طرف لایا جائے گا۔ اور تفسیر عیّاشی میں بھی ان دونوں روایتوں سے ملتی جلتی روایتیں پائی جاتی ہیں۔ ٣

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا -

اور جس نے ایک فرد کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

اور جو بھی کسی انسان کی زندگی کا سبب فراہم کرے معاف کرکے، قتل سے روک کر، یا ہلاکت کے اسباب سے نجات دلا کر تو گویا کہ اس نے تمام انسانوں کی حیات کے اسباب فراہم کردیے۔

تفسیر قمّی میں ہے فرمایا جو بھی کسی کو جلنے سے یا ڈوبنے یا تباہی سے یا درندوں سے یا اسی طرح کسی اور امر سے بچائے یہاں تک کہ وہ بے نیاز ہوجائے یا اُسے فقر وفاقے سے نجات دلا کر دولت مند بنادے اور سب سے افضل ہے کہ اُسے گمراہی سے نکال کر ہدایت کی جانب لے آئے۔ ۴

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے فرمایا کہ کسی کو جلنے یا ڈوبنے سے بچانا مراد ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لے آئے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا یہ اس کی بہت عظیم تاویل ہے۔ ۵

کتاب کافی اور تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے ایسی ہی روایت ملتی ہے۔ ٦

امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لے آئے تو گویا کہ اس نے اسے زندہ کردیا اور اگر کوئی ہدایت سے نکال کر گمراہی کی جانب لے گیا تو گویا کہ اس نے اس شخص کو قتل کرڈالا۔ ۷

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس کی سب سے بڑی تاویل یہ ہے کہ اگر وہ دعا کرے گا تو اس کی دعا قبول ہوگی۔ ۸

---

(١) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۴ ص ٦٨ ح ٢٠٣ باب ١٩ و تفسیر عیاشی، ج ١ ص ٣١٣ ح ٨٦ (٢) الکافی، ج ۷ ص ٢٧١ ح ١
(٣) الکافی، ج ۷ ص ٢٧٢ ح ٦ و تفسیر عیاشی، ج ١ ص ٣١٣ ح ٨٧ (۴) تفسیر قمّی، ج ١ ص ١٦٧
(۵) الکافی، ج ٢ ص ٢١٠ ح ١ و ٢ (٦) الکافی، ج ٢ ص ٢١٠ ح ١ و ٢ و تفسیر عیاشی، ج ١ ص ٣١٣ ح ٨٥۔ ٨٧
(۷) الکافی، ج ٢ ص ٢١٠۔ ٢١١ ح ٣ (٨) الکافی، ج ٢ ص ٢١٠۔ ٢١١ ح ١ و ٣

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جہاں پانی ملتا ہے اگر وہاں پر کوئی کسی کو سیراب کرے گا تو گویا وہ ایک غلام آزاد کرے گا۔ اور جہاں پانی نہ ملتا ہو اگر کوئی کسی کو پانی پلائے گا تو گویا وہ کسی شخص کو زندگی عطا کرے گا اور جو ایک فرد کو زندگی عطا کرے گا تو گویا کہ وہ پوری انسانیت کی حیات کے اسباب مہیّا کرے گا۔ [1]

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۔

جب ہم نے یہ عظیم فرمان بنی اسرائیل پر جاری کردیا۔ اوران کے پاس ہمارے مرسلین واضح معجزات لے کر آئے۔ اس کا مقصد حکم کی تاکید کرنا تھا اور عہد کی تجدید تھا تاکہ وہ لوگ اس قسم کی معصیتوں کا ارتکاب نہ کریں۔

ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۔

مگر اس کے باوجود بھی ان میں سے اکثر لوگ زمین میں زیادتیاں کرتے رہے اور حق سے تجاوز کرتے رہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے: مسرفین وہ لوگ ہیں جو حرام کردہ چیزوں کو حلال بنا لیتے ہیں اور خوں ریزی کرتے ہیں۔ [2]

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲ ص ۳۶ ح ۱۵۱ (۲) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۱۸۷

إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا
اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا
مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ ع ۵

۳۳-بس خدا ورسول سے جنگ کرنے والوں اور زمین میں فساد کرنے کی تگ و دو کرنے والوں کی سزا یہ ہے کہ انھیں قتل کردیا جائے یا انھیں سولی پر چڑھا دیا جائے، یا ان کے ہاتھ پاؤں مختلف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں یا انھیں جلاوطن کردیا جائے۔ یہ ذلّت و رسوائی تو ان کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑی سزا مقرّر ہے۔

۳۴-سوائے ان لوگوں کے جو تمھارے قابو میں آنے سے پہلے ہی توبہ کرلیں تو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے بنو ضبّہ کے کچھ لوگ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ مریض تھے رسول اکرمؐ نے ان سے کہا تم لوگ میرے پاس قیام کرو جب تم تندرست ہوجاؤ گے میں تمھیں سَرِیہ میں بھیج دوں گا۔ انھوں نے کہا ہمیں تو آپ مدینے سے باہر بھجوا دیجیے تو آں حضرتؐ نے انھیں وہاں بھجوادیا جہاں صدقات کے اونٹ رکھے گئے تھے وہ وہاں رہ کر کھاتے پیتے رہے جب صحت یاب ہوگئے اور ان میں طاقت آگئی تو انھوں نے اونٹوں کے محافظوں میں سے تین افراد کو قتل کردیا اور کچھ اونٹ ہنکا لے گئے۔ رسولؐ اکرم کو اس بات کا علم ہوا تو آں حضرتؐ نے حضرت علیؑ کو ان کی طرف روانہ کیا وہ یمن کے قریب ایک وادی میں حیران وسرگردان تھے وہاں سے نکلنا ان کے لیے دشوار تھا حضرت علیؑ نے انھیں قید کیا اور رسولؐ اکرم کی خدمت میں لے آئے تو اس وقت اس آیت کا نزول ہوا۔ آں حضرتؐ نے ہاتھ پاؤں کاٹنے کو مناسب جانا تو ان کے ہاتھ پاؤں مختلف سمتوں سے کاٹ دیے گئے۔[1]

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ امام پر موقوف ہے ان سزاؤں میں سے جو سزا چاہے تجویز کرے۔[2]

(۱) الکافی، ج ۷ ص ۲۴۵ ح ۱ و تفسیر عیّاشی، ج ۱ ص ۱۴ ۳ ح ۹۰ (۲) الکافی ج ۷، ص ۲۴۶، ح ۵

دریافت کیا گیا کہ کیا اس سزا کو امام کے سپرد کر دیا گیا ہے؟ فرمایا نہیں! بلکہ جرم کے اعتبار سے سزا تجویز کی جائے گی۔ ۱

دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ وہ جو چاہے اپنی مرضی سے انجام دے بلکہ وہ ان لوگوں کے جرم کے لحاظ سے انھیں سزائیں دے گا جس نے رہزنی کی ہو اسے قتل کر دیا جائے گا اور جس نے مال لوٹا ہو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے اور سولی دی جائے گی اور جس نے رہزنی کی ہو، مال لوٹا ہو اور کسی کو قتل نہ کیا ہو تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے اور جس نے صرف رہزنی کی ہو نہ مال لوٹا ہو اور نہ کسی کو قتل کیا ہو تو اسے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ اور اس مفہوم سے متعلق دیگر احادیث بھی موجود ہیں۔ ۲

امام رضا علیہ السّلام سے روایت ہے جو اس مفہوم سے قریب ہے، آپ سے سوال کیا گیا کہ کس طرح جلاوطن کیا جائے گا اور جلاوطن کی حد کیا ہوگی؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جہاں اس نے جرم کیا ہے اس شہر سے دوسرے شہر یا اس ملک سے دوسرے ملک میں اسے بھیج دیا جائے گا اور اس ملک یا شہر کے باشندوں کو تحریر روانہ کی جائے گی کہ یہ شہر بدر یا ملک بدر ہے نہ اس کے ساتھ نشست و برخاست رکھو، نہ اس کے ساتھ تجارت کرو، نہ شادی بیاہ کرو اور نہ ہی کھانے پینے کی تقریب میں اس کا ساتھ دو ایک سال تک اس کے ساتھ یہی سلوک روا رکھا جائے گا پس اگر وہ اس شہر سے دوسرے شہر روانہ ہو جائے گا تو اُن لوگوں کو بھی اسی قسم کی تحریر روانہ کی جائے گی یہاں تک کہ سال مکمل ہو جائے۔ ۳

اور دوسری حدیث میں ہے کہ ہوسکتا ہے کہ جلاوطن سے پہلے وہ توبہ کر لے اور اطاعت پر راضی ہو جائے۔ ۴

پوچھا گیا کہ اگر وہ مشرکین کی سرزمین میں داخل ہونا چاہے؟ تو فرمایا کہ اگر وہ مشرکین کی سرزمین کی جانب روانہ ہوگا تا کہ وہاں چلا جائے تو وہاں کے باشندوں سے جنگ کی جائے گی۔ ۵

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ وہاں کے باشندوں سے جنگ کی جائے گی اگر وہ اس شخص کو اپنے آپ سے ملحق کرنا چاہیں گے اور اسے مسلمانوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیں گے تا کہ وہ اسے قتل کر دیں۔

اور تفسیر عیاشی کی ایک روایت میں ہے کہ اگر وہ مشرکین کی سرزمین میں داخل ہونے کا ارادہ کرے گا تو اس کی گردن اُڑا دی جائے گی۔ ۶

امام محمد تقی الجواد سے روایت ہے کہ آپ سے ایک ایسے گروہ کے بارے میں سوال کیا گیا جنھوں نے رہزنی کی تھی تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر انھوں نے راستے میں صرف خوف پھیلایا نہ کسی کو قتل کیا اور نہ ہی مال لوٹا

---

(۱) الکافی، ج ۷ ص ۲۴۶ ح ۵ (۲) الکافی، ج ۷ ص ۲۴۷ ح ۱۱ و الکافی، ج ۷ ص ۲۴۷ ح ۱۰
(۳) الکافی، ج ۷ ص ۲۴۶ ۔ ۲۴۷ ح ۸ (۴) الکافی، ج ۷ ص ۲۴۷ ح ۹
(۵) الکافی، ج ۷ ص ۲۴۶ ۔ ۲۴۷ ح ۸ (۶) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۱۷ ۳

توحکم دیا جائے گا کہ اُسے قید میں رہنے دیا جائے............. یہاں پر زمین سے دور کرنے کا یہی مفہوم ہے۔ [1]

اور کافی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ اور رسول سے جنگ کرنے والوں کو دور کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ انھیں سمندر میں پھینک دیا جائے گا تا کہ وہ قتل اور سولی کا بدل بن جائے۔ [2]

امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جو رات کے وقت تلوار اٹھائے وہ محارب (یعنی اللہ اور رسول سے جنگ کرنے والا) ہے البتّہ اس شخص کا تعلّق اہل ریبہ (مشتبہ افراد) میں سے نہ ہو۔ [3]

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا-

یہ ذلّت و رسوائی ان کے لیے دنیا میں ہے۔

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ-

اور آخرت میں ان کے بڑے بڑے گناہوں کے عوض بہت بڑا عذاب اور سزا مقرّر ہے۔

۳۴- اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ............ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ -

سوائے ان لوگوں کے جو تمھارے قابو میں آنے سے پہلے ہی توبہ کرلیں تو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اللہ نے یہ استثنا اس لیے کیا کہ وہ حق صرف اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

جہاں تک بطور قصاص قتل کا تعلّق ہے تو وہ مقتول کے اولیا پر منحصر ہے۔ توبہ کرنے سے اس کا وجوب ساقط ہوجائے گا لیکن اس کا جواز باقی رہے گا۔

اور اگر وہ لوگ گرفت میں آجائیں اور اس کے بعد توبہ کریں تو ان کی سزا موقوف کردی جائے گی لیکن حد باقی رہے گی اِلّا یہ کہ انھوں نے شرک سے توبہ کی ہو۔ [4]

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۱۴۔ ۳۱۵ ح ۹۱ کے ذیل میں (۲) الکافی، ج ۷ ص ۲۴۷ کے ذیل میں
(۳) الکافی، ج ۷ ص ۲۴۵ (۴) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱ ص ۲۷۳

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾

۳۵- اے ایمان لانے والو! تم اللہ سے ڈرو اور اس تک باریابی کا وسیلہ تلاش کرو، اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاسکو۔

۳۶- یاد رکھو کہ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے اگر ان کے قبضے میں زمین کی ساری دولت ہو اور اتنی ہی اور اس کے ساتھ ہو اور وہ چاہیں کہ اسے فدیہ دے کر روزِ قیامت کے عذاب سے بچ جائیں تب بھی وہ ان سے قبول نہیں کی جائے گی اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۳۷- وہ چاہیں گے کہ جہنّم کے عذاب سے نکل بھاگیں لیکن وہ نکل نہ سکیں گے اور انھیں قائم رہنے والا عذاب ملے گا۔

۳۵- يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ............ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ-

اے ایمان لانے والو! تم اللہ سے ڈرو اور اس تک باریابی کا وسیلہ تلاش کرو۔

جو تمھیں اس کے ثواب تک پہنچا دے، اور اطاعت کے امور انجام دینے اور نافرمانیوں کو ترک کرنے کے بعد تمھیں اللہ کی قربت دلا دے، امام کی معرفت حاصل کرنے اور اس کی اتباع کرنے کے بعد جو بھی اس طرح توسّل طلب کرے گا اسے اللہ کی قربت نصیب ہوگی۔

تفسیر قمّی میں ہے کہ امام کے ذریعے سے اللہ کا تقرب حاصل کرو۔ [۱]

کتاب عیون میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت ہے کہ اولادِ حسینؑ میں جو ائمہ آئیں گے جو بھی ان کی اطاعت کرے گا وہ اللہ کی اطاعت کرے گا اور جو اُن کی نافرمانی کرے گا وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا۔ وہ اللہ کی مضبوط رسّی ہیں اور اللہ تک رسائی کے لیے وسیلہ ہیں۔ [۲]

---

(۱) تفسیر قمّی، ج ۱ ص ۱۶۸ (۲) عیون اخبار الرّضا، ج ۲ ص ۵۸ ح ۲۱۷

کتاب کافی میں امیر المومنینؑ سے روایت ہے آپ نے خطبہ وسیلہ میں بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے جس وسیلے کا وعدہ فرمایا ہے وہ جنّت کے اعلیٰ درجات ہیں۔ [1]

(یہ خطبہ طولانی ہے ہم نے بقدر ضرورت اخذ کیا ہے۔ روضۂ کافی ص۔ ۳۸)

وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ–

اور تم اللہ کی راہ میں اللہ کے ظاہری اور باطنی دشمنوں سے جہاد کرو۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ–

تا کہ تم اللہ تک باریابی حاصل کر کے اور اس کی کرامت تک پہنچ کر کامیابی حاصل کرسکو۔

۳۶– اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا .... وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ–

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے اگر ان کے قبضے میں زمین میں پائی جانے والی ہر طرح کی دولت آجائے اور اتنی ہی دولت اور مال و متاع انھیں مل جائے تا کہ وہ اس مال و دولت کو اپنی جان بچانے کے لیے بطور فدیہ دے دیں۔

مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ–

اور اس طرح وہ قیامت کے عذاب سے بچ جائیں تو وہ مال و دولت ان سے قبول نہ کیا جائے گا۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ–

اور ان کے لیے دردناک عذاب مہیّا ہے۔

اس بات کا یقین دلایا گیا ہے کہ ان لوگوں کو قیامت کے دن عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں اور ان کے لیے کسی بھی صورت سے نجات اور چھٹکارا ممکن نہیں ہے۔

۳۷– يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ .... وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ–

وہ لوگ چاہیں گے کہ جہنّم کے عذاب سے نکل کر کہیں اور بھاگ جائیں لیکن ایسا کرنا ان کے لیے ممکن نہ ہوگا وہ لوگ جہنّم سے نکل نہ سکیں گے اور ان کے لیے ایسا عذاب ہے جو ہمیشہ باقی، قائم اور موجود رہنے والا ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۸ ص ۲۴ ح ۴

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾

۳۸- چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا ہے اور اللہ ہر شے پر غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

۳۹- پس جو ظلم کرنے کے بعد توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلے گا بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

۴۰- کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ کے قبضے میں زمین و آسمان کا اقتدار ہے، جسے چاہے سزا دے اور جسے چاہے معاف کردے اور اللہ تو ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

۳۸- وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَيْدِيَهُمَا-

چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

سَرَقہ کے معنی ہیں پوشیدہ طور سے کسی کا مال حاصل کرنا، چوری کرنا، چرانا۔

امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ کتنی رقم چرانے پر چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا چار دینار۔ سوال کیا گیا دو درہم چرایا ہو تو فرمایا چار دینار اور زیادہ جتنا ہو۔ سوال کیا گیا کہ اگر کسی نے چار دینار سے کم کی چوری کی ہو تو کیا اس پر سارِق (چور) کا اطلاق ہوگا اور کیا ایسے عالم میں وہ اللہ کے نزدیک چور ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے جواب دیا جس نے بھی مسلمان کا کچھ مال چرایا ہو اور اسے اپنے قبضے میں رکھا ہو اور وہ مال اس کے پاس موجود ہو تو اس پر سارِق (چور) کا اطلاق ہوگا اور وہ اللہ کے نزدیک چور ہے لیکن چار دینار اور اس سے زیادہ کا مال چرانے پر ہاتھ قطع کیا جائے گا اور اگر چار دینار سے کم پر کسی چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا تو تمھیں اکثر لوگوں کے ہاتھ کٹے ہوئے نظر آتے۔[1]

---

(۱) الکافی، ج ۷، ص ۲۲۱ - ۲۲۲، ح ۶

اور امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ہتھیلی کے درمیان سے کاٹا جائے گا اور انگوٹھا قطع نہیں ہوگا اور اگر ٹانگ کاٹی جائے گی تو ایڑی چھوڑ دی جائے اسے قطع نہیں کیا جائے گا۔ ۱

اور ایک روایت میں ہے کہ فقط چار انگلیاں کاٹی جائیں گی اور انگوٹھا چھوڑ دیا جائے گا تا کہ نماز پڑھتے وقت اسے زمین پر ٹکائے اور اس کے ذریعے نماز کے لیے اپنا چہرہ دھوئے اور اس مفہوم پر مشتمل دیگر روایات بھی ہیں۔ ۲

امام محمد تقی الجواد سے مروی ہے کہ جب ہاتھ کاٹا جائے تو انگلیوں کے جوڑ سے اور ہتھیلی کو چھوڑ دیا جائے اور اس بارے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول حجّت ہے: اَلسُّجُوْدُ عَلٰی سَبْعَةِ اَعْضَاءَ الْوَجْهُ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ۔ (سجدہ سات اعضا پر کیا جاتا ہے چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں) پس اگر اس کا ہاتھ کلائی کی ہڈی سے یا کہنی سے کاٹا جائے گا تو اس کا ہاتھ باقی نہ رہے گا، سجدہ کرتے وقت جنھیں زمین پر رکھنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ۔ یعنی وہ سات اعضا جو سجدے کے لیے ضروری ہیں وہ اللہ کی ملکیت ہیں اور جو اللہ کی ملکیت ہے اُسے قطع نہیں کیا جائے گا۔ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۔ (تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو آواز نہ دو)۔ ۳

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ امیر المومنین علیہ السّلام نے ایک چور کے بارے میں یہ فیصلہ دیا کہ جب پہلی مرتبہ چوری کرے تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر دوبارہ چوری کرے تو اس کا بایاں پیر کاٹا جائے گا اس کے بعد بھی اگر وہ چوری کرتا ہے تو اسے قید خانے میں ڈال دیا جائے گا۔ اور اس کا دایاں پاؤں باقی رہنے دیا جائے گا تا کہ ضروریات کے لیے جا سکے اور بایاں ہاتھ باقی رہنے دیا جائے گا تا کہ کھانا کھا سکے اور طہارت کر سکے۔ مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں اس چور کو ایسی سزا دوں کہ وہ کسی چیز سے فائدہ نہ اٹھا سکے میں اسے قید میں ڈال دوں گا یہاں تک کہ وہ قید خانہ ہی میں مرجائے اور امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کسی چور کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹنے کے بعد اُسے ویسا ہی رہنے دیا۔ ۴

تفسیر عیّاشی میں اس سے ملتی جلتی روایت پائی جاتی ہے۔ ۵

اور اس مفہوم سے متعلّق بہت سی روایات موجود ہیں۔ ۶

جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِؕ –

یہ ان کے کرتوت کا انجام ہے اور اللہ کی جانب سے اس جرم کی سزا ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۷ ص ۲۲۲ ح ۲ (۲) الکافی، ج ۷ ص ۲۲۵ ح ۱۷ والکافی، ج ۷ ص ۲۲۴ ح ۱۳
(۳) تفسیر عیّاشی، ج ۱ ص ۳۲۰ ح ۱۰۹ (۴) الکافی، ج ۷ ص ۲۲۲ ح ۴
(۵) تفسیر عیّاشی، ج ۱ ص ۳۱۹ ح ۱۰۶ (۶) تفسیر عیّاشی، ج ۱ ص ۳۱۸، ح ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔
اور اللہ ہر شے پر غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

۳۹-فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ-
پس جو شخص چوری جیسا ظلم کرنے کے بعد چوری کرنے سے توبہ کرلے۔

وَاَصْلَحَ - اور اپنی اصلاح کرلے۔
یعنی اسے حکم دیا جائے گا کہ چرایا ہوا مال واپس کردے اور اس کے نتائج سے اپنے آپ کو علاحدہ رکھے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔
تو اللہ اس کی توبہ کو قبول کرلے گا بے شک وہ بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وہ اس شخص کی توبہ قبول کرلے گا اور اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور نہ ہی آخرت میں اسے سزا ملے گی۔ لیکن اگر امام کے قبضے میں آجانے کے بعد توبہ کرے گا تو اس صورت میں ہاتھ کاٹنے کی سزا موقوف نہیں ہوگی خواہ اس مال کا مالک اُسے معاف کیوں نہ کردے۔

کتاب کافی میں صادقین میں سے کسی ایک سے مروی ہے ایک شخص کے بارے میں جس نے چوری کی یا شراب پی یا زنا کیا ان باتوں کا کسی کو پتا نہ چلا اور اس سے مؤاخذہ نہیں کیا گیا یہاں تک کہ اس نے توبہ کرلی اور سُدھر گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب اس نے اپنی اصلاح کرلی اور اس سے بہترین امور کی اطّلاع فراہم ہوئی تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ [1]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر کسی نے چور کو پکڑ لیا اور پھر اسے معاف کردیا تو یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے لیکن اگر امام تک اس معاملے کو لایا جائے گا تو وہ ہاتھ کاٹنے کی سزا دیں گے پس اگر وہ شخص جس کا مال چرایا تھا یہ کہے کہ میں نے یہ مال اسے ہبہ کردیا تو اگر معاملہ امام تک جاچکا ہے تو وہ ہاتھ کاٹنے کی سزا دیے بغیر اسے نہیں چھوڑیں گے۔

ہبہ کرنا (مال بخش دینا) اس وقت تک ہے جب تک معاملہ امام تک نہ گیا ہو اور یہ اللہ کے قول کی بنیاد پر ہے: وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ (توبہ ۱۱۲) وہ حدودِ الٰہی کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ پس جب حد (شرعی سزا) امام تک منتہی ہوجائے تو پھر کوئی اسے ترک نہیں کرسکتا۔ [2]

امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے چور کو پکڑ لیا ہے وہ اسے فیصلے کے لیے لے جائے یا چھوڑ دے؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ صفوان بن امیّہ مسجد الحرام میں لیٹا ہوا تھا اس نے اپنی چادر وہیں رکھ دی اور پانی ڈالنے کے لیے باہر نکلا جب واپس آیا تو دیکھا چادر

---

(۱) الکافی، ج ۷ ص ۲۵۰ ح ۱ (۲) الکافی، ج ۷ ص ۲۵۱ ح ۱

چرالی گئی ہے اس نے کہا میری چادر کون لے گیا؟ وہ تلاش کے لیے نکلا تو اس نے چور کو پکڑ لیا اور اسے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حکم دیا کہ اس چور کا ہاتھ کاٹ دو صفوان نے کہا یا رسول اللہ! ایک چادر کی خاطر آپ اس کے ہاتھ قلم کر دیں گے آں حضرتؐ نے فرمایا بے شک۔ صفوان نے کہا میں نے چادر اسے ہبہ کر دی تو رسول اکرمؐ نے فرمایا ہرگز نہیں جب تک معاملہ میرے پاس نہیں آیا تھا تمھیں اختیار تھا اب جب میرے پاس آ گیا ہے تو اس پر حد جاری ہوگی۔ امامؑ سے دریافت کیا گیا کہ اگر امام کے پاس فیصلہ کرانے لے جائیں تو کیا اس کو بھی وہی منزلت حاصل ہوگی؟ تو امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا! ''ہاں'' [1]

۴۰ – اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ.................وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ –

کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ کے قبضے میں زمین و آسمان کا اقتدار ہے، جسے چاہے سزا دے اور جسے چاہے معاف کر دے اور اللہ تو ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۷ ص ۲۵۱ ح ۲

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا
اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ مع ۳
سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ
يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَ مَنْ يُّرِدِ
اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ
يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٤١﴾
سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَاۗءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ
عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ۭ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ
بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٤٢﴾
وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ
ذٰلِكَ ۭ وَ مَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٣﴾ ع ۶/۱۰

(الوقف علی الاول اجوز ۱۲)

۴۱- اے پیغمبرؐ لوگوں کا تیزی کے ساتھ کفر کی راہ پر گام زن ہونا آپ کو محزون نہ کرے کچھ تو ان میں سے وہ ہیں جو منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے لیکن ان کے دل مومن نہیں ہیں اور کچھ ان میں سے یہودی ہیں یہ غلط باتیں بنانے کے لیے جاسوسی کرتے پھرتے ہیں اور ایسے لوگوں کو بہکانے کے لیے جاسوس بنتے ہیں جو ابھی تک آپ کے پاس نہیں آئے یہ لوگ الفاظ کو اس کا مفہوم بدل کر اصلی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہی حکم ملے تو قبول کر لینا اور اگر یہ نہ ملے تو اس سے احتراز کرنا اور جسے اللہ فتنے میں ڈالنا چاہ رہا ہو، اس کو اللہ کی گرفت سے بچانے کے لیے آپ کچھ نہیں کرسکتے۔ یہ وہ لوگ ہیں اللہ نے جن کے دلوں کو پاک کرنا نہیں چاہا۔ ان کے لیے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی انھیں بہت سخت سزا ملے گی۔

۴۲- یہ جھوٹی باتیں بنانے کے لیے جاسوسی کرتے ہیں، اور حرام مال کھاتے ہیں اب اگر یہ آپ کے پاس مقدمہ لے کر آئیں تو آپ کو اختیار ہے ان کے درمیان فیصلہ کردیں یا اُن سے اعراض کریں۔ اگر آپ

ان سے اعراض کریں گے تو یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اگر آپ فیصلہ کرنا چاہیں تو ان کے درمیان منصفانہ فیصلہ کریں بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۴۳- اور یہ یہودی آپ سے فیصلہ کس طرح کرائیں گے جب کہ ان کے پاس خود توریت موجود ہے جس میں اللہ کا حکم لکھا ہوا ہے پھر بھی یہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں یہ لوگ درحقیقت ایمان ہی نہیں رکھتے۔

۴۱- يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ-

اے رسولؐ آپ ان لوگوں کی وجہ سے غمگین نہ ہوں جنھیں کفر کے کاموں سے جب فرصت ملتی ہے تو اس کے اظہار کرنے میں بڑی تیزی دکھاتے ہیں۔

مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ-

ان کا تعلّق ان لوگوں سے ہے جو زبان سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے لیکن ان کے دل مومن نہیں بنے یعنی وہ لوگ منافق ہیں۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ-

اور کچھ لوگ ان میں سے یہودی ہیں جو اپنے دل سے جھوٹی باتیں گڑھ کر دوسروں سے بیان کرتے ہیں یا اے نبی یہ لوگ آپ کی باتیں سن کر آپ کی جانب جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہیں تا کہ آپ کو جھٹلا سکیں۔

سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ-

یا ایسے یہودیوں کو بہکانے کے لیے جاسوسی کرتے ہیں جو اپنے غرور یا بغض وحسد کی وجہ سے اے نبی آپ سے کنارہ کش رہے ہیں اور آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔

''سَمّٰعُوْنَ'' کے معنی ہیں اُن یہودیوں کے باتیں سن کر اپنی گفتگو سے ان کا مقابلہ کرتے ہیں یا اے نبی آپ کی باتیں ان لوگوں کے بتانے کے لیے سنتے ہیں تا کہ ان تک پہنچا دیں۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ-

یہ لوگ توریت کے کلمات میں تحریف کرتے ہیں۔

مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ-

یعنی ان مقامات سے ہٹا دیتے ہیں۔

اللہ نے جس جگہ کے لیے ان الفاظ کو وضع کیا تھا ان میں تغیرّ وتبدّل کرکے اور اس کے مفہوم کو بدل کر۔ یا اس کا غلط استعمال کرکے یا اسے چھوڑ کر تحریف کرتے ہیں۔

يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ-

اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمھیں یہ تحریف شدہ احکام ملیں تو انھیں لے لو اور ان پر عمل کرو۔

وَاِنۡ لَّمۡ تُؤۡتَوۡهُ فَاحۡذَرُوۡا ؕ –

اور اگر یہ حکم نہ ملے تو اسے قبول نہ کرنا اس لیے کہ محمدؐ تمھیں جو حکم دے رہے ہیں وہ اس حکم کے خلاف ہے۔

تفسیر قمّی میں ہے کہ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مدینۂ منورہ میں بنوہارون کی اولاد میں سے یہودیوں کی دو شاخیں رہتی تھیں نضیر اور قُریظہ، قُریظہ کے سات سو افراد تھے اور نضیر کے ایک ہزار افراد اور نضیر قریظہ کے مقابلے میں مالی اعتبار سے مضبوط اور خوش حال تھے اور یہ لوگ عبداللہ بن اُبی کے حلیف تھے۔ جب قُریظہ اور نضیر کے درمیان قتل کا واقعہ رونما ہوا اور قاتل کا تعلّق نضیر سے تھا تو انھوں نے بنی قُریظہ سے کہا ہم اس بات پر راضی نہیں ہوں گے کہ قتل کے بدلے قتل کردو۔ اس بارے میں انھوں نے کافی بات چیت کی اور قریب تھا کہ ان کے درمیان جنگ چھڑ جائے یہاں تک قُریظہ راضی ہوئے اور انھوں نے ایک تحریر لکھی کہ اگر یہودیوں میں نضیر کا کوئی شخص بنی قریظہ کے کسی فرد کو قتل کرے گا تو اُسے اونٹ کی پشت پر بٹھلایا جائے گا اور اس کا چہرہ اونٹ کی دم کی جانب ہوگا اور سیاہ کیچڑ ملی ہوئی مٹّی سے اس کے چہرے کو آلودہ کیا جائے گا اور وہ آدھی دیت دیں گے۔ اور اگر بنی قُریظہ کا کوئی فرد بنی نضیر کے کسی شخص کو قتل کرے گا تو اسے پوری دیت دینی پڑے گی اور قتل کے بدلے میں قتل بھی کیا جائے گا۔

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہجرت کرکے مدینۂ منورہ تشریف لائے اور یہودیوں کے دو قبیلوں اوس اور خزرج نے اسلام قبول کرلیا اور یہودی کم زور پڑ گئے تو اس وقت بنی قُریظہ کے کسی شخص نے بنونضیر کے ایک شخص کو قتل کرڈالا تو بنونضیر نے بنوقُریظہ کو پیغام بھیجا کہ تم مقتول کی دیت اور قاتل کو ہمارے حوالے کردو تاکہ ہم اسے قتل کردیں۔ تو بنی قُریظہ نے کہا یہ توریت کا حکم نہیں ہے یہ تو وہ بات ہے جسے تم نے ہم سے زبردستی منوائی تھی اب یا تو دیت لو یا قتل کا بدلہ قتل ورنہ یہ محمدؐ ہمارے اور تمھارے درمیان موجود ہیں چلو ان سے فیصلہ کرالیتے ہیں تو بنونضیر عبداللہ بن اُبی کے پاس گئے اور انھوں نے اس سے کہا کہ محمدؐ سے کہو کہ اس مسئلہ قتل میں ہمارے اور بنوقُریظہ کے مابین جو شرط قائم ہے اسے وہ باطل نہ کریں۔ تو عبداللہ بن اُبی نے ان سے کہا کہ میرے ساتھ ایک شخص کو بھیجو جو میری اور آں حضرتؐ کی گفتگو کو سنے پس اگر تمھارے حق میں فیصلہ ہو تو تم یہی چاہتے ہو اور اگر اس کے خلاف ہو تو تم راضی نہ ہونا انھوں نے ایک شخص کو اس کے ساتھ روانہ کیا۔

عبداللہ بن اُبی رسولؐ اللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہؐ بنوقُریظہ اور بنونضیر نے ایک تحریر لکھی تھی اور ایک معاہدہ کیا تھا جس پر دونوں راضی تھے اور اب بنوقُریظہ آپ کے پاس آکر اس معاہدے کو توڑنا چاہتے ہیں آپ ان کے بارے میں جو فیصلہ کریں گے وہ اس پر راضی ہوں گے آپ ان کی تحریر اور معاہدے کو باطل اور لغو قرار دیں اس لیے کہ بنی نضیر کے پاس طاقت، ہتھیار اور مویشی (گھوڑے خچر وغیرہ) ہیں اور ہم فتنہ وفساد سے ڈرتے ہیں۔ آں حضرتؐ اس بات سے نہایت غم زدہ ہوئے اور انھوں نے کوئی جواب نہ دیا تو اس وقت جبرئیل

اس آیت کو لے کر نازل ہوئے :یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ اس سے مراد عبداللہ بن اُبی اور بنی نضیر ہیں جنھوں نے توریت کے الفاظ میں تحریف کر کے انھیں اصلی جگہ سے ہٹا دیا ہے۔ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا عبداللہ بن اُبی نے بنونضیر سے کہا کہ اگر محمدؐ تمھاری مرضی کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو اسے قبول نہ کرنا۔ [1]

وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ –

اور اللہ جسے فتنے میں ڈالنا چاہ رہا ہو یعنی اسے رسوا کرنے کے لیے منتخب کر لیا ہو۔

فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا –

اس کو اللہ کی گرفت سے بچانے اور رسوائی سے محفوظ رہنے کے لیے آپ کچھ نہیں کر سکتے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ –

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے جن کے دلوں کو اِن سزاؤں سے پاک کرنا نہیں چاہا جو کفر کی وجہ سے انھیں دی گئی ہیں جیسے دلوں پر مہر کا لگ جانا اور دلوں میں تنگی کا ہونا۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ –

ان کے لیے دنیا میں بھی رسوائی ہے، یہودیوں کو جزیے کا پابند بنا کر، اور بنونضیر کو ان سے جلاوطن کر کے حق کو چھپاتے وقت ان کے جھوٹ کو ظاہر کر کے، اور منافقین کا کفر دکھلا کر اور تمام مومنین کا خوف ان کے دلوں میں ڈال کر۔

وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ –

اور آخرت میں بھی انھیں بہت سخت سزا ملے گی۔

یعنی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنّم میں رہیں گے۔

۴۲ – سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ –

اس جملے کی تکرار تاکید کی وجہ سے کی گئی ہے۔

اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ –

وہ حرام کھاتے ہیں۔

''سَحَتَہٗ'' کے معنی ہیں جڑ سے اکھاڑ دینا۔ چوں کہ مالِ حرام میں برکت نہیں ہوتی اس لیے اُسے مَسْحُوْت کہتے ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے ''سُحت'' کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد فیصلہ کرتے وقت رشوت لینا ہے۔ [2]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۶۸۔۱۶۹ (۲) الکافی، ج ۵ ص ۱۲۷ ح ۴

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ''سُحت'' کے معنی ہیں مردار کی قیمت، کُتے کی قیمت، شراب کی قیمت، زنا کا معاوضہ، رشوت اور کہانت (غیب کی باتیں بتانا) کی اجرت۔ ۱

اور ایک روایت میں ہے کہ ''سُحت'' سے مراد اس کتے کی قیمت ہے جو شکار نہیں کرتا۔ ۲

امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ہر وہ شے جس کے بارے میں امام سے خیانت کی جائے وہ ''سُحت'' ہے، اور یتیم کا مال کھانا اور اسی جیسے دوسرے امور ''سُحت'' کہلاتے ہیں۔ اور ''سُحت'' کی بہت سی قسمیں ہیں ان میں سے زانیہ عورتوں کی اجرت، شراب کی قیمت، اور نشہ آور نبیذ (انگور اور کھجور کی شراب) کی قیمت، واضح گواہی کے بعد سود لینا۔ جہاں تک فیصلہ کرتے وقت رشوت لینے کا تعلق ہے تو یہ اللہ اور رسول کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔ ۳

کتاب عیون میں امیر المومنین علیہ السّلام سے اللہ کے قول: اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو اپنے برادرِ مومن کی حاجت روائی کرنے کے بعد اس سے ہدیہ قبول کر لیتا ہے۔ ۴

فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ –

اب اگر یہ آپ کے پاس مقدمہ لے کر آئیں تو آپ کو اختیار دیا گیا ہے کہ آپ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں یا ان سے اعراض کریں۔

کتاب تہذیب میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ حاکم کے پاس جب توریت کے ماننے والے اور انجیل کے ماننے والے فیصلہ کرانے کے لیے آئیں تو حاکم کو یہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ اگر چاہے تو ان کے درمیان فیصلہ کرا دے اور اگر چاہے تو انھیں ان کے حال پر چھوڑ دے۔ ۵

وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ –

اور اگر آپ ان سے اعراض کریں گے تو وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

کہ اس روگردانی کے سبب وہ آپ کے دشمن بن جائیں، بے شک اللہ آپ کو انسانوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ –

اور اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو وہ فیصلہ مبنی بر عدل ہونا چاہیے جس کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۵ ص ۱۲۶ – ۱۲۷ ح ۲ — (۲) الکافی، ج ۵ ص ۱۲۷ ح ۵

(۳) الکافی، ج ۵ ص ۱۲۶ ح ۱ — (۴) عیون اخبار الرّضا، ج ۲ ص ۲۸ ح ۱۶

(۵) تہذیب الاحکام، ج ۶ ص ۳۰۰ ح ۸۳۸

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ –

بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۴۳ – وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ –

اور یہ یہودی آپ سے فیصلہ کس طرح کرائیں گے جب کہ ان کے پاس خود توریت موجود ہے جس میں اللہ کا حکم لکھا ہوا ہے۔

تعجب کا اظہار کیا گیا ہے کہ جنھیں وہ مانتے نہیں ہیں ان کے پاس بھلا وہ فیصلہ کرانے کے لیے کیوں آئیں گے۔ حالاں کہ جو کتاب ان کے پاس موجود ہے اس میں اللہ کا حکم واضح انداز میں موجود ہے۔ دراصل اس آیت میں اس امر کی جانب متوجّہ کیا جارہا ہے کہ یہ لوگ آں حضرتؐ کی خدمت میں تحکیم (فیصلہ کرانے) کے لیے آئے ہیں تو ان کا مقصد حق کو پہچاننا اور شریعت کو قائم کرنا نہیں ہے بلکہ وہ احکام میں اپنے لیے آسانیاں چاہتے ہیں چاہے وہ خدا کا حکم نہ ہو جیسا کہ وہ سمجھ رہے ہیں۔

ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ –

پھر جب آپ فیصلہ فرما دیتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں کیوں کہ وہ حکم تو خود ان کی کتاب کے مطابق تھا۔

وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ –

یہ لوگ درحقیقت اپنی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے توریت میں جو حکم تھا پہلے اسے ماننے سے انکار کردیا اور آں حضرتؐ نے قرآن سے دوبارہ جب فیصلہ کیا جو اس حکم کے مطابق تھا تو اسے بھی تسلیم نہیں کیا۔

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّ نُوۡرٌ‌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ‌ ۚ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا‌ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۴۴﴾

وَكَتَبۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِيۡهَاۤ اَنَّ النَّفۡسَ بِالنَّفۡسِ ۙ وَالۡعَيۡنَ بِالۡعَيۡنِ وَالۡاَنۡفَ بِالۡاَنۡفِ وَالۡاُذُنَ بِالۡاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالۡجُرُوۡحَ قِصَاصٌ‌ ؕ فَمَنۡ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ‌ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۴۵﴾

۴۴- بے شک ہم نے ہی توریت نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی ہے اسی کے مطابق تمام انبیا جو اللہ کے فرماں بردار تھے۔ یہودیوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے رہے ہیں اور اسی طرح ربّانی (اللہ والے) علما اور یہودی فقہا بھی جنھیں کتابِ خدا کی حفاظت کا ذمّے دار بنایا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے۔ لہٰذا تم ان لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کو معمولی فائدے کی خاطر فروخت نہ کرو، اور جو خدا کے نازل کردہ فرمان کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ کافر ہیں۔

۴۵- ہم نے یہودیوں کے لیے توریت میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے لیکن جو شخص قصاص کو معاف کردے تو وہ اس کے لیے کفّارہ ہوگا۔ اور جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

۴۴- اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى-

بے شک ہم نے توریت نازل کی جس میں حق کا بیان ہے۔

وَّ نُوۡرٌ‌ ۚ - اور جو احکام مبہم تھے ان کی وضاحت کردی گئی ہے۔

يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا-

وہ تمام انبیا کو حکم خداوندی کے پابند ہیں اسی کے مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے۔

انبیا کے اسلام کا تذکرہ کیا اس لیے اسلام ہی دین خدا ہے۔

لِلَّذِيْنَ هَادُوْا-

یہودیوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے رہے ہیں۔

وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ-

اسی طرح ربّانی (اللہ والے) اور اَحبار (یہودی علماء) بھی اسی کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے۔

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ-

جنھیں کتاب خدا کی حفاظت کا ذمّے دار قرار دیا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ بھی تھے۔

امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (یعنی ربّانیون سے مراد ائمہ ہیں)۔ [1]

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ-

لہٰذا تمھیں چاہیے کہ ان لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ سے ڈرو۔

کہا گیا ہے کہ حُکّام کو روکا گیا ہے کہ اپنے فیصلے اور احکام نافذ کرتے وقت اللہ کے علاوہ کسی اور سے نہ ڈریں، اور خوشامدیوں سے بچیں۔ [2]

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ- اور میری آیتوں کو فروخت نہ کرو۔

یعنی میرے نازل کردہ احکام میں کسی قسم کا تغیّر وتبدّل نہ کرو۔

ثَمَنًا قَلِيْلًا- معمولی فائدے کے لیے۔

رشوت یا جاہ ومنزلت کی خاطر۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ-

اور جو خدا کے نازل کردہ فرمان کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ کافر ہیں۔

کتاب کافی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت ہے کہ جو شخص دو درہم کی خاطر ظالمانہ فیصلہ کرے اور پھر اس بارے میں مجبور کرے تو ایسا شخص اس آیت کا مصداق ہوگا۔ [3]

امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جو دو درہموں کے بارے میں اللہ کے حکم کے خلاف ان لوگوں کے حق میں فیصلہ کردے جن کے پاس طاقت وقوّت ہے تو گویا کہ اس نے اس فرمان کا انکار کردیا جو محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر نازل کیا گیا۔ [4]

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۲۲ ح ۱۱۸ (۲) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۱ ص ۲۷۶

(۳) الکافی، ج ۷ ص ۴۰۸ ح ۳ (۴) الکافی، ج ۷ ص ۴۰۷ ح ۱

۴۵–وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ– اور ہم نے یہودیوں پر فرض قرار دیا۔

فِيهَآ– توریت میں۔

اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ –

کہ نفس کے بدلے میں نفس کو قتل کردیا جائے گا۔

وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ–

اور آنکھ کے بدلے آنکھ پھوڑ دی جائے گی۔

وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ–

اور ناک کے بدلے ناک کاٹ دی جائے گی۔

وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ–

اور کان کے بدلے کان کو جڑ سے کاٹا جائے گا۔

وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ –

اور دانت کے بدلے میں دانت کو جڑ سے اکھیڑ دیا جائے گا۔

وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ –

اور تمام زخموں کے لیے قصاص لیا جائے گا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اللہ کے قول: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى (بقرہ: ١٧٨) سے منسوخ ہوگئی ہے اور اللہ کا قول: وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ منسوخ نہیں ہوا ہے۔[١]

فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ–

اور جو شخص قصاص کو معاف کردے۔

فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ –

تو وہ اس کے لیے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر اس نے زخم وغیرہ کے سلسلے میں جس قدر معاف کردیا ہے اتنا ہی اس کے گناہوں کے لیے کفارہ بن جائے گا۔ کتاب فقیہ میں بھی ایسی ہی روایت پائی جاتی ہے اس میں مزید یہ ہے کہ امامؑ نے فرمایا جو کچھ اس نے عمداً معاف کردیا ہے۔[٢]

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ–

اور جو قصاص وغیرہ کے بارے میں اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

---

(١) تفسیر قمی، ج١ ص١٦٩ (٢) الکافی، ج٧ ص٣٥٨ ح٢ و من لا یحضرہ الفقیہ، ج۴ ص٨٠ ح٢٥١

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
التَّوْرٰىةِ ۠ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ
مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٦﴾
وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٤٧﴾

٤٦- پھر ہم نے انھیں انبیا کے نقش قدم پر عیسیٰ بن مریم کو چلا دیا، توریت میں جو کچھ ان کے سامنے تھا وہ اس کی تصدیق کر رہے تھے۔ اور ہم نے انھیں انجیل دے دی جس میں رہنمائی اور روشنی تھی اور جو توریت اس وقت موجود تھی وہ اس کی تصدیق کر رہی تھی۔ اور اس میں ہدایت اور متقین کے لیے نصیحت تھی۔

٤٧- ہمارا حکم تھا کہ اہل انجیل اس قانون کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس کتاب میں نازل کیا ہے، اور جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے لوگ فاسق ہوتے ہیں۔

٤٦- وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ-

ہم نے عیسیٰ بن مریم کو ان انبیا کے نقش قدم پر چلایا جو سب کے سب مسلمان تھے عمومی موعظت کے ساتھ ساتھ اُن انبیا کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا گیا کہ لوگ اُن سے مخصوص طور سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ
مُہَیۡمِنًا عَلَیۡہِ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَہُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَ لَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَہُمۡ عَمَّا
جَآءَکَ مِنَ الۡحَقِّ ؕ لِکُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡکُمۡ شِرۡعَۃً وَّ مِنۡہَاجًا ؕ وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ
لَجَعَلَکُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّ لٰکِنۡ لِّیَبۡلُوَکُمۡ فِیۡ مَاۤ اٰتٰىکُمۡ فَاسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ ؕ اِلَی
اللّٰہِ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ فِیۡہِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۴۸﴾
وَ اَنِ احۡکُمۡ بَیۡنَہُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَ لَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَہُمۡ وَ احۡذَرۡہُمۡ اَنۡ
یَّفۡتِنُوۡکَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکَ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا یُرِیۡدُ
اللّٰہُ اَنۡ یُّصِیۡبَہُمۡ بِبَعۡضِ ذُنُوۡبِہِمۡ ؕ وَ اِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾
اَفَحُکۡمَ الۡجَاہِلِیَّۃِ یَبۡغُوۡنَ ؕ وَ مَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکۡمًا لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۵۰﴾ ع ۷

۴۸- اے حبیب ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب بھیجی ہے جو برحق ہے اور پہلے نازل ہونے والی کتابوں توریت وانجیل کی مصدّق ومُحافظ ہے۔ لہٰذا آپ خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور جو حق آپ کے پاس آچکا ہے اس سے الگ ہوکر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور ایک راستہ متعین کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک اُمّت بھی بنا سکتا تھا لیکن وہ اپنے دیے ہوئے قانون سے تمھاری آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا تم سب نیکیوں کی طرف سبقت کرو۔ تمھاری بازگشت اللہ کی جانب ہے پھر وہ تمھیں اصل حقیقت سے باخبر کردے گا جس میں تم اختلاف کررہے تھے۔

۴۹- پس اے محمدؐ آپ ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کا اتباع نہ کریں۔ اور ان سے ہوشیار رہیں کہ آپ کو بعض احکام الٰہی سے منحرف نہ کرنے پائیں پھر اگر یہ خود منحرف ہوجائیں تو جان لیجیے کہ اللہ نے ان کے کچھ گناہوں کی پاداش میں انھیں مصیبت میں مبتلا کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اور ان انسانوں میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔

۵۰- کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔ جب کہ یقین کرنے والی قوم کے لیے اللہ سے بہتر کس کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔

۴۸–وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ–

اے محمدؐ ہم نے آپ پر قرآن کی صورت میں جو کتاب نازل کی ہے وہ برحق ہے۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ مِنَ الۡکِتٰبِ–

نازل کردہ کتب توریت و انجیل وغیرہ میں جو بھی آپ کے سامنے ہے یہ قرآن ان سب کی تصدیق کرتا ہے۔

وَ مُہَیۡمِنًا عَلَیۡہِ–

اور یہ قرآن جملہ کتابوں کا نگران ہے انھیں تغیر وتبدّل سے بچائے ہوئے ہے اور ان کی صحت اور وجود کی گواہی دیتا ہے۔

نوٹ: (قرآن کریم میں توریت اور انجیل کی جتنی باتیں بیان کی گئی ہیں وہ چودہ سو سال سے جوں کی توں محفوظ ہیں ان میں کسی قسم کا تغیر وتبدّل نہیں ہوا)۔

فَاحۡکُمۡ بَیۡنَہُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ–

پس اللہ کی طرف سے جو قانون آپ پر نازل کیا جاچکا ہے ہے اس کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کیجیے۔

وَلَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَہُمۡ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الۡحَقِّ ؕ–

اورحق کا جو پیغام آپ تک آچکا ہے اس سے انحراف کرکے ان لوگوں کی خواہشات کا اتّباع نہ کیجیے۔

لِکُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡکُمۡ شِرۡعَۃً–

اے انسانو! ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت کا تعیّن کیا ہے۔ ''شِرعة'' کے معنی ہیں وہ راستہ جو پانی تک پہنچاتا ہے یعنی گھاٹ۔

اسلامی قانون کو اس لیے شِرعة کہا گیا ہے کہ اس راہ پر چلنے والا حیات ابدی تک پہنچ جاتا ہے۔

وَّ مِنۡہَاجًا ؕ– اور واضح راستہ۔

جب بات واضح ہو تو کہتے ہیں: نَہَجَ الامرُ۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے جب مومنین کے گروہ میں سے کچھ لوگوں نے انبیا کی باتوں کو قبول کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر نبی کے لیے ایک شریعت اور راستہ مقرّر کردیا۔

''شرعة'' اور ''مِنہاج'' راستے اور طریقے کو کہتے ہیں۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حکم دیا کہ وہ راستے اور طریقے کو اپنائیں۔ اور ان ہی راستوں اور طریقوں میں سے تھا جن باتوں کا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کو حکم دیا تھا کہ ان لوگوں پر ''سبت'' کا حکم نافذ کردیں۔ [1]

---

(۱) الکافی، ج ۲ ص ۲۹ ح ۱ باب ۱۰

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً-

اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا۔ ایسی اُمت جو ایک دین پر متفق ہو۔

وَّ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ-

لیکن وہ اپنے دیے ہوئے قانون سے تمھاری آزمائش کرنا چاہتا ہے۔

اس نے ہر زمانے اور ہر دور کی مناسبت سے مختلف قوانین مقرّر کیے ہیں۔ کیا تمھیں معلوم ہے کہ اس نے اِن مختلف قوانین میں کیا حکمت رکھی ہے؟

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ-

فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے تم سب نیکیوں کی جانب سبقت کرو۔

اور اس سلسلے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا-

تم سب کی بازگشت اللہ کی جانب ہے۔

یہ آگے بڑھنے والوں کے لیے وعدہ ہے اور اس میں کوتاہی کرنے والوں کے لیے ایک طرح کی وعید (دھمکی) ہے۔

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ-

پھر وہ حق والوں اور باطل والوں کے مابین اور سبقت لے جانے والوں اور کوتاہی کرنے والوں کے درمیان انھیں جزا وسزا دے کر اس فرق کو واضح کردے گا جس بارے میں تم لوگ اختلاف کر رہے تھے۔

۴۹-وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ-

اے محمدؐ! آپ ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کردیں۔

کہا گیا ہے کہ یہ جملہ سابقہ جملے سے مربوط ہے یعنی: اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ ہم نے آپ پر کتاب اور حکم کو نازل کیا ہے۔

یا اس کا تعلّق ''حق'' سے ہے یعنی اَنْزَلْنَاهُ بِالْحَقِّ وَبِاَنْ احکم۔ ہم نے اس کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور اس لیے کہ اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ سابقہ جملوں سے علیحدہ ہو اور لفظ اَمَرْنَا پوشیدہ ہو۔ وَ اَمَرْنَا اَنِ احْكُمْ۔ اور ہم نے حکم دیا کہ آپ فیصلہ کریں۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ احکام کو مکرّر اس لیے بیان کیا گیا کہ یہ دو الگ الگ احکام ہیں جن کا ہر ایک کو حکم دیا گیا ہے سب سے پہلے ان لوگوں نے زنائے محصنہ (شادی شدہ عورت کے

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱ ص ۲۷۸

ساتھ زنا کرنا) کا حکم طلب کیا اس کے بعد انھوں نے آں حضرتؐ سے اس قتل کے بارے میں حکم کا مطالبہ کیا جو وہ کر گزرے تھے۔ [1]

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ۔

اور ان کی خواہشات کا اتباع نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں کہ آپ کو منحرف نہ کرنے پائیں اور نہ ہی جادۂ حق سے ہٹائیں۔

''یفتنوك'' فتنے سے ہے جادۂ حق سے ہٹانا، منحرف کر دینا۔

عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ۔

ان بعض احکام الٰہی سے جو اللہ نے آپ پر نازل فرمائے ہیں۔

یعنی وہ لوگ کچھ اور چاہتے ہیں اور آپ پر جو احکام نازل ہوئے ہیں وہ ان کی مرضی کے مطابق نہیں ہیں۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ۔

پھر اگر یہ خود منحرف ہو جائیں تو سمجھ لیجیے کہ اللہ نے ان کے کچھ گناہوں کی پاداش میں انھیں مصیبت میں مبتلا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

اس آیت میں اس بات سے خبردار کیا گیا ہے کہ ان کے گناہ بہت زیادہ ہیں اور اللہ کے حکم کی عظمت کو جانتے ہوئے اس سے روگردانی اختیار کرنا بھی ان گناہوں میں سے ایک ہے اس کا شمار بھی ان گناہوں میں کیا جائے گا۔

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ۔

اور ان انسانوں میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔

اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر قوم آپ کی نبوّت کو تسلیم نہیں کرتی اور آپ کی دعوت پر لبیک نہیں کہتی تو دل برداشتہ نہ ہوں اس لیے کہ مومنین کی تعداد کم ہے اور فاسق لوگوں کی اکثریت ہے۔

۵۰- اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ۔

کیا یہ لوگ جاہلیّت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔

ان لوگوں نے جو حکم خداوندی سے انحراف کیا ہے اسے بیان کیا جا رہا ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔

یقین کرنے والی قوم کے لیے اللہ سے بہتر کس کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔

---

(۱) تفسیر مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ص ۲۰۴

یہ سوالیہ انداز تخاطب اس قوم کے لیے ہے جو ایمان لائی ہے یہی وہ لوگ ہیں جو امور میں تدبّر کرتے ہیں اور محققانہ انداز میں چیزوں کو دیکھتے ہیں پس انھیں علم ہوجاتا ہے کہ اللہ سے بہتر کسی اور کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام اور امیر المومنین سے روایت ہے کہ فیصلے دو طرح کے ہیں اللہ کا فیصلہ اور جاہلیت کا فیصلہ۔ پس جو حکم خداوندی کو درست نہیں سمجھ رہا ہے وہ گویا جاہلیت کا فیصلہ کر رہا ہے اور ارشاد رب العزت ہے: وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ اور یقین کرنے والوں کے لیے اللہ سے بہتر کس کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔

اور زید بن ثابت کے لیے لوگوں نے گواہی دی کہ میراث کے مسئلے میں انھوں نے جاہلیت کے فیصلے کو تسلیم کیا۔ [1] [2]

(۱) الکافی، ج ۷ ص ۴۰۷

(۲) زید بن ثابت نے عول اور تعصیب پر اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا اور یہ امیر المومنین علیہ السّلام کے عمل کے خلاف تھا

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ؕ

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

وقف لازم / وقف منزل / عند المتقدمین

الثلثة

۵۱- اے مومنو! تم یہود و نصاریٰ کو اپنا معاون و مددگار نہ بناؤ، یہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق و دمساز ہیں، پس جو بھی انھیں اپنا سرپرست بنائے گا تو اس کا شمار بھی انھیں میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ ایسی قوم کی رہنمائی نہیں کرتا جو ظالم ہو۔

۵۲- تم دیکھتے ہو کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ ان ہی میں دوڑ دھوپ کرتے رہتے ہیں، کہتے ہیں ہمیں ڈر لگتا ہے کہ کہیں ہم مصیبت کے چکّر میں نہ پھنس جائیں، پس جب اللہ جلد ہی تمھیں فتح و کامیابی نصیب کرے گا یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کرے گا تو یہ لوگ اپنے اس نفاق پر جو دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں پشیمان ہو جائیں گے۔

۵۳- اور اس وقت اہل ایمان کہیں گے! کہ کیا یہی لوگ ہیں جو اللہ کی بڑی بڑی قسمیں کھا کر ہمیں یقین دلاتے تھے کہ "وہ تمھارے ساتھ ہیں" ان کے سب اعمال ضائع ہوگئے اور آخرکار یہ لوگ سراسر خسارے میں رہے۔

۵۱- يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ -

اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ سے اپنی محبت کا اظہار کرکے ان سے کسی قسم کی مدد حاصل کرنے میں اعتماد نہ کرو اور ان کے ساتھ ایسی زندگی بسر نہ کرو جیسی تم اپنے احباب کے ساتھ گزارتے ہو۔

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ -

وہ مدد اور تعاون میں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔

وہ تمھارے خلاف آپس میں متحد ہیں اور تمھاری مخالفت میں انھوں نے ایکا کر رکھا ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ -

پس جو بھی ان سے مدد حاصل کرے گا وہ ان کی طرح کافر ہو جائے گا۔

جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا تھا: فَمَنْ تَبِعَنِىْ فَاِنَّهٗ مِنِّىْ پس جو بھی میرا اتباع کرے گا وہ مجھ سے ہوگا۔ (۳۶ ابراہیم: ۱۴)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ -

یقیناً اللہ ایسے لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا جو ظالم ہیں۔

جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اور کفار سے تعلّقات قائم کر کے مومنین پر ظلم ڈھایا ہے۔

۵۲ - فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ -

تو اے نبیؐ آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے جیسے ابن اُبی اور اسی قبیل کے دوسرے افراد۔

يُسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ -

وہ ان کی حمایت ونصرت کے لیے دوڑ دھوپ کرتے نظر آتے ہیں۔

يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ -

وہ کہتے ہیں ہمیں ڈر لگتا ہے کہ کہیں ہم کسی چکّر میں نہ پھنس جائیں۔

کہ پانسہ پلٹ جائے اور کفار برسرِ اقتدار آجائیں۔

روایت ہے کہ عبادہ بن صامت نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کہا تھا کہ یہودیوں میں بہت سے افراد میرے دوست ہیں، میں اللہ اور رسولؐ سے ان یہودیوں کی محبت سے برأت کا اظہار کرتا ہوں اور اللہ و رسولؐ سے محبت والفت کا اعلان کرتا ہوں۔ تو اس وقت ابن اُبیؔ نے کہا تھا میں ایسا شخص ہوں جو مصیبتوں میں گھر جانے سے ڈرتا ہوں لہٰذا میں جن سے دوستی کرتا ہوں ان سے برأت کا اظہار نہیں کرسکتا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی۔[1]

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ -

جلد ہی اللہ اپنے رسولؐ کو فتح وکامرانی سے ہم کنار کردے گا۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۱ ص ۲۷۹

اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ–

یا وہ اپنی جانب سے کسی اور امر کو ظاہر فرمادے گا۔

جس میں مومنین کی عزت، مشرکین کی ذلّت اور اسلام کا غلبہ ہو۔

فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ–

اِن منافقین نے اپنے دلوں میں امرِ رسولؐ کے بارے میں جو نفاق اور شک چھپا رکھا ہے، اے پیغمبرؐ جب یہ آپ کی کامیابیوں کو دیکھیں گے تو اپنے کیے پر پشیمان اور نادم ہوجائیں گے۔

۵۳–وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا–

اور یہ مومنین آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے یا یہودیوں سے مخاطب ہوکر کہیں گے۔

اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ–

تو منافقین کی حرکتوں پر تعجب کرتے ہوئے، اور اللہ نے ان مومنین کے اخلاص کی وجہ سے جو خوشیاں دکھائی تھیں انھیں مدّ نظر رکھتے ہوئے کہیں گے۔ کیا یہی لوگ ہیں جو اللہ کی بڑی بڑی سخت قسمیں کھا کر یقین دلایا کرتے تھے کہ "وہ تمھارے ساتھ ہیں" "جَهْد الاَيمان" کے معنی ہیں بھاری بھرکم سخت قسم کی قسم کھانا۔

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ–

ان کے سب اعمال ضائع ہوگئے اور آخرکار یہ لوگ سراسر خسارے میں رہے۔

یا تو اس وجہ سے کہ انھوں نے خود ہی ایسا کام کیا یا اس لیے کہ اللہ نے ان کے بارے میں گواہی دی کہ وہ خسارے میں ہیں۔ اس جملے میں تعجّب کے معنی پائے جاتے ہیں جیسے کہ کہا جائے: مَآ اَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ مَآ اَخْسَرَهُمْ کس طرح ان کے اعمال حبط ہوئے اور کس طرح وہ خسارے سے دوچار ہوئے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾

۵۴- اے ایمان کے دعویٰ دارو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے برگشتہ ہونا چاہتا ہے تو ہو جائے اللہ عن قریب ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو اللہ کے محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا جو مومنین کے سامنے نرم او رکافروں کے مقابل میں سخت ہوں گے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوں گے اور ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف زدہ نہ ہوں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے او ر اللہ تو صاحب وسعت ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔

۵۴- يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ-

اس آیت کا جواب محذوف ہے۔

یعنی اے ایمان کے دعویٰ دارو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے برگشتہ ہونا چاہتا ہے تو ہو جائے۔ فَلَنْ يَضُرّ دين الله شيئًا۔ وہ اللہ کے دین کو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو تنہا بغیر مددگاروں کے نہیں چھوڑے گا۔

فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ-

عن قریب اللہ ایسے لوگوں کو پیدا کردے گا جو اللہ کے محبوب ہوں گے اور اللہ ان کا محبوب ہوگا۔

اللہ اور بندوں سے محبت کے مفہوم کو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ- وہ مومنین کے سامنے نہایت نرم خو اور متواضع ہوں گے۔

''اَذِلۃ'' کا لفظ اگر ''ذِلّ'' سے ماخوذ ہے تو مفہوم ہوگا پستی، ذلّت۔

اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ-

کافروں کے مقابل میں سخت اور درشت خو ہیں۔ ''عَزّ'' کے معنی ہیں غالب آنا۔

نوٹ:۔ علامہ اقبال نے اس مضمون کو نہایت خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ-

وہ اللہ کی راہ میں قتال کر کے اعلائے کلمۃ اللہ اور دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرتے ہیں۔

وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ-

جہاد کرتے وقت اور اطاعت و فرماں برداری کرتے ہوئے انھیں اگر کوئی ملامت کرتا ہے تو وہ اس سے خوف زدہ نہیں ہوتے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اس سے مراد امیر المومنینؑ اور ان کے اصحاب ہیں جب مولائے کائناتؑ نے ناکثین (بیعت توڑنے والے) قاسطین (ظلم و زیادتی کرنے والے) اور مارقین (ملت سے نکلے ہوئے خوارج) سے جنگ کی تھی۔ ۱

اور فرمایا کہ اس کی تائید آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرمان مبارک سے ہوتی ہے کہ انھوں نے فتح خیبر کے موقعے پر علیؑ کو جن صفات سے متّصف فرمایا تھا، جب پرچم اٹھانے والے یکے بعد دیگرے واپس آئے اور سردار نے فوج کو بزدل اور فوج نے سردار کو بزدل قرار دیا تو اس وقت آں حضرتؐ نے فرمایا تھا: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَداً رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ كَرَّارًا غَيْرَ فَرَّارٍ لَا يَرْجِعُ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ۔ (کل میں ضرور بالضرور علَم ایسے مرد کو عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کے رسولؐ کو بھی اس سے محبت ہوگی وہ بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہوگا، غیر فرار ہوگا وہ اس وقت تک واپس نہ آئے گا جب تک اللہ اس کے دونوں ہاتھوں کو فتح یاب نہ کرے۔) اس کے بعد آں حضرتؐ نے پرچم (علَم) علیؑ کو مرحمت فرمایا۔

اب رہا یہ وصف کہ مومنین کے سامنے نرم اور کفار کے ساتھ سخت اور ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پروا کیے بغیر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، تو علیؑ اس صفت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ وہ ہمیشہ کفّار و مشرکین کے ساتھ سختی سے پیش آتے تھے، اور انھیں زیر کرتے تھے اور غزوات مِلّت کی تقویت اور دین کی نصرت کے لیے مشہور ہیں۔ اور مومنین کے ساتھ نرمی سے پیش آنا ان کی خصوصیات میں سے تھا۔ ۲

امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ انھوں نے جنگ بصرہ کے موقع پر فرمایا تھا کہ آج تک اِس آیت کے مصداق سے قتال نہیں کیا گیا ہے اور پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ۳

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ میرے اصحاب میں سے ایک گروہ آئے گا، تو انھیں حوض کے پاس سے ہٹا دیا جائے گا تو میں کہوں گا پروردگار یہ تو میرے اصحاب ہیں یہ تو میرے اصحاب ہیں تو بتایا جائے گا کہ آپ کے بعد انھوں نے جو گل کھلائے ہیں آپ کو اس کا علم نہیں ہے یہ لوگ اپنے پچھلے پیروں پر لوٹ گئے تھے۔ ۴

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۲۰۸ (۲) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۲۰۸

(۳) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۲۰۸ (۴) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۲۰۸

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ-

ان لوگوں کی اللہ سے محبت، مومنین سے نرمی سے پیش آنا، اور کافروں سے سختی کا برتاو کرنا یہ سب اللہ کا فضل وکرم ہے، اس کی توفیق، اس کا لطف اور اس کا احسان ہے۔

يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ-

یہ سب انعامات اللہ اس پر کرتا ہے جسے ان کا مستحق سمجھتا ہے۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ-

اللہ صاحب وسعت ہے۔

اس کے پاس جو کچھ ہے اس کے ختم ہو جانے کا اُسے کوئی خوف نہیں۔

عَلِيْمٌ-

وہ جانتا ہے کہ کہاں جود وکرم اور بذل وعطا کی جائے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾

۵۵- بس تمھارا ولی اللہ ہے، اس کا رسولؐ ہے اور وہ صاحبانِ ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

کتاب کافی میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ "وَلِی" کے معنی ہیں "اولیٰ بکم" یعنی تم میں سب سے بہتر ہو۔ جو تمھارے نفوس اور تمھارے اموال سے زیادہ تم پر اور تمھارے امور پر حق رکھتا ہو وہ اللہ اور اس کا رسولؐ اور وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا یعنی علیؑ اور ان کی اولاد میں قیامت تک آنے والے ائمہ ہیں۔

اس کے بعد اللہ نے ان کے اوصاف بیان کیے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں اور امیر المومنینؑ اس وقت ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے انھوں نے دو رکعت نماز پڑھ لی تھی اور وہ حالت رکوع میں تھے اور وہ ایک حُلّہ (لباس کے اوپر ردا یا عبا) پہنے ہوئے تھے جس کی قیمت ہزار دینار تھی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انھیں عطا کیا تھا اور آں حضرتؐ کو نجاشی نے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ ایک سائل آیا اور کہا "اے اللہ کے ولی، اے مومنین کے نفوس میں سب سے بہتر مسکین کو صدقہ دیں تو حضرت علیؑ نے حُلّہ اس کی طرف پھینک دیا اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ اسے اٹھا لے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔[1]

امام صادق علیہ السّلام اپنے آباو اجداد سے روایت کرتے ہیں اللہ کے قول: يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا (۸۳ نحل ۱۶:) اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر بھی اس کا انکار کر دیتے ہیں امامؑ نے فرمایا کہ جب آیت: إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ۔ نازل ہوئی تو اصحاب رسول میں سے کچھ لوگ مسجد میں جمع ہوئے اور ان میں سے کچھ نے کہا کہ اگر ہم اس آیت کا انکار کرتے ہیں تو ہمیں مکمّل آیت کا انکار کرنا ہوگا اور اگر ہم اسے مان لیں تو یہ سراسر ذِلّت ہے کہ ہم پر علیؑ کو مسلّط کر دیا ہے تو انھوں نے کہا ہمیں معلوم ہے کہ حضرت محمدؐ جو کچھ فرما رہے ہیں وہ سچ ہے ہم ان سے دوستی رکھیں گے البتہ ہم ان کا حکم تسلیم نہیں کریں گے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا۔ یعنی ولایت علیؑ کو پہچاننے کے باوجود اکثر لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔[2]

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا اوصیاء کی اطاعت فرض ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے جواب دیا بے شک فرض ہے یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے: أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ أَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (۵۹ نساء ۴) اور فرمایا: إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا۔[3]

(۱) الکافی، ج ا ص ۲۸۸ ح ۳ (۲) الکافی، ج ا ص ۴۲۷ ح ۷۷ (۳) الکافی، ج ا ص ۱۸۷ ح ۷

امام باقر علیہ السّلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے ایک حدیث میں اللہ کے قول: یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ کے ذیل میں فرمایا کہ میں اس آیت کے شانِ نزول کو بتلانا چاہتا ہوں کہ جبرئیل امینؑ تین مرتبہ میرے پاس آئے اور میرے ربّ سلام کا حکم لے کر آئے اور وہ سَلام ہے کہ "میں اس مقام پر کھڑا ہوجاؤں اور ہر گورے اور کالے کو آگاہ کردوں کہ علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ میرے بھائی، میرے وصی اور میرے خلیفہ اور میرے بعد امام ہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے بعد وہ تمھارے ولی ہیں اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں قرآن کریم میں آیت نازل فرمائی ہے: اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ۔ اور علی بن ابی طالبؑ وہ ہیں جنھوں نے نماز قائم کی، اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی اور وہ ہر حال میں مرضی مولیٰ کے خواہاں رہے۔ [1]

تفسیر قمّی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جس وقت رسولِ اکرمؐ تشریف فرما تھے اور ان کے پاس یہودیوں کا ایک گروہ ملاقات کے لیے آیا ہوا تھا جن میں عبداللہ بن سلام بھی تھا کہ اسی اثنا میں یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسجد میں تشریف لے گئے وہاں پر ان کا سامنا ایک سائل (بھکاری) سے ہوا تو آں حضرتؐ نے اس سے پوچھا کیا کسی نے تمھیں کچھ دیا ہے تو اس نے کہا ہاں اس نماز گزار نے مجھے دیا ہے تو آں حضرتؐ نے اس نمازی کو آکر دیکھا تو وہ امیر المومنین علیؑ تھے۔ [2]

عامّہ اور خاصّہ نے جو احادیث روایت کی ہیں کہ یہ آیت امیر المومنینؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ [3]

مجمع البیان نے جمہور مسلمین سے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی جب انھوں نے حالتِ رکوع میں اپنی انگوٹھی بطور صدقہ دے دی، ابن عباس سے بھی یہ روایت نقل ہوئی ہے [4]

کافی کی وہ روایت جس میں حلّہ کے صدقے میں دینے کا ذکر ہے اور عامّہ اور خاصّہ کی روایتوں میں انگوٹھی دینے کی شہرت ہے تو ان دونوں روایتوں میں موافقت کی صورت یہ ہے کہ امیر المومنینؑ نے ایک مرتبہ حُلّہ صدقے میں دیا تھا اور دوسری مرتبہ انگوٹھی بطورِ صدقہ عطا کی تھی اور جب دوسری مرتبہ انگوٹھی عطا فرمائی تو اس وقت آیت کا نزول ہوا۔ لفظ "یُؤْتُوْنَ" دیتے رہتے ہیں، سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور یہ کہ ان کی اولاد سے بھی یہ عمل جاری رہے گا۔ [5]

---

(١) الاحتجاج، ج ١ ص ٧٣ (٢) تفسیر قمّی، ج ١ ص ١٧٠

(٣) شواهد التنزیل حاکم حسکانی، ج ١ ص ٢٠٩۔ ٢٤٦

(٤) مجمع البیان، ج ٣۔ ٤ ص ٢١٠ (٥) الکافی، ج ١ ص ٢٨٨ ح ٣

ع ۸/۲ ۱۲ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾

۵۶- اور جو بھی اللہ، اس کے رسولؐ اور مومنین کو اپنا سرپرست بنائے گا تو یقیناً اللہ کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے۔

"حِزْبُ اللّٰه" کے غلبے کا اعلان کر کے اس بات کو واضح کر دیا کہ یہی جماعت غالب ہے گویا کہ یہ کہا جا رہا ہے: فَاِنَّهُمْ حِزْبُ اللّٰه وَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْن۔ (یہی لوگ حزب اللہ ہیں اور بے شک حزب اللہ ہی کے لیے غلبہ ہے۔) اور اس لیے بھی الگ بیان کیا تا کہ ان کے ذکر کی بلندی اور ان کے شان کی عظمت کو بیان کیا جائے کہ انھیں حزب اللہ کے نام کا شرف ملا ہے۔ اور اس لیے بھی تا کہ جو ان تینوں اللہ، رسولؐ اور مومنین سے تولاّ نہیں رکھتے ان کو بتلا دیا جائے کہ جو ان کا غیر ہے وہ حزب الشیطان ہے

اور حزب سے مراد وہ جماعت، گروہ یا ٹولی ہے جو اپنی جماعت کے امور کے لیے مجتمع ہو۔

کتاب مجالس میں امام باقر علیہ السّلام سے اللہ کے قول: اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ کے ذیل میں روایت ہے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے اسلام قبول کیا جن میں عبداللہ بن سلام، اسد، ثعلبہ، ابن یامین اور ابن صوریا شامل تھے وہ لوگ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے کہا اے اللہ کے نبیؐ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے یوشع بن نون کو اپنا وصی بنایا تھا یارسولؐ اللہ آپ کا وصی کون ہے؟ اور آپ کے بعد ہمارا ولی کون ہوگا؟ تو اس وقت یہ آیت: "اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ" نازل ہوئی اس کے بعد رسولؐ اللہ نے ان سے فرمایا کھڑے ہو جاؤ وہ اُٹھ گئے اور مسجد کی جانب روانہ ہوئے تو کیا دیکھا کہ ایک سائل مسجد سے نکل رہا ہے، آں حضرتؐ نے اس سے پوچھا اے سائل کیا کسی نے تمھیں کچھ دیا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں! یہ انگوٹھی عطا کی ہے آں حضرتؐ نے پوچھا کس نے انگوٹھی دی ہے تو وہ بولا اُس شخص نے جو نماز پڑھ رہا ہے تو آں حضرتؐ نے دریافت کیا اس نے کس عالم میں تمھیں انگوٹھی دی اس نے کہا حالتِ رکوع میں تو نبی اکرمؐ نے تکبیر بلند کی اور مسجد میں موجود تمام لوگوں نے تکبیر کہی۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ علی بن ابی طالبؑ میرے بعد تمھارے ولی ہوں گے۔ انھوں نے کہا: رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا وَبِعَلِيٍّ بن ابی طالب وَلِيًّا (ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، محمدؐ کے نبی ہونے اور علی بن ابی طالبؑ کے ولی ہونے پر راضی ہیں۔)

اس وقت اللہ نے یہ آیت: وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ نازل کی۔ [1]

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اس آیت میں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد حجت خداوندی اور اوصیاء الٰہی کے وہ قابل اعتماد افراد ہیں جو مخلوقات کے لیے ہر دور میں تشریف لاتے رہیں گے۔ [2]

(۱) امالی شیخ صدوق، ص ۱۰۷۔ ۱۰۸ ح ۴ (۲) الاحتجاج، ج ۱ ص ۳۶۹

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ قیامت کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے رب کے سہارے آئیں گے اور ہم آں حضرتؐ کا دامن تھامے ہوئے ہوں گے اور ہمارے شیعہ ہمارا دامن تھامے ہوئے ہوں گے پس ہم اور ہمارے شیعہ حزب اللہ ہیں اور حزب اللہ غالب ہے کوئی یہ نہ سمجھے کہ لوگ چادر یا کسی لباس کا کنارہ تھامے ہوئے ہوں گے بلکہ بات اس سے بہت بڑی ہے آں حضرتؐ اللہ کے دین کو تھامے ہوئے تشریف لائیں گے اور ہم اپنے نبی کی شریعت کو تھامے ہوئے ہوں گے اور ہمارے شیعہ ہمارے اسوۂ حسنہ کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنائیں گے اور اسی کو تھامے ہوئے ہوں گے۔ [1]

---

(۱) التوحید، ص۱٦٦ ح۳، باب ۲۳

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾
وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا
يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

۵۷- اے ایمان لانے والو! تمھارے پیش رو اہل کتاب میں جن لوگوں نے تمھارے دین کا مذاق اُڑایا اور اُسے تفریح کا سامان بنایا، انھیں اور دوسرے کافروں کو اپنا سرپرست نہ بناؤ اور اگر مومن ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔

۵۸- جب تم لوگ نماز کے لیے بلائے جاتے ہو تو وہ لوگ تمسخر کرتے ہیں اور اس کا تماشا بناتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناسمجھ اور بے عقل لوگ ہیں۔

اہل کتاب اور کفار میں جن لوگوں نے دین کا مذاق اُڑایا ہے اور اُسے کھیل بنا لیا ہے اُن سے موالات (دوستی، رفاقت) کو منع کیا گیا ہے۔ آیت میں اس ممانعت کی علّت بھی بیان کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ جو شخص ایسا ہو اس سے رفاقت و الفت کے بجائے نفرت و عداوت کی جانی چاہیے۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت رفاعہ بن زید اور سوید بن الحارث کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے پہلے اسلام کو ظاہر کیا اور اس کے بعد منافق ہوگئے اور مسلمانوں میں سے کچھ لوگ ان سے رشتۂ الفت و مودّت قائم کیے ہوئے تھے۔ [۱]

اس آیت میں منافقین کو کفار کے نام سے مختص کیا گیا ہے اور اہل کتاب میں ہر ایک کو اس میں شامل کرلیا گیا ہے اس لیے کہ ان میں کفر حد سے بڑھا ہوا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

اگر تم مومنین میں سے ہو تو پھر خوف خدا سے کام لو۔

اور ایسے لوگوں سے دوستانہ تعلّقات کو استوار نہ کرو۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۲۱۲

۵۸-وَ اِذَا نَادَیۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوۡهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ-

اور جب تم لوگ اذان کی آواز سن کر نماز پڑھنے کے لیے مسجد کی طرف روانہ ہوتے ہو تو وہ لوگ نماز اور اذان کو مضحکہ خیز قرار دیتے ہیں۔

روایت ہے کہ ایک نصرانی نے مدینۂ منوّرہ میں جب مؤذّن کو یہ کہتے ہوئے سنا: اَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوۡلُ اللّٰہ تو اس نے کہا اَحۡرَقَ اللّٰہُ الۡکَاذِب (اللہ جھوٹے کو جلا دے) تو ایک شب اس کا خادم آگ لے کر آیا جب کہ گھر والے سو رہے تھے گھر میں ایک چنگاری اڑی جس نے گھر کو اور گھر والوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ [1]

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا یَعۡقِلُوۡنَ-

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناسمجھ اور بے عقل لوگ ہیں۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۱ ص ۲۸۱

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا
وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾
قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ
غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ
شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٦٠﴾

۵۹- اے پیغمبرؐ، کہہ دیجیے: اے اہل کتاب تم اس لیے ہم سے نفرت کرتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو ہم سے پہلے نازل ہوا ہے ہم ان سب کو مانتے ہیں۔ بے شک تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔

٦٠- اے رسولؐ آپ کہہ دیجیے کیا میں تمھیں بتا دوں کہ خدا کے نزدیک سب سے سخت سزا کن لوگوں کے لیے ہے، سنو! جس پر خدا نے لعنت کی ہے، جس پر اس کا غضب نازل ہوا ہے جن میں سے کچھ کو بندر اور سوّر بنا دیا گیا اور جس نے شیطان کی پوجا کی ان کا درجہ اور بھی زیادہ برا ہے اور وہ لوگ سیدھے راستے سے بہت دور گمراہی میں چلے گئے ہیں۔

اے پیغمبرؐ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب کیا تم ہمارا انکار کرتے ہو اور ہم سے اس لیے نفرت کرتے ہو کہ ہم اللہ پر اور تمام نازل شدہ کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ-

اور یہ کہ تم میں سے اکثر لوگ ریاست حاصل کرنے کی طلب اور منزلتِ نبوّت سے حسد کی بنیاد پر فاسق ہوگئے یعنی اللہ کے حکم سے باہر نکل گئے ہیں۔

٦٠- قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ-

اے رسولؐ آپ کہہ دیجیے کہ کیا میں تمھیں بتا دوں کہ خدا کے نزدیک سب سے سخت سزا کن لوگوں کے لیے ہے؟

یعنی اگر یہ سزا تمھارے نزدیک بڑی ہے تو میں تمھیں اس سے بھی زیادہ سخت سزا کے بارے میں بتا رہا ہوں جو سزا باقی رہے گی۔

"مَثُوبَة" کے معنی ہیں ثواب اور یہ خیر کی صفت ہے جس طرح عَقُوبَة شر کے لیے آتا ہے۔ اس آیت میں

وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ هُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾

وَ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾

لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾

---

٦١ – جب یہ لوگ تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں حالاں کہ یہ کفر لیے ہوئے آئے تھے اور کفر کے ساتھ ہی واپس چلے گئے اور اللہ اچھی طرح جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔

٦٢ – اور تم ان میں سے اکثر لوگوں کو گناہ اور دشمنی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے ہوئے دیکھو گے، اور یہ کہ وہ حرام مال کھاتے ہیں، ان کی حرکتیں کتنی بری ہیں۔

٦٣ – آخر کار ان کے علماء اور مشائخ انھیں گناہ کی بات کرنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے ان کا یہ کام کس قدر بُرا ہے۔

---

٦١ – وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا –

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن اُبی کے بارے میں نازل ہوئی۔[1]

وَ قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ هُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ –

اے نبیؐ وہ آپ کے پاس جس طرح آئے تھے اسی طرح وہ باہر چلے گئے ہیں۔

آپ سے جو باتیں سنتے ہیں ان لوگوں پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ –

اور یہ لوگ دلوں میں جو کفر چھپائے ہوئے ہیں اللہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔

یہ ایک طرح کی وعید ہے۔

٦٢ – وَ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ –

اور تم یہ دیکھو گے کہ ان میں سے اکثر لوگ گناہ اور نافرمانی کے کام میں پُھرتی دکھاتے ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۷۰

وَالْعُدْوَانِ-

اور عدوان یعنی حدود سے تجاوز کر جانا۔

وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ-

اور حرام کھانا جیسے رشوت لینا وغیرہ۔

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ-

وہ کتنی بری حرکتیں کر رہے ہیں۔

۶۳ - لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ-

آخر ان کے علماء اور مشائخ انھیں روکتے کیوں نہیں۔

عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ-

گناہ کی بات کرنے سے۔

جیسے جھوٹ بولنا اور شرک کی باتیں کرنا یعنی یہ کہنا کہ "عزیر خدا کے بیٹے ہیں" (۳۰ توبہ ۹)

وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ-

اور مالِ حرام کھانا۔

کہا گیا ہے کہ "لَوْلَا" جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو سرزنش کا فائدہ دیتا ہے اور اگر فعل مستقبل پر آئے تو جملے کو مخصوص کر دیتا ہے۔ [1]

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ-

وہ کس قدر برا کام انجام دے رہے ہیں۔

ان لوگوں کی اسی طرح مذمت کی گئی ہے جس طرح گناہان کبیرہ کے ارتکاب کرنے والے کی مذمّت کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ ہر عمل کرنے والے کو صانع نہیں کیا جاتا جب تک وہ اس کے عمل کرنے پر قادر نہ ہو اور مہارت نہ رکھتا ہو۔ اس کا سبب یہ ہے نیکی کو ترک کرنا گناہ کرنے سے زیادہ قبیح ہے اس لیے کہ معصیت میں نفس کو لذت ملتی ہے اور وہ اس کی طرف مائل ہوتا ہے جب کہ نیکی کو ترک کرنے میں ایسا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ قرآن کی سب سے زیادہ سخت آیت ہے۔ [2]

کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایک خطبے میں آپ نے فرمایا تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ گناہوں کے بجالانے پر اس لیے ہلاک ہوگئے کہ ان کے علماء اور مشائخ نے انھیں گناہوں سے منع نہیں کیا اور وہ گناہوں کے عادی ہوگئے اور علماء و مشائخ نے انھیں اِن باتوں سے نہیں روکا تو ان پر عذاب نازل ہوا

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱ ص ۲۸۳ (۲) تفسیر ابی سعود، ج ۳ ص ۵۷ و کشاف، ج ۱ ص ۶۵۴

اس کے بعد انھوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا شروع کیا۔ (۱)

امیر المومنین علیہ السّلام نے ایک اور حدیث میں فرمایا جسے ابن شعبہ نے تحف العقول میں بیان کیا ہے، امام علیہ السّلام نے فرمایا: اے انسانو! اللہ نے علمائے یہود کی مذمت کر کے اپنے اولیاء کی جو نصیحت کی ہے تم اس سے عبرت حاصل کرو۔ ارشاد باری ہے: لَوْلَا یَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ۔

اور فرمایا: لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا .... لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ (۷۸۔۷۹ مائدہ ۵)

بنی اسرائیل کے کافروں پر لعنت کی گئی ہے۔ (۲)

اور اس بارے میں دیگر احادیث سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کے قول: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ ”تم میں سے ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو خیر کی طرف بلائے“ (۱۰۴ آل عمران ۳) کو بیان کرتے ہوئے ذکر کی گئی ہیں۔

---

(۱) الکافی، ج ۵ ص ۵۷ ح ۶

(۲) تحف العقول، ص ۲۳۷ ح ۱، امیر المومنینؑ کا کلام امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے متعلق۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۭ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾

وقف لازم

۶۴- اور یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، ان کے ہاتھ باندھ دیے گئے اور انھوں نے جو کچھ کہا اس پر انھیں لعنت کی گئی۔ بلکہ اللہ کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ اے رسولؐ آپ کے رب کی جانب سے جو کلام آپ پر نازل ہوا ہے اس سے حسد ان کے اکثر لوگوں کی سرکشی اور کفر کو بڑھا دے گا۔ ہم نے اس کی پاداش میں ان کے درمیان عداوت اور کینے کی بنیاد قیامت تک ڈال دی ہے۔ جب یہ لوگ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اسے بجھا دیتا ہے، یہ زمین میں فساد پھیلانے کی سعی کر رہے ہیں، مگر اللہ، فساد برپا کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

کہا گیا ہے کہ ہاتھ کا باندھنا بطور کنایہ کنجوسی کو اور ہاتھ کا کھولنا سخاوت کو کہا جاتا ہے۔ [1]

تفسیر قمی میں ہے کہ ان یہودیوں نے کہا اللہ کام سے فارغ ہوگیا اس نے پہلی بار تقدیر میں جو لکھ دیا ہے اس کے خلاف کوئی نیا کام نہیں کرسکتا۔ تو اللہ نے اس آیت میں اس کا جواب دیا ہے اور فرمایا: بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ (اس کے ہاتھ وسیع ہیں وہ جس طرح چاہے خرچ کرے)۔

یعنی وہ مقدم، موخر، زیادہ اور کم کرسکتا ہے بدا اور مشیت سب اس کے قبضے میں ہے۔ [2]

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ وہ اللہ کو ایسا نہیں سمجھ رہے تھے بلکہ انھوں نے کہا تھا اب اللہ کام سے فارغ ہوگیا نہ بڑھا سکتا ہے اور نہ ہی گھٹا سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا: غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ (ان یہودیوں کے ہاتھ باندھ دیے گئے اور انھوں نے جو کچھ کہا اس پر انھیں لعنت کی گئی بلکہ اللہ کے ہاتھ تو کھلے ہوئے ہیں وہ جس طرح چاہے خرچ کرتا ہے)۔

کیا تم نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ (۳۹رعد ۱۳) (اللہ جس

(۱) زمخشری تفسیر کشاف، ج۱ ص ۶۵۴ (۲) تفسیر قمی، ج۱ ص ۱۷۱

چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اُم الکتاب اُسی کے پاس ہے)۔ ۱

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السّلام کی گفتگو کا ذکر ہے جو سلیمان مروزی کے ساتھ اثبات بَدا کے بارے میں ہوئی تھی جب کہ سُلیمانؑ بدا کا انکار کررہے تھے۔ امام رضا علیہ السّلام نے فرمایا کہ اس بارے میں تم کو میں یہودیوں جیسا پاتا ہوں سلیمانؑ نے کہا اللہ تعالیٰ اس بات سے مجھے اپنی پناہ میں رکھے یہودیوں نے کیا کہا تھا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا:

٦۴ – وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ –

یہودیوں نے کہا تھا کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔

یعنی ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ کام سے فارغ ہو چکا اب وہ کوئی نئی شے پیدا نہیں کرسکتا۔ ۲

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہودیوں کی مراد یہ ہے کہ اللہ جو کچھ بنانے والا تھا اس سے فارغ ہو چکا ہے۔ ۳

غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ –

ان کے ہاتھ باندھ دیے گئے اور انھوں نے جو کچھ کہا اس پر انھیں لعنت کی گئی۔

یہ جملہ یہودیوں کے حق میں بددُعا ہے۔

بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ –

بلکہ اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔

اس میں اللہ کے نام ''اَلْبَاسِط'' کی طرف اشارہ اور کنایہ ہے کہ وہ بہت سخی ہے اس لیے کہ انتہائے سخاوت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے دیا جائے۔

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ –

اس کی حکمت اور بھلائی کا جو تقاضا ہوتا ہے وہ اس کے مطابق خرچ کرتا ہے۔

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ –

اے رسولؐ آپ کے رب کی جانب سے جو کلام آپ پر نازل ہوا ہے اس سے حسد ان کے اکثر لوگوں کی سرکشی اور کفر کو بڑھا دے گا۔

جس طرح صحت مندوں کی غذا اگر مریض کھالے تو اس کا مرض اور بڑھ جاتا ہے۔

---

(۱) التوحید، ص ١٦٧ – ١٦٨ ح ١ باب ٢۵

(۲) عیون اخبار الرضا، ج ۱ ص ١٨٢ ح ١ باب ١٣

(۳) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ٢٣٠ ح ١۴٧

وَاَلۡقَيۡنَا بَيۡنَهُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ؕ –

ہم نے اس کی پاداش میں ان کے درمیان عداوت اور کینے کی بنیاد قیامت تک ڈال دی ہے۔

ان کی باتیں مختلف ہیں، ان کے دل پراگندہ ہیں ان میں ہم آہنگی نہیں ہوسکتی۔

كُلَّمَاۤ اَوۡقَدُوۡا نَارًا لِّلۡحَرۡبِ اَطۡفَاَهَا اللّٰهُ ۙ –

جب بھی انھوں نے لڑائی کی آگ بھڑکائی اللہ نے اسے بجھا دیا۔

یعنی انھوں نے جب بھی جنگ کا ارادہ کیا وہ شکست سے دوچار ہوئے۔

کہا گیا ہے کہ وہ بڑے بہادر اور طاقتور تھے اور مضبوط قلعوں میں رہا کرتے تھے یہاں تک کہ قریش بھی ان سے مدد طلب کیا کرتے تھے۔ اوس وخزرج ان کی پشت پناہی کے سبب اپنی تعداد بڑھا رہے تھے اس کے بعد وہ ذلیل ہوئے اور مغلوب ہوگئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بنوقریظہ کو قتل کردیا اور بنونضیر کو جلاوطن کردیا۔ خیبر وفدک پر غلبہ حاصل کرلیا۔ اور ان کی جھوٹی شان کو اللہ نے جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اب تو یہ عالم ہے کہ تم یہودی کو ہر شہر میں پست ترین لوگوں میں سے دیکھوگے۔ [1]

وَيَسۡعَوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ فَسَادًا ؕ –

یہ زمین میں فساد پھیلانے کی سعی کررہے ہیں۔

اللہ کے حکم کی مخالفت کرکے فساد پھیلا رہے ہیں اور رسول اکرمؐ کے ذکر کو اپنی کتابوں سے مٹانے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ جب انھوں نے توریت کے احکام کی مخالفت کی تو اللہ نے ان پر بخت نصر کو مسلّط کردیا۔ پھر انھوں نے فساد کیا تو اللہ نے فطرس رومی کو ان پر مسلّط کردیا، پھر بگڑ گئے تو اللہ نے مجوسیوں کو ان پر مسلّط کرڈالا پھر جب فساد برپا کیا تو مسلمانوں کو ان پر مسلّط کردیا۔ [2]

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الۡمُفۡسِدِيۡنَ –

اور اللہ فساد برپا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، ان کی جزا سوائے عذاب کے کیا ہے۔

---

(۱) مجمع البیان طبرسی، ج ۳۔ ۴ ص ۲۲۱ (۲) الکشاف زمخشری، ج ۱ ص ۶۵۷ وروح المعانی تفسیر آلوسی، ج ۶ ص ۱۸۳

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ ع ۹ ۱۰ ۱۳

٦٥- اگر یہ اہل کتاب ایمان لے آتے اور خدا ترسی کی روش اختیار کرتے تو ہم ان کے گناہوں سے درگزر کرتے اور انھیں نعمتوں سے پُر جنّتوں میں پہنچا دیتے۔

٦٦- کاش وہ لوگ توریت، انجیل اور ان کے رب کی طرف سے جو صحیفے ان کی جانب نازل کیے گئے ان کے احکام کو عام کرتے اور ان پر عمل کرتے رہتے تو اوپر اور نیچے سے ان کے لیے رزق کی فراوانی ہوتی۔ ان میں سے کچھ لوگ تو میانہ رو ہیں، لیکن ان کی اکثریت بدعمل ہے۔

اگر اہل کتاب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر اور ان کی لائی ہوئی کتاب وشریعت پر ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرلیتے تو ان سے کسی قسم کا مؤاخذہ نہ کیا جاتا اور ہم انھیں نعمتوں سے بھری ہوئی جنتوں میں داخل کردیتے۔ اس لیے کہ اسلام پہلے کیے ہوئے گناہوں کو معاف کردیتا ہے خواہ وہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں۔

٦٦- وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ-

اور کاش وہ لوگ توریت اور انجیل کے فرامین کی اشاعت کرتے اور ان کے احکام کو قائم کرتے۔

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ: وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ سے مراد "ولایت" ہے۔ [1]

لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ-

تو اللہ تعالیٰ ان کے رزق کو وسیع کردیتا ہے اور آسمان وزمین سے ان کے لیے برکتوں کا فیضان ہوتا ہے۔

تفسیر قمّی میں ہے فرمایا کہ ان کے اوپر سے بارش ہوتی اور پیروں کے نیچے نباتات کی نعمت میسّر آتی۔ [2]

مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ-

ان میں سے کچھ لوگ میانہ رو ہیں جو حلقہ بگوش اسلام ہوگئے ہیں۔

(۱) الکافی، ج۱ ص ۴۱۳ ح ۶ تفسیر عیاشی، ج۱ ص ۳۳۰ ح ۱۴۹ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۱۷۱

تفسیر قمی میں ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ اسلام میں داخل ہوگیا تھا جسے "مُّقْتَصِدَۃٌ" کہا گیا۔ [1]

وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُونَ-

لیکن ان کی اکثریت بدعمل ہے۔

اس آیت کا انداز تعجبیہ ہے یعنی کہا جا رہا ہے کہ ان لوگوں کا عمل کس قدر قبیح ہے جو انکار اور کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۱۷۱

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۷﴾

۶۷- اے رسولؐ! جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا جا چکا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیجیے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا، اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا یقیناً اللہ قومِ کافرین کی ہدایت نہیں کرتا۔

اے رسولؐ! جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے علیؑ کے بارے میں آپ پر نازل کیا جا چکا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیجیے۔ ولایت علیؑ کے بارے میں جو کچھ نازل کیا گیا تھا اگر آپ نے وہ نہ پہنچایا اور ظاہر نہ کیا تو گویا کہ آپ نے اپنے رب کی رسالت کا حق ادا نہ کیا۔ اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا وہ آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکیں گے۔ بے شک اللہ اس قوم کو راہ راست نہیں دکھاتا جو کفر اختیار کرتی ہے۔

کتاب جوامع میں ابن عباس اور جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا کہ علیؑ کو لوگوں پر اپنا جانشین نصب کر دیں اور ان کی ولایت سے انھیں آگاہ کر دیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ چچازاد کی محبت کا اظہار کر رہے ہیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بات ان کے اصحاب کی کسی جماعت کو ناگوار گزرے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور آں حضرتؐ نے غدیر خم کے دن علیؑ کا ہاتھ تھاما اور فرمایا: مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ جس کا میں مولا ہوں، اس کا علیؑ مولا ہے۔ [۱]

تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السّلام اور امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اسی مفہوم کی روایت ملتی ہے۔

نیز مجمع البیان میں یہ روایت ثعلبی اور حسکانی اور ان کے علاوہ دیگر کتب میں سے بطریق عامّہ بیان کی گئی ہے۔ [۲]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے ایک حدیث میں مروی ہے۔ پھر آیت ولایت نازل ہوئی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم بروز جمعہ جب عرفہ کے مقام پر تھے اللہ تعالیٰ نے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (آج میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں) نازل فرمائی۔ اور دین کی تکمیل ولایت علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ السّلام کے ذریعے سے ہوئی۔ اس وقت آں حضرتؐ نے فرمایا کہ میری اُمّت زمانۂ جاہلیت سے قریب العہد ہے اور جب انھیں اپنے فرزند عم کے بارے میں اس امر سے آگاہ کروں گا تو کوئی کچھ کہے گا اور کوئی کچھ باتیں بنائے گا تو میں نے اپنے دل میں اس بات کا اعادہ کیا البتہ زبان

(۱) جوامع الجامع، ج ۱ ص ۳۴۲ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۳۱۔ ۳۳۲ و مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۲۲۳

سے کچھ نہیں کہا تو اللہ تعالیٰ کا بہت سخت حکم آیا اور مجھے اس امر کی تبلیغ کرنے کی تاکید کی گئی اور آیت نازل ہوئی۔ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ...الخ۔ اے رسولؐ آپ پہنچا دیں تو رسول اللہؐ نے علیؑ کا ہاتھ تھاما اور فرمایا کہ اے لوگو! مجھ سے پیشتر جو انبیاء گزرے ہیں اللہ نے ہر ایک کو خاص مدّت تک زندہ رکھنے کے بعد اپنے پاس بلا لیا قریب ہے کہ مجھے بھی بلا لیا جائے اور میں دعوت الٰہی کو قبول کرلوں مجھ سے سوال کیا جائے گا اور تم سے بھی سوال ہوگا۔ تمھارا میری تبلیغ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ انھوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے رب کا پیغام پہنچایا، نصیحت کی، آپ کے ذمّے جو فریضہ تھا وہ ادا کردیا اللہ تعالیٰ آپ کو تمام رسولوں سے افضل جزا عطا کرے گا تو آں حضرتؐ نے تین بار فرمایا اَللّٰھُمَّ اشھد۔ (اے اللہ گواہ رہنا) اس کے بعد فرمایا اے مسلمانو! یہ (علیؑ) میرے بعد تمھارا ولی ہے تم میں جو حاضر ہے وہ غائب تک یہ پیغام پہنچا دے۔ امام باقر علیہ السّلام نے فرمایا خدا کی قسم علیؑ مخلوقات پر اللہ کے امین، اس کا راز اور اس کا وہ دین ہیں جسے اللہ نے اپنے لیے پسند کرلیا ہے۔[1]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ علیؑ کی ولایت کا اعلان کریں اور آیت: اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ...الخ نازل فرمائی اور لوگوں پر اولوالامر کی ولایت فرض قرار دی لوگ نہیں جانتے تھے کہ ولایت کیا ہے تو اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حکم دیا کہ ان کے سامنے ولایت کی اسی طرح وضاحت کریں جس طرح نماز، زکوٰۃ روزے اور حج کی وضاحت کرچکے ہیں جب یہ حکم آیا تو آں حضرتؐ کو گھٹن محسوس ہوئی اور انھیں اس بات کا خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ دین سے برگشتہ نہ ہوجائیں اور نبی اکرمؐ کو جھٹلا نہ دیں، آں حضرتؐ نے اس فشارِ قلب کے عالم میں اپنے رب سے رجوع کیا تو اللہ نے وحی کی: یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ. تم اللہ کے حکم سے ذکرِ علیؑ کو ظاہر کردو تو آں حضرتؐ بروز غدیر خم علیؑ کے اعلان ولایت پر آمادہ ہوگئے اور آواز دی اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ (نماز برپا ہونے والی ہے) اور لوگوں کو حکم دیا کہ جو لوگ حاضر ہیں وہ غائب تک یہ پیغام پہنچا دیں۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا ایک فریضے کے بعد دوسرا فریضہ نازل ہوتا رہا اور ولایت، آخری فریضہ تھا جو نازل ہوا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کے ذریعے اس کا اعلان کیا گیا۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ میں اس کے بعد کسی فریضے کو نازل نہیں کروں گا اب میں نے تمام فرائض مکمّل کردیے۔[2]

کتاب احتجاج میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آں حضرتؐ نے مدینے سے سفر کا قصد کیا اور آپ نے اپنی قوم کو سوائے حج اور ولایت کے شریعت کی تمام باتیں بتا دی تھیں، جبرئیل امین نے آکر کہا اے محمدؐ اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اپنے نبیوں میں سے ہر نبی اور رسولوں میں سے ہر رسول کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جب تک انھوں نے میرے دین کو مکمّل نہ کردیا اور میری حجّت کو پورا نہ کرلیا آپ کے ذمّے دو فریضے رہ گئے ہیں آپ انھیں اپنی قوم تک پہنچا دیں۔ حج کا فریضہ اور آپ

(۱) الکافی، ج ۱ ص ۲۹۰ ح ۶ (۲) الکافی، ج ۱ ص ۲۸۹ ح ۵

کے بعد ولایت اور خلافت کا فریضہ۔ میں نے حجّت سے زمین کو خالی نہیں رکھا اور اسے ہرگز خالی نہیں رکھوں گا۔ اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی قوم کو حج کی تبلیغ فرما دیجیے آپ حج کے لیے تشریف لے جائیے اور آپ کے ساتھ شہر کے باشندے قرب و جوار کے باشندے اور بدّو لوگ جن میں سفر کرنے کی استطاعت ہو وہ حج کے لیے روانہ ہو جائیں اور آپ انھیں حج کی اسی طرح تعلیم دیجیے جس طرح آپ نے انھیں نماز، زکوٰۃ اور روزے کی تعلیم دی ہے اور آپ انھیں حج سے اسی طرح واقف کرا دیجیے جس طرح آپ نے دیگر احکامِ شریعت سے واقف کرایا ہے۔

تو رسولؐ اللہ کے منادی (ندا دینے والا) نے پکار کر لوگوں سے کہا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ آں حضرتؐ حج کے لیے روانہ ہو رہے ہیں اور وہ تمھیں حج کی اسی طرح تعلیم دیں گے جس طرح انھوں نے دیگر احکامات شریعت کی تعلیم دی ہے اور اس سے بھی اسی طرح واقف کرا دیں گے جس طرح انھوں نے دین کی دیگر باتوں سے واقف کرایا ہے تو آں حضرت روانہ ہوئے اور اُن کے ساتھ بہت سے لوگ بھی روانہ ہوئے اور آں حضرتؐ کی باتوں کی طرف کان لگائے رہے کہ جیسا پیغمبر اکرمؐ فرمائیں گے وہ اس کے مطابق عمل کریں گے آں حضرتؐ نے حج کیا اور ان کے ساتھ مدینۂ منوّرہ اور اطراف و جوانب اور بدوؤں میں سے کل ۷۰ ہزار افراد نے حج کیا یا ان کی تعداد اس سے زیادہ تھی جس طرح حضرت موسیٰؑ کے اصحاب کی تعداد ۷۰ ہزار تھی جنھوں نے ہارون کی بیعت کی تھی۔ اس کے بعد انھوں نے بیعت توڑ دی اور بچھڑے اور سامری کا اتّباع کرنے لگے اسی طرح رسول اللہؐ نے بھی علیؑ کی خلافت کے لیے اصحاب موسیٰؑ کی تعداد کے مطابق اصحاب سے بیعت لی تھی۔

مکّے اور مدینے کے درمیان آں حضرتؐ تلبیہ (لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ) پڑھتے رہے۔ پس جب ایک مقام پر ٹھہرے تو وہاں جبرئیل آ گئے اور انھوں نے کہا اے محمدؐ اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے۔ آپ کا دنیا سے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے اب میں وہ پیغام لے کر آیا ہوں جس کا پہنچانا لازمی اور ضروری ہے، آپ اپنے وعدے کو پورا کیجیے اور اپنی وصیّت کو پیش فرما دیجیے اور آپ کے پاس جو علم اور انبیاے ماسلف کے علوم کی وراثت، ہتھیار، تابوت اور انبیاء کی جتنی نشانیاں ہیں وہ سب کی سب اپنے وصی، اپنے بعد ہونے والے خلیفہ اور مخلوقات پر میری حُجّت علی ابن ابی طالبؑ کے سپرد کر دیں۔ آپ انھیں انسانوں کا سردار مقرّر فرما دیں، اور ان کے عہد و پیمان اور بیعت کی تجدید کر دیں۔ اور آپ انھیں یاد دلا دیں جو آپ نے ان لوگوں سے میرے لیے بیعت لی ہے اور ان سے جو کچھ عہد و پیمان ولی کی ولایت اور ان کے مولا اور ہر مومن و مومنہ کے مولا علی بن ابی طالبؑ کے بارے میں کیا ہے۔ اس لیے کہ میں نے اپنے نبیوں میں سے کسی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جب تک اُس نے میرے اولیاء کی ولایت اور میرے دشمنوں کی دشمنی کے ذریعے میرے دین کی تکمیل اور میری نعمتوں کا اتمام نہیں کر دیا۔ اور یہی میری توحید کا میرے دین اور مخلوقات پر میری نعمتوں کے تمام ہونے کا کمال ہے کہ وہ میرے ولی

کا اتباع اور اس کی اطاعت کریں۔ اس لیے کہ میں اپنی زمین کو بغیر ولی اور منتظم کے نہیں چھوڑتا، تا کہ وہ مخلوقات پر میری حجّت ہو۔

پس آج کے دن میں نے تمھارے دین کو مکمل کر دیا، ولی کی ولایت، اور ہر مومن و مومنہ کے مولیٰ علی کے ذریعے جو میرے بندہ، نبی کے وصی اور ان کے بعد ان کے جانشین ہیں، اور مخلوقات پر میری نافذ ہونے والی حجّت ہیں ان کی اطاعت میرے نبی محمدؐ کی اطاعت سے مقرون ہے اور محمدؐ کی اطاعت کے ساتھ ان کی اطاعت میری اطاعت سے مقرون ہے، جس نے ان کی اطاعت کی اس نے گویا میری اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی میں نے انھیں اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان نشانِ راہ قرار دیا ہے پس جو ان کی معرفت حاصل کر لے گا وہ مومن ہوگا...... اور جو ان کی دوستی کے ساتھ مجھ سے ملاقات کرے گا وہ جنّت میں داخل ہوگا اور جو ان کا دشمن بن کر مجھ سے ملے گا وہ جہنّم میں جائے گا۔ تو اے محمدؐ آپ علیؑ کو انسانوں کا سردار مقرّر فرما دیں اور ان تمام لوگوں سے بیعت لے لیں اور میرے عہد کی تجدید کر دیں۔ میں آپ کو اپنی طرف بلانے والا ہوں اور آپ میرے پاس آنے والے ہیں۔

آں حضرتؐ کو اپنی قوم اور منافقین اور مخالفین کا خوف دامنگیر ہوا کہ کہیں وہ متفرق نہ ہو جائیں اور دوبارہ جاہلیت کو اختیار نہ کر لیں اس لیے کہ آں حضرتؐ یہ جانتے تھے کہ ان لوگوں کو علیؑ سے عداوت ہے اور ان کے دلوں میں علیؑ کے لیے بغض بھرا ہوا ہے تو آں حضرتؐ نے جبرئیل سے کہا کہ اپنے رب سے دریافت کرو کہ لوگوں کے شر سے کیسے حفاظت ہو؟ اور آں حضرتؐ نے جبرئیلؑ کا رب کی جانب سے حفاظت کا پیغام لے کر آجانے تک انتظار کیا اور آپ نے پیغام رسانی کو موٴخر کر دیا۔ یہاں تک کہ مسجد خیف تک پہنچ گئے اس کے بعد جبرئیل امینؑ مسجد خیف میں تشریف لائے اور حکم رب پہنچایا کہ لوگوں سے عہد و پیمان لیں اور علیؑ کو لوگوں کا نگران مقرّر کر دیں تا کہ لوگ ان سے ہدایت حاصل کریں۔ اور آں حضرتؐ جو حفاظت چاہتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں آئی یہاں تک کہ وہ مکّہ و مدینے کے درمیان کراع الغمیم کے مقام تک پہنچ گئے وہاں پر جبرئیل امینؑ تشریف لائے اور جو حکم رب کی جانب سے دیا جا چکا ہے اسے پہنچانے کا حکم دیا اور حفاظت کا وہ انتظام نہیں ہوا تھا جیسا نبی اکرمؐ چاہتے تھے۔

تو آں حضرتؐ نے فرمایا اے جبرئیلؑ مجھے ڈر ہے کہ میری قوم مجھے جھٹلا نہ دے اور میری بات کو علیؑ کے بارے میں تسلیم نہ کرے تو آں حضرتؐ نے وہاں سے کوچ کیا اور جب جُحفہ سے تین میل پہلے غدیرخم کے مقام پر پہنچے اس وقت دن کی پانچ ساعتیں گزری تھیں کہ جبرئیل امینؑ نہایت سخت اور شدید امر لے کر نازل ہوئے اور لوگوں سے حفاظت کا انتظام بھی ہو چکا تھا۔ تو انھوں نے فرمایا اے محمدؐ اللہ تبارک تعالیٰ درود و سلام کے بعد فرماتا ہے:

"یَاۤ اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ... اے رسولؐ علیؑ کے بارے میں آپ کے رب کی جانب سے

جو کچھ نازل کیا جا چکا ہے آپ اُسے پہنچا دیں...... وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا اس کی رسالت کی ذمّے داری پوری نہیں کی اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔"

جو لوگ آگے تھے وہ جحفہ کے قریب پہنچ چکے تھے آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ واپس آئیں اور پیچھے رہ جانے والوں کا انتظار کیا کہ وہ اس مقام تک پہنچ جائیں۔ تاکہ وہ علیؑ کو لوگوں کا حاکم مقرّر کر دیں اور جو کچھ اللہ نے علیؑ کے بارے میں نازل کیا ہے اسے پہنچا دیں۔ جبرئیلؑ نے اطلاع دی کی اللہ تعالیٰ نے آں حضرتؐ کو لوگوں کے شر سے محفوظ کر دیا ہے۔ جب حفاظت کا حکم آ گیا تو آں حضرتؐ نے منادی کرا دی کہ "الصلاۃ جامعۃٌ" نماز برپا ہونے والی ہے پس جو آگے بڑھ گئے تھے انھیں واپس بلایا اور جو پیچھے رہ گئے تھے ان کا انتظار کیا اس کے بعد آں حضرتؐ راستے کے دائیں جانب مسجد غدیر کی جانب روانہ ہوئے کیوں کہ جبرئیلؑ نے اللہ کی جانب سے یہ حکم دیا تھا اور اس جگہ کچھ پتھر تھے رسول اکرمؐ نے اس کے نیچے جو ہموار زمین تھی اسے صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ پتھروں سے منبر درست کرو تاکہ وہ اس پر بلند ہو کر لوگوں سے ہم کلام ہوں (بعض روایتوں میں ہے کہ پالان شتر کا منبر بنوایا تھا) لوگ اس جگہ واپس پہنچ گئے اور جب سب لوگ جمع ہو گئے تو رسول اکرمؐ اُن پتھروں کی بلندی پر تشریف لے گئے۔

آپ نے حمد خداوندی بیان فرمائی اور کہا سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو اپنی وحدانیت میں بلند ہے اور فردانیت میں قریب ہے، اپنی سلطنت میں جلیل ہے، اپنے ارکان میں عظیم ہے وہ اپنے مقام پر اپنے علم سے ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ اپنی قدرت اور برھان سے ہر مخلوق پر غالب ہے، وہ ایسا صاحب شرف ہے جو ہمیشہ قابل توصیف رہا وہ ہمیشہ سے آسمانوں کا خالق اور زمینوں کو گردش دینے والا ہے۔ اور زمینوں اور آسمانوں پر تسلّط رکھنے والا ہے۔ وہ پاک و برتر ہے فرشتوں اور روح القدس کا پروردگار ہے، وہ ہر مخلوق سے بالاتر اور ہر تخلیق پر غالب ہے، وہ ہر ایک کو دیکھتا ہے لیکن کوئی اسے نہیں دیکھ سکتا، وہ کریم ہے، حلیم ہے، بردبار ہے، وہ اپنی رحمت کے سبب ہر شے پر محیط ہے اور ان سب کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے، وہ انتقام میں جلدی نہیں کرتا، اور وہ جس عذاب کے مستحق ہیں اس میں تاخیر سے کام لیتا ہے وہ رازوں سے آشنا ہے، ضمیروں سے واقف ہے، کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں، کوئی مخفی شے اس پر مشتبہ نہیں، وہ ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے، ہر چیز پر غالب ہے، ہر شے میں اسی نے قوّت دی ہے، اور وہ ہر شے پر قادر ہے، اس کے مثل کچھ نہیں اسی نے شے کو بنایا جب کہ کسی شے کا وجود نہ تھا، اسے دوام ہے وہ عدل پر قائم ہے سوائے اس کے کوئی معبود نہیں وہ غالب اور صاحب حکمت ہے وہ اس بات سے بلند ہے کہ آنکھیں اس کا ادراک کریں جب کہ وہ ہر ایک پر نظر رکھتا ہے وہ لطیف اور خبیر ہے کوئی بھی دیکھ کر اس کا وصف بیان نہیں کر سکتا اور کوئی فرد پوشیدہ یا علانیہ طور پر اس کی کیفیت سے آشنا نہیں ہو سکتا بس

اس کے انھیں اوصاف سے باخبر ہوگا جو کچھ اس نے خود بتلایا ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وہ ہے جس کی پاکیزگی نے زمانے کو بھر دیا ہے اور جس کے نور نے دنیا کو ڈھانپ رکھا ہے جس کا امر بغیر کسی کے مشورے کے نافذ ہوتا ہے اور فیصلے کے وقت کوئی اس کا شریک نہیں ہے، اور نہ ہی اس کی تدبیر میں کوئی فرق نظر آتا ہے۔ اس نے ہر شے کو بغیر کسی مثال کے ایجاد کر دیا، اور ہر مخلوق کو بغیر کسی کی اعانت، مشقت اور حیلے کے پیدا کر دیا، اس نے خلق کیا تو وہ مخلوق وجود میں آگئی اور وجود میں لایا تو ظاہر ہوگئی پس وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی صنعت نہایت مضبوط ہے، اس کی کاریگری حسین ہے، وہ ایسا عادل ہے جو ظلم نہیں ڈھاتا اور ایسا کریم ہے کہ تمام امور کی بازگشت اسی کی جانب ہوتی ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ وہ ہے کہ جس کی قدرت کے سامنے ہر شے جھکی ہوئی ہے اور ہر چیز اس کی ہیبت کی وجہ سے سرنگوں ہے، وہ ہر ملک کا مالک ہے، وہی افلاک کو گردش دینے والا ہے، اسی نے سورج اور چاند کو مسخّر کیا ہے جن میں سے ہر ایک مقررہ مدّت تک کے لیے رواں دواں ہے، وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور یہ عمل بہت جلدی سرزد ہوتا ہے۔ وہ ہر ظالم او رسرکش کو نابود کرنے والا اور ہر باغی اور شیطان کو ہلاک کرنے والا ہے۔ اس کے ساتھ نہ کوئی اس کا مخالف ہے اور نہ ہمسر وہ یکتا ہے، بے نیاز ہے، نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے وہی تنہا معبود اور بزرگ و برتر پروردگار ہے چاہتا ہے تو حکم نافذ کرتا ہے، ارادہ کرتا ہے تو فیصلے کرتا ہے وہ ہر شے کو جانتا اور ان کا احصا کرتا ہے وہی مارتا اور جلاتا ہے، وہی کسی کو محتاج کسی کو غنی بناتا ہے، وہی ہنساتا اور رلاتا ہے، وہ کسی کو قریب اور کسی کو دور کرتا ہے، کسی کو روک دیتا اور کسی کو عطا کرتا ہے، اقتدار اور حمد اسی کے لیے ہے خیر اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔

اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ غالب اور بخشنے والا ہے، وہ دعاؤں کو قبول کرنے والا بہت زیادہ عطا کرنے والا، اور سانسوں کا شمار کرنے والا ہے، وہ جنوں اور انسانوں کا پروردگار ہے کوئی شے اس پر مشتبہ نہیں ہوتی، پکارنے والے کی چیخ و پکار اُسے عاجز نہیں کرتی اور مسلسل التجا کرنے والوں کی اِلحاح و زاری سے وہ گھبراتا نہیں۔ وہ نیکوکاروں کو پناہ دیتا ہے فلاح پانے والوں کو توفیق دیتا ہے وہ عالمین کا مولا ہے ہر مخلوق پر اس کا حق ہے کہ وہ اس کا شکر ادا کریں اور دکھ سکھ مصیبت اور راحت میں اُسی کا گن گائیں، اُس پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں، اس کی بات کو سنیں اور اطاعت کریں اور جن باتوں سے وہ راضی ہوتا ہے ان کی جانب سبقت کریں اور اس کی اطاعت کی خاطر اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے تمام فیصلوں کو تسلیم کرلیں۔ اس لیے کہ اس کی تدبیروں سے کوئی بچ نہیں سکتا اور اس کے جور وستم کا کوئی ڈر نہیں۔

میں اس کی بندگی کا اقرار کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ میرا پروردگار ہے اور مجھ پر جو وحی کی گئی ہے میں

اُسے پہنچا رہا ہوں مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے یہ کام انجام نہ دیا تو مجھ پر ایسی مصیبت آئے گی جسے باوجود کوشش کے کوئی دور نہیں کرسکتا۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے اس نے مجھے آگاہ کردیا تھا کہ اگر میں نے یہ کام کرکے نہ دکھایا اور جو کچھ مجھ پر نازل کیا جاچکا ہے اگر اس کی تبلیغ نہیں کی تو گویا کہ میں نے رسالت کا کوئی کام ہی انجام نہیں دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری حفاظت کی ذمّے داری لی ہے وہ اللہ کفایت کرنے والا صاحب کرم ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ- یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ (فی علی) مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ (شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا اور بڑا مہربان ہے اے رسولؐ! آپ کے رب کی جانب سے (علیؑ کے بارے میں) جو کچھ نازل کیا جاچکا ہے آپ اسے پہنچا دیں اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو گویا کہ اس کی رسالت کو نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔)

اے لوگو! مجھ پر جو کچھ نازل ہوا میں نے اس کی تبلیغ میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ میں تمھیں اس آیت کے نازل ہونے کی وجہ بتاتا ہوں کہ جبرئیل علیہ السّلام میرے پاس تین مرتبہ تشریف لائے اور میرے ربّ سلام کے پاس سے حکم لے کر نازل ہوئے یقیناً میرا رب ''السَّلامُ'' یعنی سلامتی عطا کرنے والا اور ہر طرح کے نقائص سے مبّرا ہے، کہ میں اس مقام پر آمادہ ہوجاؤں اور ہر سفید وسیاہ (ہر ایک) کو آگاہ کردوں کہ علی بن ابی طالبؑ میرے بھائی، میرے وصی، میرے جانشین اور میرے بعد امام ہیں ان کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی بس فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اللہ اور رسول کے بعد وہ تمھارا ولی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں قرآن کریم کی آیت مجھ پر نازل فرمائی تھی: اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوةَ وَهُمۡ رٰکِعُوۡنَ ۝ (بس تمھارا ولی اللہ، اس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں)

اور علی بن ابی طالبؑ نے نماز قائم کی، اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی اور ہر حال میں اللہ سے وابستہ رہے۔

اے لوگو! میں نے جبرئیلؑ سے کہا کہ مجھے اس امر کی تبلیغ سے معاف رکھا جائے کیوں کہ میں جانتا تھا کہ مومنین کی تعداد کم ہے اور منافقین بہت زیادہ ہیں۔ نیز خطا کاروں کے کہنے اور اسلام کا مذاق اڑانے والوں کی دھوکے بازی کی وجہ سے بھی اللہ تعالیٰ نے جن کے اوصاف قرآن میں اس طرح بیان فرمائے ہیں: یَقُوۡلُوۡنَ بِاَلۡسِنَتِهِمۡ مَّا لَیۡسَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ (یہ لوگ صرف زبان سے اسلام کو جانتے ہیں دل اس بات کو تسلیم نہیں کرتا) (۱۱، الفتح ۴۸) اور وہ اسے معمولی سمجھتے ہیں جب کہ یہ بات اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے اور مجھے وہ کئی بار بہت زیادہ اذیتیں دے چکے ہیں یہاں تک کہ انھوں نے میرا نام اُذُن رکھ دیا ہے۔ (یعنی جو ہر ایک کی باتیں سنتا ہے اور ان کی تصدیق کرتا ہے) اور انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ میں بھی کان کی طرح ہوں۔ اس لیے کہ میں زیادہ ساتھ رہتا ہوں

کبھی جدا نہیں ہوتا اور میں ہمیشہ متوجہ رہتا ہوں یہاں تک کہ خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ۔ آپ فرما دیجیے کہ اُذُن ان کے لیے ہیں جو انھیں اُذُن سمجھ رہے ہیں اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔ (٦١، توبہ ٩)

اگر میں چاہوں تو ان سب کے نام بتلا سکتا ہوں۔ اور اگر اشارہ کر کے دکھلانا چاہوں تو دکھلا سکتا ہوں اور ان کے بارے میں پوری رہنمائی کرسکتا ہوں .... خدا کی قسم ان کے معاملات میں، میں نے بڑائی سے کام لیا ہے اور اِن سب کے باوجود اللہ مجھ سے راضی نہ ہوگا جب تک میں اس کی تبلیغ نہ کردوں جو مجھ پر نازل کیا جاچکا ہے اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ (اے رسولؐ! جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے (علیؑ کے بارے میں) نازل کیا جاچکا ہے آپ اسے پہنچا دیں اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو اس کی رسالت کو نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو انسانوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔)

تو جان لو! اے لوگو! کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے علیؑ کو تمھارا ولی، امام اور مفترض الطاعۃ (جس کی اطاعت واجب ہو) قرار دیا ہے مہاجرین و انصار ان لوگوں کے لیے جو نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کرتے رہے۔ دیہاتوں اور شہری باشندوں، عجم کے رہنے والوں اور عرب کے ساکنین، آزاد، غلام، چھوٹے، بڑے، گورے، کالے ہر توحید پرست پر ان کا حکم نافذ ہوگا، ان کی بات درست ہوگی، ان کا فیصلہ قبول ہوگا، جو مخالف ہے وہ ملعون ہے جو پیروی کرنے والا ہے اس کے لیے رحمتیں ہیں، جو ان کی تصدیق کرے گا، ان کی باتیں سنے گا، ان کی اطاعت کرے گا اللہ اُن کی مغفرت فرما دے گا۔

اے لوگو! میں اس مقام پر آخری بار تمھارے سامنے کھڑا ہوں، سنو، اطاعت کرو اور رب کے حکم کو مان لو، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارا پروردگار ہے، تمھارا ولی ہے، تمھارا معبود ہے، پھر اس کے بعد اس کا رسول محمدؐ تمھارا ولی ہے جو یہاں پر کھڑے ہو کر تم سے خطاب کررہا ہے، پھر میرے بعد علیؑ تمھارے رب کے حکم سے تمھارا ولی اور امام ہے اس کے بعد امامت میری ذریت یعنی اولادِ علیؑ میں قیامت تک رہے گی جس روز لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے ملاقات کریں گے بس وہی حلال ہے جو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور وہی حرام ہے جسے اللہ نے حرام کیا ہے اللہ نے مجھے حلال وحرام کے بارے میں بتلا دیا ہے اور میرے رب نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کی حلت وحرمت کا مجھے علم دیا تھا وہ سب کچھ میں تمھیں بتلا چکا ہوں۔

اے انسانو! اللہ نے مجھے ہر علم کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کی ہیں اور میرے پاس جو کچھ علم ہے میں نے اُسے علی امام المتقینؑ کو سونپ دیا ہے اور میں نے علیؑ کو تمام علوم سے آگاہ کردیا ہے اور وہ امام مبین ہے۔

اے لوگو! علیؑ سے دور نہ ہونا، اُن سے الگ نہ رہنا اور ان کی ولایت سے منہ نہ موڑنا علیؑ تو وہ ہے جو حق کی

راہ دکھاتا ہے اور اس پر خود عمل کرتا ہے وہ باطل کو نیست و نابود کرتا اور اس سے روکتا ہے اور وہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا بھی نہیں کرتا، پھر ذرا غور کرو وہ سب سے پہلے اللہ اور رسولؐ پر ایمان لایا، جس نے اللہ کے رسولؐ پر اپنی جان کی بازی لگادی، اور وہ ہمیشہ رسول اللہ کے ساتھ رہا۔ مردوں میں اس کے علاوہ کسی اور نے سب سے پہلے اللہ کی عبادت نہیں کی۔

اے انسانو! تم علی کو فضیلت دو اس لیے کہ اللہ نے انھیں فضیلت بخشی ہے اور علیؑ کو قبول کرو کہ اللہ نے انھیں مولیٰ بنایا ہے۔

اے لوگو! بے شک علیؑ اللہ کی جانب سے امام ہے اور جو بھی ان کی ولایت کا انکار کرے گا تو اللہ اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا اور اسے ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ تم علیؑ کی مخالفت کرتے وقت اللہ کا خوف کرو۔

اے انسانو! مجھ سے پیشتر آنے والے انبیاء اور مرسلین نے میری آمد کی بشارت دی ہے میں ہی انبیاء اور مرسلین کا خاتم ہوں اور آسمان و زمین کے باشندوں میں تمام مخلوقات پر حجّت ہوں جسے اس بارے میں شک ہو وہ کافر ہے اور جسے میری اس بات میں شک ہوگا اسے میری تمام باتوں میں شک ہوگا اور تمام باتوں میں شک کرنے والے کے لیے جہنّم ہے۔

اے لوگو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ پر احسان کرتے ہوئے مجھے اس فضیلت سے نوازا ہے، سوائے اس کے کوئی اور لائق عبادت نہیں، ہر حال میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اور اسی کے لیے میری جانب سے حمد و ثنا ہے۔

اے لوگو! قرآن میں غور وفکر کرو، اور اس کی آیتوں کو سمجھو، اور اس کی محکم آیتوں پر توجّہ دو اور متشابہ آیات کا اتّباع نہ کرو، خدا کی قسم اس کی تنبیہوں کی وضاحت کرنے والا اور تمھارے لیے اس کی تفسیر کو بیان کرنے والا بجز اس کے کوئی نہیں ہے میں نے جس کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے اور اسے بلند کیا ہوا ہے اور جسے بازوؤں پر اٹھا رکھا ہے اور تمھیں آگاہ کر رہا ہوں کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے اور علی بن ابی طالبؑ میرا بھائی اور میرا وصی ہے اس کی ولایت اللہ کی جانب سے ہے جس سلسلے میں مجھ پر آیت نازل ہوئی ہے۔

اے انسانو! بے شک علیؑ اور میری پاک و پاکیزہ اولاد (صلوات اللہ علیہم اجمعین) ثقل[1] اصغر ہیں اور قرآن ثقل اکبر ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے سے آگاہ اور اس کا ہم نوا ہے یہ ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں، یہ سب کے سب مخلوقات پر اللہ کے امین اور زمین پر اس کے حکّام ہیں آگاہ ہو جاؤ میں نے اپنا فریضہ ادا کر دیا میں نے پیغام پہنچا دیا، میں نے سنا دیا، میں نے وضاحت کردی، آگاہ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا اور میں نے حکم خداوندی کی بنیاد پر یہ اعلان کیا، آگاہ رہو کہ میرے اس بھائی کے علاوہ کوئی اور امیر المومنینؑ نہیں ہے اور اس کے سوا کسی اور کے لیے مومنین کی امارت اور حکومت روا

(۱) ثقل: وزنی، بھاری بھرکم

نہیں ہے۔

پھر آں حضرتؐ نے علیؑ کے بازوؤں کو پکڑا انھیں بلند کیا اور انھیں اتنا اوپر اٹھایا کہ علیؑ کے پیر نبی کے گھٹنوں تک پہنچ گئے اس کے بعد فرمایا:

اے لوگو! یہ علیؑ میرا بھائی میرا وصی، میرے علم کا محافظ اور میری اُمّت پر میرا جانشین ہے اور علیؑ کتاب خدا کی تفسیر ہے، اس کی جانب دعوت دینے والا ہے، مرضی خدا کے مطابق عمل کرنے والا اور دشمنان خدا سے جنگ کرنے والا، اس کی اطاعت پر باقی رہنے والا، اس کی نافرمانی سے روکنے والا رسول اللہؐ کا خلیفہ، امیرالمومنین، امام برحق، ناکثین، قاسطین اور مارقین کو حکم خداوندی سے قتل کرنے والا ہے۔ (الف)

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ میرے رب کے حکم کے مطابق ہے۔ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ (۲۹ ق ۵۰)

میں کہہ رہا ہوں: اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ، وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ، وَالْعَنْ مَنْ اَنْكَرَهُ، وَاغْضِبْ عَلٰى مَنْ جَحَدَ حَقَّهُ (یا اللہ جو علیؑ کو دوست رکھے تو اسے دوست رکھ، جو علیؑ سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر، جو علیؑ کو نہ مانے تو اس پر لعنت بھیج جو اُن کے حق کو تسلیم نہ کرے تو اس پر غضب ناک ہو۔

پروردگار! تو نے مجھے یہ پیغام دیا ہے کہ میرے بعد امامت تیرے ولی علیؑ کے لیے ہے جس وقت میں نے اس امر کی وضاحت کردی اور انھیں اس عہدے پر مقرّر کردیا جس طرح تو نے اپنے بندوں کے لیے ان کے دین کو مکمل کردیا، ان پر اپنی نعمتیں تمام کردیں اور دین اسلام کو ان کے لیے پسندیدہ قرار دیا ہے اور ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (۸۵ آل عمران ۳)

پروردگار! میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے پیغام پہنچا دیا۔

اے لوگو! بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین کو علیؑ کی امامت کے ذریعے مکمل کردیا۔

اے لوگو! یہ علیؑ ہے میرا سب سے زیادہ مددگار، سب سے زیادہ حق دار، سب سے بڑھ کر قرابت دار، سب سے زیادہ عزیز۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اور میں دونوں اُن سے راضی ہیں جب بھی کوئی ایسی آیت نازل ہوئی جس میں رضائے الٰہی کا تذکرہ ہے علیؑ اُس میں شریک ہیں اور اللہ نے جب بھی مومنین کو خطاب کیا ہے علیؑ کے نام سے ہی آغاز ہوا ہے اور جب بھی قرآن میں کوئی آیت مدح نازل ہوئی وہ اس آیت میں شامل ہیں اور آیت: هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ..... (۱، الدھر ۷۶) میں اللہ نے ان کے لیے جنت کا ذکر کیا ہے اور ان کے علاوہ کسی اور کی مدح نہیں کی ہے۔

(الف) ناکثین: بیعت توڑنے والے، جنھوں نے جنگ صفّین میں حصّہ لیا۔
قاسطین: ظلم وزیادتی کرنے والے جو جنگ جمل میں شریک ہوئے۔
مارقین: اطاعت سے نکل جانے والے جنھوں نے جنگ نہروان میں حصّہ لیا۔

اے انسانو! وہ دین خدا کا مددگار ہے۔ اور رسول اللہ کی خاطر لوگوں سے جدال کرنے والا ہے، وہ پرہیزگار، طاہر، ھادی اور ہدایت یافتہ ہے تمھارا نبی سب سے بہترین نبی اور تمھارا وصی بہترین وصی ہے اور اس کی اولاد بہترین اوصیاء ہیں۔

اے انسانو! ہر نبی کی ذرّیت اس کے صلب میں سے ہوتی ہے اور میری ذرّیت علی علیہ السّلام کے صلب سے ہے۔

اے لوگو! ابلیس نے آدم کو حسد کی وجہ سے جنت سے نکلوایا تھا، دیکھو تم علیؑ سے حسد نہ کرنا ورنہ تمھارے اعمال حبط ہوجائیں گے اور تمھارے قدم پھسل جائیں گے، اس لیے کہ آدمؑ صرف ایک ترک اولیٰ کی بنیاد پر زمین پر اتارے گئے جب کہ اللہ نے انھیں صفی اللہ بنایا تھا تو پھر سوچو تمھارا کیا حال ہوگا جب کہ تمھارے درمیان دشمنان خدا بھی موجود ہیں، علیؑ سے وہی بغض کرے گا جو بد بخت ہوگا۔ اور علیؑ سے وہی محبت کرے گا جو پرہیزگار ہوگا اور علیؑ کو وہی مانے گا جو مومن اور مخلص ہوگا خدا کی قسم علیؑ کی شان میں سورۂ عصر نازل ہوئی۔

اے لوگو! میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے پیغام رسالت کو پہنچا دیا ہے وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (٥٤النور ٢٤/ ١٨ عنکبوت ٢٩)

اے انسانو! اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ اے ایمان لانے والو! تم اللہ سے اس طرح ڈرو جو ڈرنے کا حق ہے اور خبردار اس وقت تک نہ مرنا جب تک مسلمان نہ ہوجاؤ۔ (١٠٢ آل عمران ٣)

اے لوگو! تم ایمان لاؤ اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس پر جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ "مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ۔" قبل اس کے کہ ہم تمھارے چہروں کو بگاڑ کے پشت کی طرف پھیر دیں۔" (٤٧نساء ٤)

اے لوگو! اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے میرے اندر نور رواں ہوا پھر علیؑ میں اور اس کے بعد علیؑ کی نسل میں قائم مہدی صلوات اللہ علیہ تک جاری رہے گا۔ جو اللہ کا حق لے لے گا اور ہر وہ حق حاصل کرلے گا جو ہمارا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کوتاہی کرنے والوں، دشمنی کرنے والوں، مخالفت کرنے والوں، خیانت کرنے والوں، گناہ گاروں اور دنیا کے تمام ظلم کرنے والوں پر حجّت قرار دیا۔

اے لوگو! میں تمھیں خوف خدا دلا رہا ہوں، بے شک میں تمھاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں مجھ سے پیشتر بہت سے رسول گزرے کیا اگر میں مرجاؤں یا قتل کردیا جاؤں تو تم اپنے پچھلے پیروں پر پلٹ جاؤگے؟ اگر کوئی پیچھے مڑ کر چلا گیا تو وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اللہ شکر کرنے والوں کو عن قریب جزا دے گا۔ آگاہ ہوجاؤ کہ علی اور ان کے بعد ان کی صلب سے آنے والی میری اولاد صبر و شکر کے پیکر ہیں۔

اے لوگو! تم اللہ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتلاؤ وہ تم سے ناراض ہوجائے گا اور اس کی جانب سے تم تک

عذاب آپہنچے گا بے شک وہ نگران ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ "بے شک تمھارا رب یقیناً نگران ہے۔" (۱۴الفجر ۸۹)

اے لوگو! میں ائمہ کو امامت اور وراثت کے طور پر قیامت تک اپنے بعد چھوڑے جا رہا ہوں مجھے جس چیز کی تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا وہ میں نے پہنچا دیا یہ ہر غائب و حاضر پر حجّت ہے اور ہر اس فرد پر حجّت ہے جو یہاں موجود ہے یا موجود نہیں، پیدا ہوا ہے یا ابھی اس کی ولادت نہیں ہوئی پس ہر موجود شخص پر لازم ہے کہ وہ یہ پیغام ان تک پہنچا دے جو موجود نہیں ہیں۔

اے لوگو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے کچھ باتوں کا حکم دیا ہے اور کچھ سے منع فرمایا ہے اور میں نے بھی علیؑ کو کچھ باتوں کا حکم دیا ہے اور کچھ چیزوں سے روکا ہے تو علیؑ کو امر و نہی کا علم ان کے رب کی جانب سے عطا ہوا ہے لہٰذا ان کے حکم کو سنو اور تسلیم کرو اور ان کی اطاعت کرو ہدایت پا جاؤ گے اور وہ جن امور سے منع فرمائیں ان سے باز رہو رہنمائی حاصل کرو گے اور منزل مقصود کو پا لو گے وہ تمھیں اللہ کے راستے سے ہٹا کر مختلف راہوں پر نہیں لے جائیں گے۔ ا میں اللہ کا وہ صراطِ مستقیم ہوں جس کی پیروی کا تمھیں حکم دیا گیا ہے میرے بعد علیؑ صراطِ مستقیم ہے پھر ان کے صلب سے میری اولاد صراطِ مستقیم ہے "وہ امام ہیں جو حق کی ہدایت کرتے ہیں اور معاملات میں حق و انصاف سے کام لیتے ہیں۔ ۲ اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مکمل سورۃ الحمد کی تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا یہ سورہ میرے اور اِن ائمہ کے بارے میں نازل ہوا ہے سب لوگوں کے لیے عام ہے اور ان کے لیے خاص ہے "یہی وہ اللہ کے ولی ہیں جن کے لیے نہ کسی قسم کا خوف ہے اور نہ حُزن" ۳ آگاہ ہو جاؤ "بے شک اللہ کا گروہ غالب آکر رہے گا۔" ۴

اے لوگو! بے شک میں ڈرانے والا اور علیؑ ہادی ہیں۔ ۵

اے لوگو! میں نبی ہوں اور علیؑ وصی ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ آخری امامؑ ہم میں سے قائم مہدی صلوات اللہ وسلامہ علیہ ہوگا، وہ دین کو غالب کر کے رہے گا، وہ ظالمین سے انتقام لے گا، وہ قلعوں کو فتح کرے گا اور انھیں منہدم کر دے گا، وہ مشرکین کے ہر قبیلے کو قتل کرے گا، وہ اولیاء اللہ کے خون کا بدلہ لے گا، وہ اللہ کے دین کا مددگار رہے، وہ بحرِ علم کا شناور ہے، وہ ہر صاحبِ فضل کو علامتوں سے پہچان لے گا اور ہر جاہل کو اس کی جہالت کے سبب پہچان لے گا۔ اللہ نے اسے منتخب کیا اور پسندیدہ قرار دیا ہے۔ وہ تمام علوم کا وارث اور ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

---

(۱) اقتباس ہے: وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ (۱۵۳ انعام ۶)

(۲) اقتباس ہے: اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ (۱۵۹ اعراف ۷)

(۳) اقتباس ہے: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۶۲ یونس ۱۰)

(۴) اقتباس ہے: اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۲۲ مجادلہ ۵۸)

(۵) اقتباس ہے: اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (۷ رعد ۱۳)

اے لوگو! میں نے تمھیں تمام باتیں واضح طور سے بتلا دی ہیں اور تمھیں سمجھا دیا ہے اور یہ علیؑ میرے بعد تمھیں مختلف باتیں سمجھاتا رہے گا۔ اس خطبے کے ختم ہوجانے کے بعد میں تمھیں دعوت دوں گا کہ علیؑ کی بیعت اور اقرار کے لیے میرے ہاتھ پر بیعت کرو پھر علیؑ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اقرار کرو۔ آگاہ ہوجاؤ میں نے اللہ کی بیعت کی اور علیؑ نے میری بیعت کی ہے اور میں اللہ کی جانب سے علیؑ کے لیے بیعت لے رہا ہوں۔ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ اب اس کے بعد جو بیعت کو توڑ دیتا ہے تو وہ خود اپنے خلاف اقدام کرتا ہے۔ (١٠، الفتح ۴٨)

اے لوگو! بے شک حج، صفا، مروہ اور عمرہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿١٥٨﴾

(بے شک صفا اور مروہ دونوں پہاڑیاں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں لہٰذا جو شخص بھی حج یا عمرہ بجالائے اس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے کہ ان دونوں پہاڑیوں کا چکّر لگائے اور جو مزید خیر کرے گا تو خدا اس کے عمل کا قدردان اور اس کے عمل سے اچھّی طرح باخبر ہے۔) (١۵٨ البقرۃ ٢)

اے لوگو! جس طرح اہل بیت سے وارد ہوا ہے اس کے مطابق خانۂ خدا کا حج کرو اور اس سے کبھی انحراف نہ کرنا ورنہ محتاج ہوجاؤ گے۔

اے لوگو! جب بھی کوئی مومن حج کا کوئی رکن بجالاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام پچھلے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے جو اس نے اس وقت تک کیے ہوتے ہیں۔ جب حج ختم ہوجاتا ہے تو اس کا ہر عمل نئے سرے سے شروع ہوتا ہے۔

اے لوگو! حجّاج کرام کی مدد کی جاتی ہے اور ان کے اخراجات کا معاوضہ دے دیا جاتا ہے اور اللہ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

اے لوگو! خانۂ کعبہ کا حج کرو پوری دینداری اور سمجھ بوجھ کے ساتھ بجا لاؤ اور مقامات مقدّسہ سے جب واپس آؤ تو، توبہ کر کے اور گناہوں کو ترک کرنے کے بعد واپس لوٹو۔

اے لوگو! نماز قائم کرو، اور اللہ کے حکم کے مطابق زکوٰۃ ادا کرو۔

اے لوگو! میں نے ہر حلال کی جانب تمھاری رہنمائی کردی ہے اور ہر حرام سے تمھیں روک دیا ہے میں نے نہ تو اس میں کوئی تبدیلی کی ہے اور نہ ہی اسے بدلا ہے۔ اسے اچھّی طرح یاد رکھو ایک دوسرے کو اس کی تلقین کرو اور تم بھی اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدّل نہ کرنا میں تمھیں دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دیتے رہنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہنا۔

اے لوگو! قرآن تعارف کراتا ہے کہ علیؑ کے بعد ائمہ اُن کی اولاد میں سے ہوں گے اور میں ان کو اس طرح پہچنواتا ہوں کہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں جیسا کہ ارشاد باری ہے "وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ

يَرْجِعُوْنَ﴿۲۸﴾ ''(۲۸ زخرف ۴۳)

(اور انھوں نے اس پیغام کو اپنی نسل میں ایک کلمہ باقیہ قرار دیا شاید وہ لوگ خدا کی طرف پلٹ کر آئیں۔)

اور میں نے کہا جب تک تم ان دونوں (قرآن واہل بیت) سے تمسک رکھو گے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ ۱

اے لوگو! تقویٰ اختیار کرو، تقویٰ اختیار کرو، قیامت کی گھڑی سے ڈرو جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے: اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴿۱﴾ بے شک قیامت کا زلزلہ بھی بہت بڑی بات ہے (قیامت کا زلزلہ بھی) بڑی بات ہے (۱، الحج ۲۲) موت کو یاد کرو، حساب، میزان اور اللہ کے حضور جواب دہی، ثواب، عذاب سب کو یاد رکھو، جو بھی نیک کام کرے گا اُسے ثواب ملے گا اور جو برے کام انجام دے گا تو جنت میں اس کا کوئی حصّہ نہیں۔

اے لوگو! تم میں سے اکثر لوگوں نے بیعت کے لیے میرے ہاتھ پر ایک ہاتھ سے بیعت کی تھی اب اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں نے تم لوگوں سے علیؑ کے امیرالمومنین ہونے اور ان کے بعد آنے والے ائمّہ کی امارت کا جو عہد و پیمان اور بیعت لی تھی اس کا تمھاری زبان سے بھی اقرار لوں یہ تمام ائمّہ مجھ سے اور علیؑ سے ہیں جیسا کہ میں تمھیں بتلا چکا ہوں کہ میری ذرّیت علیؑ کے صلب سے ہے، تم سب مل کر کہو ہم سن رہے ہیں، اطاعت گزار ہیں، راضی ہیں، مطیع و منقاد ہیں۔ اے نبیؐ آپ نے جو کچھ ہم تک اپنے اور ہمارے رب کی جانب سے علیؑ کے بارے میں پہنچایا ہے اور ان کے صلب میں آنے والے ائمّہ کے بارے میں فرمایا ہے ہم اس امر پر آپ سے بیعت کرتے ہیں اپنے دلوں، اپنے نفوس، اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں سے............ ۲

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آں حضرتؐ حجۃ الوداع سے واپس آرہے تھے اور رسول اللہؐ نے مدینۂ منورہ تشریف لانے کے دس سال بعد حجۃ الوداع کیا اور انھوں نے منیٰ کے مقام پر خطبہ دیتے ہوئے حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

اے لوگو! میری بات سنو! اور مجھ سے اچھی طرح سمجھ لو، اس لیے کہ مجھے نہیں معلوم شاید اس سال کے بعد میری تم سے ملاقات نہ ہوسکے۔ اس کے بعد فرمایا، کیا تمھیں معلوم ہے کہ کون سا دن سب سے زیادہ محترم ہے؟ لوگوں نے جواب دیا آج کا دن تو فرمایا کون سا مہینہ افضل ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ مہینہ پھر پوچھا کون سا شہر سب سے زیادہ محترم ہے تو لوگوں نے جواب دیا ہمارا یہ شہر تو فرمایا کہ تمھارا خون، تمھارا مال اور تمھاری عزت وآبرو تمھارے لیے اتنی ہی محترم ہے جیسے تمھارا یہ دن تمھارے اس مہینہ اور اس شہر میں محترم ہے اس روز تک جب تم اپنے پروردگار سے ملاقات کرو گے اور وہ تمھارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا، اے لوگو! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ سب نے جواب دیا بے شک۔ تو فرمایا پروردگار تو گواہ رہنا اس کے بعد فرمایا آگاہ ہو جاؤ تمام موروثی

---

(۱) مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ اَبَدًا۔ (الحدیث)

(۲) الاحتجاج، ج ۱ ص ۶۸۔ ۸۴ باب احتجاج النبیؐ یوم الغدیر علی الخلق کُلّھم

کارنامے یا بدعتیں جو دورِ جاہلیت میں تھیں یا خون یا مال وہ سب میرے دونوں پیروں تلے ہے، کسی کو دوسرے پر کوئی برتری نہیں ہے سوائے تقویٰ کے کیا میں نے پیغام رسانی کا فریضہ انجام دے دیا؟ لوگوں نے کہا بے شک۔

فرمایا اے اللہ تو گواہ رہنا۔ اس کے بعد فرمایا جاہلیت کے تمام سود معاف کیے جاتے ہیں اور سب سے پہلے عباس بن عبدالمطلب کا سود باطل قرار دیا جاتا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ زمانۂ جاہلیت کے جتنے قتل ہیں وہ سب معاف کیے جاتے ہیں اور اس میں سے ربیعہ کا قتل معاف کیا جاتا ہے کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ لوگوں نے جواب دیا بے شک فرمایا بارِ الٰہا! تو گواہ رہنا۔ پھر فرمایا شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ تمھاری اس سرزمین میں اس کی پرستش کی جائے گی لیکن تم جن اعمال کو معمولی سمجھتے ہو وہ ان سے راضی ہوتا ہے آگاہ رہو اگر اس کی اطاعت کی گئی تو گویا عبادت کی گئی، آگاہ ہو جاؤ اے لوگو کہ ایک مسلمان درحقیقت دوسرے مسلمان کا بھائی ہے کسی مسلمان کے لیے نہ تو دوسرے مسلمان کا خون حلال ہے اور نہ ہی اس کا مال اِلّا یہ کہ وہ ہنسی خوشی خود ہی مال میں سے تمھیں دے دے، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں جب تک کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ نہ کہیں جب یہ کلمہ زبان پر جاری کریں گے تو اس طرح وہ اپنی جان اور مال کی حفاظت کر لیں گے مگر یہ کہ جو حق انھیں ادا کرنا ہو اور ان کا حساب اللہ کے ذمّے ہے۔ اے لوگو! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ انھوں نے کہا بے شک، فرمایا اے اللہ گواہ رہنا۔

اس کے بعد فرمایا اے لوگو! تم میری بات کو محفوظ کر لو، میرے بعد اس سے فائدہ حاصل کرنا، اور جو کچھ میں بتا رہا ہوں اسے سمجھ لو تم اطمینان سے زندگی گزارو گے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ کہیں تم میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا اور دنیا کی خاطر تلوار سے ایک دوسرے کی گردن نہ مارنے لگنا، اگر تم نے ایسا کیا اور تم یقیناً ایسا کرو گے تو تم مجھے جبرئیل و میکائیل کے درمیان ایک جنگجو دستے کے ساتھ پاؤ گے میں تمھارے سربراہوں کو تلوار سے قتل کر دوں گا اس کے بعد آپ داہنی طرف متوجّہ ہوئے اور کچھ دیر خاموش رہے اس کے بعد فرمایا اِن شاء اللہ میں ایسا کروں گا یا یہ کہ علی بن ابی طالبؑ کے ذریعے سے یہ کام انجام پائے گا۔ پھر فرمایا آگاہ ہو جاؤ میں تمھارے درمیان دو امور چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم دونوں کو لیے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے وہ کتاب خدا اور میری عترت اہل بیت (صلوات اللہ علیہم اجمعین) ہیں مجھے خدائے لطیف و خبیر نے یہ اطلاع دی ہے کہ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہوں۔ آگاہ ہو جاؤ جس نے بھی ان دونوں سے تمسّک رکھا نجات پا گیا اور جس نے مخالفت کی وہ ہلاک ہو گیا کیا میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا؟ لوگوں نے جواب دیا بے شک۔

فرمایا یا اللہ تو گواہ رہنا اس کے بعد فرمایا کہ تم میں سے کچھ لوگ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے ان کی شناخت ہو گی اور پھر انھیں مجھ سے دور کر دیا جائے گا میں کہوں گا میرے پروردگار یہ میرے اصحاب ہیں تو کہا جائے گا کہ انھوں نے آپ کے بعد نئی نئی باتیں ایجاد کیں اور آپ کی سنّت کو تبدیل کر ڈالا تو میں کہوں گا اللہ

انھیں اپنی رحمت سے دور کرے۔ جب قربانی کا آخری دن تھا تو اس روز اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ (۱، النصر ۱۱۰) کا سورہ نازل فرمایا تو آں حضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے میری موت کی خبر دی گئی ہے۔ اس کے بعد اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ کی صدا مسجد خیف میں بلند ہوئی لوگ وہاں جمع ہو گئے آں حضرتؐ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا اللہ اسے خوش وخرم رکھے جو میری گفتگو کو سنے اور اسے یاد رکھے اور جس نے نہیں سنا تھا ان تک اس پیغام کو پہنچا دے۔ اکثر فقہ کے اٹھانے والے غیر فقیہ ہوتے ہیں اور اکثر فقہ کے اٹھانے والوں کو زیادہ افقہ کے پاس جانا پڑتا ہے۔ تین باتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں مومن کا دل خیانت نہیں کرے گا۔ اپنے عمل کو اللہ کے لیے خالص کر دینا، مسلمانوں کے اماموں کو نصیحت کرنا اور جماعت سے وابستہ رہنا اس لیے کہ اللہ کی دعوت یعنی موت ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ مومنین رشتۂ اخوت میں بندھے ہوئے ہیں ان کی جان کی حفاظت کے لیے ہر ادنیٰ کو بھی پورے طور سے سعی کرنی چاہیے اور وہ دوسروں کے لیے سہارا ہیں۔

اے لوگو! میں تمھارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ لوگوں نے دریافت کیا، یارسول اللہؐ وہ گراں قدر چیزیں کون سی ہیں؟ فرمایا خدا کی کتاب اور میری عترت اہل بیت۔ مجھے لطیف خبیر (اللہ) نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں جس طرح یہ دو انگلیاں ساتھ ساتھ جڑی ہوئی ہیں، آپ نے شہادت کی انگلی کو ایک ساتھ ملا کر دکھایا اور فرمایا اس طرح نہیں اور اس کے بعد شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو جمع کر کے فرمایا یعنی یہ دونوں برابر ہیں ایک دوسرے سے بڑھ کر نہیں۔ [1]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ جب آیت: یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ ......الخ نازل ہوئی تو آں حضرتؐ نے اپنے ان اصحاب سے جو آں حضرتؐ کی حفاظت پر مامور تھے فرمایا کہ تم لوگ اپنے ساتھیوں سے جا کر مل جاؤ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے لوگوں کے شر سے محفوظ کر دیا ہے۔ [2]

(۱) تفسیر قمی، ج۱ ص۱۷۱۔ ۱۷۳ (۲) مجمع البیان، ج۳۔ ۴ ص ۲۲۴

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ
اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ
رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾

۶۸-اے پیغمبرؐ آپ اہل کتاب سے فرما دیجیے کہ تم ہرگز کسی اصل (مذہب) پر نہیں ہو جب تک توریت، انجیل اور جو کچھ تمھارے رب کی جانب سے نازل ہوا ہے انھیں قائم نہ کرو ضرور بالضرور ایسا ہوگا کہ جو کچھ آپ کے پروردگار کی جانب سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ ان کی کثیر تعداد کی سرکشی اور انکار کو اور زیادہ بڑھا دے گا لہٰذا آپ کافروں کے حال پر رنجیدہ نہ ہوں۔

۶۸-قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ-

اے پیغمبرؐ فرما دیجیے کہ اے اہل کتاب تم کسی دین پر عمل پیرا نہیں ہو۔

جسے کسی شمار میں لایا جائے اور اس کو کسی نام سے یاد کیا جائے اس لیے کہ تمھارا دین فاسد اور باطل ہے۔

حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ-

جب تک تم توریت اور انجیل کی تصدیق کر کے اسے قائم نہ کرو۔

کیوں کہ ان دونوں کتابوں میں حضرت محمدؐ کی تشریف آوری کی بشارت ہے اور ان کے فرمان کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ-

اور جو کچھ تمھارے رب کی جانب سے تم پر نازل کیا جا چکا ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے امیر المومنینؑ کی ولایت مراد ہے۔ [1]

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ ...... فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ-

اور ایسا ہوگا کہ جو کچھ آپ پر آپ کے پروردگار کی جانب سے نازل ہوا ہے وہ ان میں سے اکثر لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافے کا باعث ہوگا تو ان کی سرکشی اور کفر کی زیادتی کی وجہ سے آپ کو مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا نقصان خود ان ہی کو پہنچے گا اور وہ اس سے محفوظ نہ رہ سکیں گے اور ان کے مقابل میں مومنین کے لیے آپ آزادی سے اس کام کو انجام دے سکتے ہیں۔

(۱) تفسیر عیاشی، ج۱ص ۳۳۴ح ۱۵۶

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ هَادُوۡا وَالصّٰبِـُٔوۡنَ وَ النَّصٰرٰی مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۹﴾

لَقَدۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡهِمۡ رُسُلًا ؕ کُلَّمَا جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌۢ بِمَا لَا تَهۡوٰۤی اَنۡفُسُهُمۡ ۙ فَرِیۡقًا کَذَّبُوۡا وَ فَرِیۡقًا یَّقۡتُلُوۡنَ ﴿۷۰﴾

۶۹۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے یعنی مسلمان ہوں یا یہودی، ستارہ پرست ہوں یا عیسائی ان میں سے جو بھی اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل بجا لائے گا ان کے لیے نہ تو کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ ہی رنج ہوگا۔

۷۰۔ ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف بہت سے رسولوں کو بھیجا مگر جب کبھی کوئی رسول ان کی خواہشات نفسانی کے خلاف کچھ لے کر آیا تو انھوں نے ایک گروہ کو جھٹلایا اور کچھ لوگوں کو قتل کر ڈالا۔

آیت/ ۶۹ کی تفسیر سورۂ بقرہ آیت/ ۶۲ کے ذیل میں کی جا چکی ہے۔

۷۰۔لَقَدۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ۔

ہم نے بنی اسرائیل سے توحید، نبوّت اور ولایت کا پختہ عہد لیا تھا۔

وَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡهِمۡ رُسُلًا ؕ۔

اور ان کی جانب بہت سے رسولوں کو بھیجا۔

تاکہ وہ انھیں یاد دہانی کراتے رہیں۔ اور ان کے لیے دینی امور کی وضاحت کریں اور انھیں اوامر ونواہی سے باخبر کرتے رہیں۔

کُلَّمَا جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌۢ بِمَا لَا تَهۡوٰۤی اَنۡفُسُهُمۡ ۙ ۔

مگر جب بھی کوئی رسول ان کی خواہشات نفسانی کے خلاف شرعی احکام لے کر آیا۔

فَرِیۡقًا کَذَّبُوۡا وَ فَرِیۡقًا یَّقۡتُلُوۡنَ۔

تو انھوں نے ایک گروہ کو جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کر ڈالا۔

کہا گیا ہے کہ گزشتہ دور کی باتوں کو بیان کیا گیا تاکہ ان یہودیوں پر یہ بات مستحضر ہو جائے کہ قتل کرنا کتنا قبیح امر ہے اور انھیں اس بات کی طرف متنبّہ کرنا ہے کہ یہی ان کا مذہب وعقیدہ ماضی میں تھا اور یہی مستقبل میں ہے۔ اور آیت میں جس مطلب کی وضاحت کی گئی ہے اس کی حفاظت کرنا بھی مقصود ہے۔ [1]

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱ ص ۲۸۵۔۲۸۶

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَ صَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

۷۱– اور وہ اپنے تئیں یہ سمجھے کہ کوئی فتنہ رونما نہ ہوگا، اس لیے اندھے اور بہرے بن گئے۔ پھر اللہ نے انھیں معاف کردیا تو ان میں کی اکثریت اندھی اور بہری بنتی چلی گئی اور اللہ ان کی تمام حرکتوں کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

۷۱– وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ–

اور وہ اپنے نزدیک یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ انبیاء کو قتل کرنے اور انھیں جھٹلانے کی وجہ سے ان پر اللہ کی جانب سے کوئی مصیبت اور عذاب نازل نہ ہوگا۔

فَعَمُوْا– تو اس لیے وہ دین کی جانب سے اندھے ہوگئے۔

وَصَمُّوْا– اور حق کو نہ سننے کے لیے بہرے بن گئے۔

ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ–

پھر اللہ نے دوبارہ انھیں معاف کردیا، ان کی توبہ قبول کرلی۔

ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ–

پھر اس کے بعد ان میں سے اکثر لوگ اندھے اور بہرے بن گئے۔

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ–

اور اللہ ان کی تمام حرکتوں کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق سے روایت ہے: وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ کے ذیل میں امام علیہ السّلام نے فرمایا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان کے درمیان موجود تھے تو وہ یہ سمجھے کہ کہیں کوئی فتنہ رونما نہ ہوجائے۔ پھر جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے تو وہ اندھے اور بہرے بن گئے پس جب امیر المومنین علیہ السّلام نے قیام کیا تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی اس کے بعد وہ لوگ قیامت تک اندھے اور بہرے بنتے چلے گئے۔ [1]

(۱) الکافی، ج ۸ ص ۲۰۰ ح ۲۳۹

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَ قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَ اِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾

۷۲- یقیناً ان لوگوں نے کفر اختیار کیا جنھوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہے، جب کہ مسیح نے کہا تھا اے بنی اسرائیل تم اس اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا رب ہے۔ خبردار جس نے بھی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا تو اللہ نے اس پر جنّت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنّم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

۷۳- بلاشبہ ان لوگوں نے بھی کفر کیا جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے حالاں کہ ایک خدا کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی ان باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں سے کفر اختیار کرنے والوں پر دردناک عذاب ہوگا۔

۷۲- لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا .... اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ؕ -

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ میں رب کا بندہ ہوں اسی کی بندگی کرتا ہوں میرے اور تمھارے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے قول سے بنی اسرائیل کے سامنے حجّت پیش کی ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ -

خبردار جس نے بھی اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک قرار دیا۔

اور اس کی جو مخصوص صفات ہیں اور اس کے جو افعال ہیں انھیں کسی اور کی جانب نسبت دی۔

فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ -

تو اللہ نے ایسے شخص کے لیے جنّت حرام کردی ہے۔

اس لیے کہ جنّت تو موحّدین (توحید پرستوں) کا گھر ہے۔

وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ -

اور اس کا ٹھکانا جہنّم ہے۔
اس لیے کہ اسے مشرکین کے لیے تیار کیا گیا ہے۔
وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ-
اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔
ضمیر استعمال کرنے کے بجائے صراحتاً واضح کر دیا کہ شرک ظلم ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ کلام حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا ہو یا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہو۔
۷۳ – لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ-
یقیناً ان لوگوں نے بھی کفر اختیار کیا جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے۔
کہا جاتا ہے کہ نصاریٰ کی اکثریت اس بات کی قائل ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ تین اَقانیم ایک جوہر ہیں: باپ، بیٹا اور روح القُدُس ایک خدا ہیں وہ یہ نہیں کہتے ہیں کہ تین خدا ہیں بلکہ اس بات سے روکتے ہیں
حالاں کہ ان کے قول سے یہ لازم آتا ہے کہ تین خدا ہیں اس لیے کہ وہ کہتے ہیں: بیٹا خدا ہے، باپ خدا ہے اور روح القدس خدا ہے اور ظاہر ہے کہ جو بیٹا ہے وہ باپ نہیں ہے۔ [1]
تفسیر قمی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ بنی اسرائیل نے حضرت مسیحؑ کی نافرمانی کی اور اپنے خیال میں ان کی بہت تعظیم کی کہ انھیں خدا سمجھنے لگے اور یہ کہ وہ خدا کے فرزند ہیں اور ان میں سے ایک گروہ نے یہ کہا کہ وہ تین میں کا ایک ہے اور ایک گروہ اس بات کا قائل ہوگیا کہ مسیح ہی اللہ ہیں۔ [2]
وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ-
وہ اللہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔
اس آیت میں لفظ "مِنْ" زائدہ ہے اور تاکید کے لیے آیا ہے۔
وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ .... عَذَابٌ اَلِيْمٌ-
اور اگر یہ لوگ اپنی اِن باتوں سے باز نہ آئے اور اپنے کفر پر قائم رہے اور اسے نہیں چھوڑا تو ایسے افراد پر دردناک عذاب نازل ہوگا۔

---

(۱) طبرسی مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۲۲۸ (۲) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۲۸۹

أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٧٤﴾
مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٧٥﴾

۷۴- یہ لوگ اللہ سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے مغفرت کیوں نہیں طلب کرتے جب کہ اللہ بخشنے والا اور بہت مہربان ہے۔

۷۵- مسیح فرزندِ مریم اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ اللہ کے رسول تھے، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور ان کی ماں سچّی خاتون تھیں وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے، غور کرو ہم اپنی نشانیوں کو ان کے لیے کس طرح واضح انداز میں بیان کرتے ہیں۔ پھر یہ دیکھو کہ وہ لوگ کس طرح بہکے چلے جا رہے ہیں۔

۷۴- أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ -

ان لوگوں کو کیا ہو گیا یہ توبہ کیوں نہیں کرتے اور اللہ سے مغفرت طلب کیوں نہیں کرتے۔

اس جملے میں ان لوگوں کے کفر و شرک پر جمے رہنے پر اظہار تعجب کیا گیا ہے۔

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ -

اور اللہ تو اپنے بندوں کے گناہوں پر پردے ڈال دیتا ہے، گناہوں کو ڈھانپ لیتا ہے اور جب وہ توبہ کرتے ہیں تو ان پر رحم و کرم کرتا ہے۔

۷۵- مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ -

اور مسیح فرزند مریم سوائے اس کے کچھ نہیں کہ رسولوں کی جنس میں سے ایک رسول ہیں جو ان کے پہلے گزر چکے ہیں۔

حضرت مسیح بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسی طرح روشن معجزات لے کر آئے ہیں جس طرح انبیاے ماسبق معجزات باہرات لے کر آئے تھے۔ پس اگر مسیحؑ اپنے ہاتھ سے مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے تو حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ میں عصا زندہ ہوتا تھا اور اسے دوڑتا ہوا سانپ بنا دیا تھا اور وہ تو بڑی حیران کن بات تھی۔ اور اگر مسیحؑ کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے تو آدمؑ تو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے جو زیادہ تعجب خیز امر ہے۔

وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ -

اور ان کی والدہ سچّی تھیں۔

انھوں نے اپنے رب کے کلمات اور جملہ کتب کی تصدیق کی تھی ان تمام عورتوں کی طرح جو سچائی کو اپنا سنگار بناتی ہیں۔

كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۗ۔

وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دونوں عام انسانوں کی طرح بول و براز کرتے تھے۔ ۱

تفسیر قمّی میں ہے کہ وہ دونوں پیشاب پاخانہ کرتے تھے یہاں کھانے سے مراد حَدَث ہے اور جو بھی کھانا کھائے گا تو وہ حَدَث کرے گا۔ ۲

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ایک زندیق کے جواب میں آپ نے فرمایا جب اس نے آپ سے یہ کہا کہ "اگر قرآن میں اختلاف اور تناقض نہ ہوتا تو میں آپ کے مذہب کو قبول کر لیتا۔ پھر اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں انبیاء کی لغزشوں کو علانیہ بیان کیا ہے اور ان کے دشمنوں کے اسماء کو بطور کنایہ بیان کیا ہے۔ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا جہاں تک انبیاء کی لغزشوں کا تعلّق ہے، اور اللہ نے اپنی کتاب میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی روشن حکمت، غالب قدرت، اور مُحیط عزت کے بہت مضبوط دلائل میں سے ہے، اس لیے کہ علم قدرت میں تھا کہ انبیاء کے دلائل اُمتیوں کے سینوں کو غرور و تکبر سے بھر دیں گے اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہوں گے جو انھیں معبود بنا لیں گے جیسا کہ نصاریٰ نے فرزند مریم کے بارے میں کیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے کمال سے ہٹ کر ایسے دلائل کو بیان فرمایا جو صرف اللہ کے لیے مخصوص ہیں۔ جس طرح حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کے لیے فرمایا: كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ. یعنی عیسیٰ و مریم دونوں کھانا کھایا کرتے تھے اور جو کھانا کھائے گا اس سے فضلہ بھی بنے گا اور جو بول و براز میں مبتلا ہوگا تو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں جو کچھ کہا وہ درست نہیں ہوگا۔ ۳

اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔

ذرا غور کرو کہ ہم آیتوں کو کس طرح واضح طور سے بیان کرتے ہیں اور وہ لوگ حق کو سننے اور اس میں غور و فکر کرنے سے کس طرح اجتناب اور احتراز کرتے ہیں۔ لفظ "ثُمّ" دونوں حیران کن باتوں میں فرق کو واضح کرنے کے لیے لایا گیا ہے کہ ہمارا آیتوں کو واضح کرنا امرِ عجیب ہے اور ان کا روگردانی کرنا اس سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے۔

---

(۱) عیون اخبار الرّضا، ج ۲ ص ۲۰۱ (۲) تفسیر قمّی، ج ۱ ص ۱۷۶

(۳) الاحتجاج، ج ۱ ص ۳۵۸ و ص ۳۶۴۔ ۳۶۵ و ص ۳۷۰۔ احتجاج امیر المومنین علیہ السّلام اس زندیق کے سامنے جو آیت متشابہ سے دلیل پیش کر رہا تھا امامؑ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾
قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ
ع ۱۱ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾
لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾

۷۶- اے پیغمبرؐ آپ ان سے فرما دیجیے: کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمھارے نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا اور اللہ وہ ہے جو سب کچھ سننے والا اور ہر بات جاننے والا ہے۔

۷۷- آپ فرما دیجیے اے اہل کتاب تم اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو، اور ان لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور وہ سیدھے راستے سے بہک گئے۔

۷۸- بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اُن پر داوٗدؑ اور عیسیٰؑ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیوں کہ وہ سرکش ہو گئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے۔

۷۶- قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ-

پیغمبرؐ آپ فرما دیجیے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمھارے نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا۔

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد عیسیٰ علیہ السّلام ہیں۔ اس لیے کہ وہ فی نفسہ ان میں سے کسی چیز کے مالک نہیں تھے اور اگر وہ ان میں سے کسی شے کی ملکیت رکھتے تھے تو وہ اِذن خداوندی سے انھیں حاصل تھی اور وہ درحقیقت خدا کی ملکیت تھی۔ [1]

وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ-

اور اللہ وہ ہے جو کچھ یہ کہتے ہیں انھیں خوب سنتا ہے اور جو کچھ اعتقاد رکھتے ہیں انھیں اچھی طرح جانتا ہے۔

۷۷- قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ-

پیغمبرؐ آپ فرما دیجیے کہ اہل کتاب تم اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱ ص ۲۸۷

ایسا غلو جو درست نہیں ہے یعنی اس حد سے تجاوز نہ کرو جو حد اللہ نے مقرّر فرما دی ہے۔ تم حضرت عیسیٰؑ کو حدِّ نبوّت سے بڑھا کر درجۂ الوہیت تک نہ پہنچاؤ۔

وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ-

اور ان لوگوں کی خواہشات کا اتّباع نہ کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوگئے۔

یہ نصاریٰ کے وہ قائدین تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بعثت سے پہلے ہی گمراہی میں مبتلا ہوگئے تھے۔

وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا-

اور ان لوگوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا تھا۔

جنھوں نے ان لوگوں کا تثلیث کے معاملے میں اتّباع کیا۔

وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ-

اور وہ لوگ سیدھی راہ سے بہک گئے، بھٹک گئے۔

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مبعوث برسالت ہوئے تو اِن لوگوں نے انھیں جھٹلایا اور ان پر ظلم ڈھائے اور ان کی نافرمانی کی۔

٧٨-لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا............وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ-

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اُن پر داؤدؑ اور عیسیٰؑ بن مریمؑ کی زبان سے لعنت کی گئی۔

کتاب کافی اور تفسیر قمّی میں امام صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السّلام کی زبان سے انھیں سوّر بنا دیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی زبانی انھیں بندر میں تبدیل کر دیا گیا۔ [1]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے جہاں تک حضرت داؤد علیہ السّلام کا تعلق ہے تو انھوں نے ''ایلہ'' والوں پر لعنت کی تھی جب ان لوگوں نے ''سبت'' میں زیادتی کی تھی اور ان کی یہ زیادتی حضرت داؤد علیہ السّلام کے زمانے میں ہوئی تھی۔ انھوں نے فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ اَلْبِسْهُمُ اللَّعْنَةَ مِثْلَ الرِّدَاءِ وَمِثْلَ المنطقة عَلَى الحقوين'' یا اللہ لعنت کو چادر کی طرح ان کے جسم پر اوڑھا دے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بندر بنا دیا تھا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے ان لوگوں پر لعنت کی جن پر مائدہ نازل کیا تھا اور جس کے بعد وہ لوگ کافر ہوگئے تھے۔ [2]

تفسیر جوامع میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ عَذِّبْ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ مَا اَكَلَ مِنَ الْمَآئِدَةِ عَذَابًا لَا تُعَذِّبُهٗ اَحَدًا مِنَ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَنْهُمْ كَمَا لَعَنْتَ اَصْحَابَ السَّبْتِ''

---

(١) الکافی، ج ٨ ص ٢٠٠ ح ٢٤٠، تفسیر قمّی، ج ١ ص ١٧٦ (٢) تفسیر مجمع البیان، ج ٣۔ ٤ ص ٢٣١

اے اللہ "مائدہ" (دسترخوان) میں سے کھانے کے بعد جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے اُن پر ایسا عذاب نازل فرما جو تو نے دنیا میں کسی پر نازل نہ کیا ہو، اور ان پر اُسی طرح لعنت بھیج جس طرح تو نے "سبت" والوں پر بھیجی تھی۔

تو وہ سب کے سب سوّر کی شکل میں تبدیل ہوگئے اور ان کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ [1]

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔

اس لیے کہ وہ سرکش ہوگئے تھے اور وہ زیادتیاں کرنے لگے تھے۔

---

(۱) جوامع الجوامع، ج ۱ ص ۳۴۶

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾
تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ
اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾
وَ لَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ
وَ لٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾

۷۹- انھوں نے ایک دوسرے کو برے افعال کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا یہ عمل کتنا برا تھا جو وہ انجام دے رہے تھے۔

۸۰- تم ان میں سے اکثر لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ کفار کی حمایت و رفاقت کا دم بھرتے ہیں، یہ کتنا برا سامان ہے جو ان کے نفوس نے ان کے لیے پہلے سے فراہم کرلیا ہے۔ اللہ ان سے ناراض ہوگیا ہے۔ اور وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔

۸۱- اے کاش یہ لوگ واقعی اللہ اور نبی اکرمؐ اور جو کچھ ان کی طرف نازل ہوا ہے اس کے ماننے والے ہوتے تو (اہل ایمان کے مقابلے میں) کبھی بھی کافروں کو اپنا ہمدم نہ بناتے، مگر ان میں سے اکثر افراد نے تو فسق کو اختیار کرلیا ہے۔

۷۹- كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ -

یہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا بیان ہے۔ کہ وہ نہ تو خود برے کام کے ارتکاب سے باز آتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کو ایسے کام سے روکتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ سوّر کا گوشت کھاتے تھے، شراب پیا کرتے تھے اور حیض کے دنوں میں عورتوں کی قربت حاصل کرتے تھے۔ [۱]

کتاب ثواب الاعمال میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب بنی اسرائیل غفلت میں پڑ گئے تو اگر ان میں سے کوئی شخص کسی کو برائی میں گرفتار دیکھ کر روکنا چاہتا تو وہ اس برائی سے باز نہیں آتا تھا اور یہ بات اُس کے لیے رکاوٹ نہیں بنتی تھی کہ وہ اِس کے ساتھ کھائے پیے اور اٹھے بیٹھے، یہاں تک کہ اللہ نے ان کے دلوں کو ایک دوسرے سے پھیر دیا اور ان کے بارے میں قرآن میں ارشاد باری ہوا: لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا - [۲]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۷۶ (۲) ثواب الاعمال، ص ۲۶۱ - ۲۶۲ ح ۳

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ لوگ ایک دوسرے کے گھروں میں نہیں جاتے تھے اور نہ ہی اُن کی بزم میں بیٹھتے تھے، لیکن جب ایک دوسرے سے ملتے تھے تو نہایت تپاک سے ملتے تھے۔ ۱

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۔

ان کے برے افعال پر اظہار تعجب ہے اور بطور تاکید اس جملے کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ عمل کتنا برا تھا جو وہ انجام دے رہے تھے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے شیعوں کے ایک گروہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ بادشاہ کے امور میں دخیل ہیں، ان کے لیے کام کرتے ہیں، ان سے محبت کرتے ہیں، انھیں دوست رکھتے ہیں تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ایسے لوگ شیعہ نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق اسی گروہ سے ہے اس کے بعد امام علیہ السّلام نے آیت: لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کی تلاوت فرمائی۔ ۲

۸۰– تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔

تم ان میں سے اکثر لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ کفار کی حمایت و رفاقت کا دم بھرتے ہیں اور ان سے دوستی اور الفت کے خواہاں ہیں۔

لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ۔

یہ کتنا برا سامان ہے جو ان کے نفوس نے ان کے لیے پہلے سے فراہم کرلیا ہے۔

یعنی یہ زادِ آخرت ان کے لیے بہت برا ہے۔

اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ۔

اللہ ان سے ناراض ہوگیا ہے اور وہ دائمی عذاب بھی ان کے لیے مہیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ ظالم بادشاہوں کو دوست رکھتے ہیں اور ان کی خواہشات کو ان کے لیے زینت دیتے ہیں تاکہ ان کی دنیا سے کچھ حاصل کرسکیں۔ ۳

۸۱– وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ۔

اے کاش یہ لوگ واقعی اللہ اور نبی اکرمؐ اور جو کچھ ان کی طرف نازل ہوا ہے اس کے ماننے والے ہوتے تو (اہل ایمان کے مقابلے میں) کبھی بھی کافروں کو اپنا ہمدم نہ بناتے۔ اس لیے کہ ایمان اس بات سے روکتا ہے۔

وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ۔

لیکن ان میں سے اکثر لوگ فاسق یعنی دین سے خارج ہیں۔

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۳۵ (۲) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۷۶ (۳) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۲۳۲

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَ
لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ
مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾
وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا
عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨٣﴾

۸۲–تم صاحبان ایمان کی دشمنی میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے اور ایمان لانے والوں کے لیے دوستی میں قریب تر انھیں پاؤ گے جنھوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ان میں علماء اور عبادت گزار پائے جاتے ہیں اور وہ لوگ مغرور نہیں ہوتے۔

۸۳–اور جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر نازل ہوا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کی وجہ سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں، وہ بے ساختہ بول اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے تُو ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ دے۔

۸۲–لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ–

تم صاحبان ایمان کی دشمنی میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے ان کے بہت زیادہ غرور وتکبّر ان کے کفر کی زیادتی، خواہشات کی پیروی میں ملوّث ہونے، تقلید کی طرف مائل ہونے، تحقیق سے دور ہونے، انبیاء کو جھٹلانے کے عادی ہونے اور ان کی دشمنی میں پیش پیش ہونے کی بنیاد پر۔

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ–

اور ایمان لانے والوں کے لیے دوستی میں قریب تر انھیں پاؤ گے جنھوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔

ان کے نرم پہلو، ان کے دلوں کی مہربانی، طمع دنیا کی کمی اور علم وعمل کا بہت زیادہ اہتمام کرنے کی وجہ سے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ–

اس لیے کہ ان میں دین اور علم کے سرپرست موجود ہیں۔

وَرُهْبَانًا–

اور عبادت گزار افراد بھی ہیں۔

وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ-

چوں کہ انھوں نے حق کو سمجھ لیا ہے اس لیے اسے قبول کرنے میں پس وپیش نہیں کرتے اور وہ منکسر المزاج ہیں۔

۸۳-وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ......فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ-

اور جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسولؐ پر نازل ہوا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کی وجہ سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں وہ بے ساختہ بول اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے تو ہمارا نام ان لوگوں میں لکھ دے جنھوں نے گواہی دی کہ یہ کتاب برحق ہے۔

وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ ع ۱۱

۸۴- اور ہمیں کیا ہوگیا ہے کہ ہم اللہ پر اور جو حق بات ہمارے پاس آچکی ہے اس پر ایمان نہیں لاتے اور اس امر کی خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہمیں نیکوکار افراد میں شامل کردے گا۔

۸۵- اُن کے اس قول کی وجہ سے اللہ نے ان کو ایسی جنّتیں عطا کیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور سچے دل سے نیکی کرنے والوں کی یہ جزا ہے۔

۸۶- اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ جہنّم کے مستحق ہیں۔

۸۴- وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ............رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ-

اس آیت میں سوالیہ انداز ہے اور انکار ہے اور یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اگرچہ دعوتِ ایمان دینے والا موجود ہے لیکن اس کے باوجود وہ ایمان سے فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں۔ اور اس خواہش کا اظہار ہے کہ وہ نیکوکاروں کے زمرے میں شامل ہوجائیں، اور جس جگہ صالحین جائیں گے یہ لوگ بھی وہیں پر جائیں۔

۸۵- فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا-

ان کے اِس قول کی بنیاد پر جو انھوں نے عقیدے کی پختگی اور خلوص کے ساتھ کہا تھا جیسا کہ اس پر اللہ کا قول دلالت کرتا ہے: مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ کہ "انھوں نے حق کی معرفت حاصل کرلی تھی" اور اگر قول معرفت سے ہم آہنگ ہوجائے تو ایمان مکمّل ہوجاتا ہے۔

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ............وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ-

اللہ نے ان کو ایسی جنّتیں عطا کیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور محسنین کے لیے اسی قسم کی جزا ہے۔

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول: "ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا" کے ذیل میں مروی ہے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اس سے مراد ایک گروہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے عہد نبوّت کے درمیان میں تھا اور وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تشریف آوری کا انتظار کررہا تھا۔ ۱؎

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب قریش نے رسول اللہؐ اور ان کے اصحاب کو ہجرت سے پہلے سخت اذیتیں دینا شروع کیں تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اصحاب کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا اور حضرت جعفر بن ابی طالب کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ تشریف لے جائیں۔ حضرت جعفر کے ساتھ ستّر مسلمانوں نے ہجرت کی اور انھوں نے سمندر کا سفر اختیار کیا، جب قریش کو ان لوگوں کی روانگی کا علم ہوا تو انھوں نے عمرو بن العاص اور عمارہ بن الولید کو نجاشی (بادشاہِ حبشہ) کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ ان لوگوں کو واپس لے آئیں۔ عمرو اور عمارہ دونوں شراب کے عادی تھے، قریش نے کہا ہم ایسے افراد کو کس طرح روانہ کریں جو شراب کے عادی ہیں تو بنومخزوم نے عمارہ کے گناہ سے بَرَاءت کی اور بنوسہم نے عمرو بن العاص کی معصیت سے بَرَاءت و بیزاری کا اظہار کیا۔ تو عمارہ روانہ ہوا اور وہ خوبصورت جوان تھا، اور عمر بن العاص اپنے اہل کے ساتھ روانہ ہوا جب یہ کشتی میں بیٹھے تو انھوں نے شراب پی اور عمارہ نے مستی میں آکر عمرو بن العاص کو سمندر میں پھینک دیا آخرکار عمرو بن العاص کو سمندر سے نکالا گیا اور یہ لوگ نجاشی کے دربار میں پہنچے اور یہ لوگ اس کے لیے تحفے تحائف لے کر گئے تھے جسے نجاشی نے قبول کرلیا۔

عمرو بن العاص نے کہنا شروع کیا: اے بادشاہ ہمارے کچھ افراد نے ہمارے دین کی مخالفت کی اور ہمارے خداؤں کو برا کہا تھا اور وہ اب آپ کے پاس آگئے ہیں آپ انھیں ہماری طرف لوٹا دیں۔ نجاشی نے حضرت جعفر کو بلوایا اور کہا اے جعفر یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ جعفر کے دریافت کرنے پر بادشاہ نے بتایا کہ یہ تمھیں واپس لے جانا چاہتے ہیں۔ تو جعفر نے کہا اے بادشاہ آپ ان سے دریافت کریں کیا ہم ان کے غلام ہیں؟ تو عمرو نے جواب دیا نہیں بلکہ آزاد اور قابل احترام لوگ ہیں تو جعفر نے کہا بادشاہ سلامت آپ دریافت کریں کیا ہم ان کے مقروض ہیں وہ جس کا مطالبہ کررہے ہیں تو عمرو نے کہا نہیں تم پر ہمارا کوئی قرض نہیں جعفر نے پوچھا کہ کیا ہماری گردن پر کسی کا خون ہے تم جس کا مطالبہ کررہے ہو تو عمرو نے کہا نہیں یہ بھی نہیں ہے۔ جعفر نے کہا پس تم ہم سے کیا چاہتے ہو! تم نے ہمیں اذیتیں دیں تو ہم تمھارا ملک چھوڑ کر چلے آئے۔

عمرو نے کہا اے بادشاہ انھوں نے ہمارے دین کی مخالفت کی ہے اور ہمارے خداؤں کو برا کہا ہے، ہمارے جوانوں کو برباد کردیا اور ہماری جماعت کو پراگندہ کردیا ہے آپ انھیں واپس کردیجیے تاکہ ہم اپنے امور کو یکجا کرسکیں۔ تو جعفر نے کہا اے بادشاہ بے شک ہم نے ان کی مخالفت کی ہے اللہ نے ہمارے درمیان ایک نبی کو مبعوث فرمایا جنھوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ کے مقابل دوسرے خداؤں کو چھوڑ دیں، اور تیروں کی تقسیم کو ترک

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۳۵-۳۳۶ ح ۱۶۲

کردیں، انھوں نے ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے کا حکم دیا اور ظلم وجور، ناحق خوں ریزی کرنے، زنا، سود، مردار، خون اور سور کے گوشت کو حرام کردیا ہے اور ہمیں عدل، احسان، قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور بے حیائی، خلاف عقل باتوں اور زیادتی کرنے سے روکا ہے۔ تو نجاشی نے کہا اسی کام کے لیے تو اللہ نے عیسیٰ بن مریمؑ کو بھیجا تھا اس کے بعد نجاشی نے کہا اے جعفر اللہ نے تمھارے نبی پر جو کلام نازل کیا ہے تمھیں اس میں سے کچھ یاد ہے تو جعفر نے کہا ہاں اس کے بعد انھوں نے سورۂ مریم کی تلاوت کی اور جب اس آیت پر پہنچے: وَهُزِّيٓ اِلَيۡكِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ تُسٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۞ فَكُلِيۡ وَاشۡرَبِيۡ وَقَرِّيۡ عَيۡنًا ۚ (۲۵۔۲۶ مریم ۱۹) نجاشی نے جب ان آیات کو سنا تو بہت گریہ کیا اور کہا خدا کی قسم بے شک یہ حق ہے۔

تو عمرو بن العاص نے کہا اے بادشاہ یہ ہمارے مخالف ہیں انھیں واپس لوٹا دیں تو نجاشی نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور عمرو بن العاص کے منہ پر مار کر کہا خاموش ہوجا اگر تم نے ان کا ذکر برائی سے کیا تو پھر تمھاری جان کی خیر نہیں عمرو بن العاص وہاں سے اٹھ کر چلا گیا اور خون اس کے چہرے پر بہہ رہا تھا اور وہ یہ جملے دہرا رہا تھا اے بادشاہ جیسا آپ فرمارہے ہیں اگر ایسا ہے تو ہم ان سے کوئی تعرض نہیں کریں گے .... عمرو بن العاص قریش کے پاس واپس آیا اور اس نے بتایا کہ جعفر سرزمین حبشہ میں نہایت عزت واحترام کے ساتھ رہ رہے ہیں اور جعفر نے حبشہ میں قیام کیا یہاں تک کہ نبی اکرمؐ نے قریش سے صلح کرلی اور خیبر فتح ہوگیا تو اس وقت وہ تمام افراد کے ساتھ مدینے تشریف لے آئے۔

جعفر کے ہاں حبشہ میں حضرت اسماء بن عمیس سے عبداللہ بن جعفر متولّد ہوئے اور نجاشی کے بھی ایک بیٹا ہوا جس کا نام اُس نے محمد رکھا۔ اور ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ عُبید اللہ کے زوجیت میں تھی جن کا انتقال ہوگیا تھا۔[۱] رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نجاشی کو یہ لکھ بھیجا کہ وہ ام حبیبہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، نجاشی نے انھیں پیغام بھیجا اور آں حضرتؐ کے لیے رشتہ طلب کیا جسے انھوں نے منظور کرلیا۔ نجاشی نے آں حضرتؐ سے ان کا نکاح کردیا اور چارسو دینار مہر مقرّر کیا اور اسے آں حضرتؐ کی جانب سے ادا کردیا اور اُم حبیبہ کے لیے لباس اور خوشبو جات روانہ کیں اور انھیں جہیز دے کر آں حضرتؐ کی خدمت میں روانہ کردیا۔ اور نجاشی نے آں حضرتؐ کی خدمت میں ماریہ قبطیہ کو بھی روانہ کیا جو ابراہیم کی والدہ تھیں۔[۲] اور آں حضرتؐ کی خدمت میں لباس، خوشبو اور گھوڑا بھی روانہ کیا۔ اور قسّیسین میں سے تیس افراد کو روانہ کیا اور ان سے یہ تاکید کی کہ تم آں حضرتؐ کی گفتگو پر غور کرو اور یہ

---

(۱) اُمّ حبیبہ بنت ابی سفیان عُبید اللہ بن جحش کی بیوی تھیں جو بنو امیہ کے حلیف تھے۔ عُبید اللہ نے جب حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی تو مسلمان تھے بعد میں نصرانی مذہب اختیار کرلیا تھا اور ان کا وہیں پر انتقال ہوگیا۔ اُمّ حبیبہ مسلمان تھیں اسی لیے آں حضرتؐ نے اُن سے شادی کرلی۔

(۲) ماریہ قبطیہ شمعون کی بیٹی تھیں جنھیں مقوقس نے ۷ ھ میں آں حضرتؐ کی خدمت میں بطور ہدیہ روانہ کیا تھا اور ان کے ساتھ ان کی بہن سیرین بھی تھیں ان ہی کے بطن سے آں حضرتؐ کے صاحب زادے ابراہیم پیدا ہوئے۔

دیکھو کہ وہ کس طرح بیٹھتے ہیں، کیا (کھاتے) پیتے ہیں، کس طرح نماز ادا کرتے ہیں۔ جب یہ لوگ مدینۂ منوّرہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انھیں اسلام کی دعوت دی اور انھیں قرآن کی یہ آیت: اِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ اذۡکُرۡ نِعۡمَتِیۡ .... اِنۡ ھٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۱۰﴾ (۱۱۰، مائدہ ۵) تک پڑھ کر سنائی۔

جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے اِن آیات کو سنا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے وہ ایمان لے آئے اور نجاشی کے پاس واپس آگئے اور نجاشی سے آں حضرتؐ کی کیفیت بیان کی اور آں حضرتؐ نے جن آیتوں کی تلاوت کی تھی انھیں پڑھ کر سنایا جسے سن کر نجاشی اور قسّیسین سب رونے لگے اور نجاشی نے اسلام قبول کرلیا۔ لیکن اس نے حبشہ والوں کے لیے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا اسے اپنی جان کا خوف محسوس ہوا۔ وہ حبشہ سے روانہ ہوا تا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو لیکن سمندر کو عبور کیا تھا کہ پیامِ اجل آگیا اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے آں حضرتؐ پر اِن آیات کو نازل فرمایا: لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ............ ذٰلِکَ جَزَآءُ الۡمُحۡسِنِیۡنَ۔ [1]

۸۶–وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَکَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ۔

اور جن لوگوں نے انکار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا بس وہی لوگ تو جہنّمی ہیں۔

(۱) تفسیر قمّی، ج ۱ ص ۱۷۶۔۱۷۹

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحَرِّمُوۡا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمۡ وَ لَا تَعۡتَدُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ ﴿۸۷﴾

وَ کُلُوۡا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡۤ اَنۡتُمۡ بِهٖ مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۸۸﴾

۸۷- اے مومنو! اللہ نے جو پاک چیزیں تمھارے لیے حلال قرار دی ہیں انھیں حرام نہ بناؤ اور حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۸۸- اور جو کچھ حلال اور طیب رزق اللہ نے تمھیں عطا کیا ہے اس میں سے خوب کھاؤ پیو اور اس خدا سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

۸۷- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحَرِّمُوۡا-

اے ایمان لانے والو! تم اپنے آپ کو نہ روکو، اپنے اوپر حرام قرار نہ دو۔

طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمۡ-

جو پاک اور لذیذ چیزیں اللہ نے تمھارے لیے حلال قرار دی ہیں۔

وَ لَا تَعۡتَدُوۡا ؕ- اور اللہ نے جو حدیں مُعیّن فرما دی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ-

اللہ تعالیٰ مقرّر کردہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر قمّی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت امیر المومنینؑ، بلالؓ اور عثمانؓ بن مظعون کی شان میں نازل ہوئی۔ امیر المومنین علیہ السّلام نے قسم کھائی تھی کہ وہ رات کے وقت کبھی نہ سوئیں گے۔ اور بلالؓ نے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ دن کے وقت کبھی افطار نہ کریں گے (یعنی ہر روز روزہ رکھیں گے) اور عثمانؓ بن مظعون نے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ زندگی بھر بیوی سے قربت نہ کریں گے۔

قمّی میں مزید یہ لکھا ہے کہ عثمان بن مظعون کی زوجہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئیں اور یہ بہت خوبصورت تھیں، عائشہؓ نے ان سے کہا میں تمھیں بغیر بناو سنگار کے دیکھ رہی ہوں تو انھوں نے جواب دیا میں کس کے لیے بناو سنگار کروں اتنے عرصے سے میرے شوہر نے مجھ سے قربت اختیار نہیں کی ہے وہ تو راہب بن گئے ہیں، انھوں نے مسیحانہ لباس پہن لیا ہے اور دنیا کو ترک کر دیا ہے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے انھیں اس امر سے آگاہ کیا۔ آں حضرتؐ دولت سرا سے برآمد ہوئے اور اعلان فرمایا: ''اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃ'' ''نماز ہونے والی ہے'' جب لوگ جمع ہوگئے تو آں حضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے آپ نے حمد

وثنائے ربّانی کے بعد فرمایا لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اپنے اوپر پاک و پاکیزہ چیزوں کو حرام کر لیتے ہیں۔ میں رات کے وقت سوتا ہوں، میں بیوی سے قربت اختیار کرتا ہوں اور دن کو کھانا کھاتا ہوں "فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي" پس جو بھی میری سنت (طریقہ، روش، طرز) سے روگردانی کرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں تو اس وقت یہ لوگ اٹھے اور انھوں نے کہا یا رسول اللہؐ! ہم نے تو اس بارے میں قسم کھائی ہے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت: "لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ" خدا تمھاری لغو اور غیر ارادی قسموں کا کوئی مؤاخذہ نہیں کرے گا۔ (۲۲۵البقرہ۲) نازل فرمائی۔ [۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اس قسم کے خطاب اور عتاب میں جس سے خطاب کیا جارہا ہے اس کے لیے کسی قسم کی منقصت اور سبکی نہیں ہے خواہ بظاہر اس میں کوئی تعریفی پہلو نہ نکلتا ہو اس کے نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ....... الْحَكِيْمُ ② (۱۔۲ تحریم۶۶)

(اے پیغمبر آپ اپنے لیے ایسی چیز کو کیوں حرام کررہے ہیں جسے خدا نے آپ کے لیے حلال قرار دیا ہے کیا آپ اپنی ازواج کی مرضی کے خواہش مند ہیں، اللہ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔ خدا نے فرض قرار دیا ہے کہ اپنی قسم کو کفّارہ دے کر ختم کر دیجیے اللہ آپ کا مولا ہے اور وہ ہر شے کا جاننے والا اور صاحب حکمت ہے۔)

وَقَدْ وَرَدَ الْقُرْاٰنُ كُلُّهٗ تَقْرِيْعٌ وَبَاطِنَهٗ تَقْرِيْبٌ۔ پورے کا پورا قرآن (انسانوں کے لیے) تنبیہ ہے اور اس کا باطن قرب عطا کرنے والا ہے۔ [۲]

کتاب احتجاج میں امام حسن بن علی علیہما السّلام سے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آپ نے معاویہ اور اس کے ساتھیوں سے فرمایا میں اللہ کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کیا تمھیں اس کا علم ہے کہ علی علیہ السّلام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں پہلے شخص تھے جنھوں نے خواہشات نفسانی کو اپنے اوپر حرام کردیا تھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ نازل فرمائی۔ [۳]

۸۸- وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠—

اور اللہ نے جو مباح اور لذیذ رزق تمھیں مہیا کیا ہے اس میں سے خوب کھاؤ پیو۔

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ—

اور اس خدا کا تقویٰ اختیار کرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت میں نہایت لطیف پیرائے میں لوگوں کو تقویٰ کی طرف بلایا گیا ہے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔۴ ص ۲۳۶ وتفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۷۹۔۱۸۰

(۲) معانی الاخبار، ص ۲۳۲ (۳) الاحتجاج طبرسی، ج ۱ ص ۴۰۷

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

۸۹- تم لوگ جو لغو اور مہمل قسمیں کھا لیتے ہو اللہ ان پر کوئی گرفت نہیں کرتا، مگر وہ قسمیں جو تم جان بوجھ کر کھاتے ہو وہ تم سے ان کے بارے میں ضرور مؤاخذہ کرے گا۔ اس کا کفّارہ دس مسکینوں کو اس اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو، یا انھیں لباس پہناؤ یا ایک غلام آزاد کرو، اور جس کے پاس یہ کچھ نہ ہو تو وہ تین دن روزے رکھے، یہ تمھاری قسموں کا کفّارہ ہے جب تم قسم کھا کر توڑ دو، تم اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو، اللہ اسی طرح تمھارے لیے اپنی آیات کو واضح طور سے بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرسکو۔

۸۹- لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ-

ایسی قسم جو بغیر کسی ارادے کے ہو، اس پر اللہ کوئی گرفت نہیں کرتا یعنی لغو اور مہمل قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔

کتاب کافی، فقیہ اور عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص زبان سے ''لَا وَاللّٰهِ'' اور ''بَلٰى وَاللّٰهِ'' کہے اور اس نے دل سے اس کا پختہ ارادہ نہ کیا ہو تو وہ قسم مہمل کہلائے گی۔[1]

وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ-

مگر وہ قسمیں جو تم پختہ عہد کے ساتھ قصد اور ارادے کو ملحوظ رکھتے ہوئے کھایا کرتے ہو اللہ اُن قسموں کے بارے میں تم سے ضرور مؤاخذہ کرے گا۔

فَكَفَّارَتُهٗٓ- تو اس قسم کو توڑنے کا کفّارہ۔

یعنی وہ عمل جو تمھارے گناہوں کو مٹا دے اور اسے چھپا دے۔

اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ-

دس مسکینوں کو اس اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو۔

(۱) الکافی، ج ۷ ص ۴۴۳ ح ۱ و من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳ ص ۲۲۸ و تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۳۶ ح ۱۶۳

اَوْ كِسْوَتُهُمْ - یا اُن مسکینوں کو لباس مہیا کرنا ہے۔

کتاب کافی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے ''اوسط'' سے مراد سر کہ اور زیتون ہے اور اس سے بہتر روٹی اور گوشت ہے اور صدقہ ہر مسکین کو ایک مُد گیہوں دینا ہے۔ اور ''کِسوۃ'' دو کپڑے ہیں۔ ۱؎

اور امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ گھر میں ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جو ایک مُد سے زیادہ کھاتے ہیں اور کچھ ایک مُد سے کم کھانے والے ہوتے ہیں ان دونوں کے درمیان میں رکھے اگر تم چاہو تو اُسے ''اُدم'' بنا دو اور اُدم میں سب سے معمولی نمک ہے درمیانی سرکہ اور تیل ہے اور بہتر گوشت ہے۔ ۲؎

امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تم اپنے اہل و عیال کو جو کچھ کھلاتے ہو اس کا اوسط مسکینوں کو دو، سوال کیا کہ اوسط سے کیا مراد ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا سرکہ اور تیل، کھجور اور روٹی انھیں ایک ہی مرتبہ پیٹ بھر کر کھلاؤ۔ لباس کے بارے میں امامؑ سے سوال کیا گیا تو فرمایا ایک لباس۔ اور ایک روایت میں ہے ایسا کپڑا جس سے وہ اپنی شرم گاہ چھپالے۔ ۳؎

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں سابقہ روایت میں جو کپڑے کہے گئے ہیں اگر ایک کپڑا نہ چھپائے تو دو کپڑے دینے چاہئیں۔

اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ -

ایک غلام یا کنیز کو آزاد کرنا۔

چھوٹا بچہ بھی جائز ہے یعنی اسے آزاد کرے جیسا کہ کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے۔ ۴؎

امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جب قرآن کی کسی آیت میں لفظ ''اَوْ'' آئے تو عمل کرنے والا مختار ہے وہ جسے چاہے اختیار کرے۔ ۵؎

تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے اسی قسم کی روایت منقول ہے۔ ۶؎

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ -

جس کے پاس یہ چیزیں ممکن نہ ہوں تو پھر وہ تین دن کے روزے رکھے۔

کتاب کافی میں امام موسیٰ الکاظم علیہ السّلام سے روایت ہے آپ سے قسم کے کفارے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ''لَمْ يَجِدْ'' یعنی اس کے پاس کفّارہ دینے کے لیے کچھ نہیں ہے، تو اس کی حد کیا ہے؟ امام علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ عیال کو کھلانے کے بعد جس کے پاس کچھ باقی نہ بچے تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جو

---

(۱) الکافی، ج ۷ ص ۴۵۲ ح ۵ (۲) الکافی، ج ۷ ص ۴۵۳ ح ۷ (۳) الکافی، ج ۷ ص ۴۵۴ ح ۱۴ و الکافی، ج ۷ ص ۴۵۳ باب کفارۃ الیمین (۴) الکافی، ج ۷ ص ۴۶۲ ۔ ۴۶۳ باب النوادر، ح ۱۵

(۵) الکافی ج ۴ ص ۳۵۸ ح ۲ (۶) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۳۸ ح ۱۷۵

''لَمْ يَجِدْ'' کے زمرے میں آتے ہیں۔ ۱؎

امام صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ہر روزے کو الگ الگ رکھا جا سکتا ہے سوائے قسم کے کفارے والے روزے کے جسے مسلسل تین دن تک رکھنا ہے۔ ۲؎

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ قسم کے کفارے کے روزے مسلسل تین دن رکھے جائیں گے اور ان کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوگا۔ ۳؎

ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۚ۔

یہ تمھاری قسموں کا کفّارہ ہے کہ جب تم قسم کھا کر اُسے توڑ ڈالتے ہو۔

وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۚ۔

تم پر لازم ہے کہ اپنی قسموں کا پاس رکھو۔

اُسے نبھاؤ جہاں تک ممکن ہو اور اسے ہرگز نہ توڑو اور ہر کام کے لیے اسے استعمال نہ کرو یا جب قسم توڑو تو اس کا کفّارہ ادا کردو یا یہ تمام مفہوم مراد ہیں۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ۔

اللہ تعالیٰ اسی طرح شریعت کے احکام کی وضاحت کرتا ہے۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

ہوسکتا ہے کہ تعلیم اور توضیح کی نعمت پا کر تم شکر رب ادا کرنے لگو۔

کتاب کافی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ قسم کی تین قِسمیں ہیں۔ ایسی قسم جس میں کفّارہ نہیں، وہ قسم جس میں کفّارہ ہے، اور قسم غموس جو انسان کو جہنّمی بناتی ہے۔ وہ قسم جس میں کفّارہ نہیں ہوتا وہ یہ کہ کوئی شخص نیک عمل کے لیے اللہ کی قسم کھائے کہ وہ اسے نہیں کرے گا اُس کا کفّارہ یہ ہے کہ وہ اس عمل کو بجالائے، وہ قسم جس میں کفّارہ واجب ہوتا ہے کہ کوئی کسی گناہ کے لیے اللہ کی قسم کھائے کہ وہ یہ کام نہیں کرے گا اور پھر وہ کر گزرے تو اس شخص پر کفّارہ واجب ہوجاتا ہے اور قسم غموس جس کے سبب انسان جہنّمی ہوجاتا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی کسی مسلمان کے حق کے خلاف قسم کھائے کہ وہ اس کے مال کو روک لے گا۔ ۴؎

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کوئی شخص قسم کھالے اور غیر کو اس سے بہتر کرتے ہوئے دیکھے اور وہ شخص بھی یہ عمل بجالائے تو یہ اس کی قسم کا کفّارہ بن جائے گا۔ ۵؎

---

(۱) الکافی، ج ۷ ص ۵۲ ۴ ح ۲ باب کفارۃ الیمین (۲) الکافی، ج ۴ ص ۱۴۰، ح ۱، باب صوم کفّارۃ الیمین

(۳) الکافی، ج ۴ ص ۱۴۰ ح ۲ باب صوم کفارۃ الیمین (۴) الکافی، ج ۷ ص ۴۳۸ ح ۱ باب وجوہ الأیمان

(۵) الکافی، ج ۷ ص ۴۴۳ ح ۲ باب من حلف علی یمین

امام صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اگر تم نے کسی نیک عمل بجالانے کے لیے قسم کھائی ہے اور اُسے پورا نہیں کیا تو تم پر کفّارہ واجب ہے، اور اگر کسی گناہ کے لیے قسم کھائی ہے اور تم سے وہ گناہ سرزد نہیں ہوا تو پھر تم پر کفّارہ نہیں ہے۔ اور اگر ان کے علاوہ کوئی ایسا کام ہو جس میں نہ کوئی نیکی ہو اور نہ ہی معصیت تو اس میں کچھ بھی واجب نہیں ہوتا۔ [۱]

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ نہ قسم ٹوٹتی ہے اور نہ ہی کفّارہ واجب ہوتا ہے اگر کوئی اپنے آپ کو ظلم سے بچانے کے لیے بطور تقیّہ قسم کھالے۔ [۲]

امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت کی گئی ہے کہ بیٹے کی کوئی قسم نہیں ہے اگر والد کے ساتھ ہو اور نہ ہی زوجہ کی قسم ہے اگر شوہر کے ساتھ ہو۔ [۳]

---

(۱) الکافی، ج ۷ ص ۴۴۶ باب الیمین التی تلزم صاحبها الکفّارة

(۲) الخصال، ص ۶۰۷ (۳) الخصال، ص ۶۲۱

يَا يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾

۹۰- اے ایمان والو! بلاشبہ شراب، جوا، بت اور پانسے یہ سب گندے ناپاک اور شیطانی عمل ہیں، ان سے پرہیز کرو تا کہ تمھیں فلاح نصیب ہو۔

۹۱- شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمھارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کردے اور تمھیں یاد خدا اور نماز سے روک دے، پھر کیا تم ان امور سے باز رہو گے؟

۹۰- يَا يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا ....لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ-

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اکرمؐ سے دریافت کیا گیا کہ ''مَیْسِر'' کیا ہے؟ تو آں حضرتؐ نے فرمایا ہر وہ چیز جس کے ذریعے جوا کھیلا جائے (بازی لگائی جائے) حتیٰ کہ نرد (چوسر) کے مُہرے اور جوز (اخروٹ) پھر سوال کیا گیا مَاالْاَنْصَاب؟ انصاب کیا ہے تو آں حضرتؐ نے فرمایا جو قربانی وہ اپنے معبودوں کے لیے کرتے ہیں۔ اس کے بعد سوال ہوا مَاالْاَزْلَام؟ ازلام کیا ہے؟ تو آں حضرتؐ نے فرمایا وہ جوئے کے تیر جن سے یہ تقسیم کرنے کا کام لیتے تھے۔ [۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ انصاب اور ازلام کی تفسیر دوسری حدیث کے ذیل میں سورہ کے آغاز میں بیان ہو چکی ہے۔ [۲]

اس آیت میں خمر و مَیسر کو حرام کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور اس بارے میں احادیث سورۂ بقرہ کی آیت: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ ؕ (۲۱۹ بقرہ ۲) کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہیں۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ جہاں تک خمر کا سوال ہے تو شراب میں ہر نشہ آور جب خمار دینے لگے (یعنی عقل کو ڈھانپ لے) اُسے خمر کہا جاتا ہے اور جس کا کثیر اور قلیل مدہوش کردے تو اس کا قلیل بھی حرام ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حرمت سے پہلے خمر پی لی تو انھیں نشہ آ گیا تو انھوں نے اشعار پڑھنے شروع کر دیے اور مشرکین بدر کے مقتولین کو یاد کر کے رونا شروع کر دیا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا اے اللہ ان کی زبان کو بند کردے تو ان کی زبان

(۱) الکافی، ج ۵ ص ۱۲۲ ح ۲ باب القمار (۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳ ص ۲۱۶۔ ۲۱۸ ح ۱۰۰۷ باب ۹۶

بند ہوگئی یہاں تک کہ ان کا نشہ اتر گیا اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد شراب کی حرمت کے بارے میں آیت نازل فرمائی۔ اس وقت مدینۂ منوّرہ میں انگور کے رس اور کھجور کے پھل اور کھجور سے شراب بنائی جاتی تھی جب خمر کی حرمت کا حکم آیا تو آں حضرتؐ مسجد تشریف لائے اور ان لوگوں سے وہ تمام ظروف منگوائے جن میں شراب بنائی جاتی تھی اور جتنی شراب تھی سب کو بہا دیا اور فرمایا یہ سب خمر ہے اللہ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ اس روز سب سے زیادہ جو چیز بہائی گئی وہ فضیخ یعنی انگور کا مشروب تھا اور میں نہیں جانتا انگور کی شراب صرف ایک برتن سے انڈیل کر بہائی گئی جس میں انگوراور کھجور دونوں کی شراب تھی۔ جہاں تک انگور کے رس کا تعلّق ہے تو اس وقت مدینۂ منوّرہ میں اس میں سے کچھ موجود نہ تھا اللہ نے خمر کو حرام کر دیا خواہ وہ قلیل مقدار میں ہو یا کثیر مقدار میں نیز اس کا بیچنا اس کا خریدنا اور اس سے منفعت حاصل کرنے کو بھی حرام کر دیا گیا۔

اور آں حضرتؐ نے فرمایا جو بھی خمر پیے اسے کوڑے مارو اگر دوبارہ پیے تو کوڑے مارو، اگر تیسری بار پیے تو پھر کوڑے مارو اور چوتھی بار پیے تو اسے قتل کر دو اور فرمایا اللہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شراب پینے والے کو وہ غلاظت پلائے جو زانیہ کی شرم گاہ سے برآمد ہوتی ہے۔ اور آں حضرتؐ نے فرمایا جو بھی شراب پیے گا تو چالیس راتوں تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی پھر اگر اس نے دوبارہ شراب پی لی تو اس دن سے چالیس راتوں تک نماز قبول نہ ہوگی پس اگر وہ بغیر توبہ کیے ہوئے ان چالیس راتوں کے درمیان مرگیا تو اللہ تعالیٰ اُسے روزِ قیامت زانیہ کی شرم گاہ سے نکلنے والا غلیظ اور بدبودار پانی پلائے گا جو جہنّمیوں کا مشروب ہوگا۔ جس مسجد میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف فرما تھے اور سب سے زیادہ مشروب بہایا گیا تھا چوں کہ وہ فضیخ یعنی انگور کا تھا اس لیے اس مسجد کا نام مسجد فضیخ پڑ گیا۔

''مَیْسِر'' سے مراد نرد اور شطرنج ہے اور ہر جوا ''مَیْسِر'' ہے۔ انصاب سے مراد وہ بت ہیں مشرکین جن کی پرستش کیا کرتے تھے۔ ازلام سے مراد وہ تیر ہیں جن کے ذریعے مشرکین زمانہ جاہلیت میں اپنے امور کی تقسیم کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔ ان تمام چیزوں کا بیچنا، خریدنا اور اُن سے فائدہ حاصل کرنا حرام ہے، اسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے وہ رجس (گندگی) ہے جو شیطان کا عمل ہے اور اللہ نے خمر و مَیسِر کو بتوں کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ [1]

کتاب خصال میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ خمر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دس طرح کے افراد پر لعنت بھیجی ہے۔ اس کی کاشت کرنے والا، اس کی حفاظت کرنے والا، اسے نچوڑنے والا، اسے پینے والا، اس کا پلانے والا، اسے لانے والا، جس کی طرف اُسے لے جایا جائے، اس کا بیچنے والا، اس کا خریدنے والا اور اس کی قیمت کو کھانے والا۔ [2]

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱ ص ۱۸۰۔ ۱۸۱ (۲) الخصال، ص ۴۴۴ ح ۴۱ باب ۱۰

۹۱ – اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ............... فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ –

کہا گیا ہے کہ اس آیت میں خمر اور میسر کا خاص طور پر دوبارہ ذکر کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ ان دونوں سے کون سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں تا کہ لوگوں کو متنبہ کیا جائے کہ دراصل ان دونوں کو ہی بیان کرنا مقصود تھا اور ''انصاب'' اور ''ازلام'' کو ان کے ساتھ اس لیے بیان کیا کہ بتایا جائے کہ حرمت اور شرانگیزی میں یہ بھی ان ہی کی طرح ہیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے کہ ''شَارِبُ الْخَمْرِ كَعَابِدِ الْوَثَنِ'' ''شراب کا پینے والا ایسا ہی ہے جیسا بت پرست'' اور عبادتوں میں صرف نماز کا ذکر اس لیے فرمایا تا کہ اس کی عظمت سے آگاہ کیا جائے اور اس بات کو جتلا دیا جائے کہ جو نماز ادا کرتا ہے وہ ایمان پر قائم ہے اس لیے کہ نماز دین کا ستون ہے اور کفر و ایمان کے درمیان فرق صرف نماز ہے آخر میں سوالیہ انداز اختیار کر کے ان مختلف امور پر ابھارنا مقصود ہے جن کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ برائیوں سے روکنا اور ڈرانا اب اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے اور معذرت کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔ [1]

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱ ص ۲۹۱

وَاَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾

۹۲- اور تم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اِن (منع کردہ) چیزوں سے بچو لیکن اگر تم نے بات نہ مانی تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف یہ ذمّے داری تھی کہ وہ صاف صاف احکام کو پہنچا دیں۔

وَاحْذَرُوا ۚ-

ان تمام باتوں سے بچو ہم نے اپنے رسولؐ کے ذریعے جن سے روکا ہے اور خبردار اللہ اور اس کے رسولؐ کی کبھی مخالفت نہ کرنا۔

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ-

پس اگر تم نے رسولؐ کی بات نہ مانی اور اس سے روگردانی اختیار کرلی۔

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ-

تو جان لو! کہ بس ہمارے رسولؐ کی صرف اتنی ہی ذمّے داری ہے کہ وہ صاف صاف اور واضح انداز میں احکام کو پہنچا دیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں وارد ہوا ہے خدا کی قسم تم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں وہ ہلاک نہیں ہوئے اور قیام قائم تک مرنے والے ہلاکت کو نہیں پہنچے مگر صرف اس لیے کہ انھوں نے ہماری ولایت کو ترک کردیا اور ہمارے حقوق کا انکار کردیا۔ اور رسول اکرمؐ دنیا سے اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک اس اُمّت کے گردنوں پر ہمارا حق لازم قرار نہیں دے دیا۔ اور اللہ جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے۔ [1]

(۱) الکافی، ج۱ ص ۴۲۶۔ ۴۲۷ ح ۷۴

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٣﴾ ع

ع ۱۲/۷ ۲

۹۳- جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے انھوں نے پہلے جو کچھ کھایا پیا تھا اس پر ان سے کوئی باز پرس نہ ہوگی بشرطے کہ وہ حرام چیزوں سے بچے رہیں، ایمان پر باقی رہیں اور اعمال صالحہ بجا لاتے رہیں۔ پھر جس چیز سے انھیں منع کیا جائے اس سے باز رہیں اور حکم خداوندی کو مانتے رہیں، پھر خوف خدا رکھیں اور نیک برتاو کرتے رہیں، اور اللہ تو احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

۹۳- لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا-

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے انھوں نے پہلے جن لذیذ چیزوں کو کھایا پیا تھا۔ ان کے ذمّے کسی قسم کا گناہ نہیں ہے۔

اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ-

بشرطے کہ وہ حرام چیزوں سے بچے رہیں اور ایمان پر باقی رہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے رہیں۔

لفظ ''طَعِمُوْا'' کے معنی چکھنا ہے چوں کہ کھانے اور پینے دونوں کا تعلّق چکھنے سے ہے اس لیے یہ لفظ لایا گیا ہے۔

تفسیر اہل بیت میں ہے کہ جو کچھ حلال تھا اس میں سے کھایا اور پیا ہو۔ [۱]

ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ-

پھر جس چیز سے انھیں منع کیا جائے اس سے باز رہیں اور حکم خداوندی کو مانتے رہیں، پھر خوف خدا رکھیں اور نیک برتاو کرتے رہیں۔ اور اللہ تو احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

تفسیر قمّی میں ہے کہ جس وقت خمر (شراب) اور جوئے کی حرمت کا حکم نازل ہوا اور دونوں معاملات میں نہایت سختی کی گئی، تو مہاجرین وانصار میں سے کچھ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے ساتھ جو قتل ہوگئے وہ تو شراب پیا کرتے تھے اور اللہ نے اس کا نام رِجس (گندگی) رکھا ہے اور اسے شیطانی عمل قرار دیا ہے اور آپ نے اس بارے میں بہت کچھ فرمایا ہے کیا مرنے کے بعد ہمارے ساتھیوں کو اس کا نقصان پہنچے گا اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، یہ آیت ان لوگوں کے لیے ہے جو شراب کی حرمت سے پہلے ہی مرگئے یا قتل

(۱) تفسیر مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۲۴۰

کر دیے گئے۔

اور ''جُناح'' کے معنی ہیں گناہ اور یہ گناہ اس کے لیے ہے جو حرام کیے جانے کے بعد شراب پیے۔ ۱؎

اور کہا گیا ہے کہ:

فِيۡمَا طَعِمُوۡۤا۔

یعنی ان لوگوں نے ان چیزوں میں سے کھایا پیا جو ان کے لیے حرام نہیں تھیں بشرطے کہ وہ ان چیزوں سے بچتے رہیں جو ان پر حرام کر دی گئی ہیں۔

وَّاٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔

وہ ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے رہیں۔

ثُمَّ اتَّقَوْا۔ اور پھر ان چیزوں سے بھی بچیں جو بعد میں حرام کی گئیں جیسے خمر۔

وَّاٰمَنُوۡا۔ اور اس کی حرمت کو تسلیم کریں۔

ثُمَّ اتَّقَوْا۔ پھر مسلسل وہ گناہوں سے بچتے رہیں اور اس بات پر قائم رہیں۔

وَّاَحۡسَنُوۡا۔ اور بہترین کام کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیں اور اس میں لگے رہیں۔ ۲؎

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ جب ایمان اور تقویٰ میں سے ہر ایک کے مدارج اور منازل ہیں جیسا کہ معصومینؑ کی روایت میں وارد ہوا ہے تو بعید نہیں ہے کہ آیت میں بار بار ایمان اور تقویٰ کا ذکر ان درجات اور منازل کی جانب اشارہ ہو۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے ایمان کی مختلف حالتیں، درجے، طبقات اور منزلیں ہیں ان میں سے ایک ''تام'' ہے جو تکمیلی مراحل کو طے کر چکا ہے۔ ایک ''ناقص'' ہے جس کا نقصان واضح ہے اور ایک ''راجح'' ہے جس کا فائدہ زیادہ ہے۔ ۳؎

امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ مومنین کے مختلف درجات ہیں کوئی ان میں سے ایک پر، کوئی دو پر، کوئی تین پر، کوئی چار پر، کوئی پانچ پر، کوئی چھ پر اور کوئی سات پر فائز ہے اگر تم چاہو کہ ایک درجہ والا دوسرے درجے کو برداشت کر لے تو وہ برداشت نہیں کر سکتا اور دوسرے درجے والا تیسرے درجے والے کو برداشت کرنے کے قابل نہیں اور حدیث کے آخر میں امامؑ نے فرمایا اور اسی طرح مختلف درجات ہیں۔ ۴؎

مصباح الشریعہ میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تقویٰ کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ ''تقویٰ فی اللہ'' شبہے میں مبتلا ہونے کے خوف سے حلال چیزوں کا ترک کر دینا یہ خاص الخاص

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۸۱۔ ۱۸۲ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱ ص ۲۹۱

(۳) الکافی، ج ۲ ص ۳۴ ح ۱ (۴) الکافی، ج ۲ ص ۴۵ ح ۳

لوگوں کا تقویٰ ہے۔

۲۔ ''تقویٰ مِنَ اللہ'' حرام میں مبتلا ہونے کے خوف سے مشتبہ چیزوں کا ترک کردینا یہ خاص لوگوں کا تقویٰ ہے۔

۳۔ جہنّم اور عذاب کے خوف سے تقویٰ اختیار کرنا یعنی حرام کو ترک کردینا یہ عوام کا تقویٰ ہے۔

اور تقویٰ کی مثال اس پانی کی طرح ہے جو دریا میں جاری ہے اور ان تینوں طبقوں کی مثال ان درختوں کی طرح ہے جو دریا کے دونوں کناروں پر لگائے گئے ہیں ہر رنگ اور ہر جنس سے ان کا تعلّق ہے اور ان میں سے ہر درخت اپنے اپنے جوہر، طبیعت، لطافت اور کثافت کے اعتبار سے اس دریا سے سیراب ہوتا ہے پھر ان درختوں اور ان کے پھلوں سے ان کی قدر و قیمت کے اعتبار سے مخلوقات کی منفعت کا سامان فراہم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِى الْاُكُلِ ۭ (۴ رعد ۱۳) جن میں سے بعض کی بہت سی شاخیں ہوتی ہیں اور بعض کی اتنی نہیں ہوتیں اور سب ہی ایک پانی سے سینچے جاتے ہیں اور ہم بعض میووں کو بعض پر کھانے میں ترجیح دیتے ہیں۔

پس اطاعتوں کے لیے تقویٰ کی مثال ایسی ہے جیسے درختوں کے لیے پانی اور درختوں کی طبیعتوں کی مثال ان کے رنگوں اور ذائقے میں ایسی ہے جیسے ایمان کی مقدار۔ پس جو ایمان کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوگا اور اس کی جوہر روح زیادہ مصفّٰی ہوگی وہ بہت بڑا متّقی ہوگا اور جو زیادہ متّقی ہوگا اس کی عبادت خالص اور پاکیزہ ہوگی اور جو ایسا ہوگا وہ اللہ سے زیادہ قریب ہوگا اور جس کی عبادت کی بنیاد تقویٰ پر نہیں رکھی گئی وہ پھیلے ہوئے غبار کی طرح ہے ارشاد باری ہے: اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ ۭ (۱۰۹ توبہ ۹) (کیا جس شخص نے خدا کے خوف اور رضاے پروردگار پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھی ہو وہ زیادہ اچھا ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گرنے والی کھائی کے کنارے پر رکھی ہو جس میں دراڑ پڑ چکی ہو اور وہ گرا چاہتا ہو پھر وہ اسے لے کر جہنّم کی آگ میں گر جائے۔)۔ [1]

تو اس کی توضیح کے بارے میں ہم یہ کہیں گے کہ ایمان کے ابتدائی درجات تصدیقات ہیں جو اپنے اختلاف مراتب کے اعتبار سے شکوک و شبہات سے آلودہ ہیں اس کے ساتھ شرک کا بھی امکان ہے جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے: وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ (۱۰۶ یوسف ۱۲) (اور ان میں کی اکثریت خدا پر ایمان لاتی ہے تو شرک کے ساتھ) اور اس ایمان کو اسلام سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِىْ قُلُوْبِكُمْ ۭ (۱۴، الحجرات ۴۹) (یہ بدّو عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اے پیغمبر آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو ''ہم اسلام لائے'' اور ابھی

---

(۱) مصباح الشریعہ، ص ۳۸۔ ۳۹

ایمان تمھارے دلوں میں داخل بھی نہیں ہوا۔

اس آیت میں پہلا تقویٰ، تقویٰ عام ہے اور درمیانی تقویٰ تصدیقات ہیں جہاں تک شک وشبہہ کا گزر نہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا (۱۵، الحجرات ۴۹) (صاحبان ایمان صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر کبھی شک نہیں کیا۔) اور اس پر خصوصی ایمان کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ (۲، انفال ۸) (صاحبان ایمان درحقیقت وہ لوگ ہیں جن کے سامنے ذکر خدا کیا جائے تو ان کے دلوں میں خوف خدا پیدا ہو اور آیات الٰہی کی تلاوت کی جائے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو اور ان کا توکّل صرف خدا پر ہو۔)

اور آخری تقویٰ سے پہلے جو تقویٰ ہے وہ تقوائے خاص ہے اور اس کے آخر میں تصدیقات ہیں اس کے ساتھ مشاہدات ہیں، معاینات ہیں اور اللہ کی محبّت کاملہ ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗٓ (۵۴ مائدہ ۵) (اللہ ان سے محبّت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبّت کرتے ہیں) اور کبھی اسے احسان سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث نبوی میں وارد ہوا ہے: اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ۔ (احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو)۔ [۱]

اور دوسرا ایمان وہ ہے جس کا تعلّق یقین کرنے سے ہے جیسا کہ فرمایا وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ (۴ البقرہ ۲) (اور وہ لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں) اور اس سے پہلے جس تقویٰ کا ذکر ہے وہ خاص الخاص تقویٰ ہے اور تقویٰ کو ایمان پر مقدم اس لیے رکھا گیا ہے کہ ایمان تقویٰ سے حاصل ہوتا اور اسی سے تقویت پاتا ہے۔ اس لیے کہ جتنا تقویٰ زیادہ ہوگا اسی اعتبار سے ایمان بڑھتا چلا جائے گا۔ اور یہ اس امر سے منافات نہیں رکھتا کہ اصل ایمان کو تقویٰ سے مقدم رکھا جائے بلکہ تقویٰ کے اضافے کے مطابق ایمان بھی بڑھتا چلا جائے گا اس لیے کہ سابقہ درجات لاحقہ درجات سے مختلف ہیں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اندھیرے میں چراغ لے کر چل رہا ہے جب بھی راستہ روشن ہوجاتا ہے تو یہ چلنے لگتا ہے تو اس کا چلنا راستے کے دوسرے حصّے کے روشن ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔

ایسی ہی روایت کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے وارد ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کے پاس قُدامہ بن مظعون کو لایا گیا جنھوں نے شراب پی تھی اور اس کے ثبوت بھی مہیا ہوگئے تھے تو حضرت عمرؓ نے امیرالمومنینؑ سے اس بارے میں استفسار کیا تو آپ نے اسّی (۸۰) کوڑے مارنے کا حکم دیا قدامہ نے کہا اے امیرالمومنینؑ مجھ پر حد جاری نہیں ہوسکتی اس لیے کہ میں اس آیت کا مصداق ہوں: لَیْسَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا

---

(۱) صحیح بخاری، ج ۶ ص ۲۰ تفسیر سورۃ لقمان باب ۲

الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیۡمَا طَعِمُوۡۤا (جولوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے انھوں نے پہلے جو کچھ کھایا پیا تھا ان سے اس کے بارے میں کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔تو علی علیہ السّلام نے فرمایا تم اس آیت کے اہل نہیں ہو اس لیے کہ آیت میں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا کھانا ان کے لیے حلال تھا وہ لوگ صرف وہی چیز کھاتے اور پیتے تھے جو اللہ نے ان کے لیے حلال کی تھی اس کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا کہ شرابی جب شراب پی لیتا ہے تو اسے یہ پتا نہیں چلتا کہ وہ کیا کھا رہا ہے اور کیا پی رہا ہے لہٰذا قدامہ کو اسّی (۸۰) کوڑے مارو۔ [۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ حضرت علی علیہ السّلام کے قول: اِلَّا مَآاَحَلَّہٗ اللّٰہُ لَھُمۡ (اللہ نے ان کے لیے جو کچھ حلال قرار دیا تھا) میں ایک طرح کی تنبیہ ہے کہ وہ لوگ ان چیزوں سے بھی اجتناب کرتے تھے جن کے بارے میں شبہہ ہو بلکہ ہر اس چیز سے احتراز کرتے تھے جو مشاہدۂ خداوندی میں رکاوٹ بنتی ہیں۔

''جُنَاحٌ'' کا لفظ آیت میں نکرہ لایا گیا ہے جو نفی کی ذیل میں آیا ہے جو اس کے ادنیٰ مرتبے کو عموم بخشا ہے جیسے عتاب کا مستحق ہونا، اور اس میں یہ راز پنہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ تم ان سب کا رُخ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جانب موڑ دو اس بارے میں غور کرو۔ ہم نے جو تحقیق کی ہے اگر وہ درست ہے جیسا کہ اس آیت کے نزول کا سبب تفسیر قمّی نے ذکر کیا ہے اور مفسرین کا ایک گروہ بھی اس سے اتفاق کرتا ہے تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ شراب کی حرمت سے پہلے جو لوگ شراب پیا کرتے تھے اگر وہ ایمان، تقویٰ اور عمل صالح کے اس مرتبے کو حاصل کر چکے ہیں تو اس کے پینے کا گناہ ان کے ذمّے نہ ہوگا۔ [۲]

---

(۱) الکافی، ج ۷، ص ۲۱۵ ح ۱۰ (۲) تفسیر قمّی، ج ۱ ص ۱۸۲

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾

۹۴- اے ایمان لانے والو! اللہ تمھیں اس شکار کے ذریعے سخت امتحان میں مبتلا کرے گا جو تمھارے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں ہوگا۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ کون غائبانہ طور سے اللہ سے ڈرتا ہے۔ اس کے بعد جو بھی زیادتی کرے گا تو اس کے لیے دردناک عذاب موجود ہے۔

تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ۔

جو تمھارے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں ہوگا جب کہ تم حالت احرام میں ہوگے۔

اللہ تعالیٰ جان دینے اور مال خرچ کرنے کے امتحان کے موقع پر لفظ ''بِشَيْءٍ'' لاکر اس شے کی تحقیر سے متنبّہ کررہا ہے۔

تفسیر قمّی میں ہے کہ یہ آیت غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی اللہ نے ان کے لیے شکار کو جمع کردیا تو انھوں نے اپنے رحال (چمڑے کے تھیلے) میں انھیں داخل کرلیا۔ ۱؎

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے ہر جگہ سے شکار جمع ہوگئے اور ان کے قریب آگئے تاکہ اللہ ان شکاروں کے ذریعے ان لوگوں کا امتحان لے۔ ۲؎

اور امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ کے لیے عمرۂ حدیبیہ کے موقع پر جنگلی جانوروں کو اکٹھا کردیا گیا تھا جن تک ان کے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکتے تھے۔ ۳؎

اور ایک روایت میں ہے کہ ہاتھ جن تک رسائی حاصل کررہے تھے وہ انڈے دینے والی مرغیاں اور چوزے تھے اور جن تک ہاتھ نہیں پہنچ رہے تھے وہ نیزوں کی زد میں تھے۔ ۴؎

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جن تک ہاتھ پہنچ سکتے تھے وہ پرندوں کے چوزے تھے چھوٹے جانور اور انڈے دینے والی مرغیاں تھیں، اور جن تک نیزے کی پہنچ تھی وہ بڑے شکاری جانور تھے۔ ۵؎

---

(۱) تفسیر قمّی، ج ۱ ص ۱۸۲ (۲) الکافی، ج ۴ ص ۳۹۶ ح ۲ (۳) الکافی، ج ۴ ص ۳۹۶ ح ۱

(۴) الکافی، ج ۴ ص ۳۹۷ ح ۴ باب النوادر (۵) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۲۴۴

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ -

یہ دیکھنے کے لیے کہ کون اللہ سے غائبانہ طور سے ڈرتا ہے۔

تا کہ جو آخرت سے نہیں ڈرتا اور شکار کے لیے بڑھ جاتا ہے اس سے ممیّز کیا جا سکے اس شخص کو جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے اور شکار نہیں کرتا جب کہ آخرت نگاہوں سے اوجھل ہے اور اس کا انتظار کیا جا رہا ہے۔

فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ -

پس جو شخص اس کے بعد بھی حد سے تجاوز کرے گا اس کے لیے دردناک عذاب مہیا کیا گیا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

۹۵- اے ایمان لانے والو! جب تم حالتِ احرام میں ہو تو شکار نہ مارنا اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہے اسی کا ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے دینا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل افراد کریں گے اور یہ نذرانہ کعبے تک پہنچایا جائے گا۔ یا اس گناہ کے کفّارے میں چند مسکینوں کو کھانا کھلائے گا یا اس کے برابر روزے رکھنے ہوں گے تاکہ وہ اپنے کیے کا مزا چکھ لے پہلے جو کچھ ہو چکا اللہ نے اسے معاف کر دیا اب جو دوبارہ یہ حرکت کرے گا تو اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ سب پر غالب ہے، اور بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے۔

۹۵- يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ -

''حُرُم'' یعنی احرام پہنے ہوئے۔

کتاب تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام روایت ہے کہ جب تم احرام پہن لو تو تمام چوپایوں کو قتل کرنے سے باز رہو سوائے سانپ، بچھو اور چوہیا کے کیوں کہ وہ مشکیزے کو کاٹ ڈالتی ہے اور گھر میں آگ لگ جانے کا سبب بنتی ہے۔ جہاں تک بچھو کا تعلّق ہے اللہ کے نبی نے پتھر کی جانب ہاتھ بڑھایا تو بچھو نے انھیں کاٹ لیا انھوں نے کہا: لعنك الله ولا تدعين برًّا ولا فاجرًا۔ (تم پر اللہ کی لعنت ہو تم نہ نیکوکاروں کو چھوڑتے ہو نہ بدکاروں کو) اور سانپ جس وقت تمھاری جانب بڑھے تو اسے مار ڈالو اور اگر تمھاری طرف نہ بڑھے تو اسے چھوڑ دو اور کٹ کھنا کتّا اور درندہ اگر تمھاری طرف آئے تو انھیں مار ڈالو اور اگر تمھارا قصد نہ کرے تو اسے کچھ نہ کہنا اور اژدہا دھوکا دیتا ہے لہٰذا اسے ہر حال میں مار ڈالو اور کوّے کو اپنے تیر کا نشانہ بناؤ اور اگر تم ناقے کی پشت پر ہو تو پھر بھی چیل کو تیروں کا نشانہ بنا لو۔ [1]

اور کتاب کافی میں اسی مفہوم کی روایت موجود ہے۔ [2]

(۱) تہذیب الاحکام، ج ۵ ص ۳۶۵-۳۶۶ (۲) الکافی، ج ۴ ص ۳۶۳ ح ۲

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مُحرِم (جس نے احرام پہن رکھا ہو) کو اجازت ہے کہ وہ بھڑ، گدھ، بے وفا سانپ اور بھیڑیے کو مارسکتا ہے، اور جس جانور سے بھی اسے زیادتی کا خوف ہو اسے مار سکتا ہے اور فرمایا کہ کٹ کھنا کتا بھی اور اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ ۱؎

اور امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ مُحرِم درندوں اور سانپوں میں سے جس سے اپنے بارے میں خوف زدہ ہو اسے مار دے لیکن اگر وہ تمھارا رُخ نہ کریں تو تم بھی ان کا رُخ نہ کرو۔ ۲؎

وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ۔

اورتم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کرگزرے تو جو جانور اس نے مارا ہے اسی کے ہم پلّہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے دینا ہوگا۔

کتاب تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ ہرن کے بدلے میں دنبہ اور وحشی گدھے کی جگہ گائے، اور شتر مرغ کے بدلے میں بکری یا اونٹ اور دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ گائے کے بدلے میں گائے دینی ہوگی۔ ۳؎

اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے اسی سے ملتی جلتی روایت موجود ہے۔ ۴؎

يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔

جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل افراد کریں گے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ''ذَوَا عَدلٍ'' درحقیقت ''ذُو عَدْلٍ'' یعنی ایک عادل فرد۔ ۵؎

کتاب کافی میں دونوں اماموں سے مروی ہے اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ''عدل'' سے مراد رسول اللہ اور ان کے بعد آنے والے ائمہ ہیں۔ اور عیاشی نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ فرد واحد سے مراد امام ہے۔ ۶؎

کتاب تہذیب میں امام باقرؑ علیہ السّلام سے روایت نقل کی گئی ہے کہ عدل سے مراد رسولؐ اللہ اور ان کے بعد آنے والے ائمہ ہیں جو اس کا فیصلہ کریں گے اور وہی ''ذوعدل'' ہے۔ جب تم کو پتا چل جائے کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور امام نے کیا فیصلہ کیا ہے تمھارے لیے بس وہی کافی ہے اس بارے میں

---

(۱) الکافی، ج ۴ ص ۳۶۳۔ ۳۶۴ ح ۴ (۲) الکافی، ج ۴ ص ۳۶۳ ح ۱
(۳) تہذیب الاحکام، ج ۵ ص ۳۴۱ ح ۱۱۸۰ و تہذیب الاحکام، ج ۵ ص ۳۴۱ ح ۱۱۸۰
(۴) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۴۳ ح ۱۹۵ (۵) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۲۴۲
(۶) الکافی، ج ۴ ص ۳۹۶۔ ۳۹۷ و تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۴۳ ح ۱۹۷ و تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۴۴ ح ۱۹۸

کسی اور سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ [۱]

هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ-

اور اس نذرانہ (قربانی) کو کعبے تک پہنچایا جائے گا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جس شخص پر حالت احرام میں کوئی قربانی واجب ہوجائے تو جہاں چاہے اسے ذبح کردے سوائے شکار کے فدیے کے اسے خانۂ کعبہ تک لانا ہوگا اس لیے کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے: ''هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ'' [۲]

اور امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جس شخص پر حالت احرام مین شکار کے فدیے کی قربانی واجب ہوجائے تو وہ اگر حج کررہا ہے تو جو قربانی اس پر واجب ہوگئی ہے اسے منیٰ میں ذبح کرے گا اور اگر عمرہ کررہا ہے تو پھر مکّۂ مکرّمہ میں خانۂ کعبہ کے سامنے اُسے ذبح کرے گا۔ [۳]

امام محمد باقر علیہ السّلام سے ایسی ہی روایت وارد ہوئی ہے اور اضافہ یہ ہے کہ اگر چاہے تو فدیے کو واپسی تک ترک کردے اس کے بعد اس جانور کو خرید لے یہ اس کے لیے کافی ہوگا۔ [۴]

اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ-

یا اس گناہ کے کفّارے میں چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔

اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا-

یا اس کے برابر روزے رکھنے ہوں گے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ اگر مُحرِم (جس نے احرام پہن رکھا ہو) نے شُترمرغ یا وحشی گدھے کا حالتِ احرام میں شکار کیا ہو تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اس پر گائے یا اونٹ کی قربانی واجب ہوجاتی ہے۔ پس اگر وہ قربانی پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور وہ صدقہ دینے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو پھر اس پر لازم ہے کہ اٹھارہ دن روزے رکھے۔ اور صدقہ ہر مسکین کو ایک ''مُد'' دینا ہوگا۔ سوال کیا گیا اور حالتِ احرام میں اگر گائے کا شکار کیا ہے؟ تو فرمایا گائے کے بدلے میں گائے کی قربانی دینی ہوگی اور فرمایا اگر گائے دینے پر قادر نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا اور اگر صدقہ دینے کی استطاعت نہ ہو تو پھر ۹ نو دن روزے رکھے گا۔ کہا گیا اگر ہرنی کا شکار ہو؟ تو اس کے بدلے میں بکری دے گا۔ کہا گیا کہ اگر اس پر قادر نہ ہو؟ تو اسے دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔ اور اگر صدقہ دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو پھر تین دن روزے رکھے گا۔ [۵]

---

(۱) تہذیب الاحکام، ج ۶ ص ۳۱۴ ح ۸۶۷ (۲) الکافی، ج ۴ ص ۳۸۴ ح ۲
(۳) الکافی، ج ۴ ص ۳۸۴ ح ۳ (۴) الکافی، ج ۴ ص ۳۸۴ ح ۴ (۵) الکافی، ج ۴ ص ۳۸۵ ح ۱

کتاب فقیہ اور تفسیر قمی میں امام سجاد علیہ السّلام سے حدیث زُہری میں مروی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا اے زھری کیا تمھیں معلوم ہے کہ صدقہ مساکین کے برابر روزے کس طرح رکھے جائیں گے؟ زہری نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ حالتِ احرام میں جس چیز کا شکار کیا ہے اس کی قیمت کا تعین کیا جائے گا پھر اس قیمت کا گیہوں لے کر اسے الگ کرلیا جائے گا پھر اس گیہوں کو صاع سے ناپا جائے گا اور ہر نصف صاع کے بدلے میں ایک روزہ رکھے گا۔ [1]

لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ–

تاکہ وہ اپنے کیے کا مزا چکھ لے۔

یعنی اس نے احرام کی حرمت کو جو پامال کیا ہے صدقہ دے کر یا اس کے برابر روزہ رکھ کر وہ اپنے عمل کا مزا چکھ لے اور اپنے برے کام سے آگاہ ہوجائے۔

عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ–

پہلی مرتبہ جو کچھ ہوچکا ہے اللہ نے اسے معاف کردیا۔

وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ –

اب جو دوبارہ حرکت کرے گا تو اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ سب پر غالب ہے اور بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو مجرم تھا اور اس نے شکار کیا تھا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اسے کفّارہ ادا کرنا ہوگا۔ تو سوال کیا گیا اگر اس نے دوبارہ ایسا کیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اب اس پر کفّارہ نہیں ہے اور اس کا شمار ان لوگوں میں سے ہوگا جس کے بارے میں ارشاد رب العزت ہے: وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ اور اس مفہوم کی دوسری روایات بھی موجود ہیں۔ [2]

کتاب تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر مُحرِم (احرام پہنے والا) نے غلطی سے شکار کرلیا ہو تو اس پر کفّارہ ہوگا اور اگر دوبارہ بھی غلطی سے ایسا ہوگیا تو اس پر کفّارہ ہوگا پس اگر وہ غلطی سے شکار کرتا رہا تو ہمیشہ اس کے لیے کفّارہ ہوگا۔ اور اگر اس نے ایسا عمداً کیا ہو تو پہلی بار اس پر کفّارہ ہوگا اور دوسری بار عمداً ایسا کیا ہو تو اس کا شمار ان لوگوں میں سے ہوگا جن سے اللہ انتقام لے گا اور اس پر دوسری مرتبہ کفّارہ نہیں ہوگا۔ [3]

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۲ ص ۷۴۲ ح ۲۰۸ و تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۸۶

(۲) الکافی، ج ۴ ص ۳۹۴ ح ۲ و الکافی، ص ۲۹۴ ح ۳

(۳) تہذیب الاحکام، ج ۵ ص ۷۲ ۳۔ ۳۷۳ ح ۱۲۹۸

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۹۶﴾

۹۶-تمھارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کردیا گیا ہے اسے تم خود کھاؤ اور قافلے والوں کے لیے زادراہ بناؤ۔ البتہ خشکی کا شکار تمھارے لیے حرام کردیا گیا ہے جب تک تم احرام کی حالت میں رہو۔ اللہ کی نافرمانی سے بچو جس کے حضور میں تم سب کو پیش کیا جائے گا۔

۹۶-أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ ۚ-

سمندر کی مچھلیاں پکڑ کر تم خود بھی کھاؤ اور اسے صاف کر کے قافلے والوں کے لیے بھی زادراہ کے طور پر رکھ لو۔

وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ-

اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ مُحرم (احرام پہننے والا) مچھلی کا شکار کرے۔ مالحہ (مچھلی کا نام) مچھلی اور تروتازہ مچھلی خود کھائے اور زادراہ بنائے۔ اور فرمایا: أُحِلَّ لَكُمْ۔ تمھارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کردیا گیا ہے اُسے تم خود کھاؤ اور قافلے والوں کے لیے زادراہ بناؤ۔

اور فرمایا کہ مالحہ وہ مچھلی ہے جسے وہ لوگ کھایا کرتے تھے۔ اور اس آیت کے ذریعے دونوں طرح کے پرندوں کو جدا کردیا وہ پرندہ جو جھاڑیوں میں رہتا ہے اور خشکی میں انڈے دیتا ہے اور خشکی میں ہی اس کے بچے نکلتے ہیں تو وہ خشکی کا شکار ہے لیکن وہ پرندہ خشکی کا شکار نہیں ہوگا جو خشکی میں رہتا ہو لیکن سمندر میں انڈے دے اور سمندر میں ہی اس کے بچے نکلیں تو وہ سمندر کا شکار کہلائے گا۔[۱]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ہر وہ چیز جس کا اصلی تعلّق سمندر سے ہو لیکن وہ خشکی اور سمندر دونوں میں رہتی ہو تو مُحرم کے لیے اس کا مارنا مناسب نہیں ہے۔ اگر اسے مار ڈالا تو اس کا بدلہ دینا ہوگا جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے۔[۲]

اور دونوں اماموں (محمد باقرؑ اور جعفر صادقؑ) میں کسی ایک سے مروی ہے کہ مُحرم کے لیے پانی کے پرندے کا کھانا جائز نہیں ہے۔[۳]

وَ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ-

ان احکام کے سلسلے میں اللہ کی نافرمانی سے بچو جس کے حضور تم سب کو پیش کیا جائے گا۔

---

(۱) الکافی، ج ۴ ص ۲۹۲۔ ۲۹۳ ح ۱ (۲) الکافی، ج ۴ ص ۳۹۳ ح ۲ (۳) الکافی، ج ۴ ص ۳۹۴ ح ۹

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾

۹۷- اللہ نے محترم گھر کعبے کو لوگوں کی اجتماعی زندگی کے لیے قیام کا ذریعہ بنایا اور محترم مہینے، قربانی کے جانوروں اور قلائد (گردن میں ڈالے گئے پٹے) کو بھی اس کام میں معاون بنایا تاکہ تمھیں پتا چل جائے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے اللہ سب سے باخبر ہے اور بے شک اللہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے۔

۹۷- جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ-

اللہ نے کعبے کو جو محترم گھر ہے انسانوں کی معاش اور تجارت کا ذریعہ قرار دیا ہے اسی کے ذریعے ان کے دینی اور دنیوی امور کو استحکام بخشتا ہے، اسی کعبے میں آکر خوف زدہ پناہ لیتا ہے، اور کم زور محفوظ رہتا ہے، اور اطراف و جوانب سے آنے والے تاجروں کو اسی کے نزدیک آکر منفعت حاصل ہوتی ہے اور گناہ گاروں کو اس کی جانب آنے سے مغفرت ملتی ہے اور اس کا حج کرنے والوں کو ثواب کے ذریعے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو بھی اس گھر (خانۂ کعبہ) کی جانب آئے گا اور اسے دنیا و آخرت کی کوئی شے مطلوب ہو تو وہ ضرور اسے حاصل کرلے گا۔ [۱]

تفسیر قمّی میں ہے کہ جب تک خانۂ کعبہ موجود ہے اور لوگ اس کا حج کر رہے ہیں ہلاکت سے محفوظ رہیں گے پس اگر اسے منہدم کر دیا جائے اور لوگ حج کو ترک کر دیں تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ [۲]

وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ-

شہر حرام سے مراد وہ محترم مہینے ہیں جن میں قتال او رلڑائی حرام ہے یعنی ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔

وَالْهَدْيَ-

وہ قربانی جسے کعبے تک بطور ہدیہ لایا جائے یا پیش کیا جائے گا۔

وَالْقَلَآئِدَ ؕ-

جن جانوروں کے گلے میں پٹّا ڈال دیا جائے۔

تاکہ پتا چل جائے کہ انھیں خانۂ کعبہ کے لیے وقف کر دیا گیا ہے اور کوئی ان سے تعرّض نہ کرے۔

(۱) مجمع البیان، ج ۳-۴ ص ۲۴۷ (۲) تفسیر قمّی، ج ۱ ص ۱۸۷-۱۸۸

(اس کی تفسیر سورۂ مائدہ کی آیت ۲ میں گزر چکی ہے۔)

ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ-

یعنی جب تم اس حکمت سے باخبر ہوگئے کہ اللہ نے کعبے کو لوگوں کی اجتماعی زندگی کے قیام کا ذریعہ قرار دیا ہے اور تمھیں یہ بھی پتا چل گیا کہ حج اور اس کے مناسک میں کیا کیا حکمتیں پنہاں ہیں تو پھر تم نے جان لیا کہ اللہ جملہ اشیاء کا علم رکھتا ہے۔

وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ-

اور بے شک اللہ ہر شے کو اچھی طرح جانتا ہے۔

پہلے مخصوص طور سے بیان کیا گیا تھا اس کے بعد عمومی انداز میں بیان کیا گیا پہلے مطلق طور سے واضح کیا گیا اس کے بعد تاکیدی انداز اختیار کیا گیا۔

اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾
مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾
قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

۹۸- آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ سزا دینے میں سخت ہے اور یہ کہ وہ درگزر کرنے والا اور بے حد مہربان بھی ہے۔
۹۹- رسولؐ پر تو صرف پیغام رسانی کی ذمّے داری ہے، اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جسے تم چھپاتے ہو۔
۱۰۰- اے پیغمبرؐ آپ ان سے فرما دیجیے کہ ناپاک اور پاک بہرحال یکساں نہیں ہیں خواہ ناپاک کی کثرت تمھیں کتنی ہی بھلی معلوم ہو۔ پس اے صاحبانِ عقل تم اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو تا کہ فلاح پا سکو۔

۹۸- اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ-

اس آیت میں وعدہ اور وعید (خوف دلانا، ڈرانا) دونوں ہیں اس کے لیے وعید ہے جس نے کعبے کی حرمت کو پامال کیا ہے اور جس نے اس کی حفاظت اور پاس داری کی ہے اس کے لیے وعدہ ہے۔

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام اپنے آباو اجداد سے روایت کرتے ہیں اور وہ رسولؐ اللہ سے اور رسول اکرمؐ جبرئیل امینؑ سے انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَنْ اَذْنَبَ ذَنْبًا صَغِيْرًا كَانَ اَوْكَبِيْرًا وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّ لِيْ اَنْ اُعَذِّبَهٗ وَاَنْ اَعْفُوَ عَنْهُ عَفَوْتُ عَنْهُ (جو شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرے خواہ وہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور وہ جانتا ہو کہ یہ مجھ پر موقوف ہے کہ اسے عذاب میں مبتلا کروں یا معاف کردوں تو ایسے شخص کو میں معاف کردوں گا۔)۔[۱]

۹۹- مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ-

رسولؐ کے فرائض میں بس یہ ہے کہ انھیں جس بات کا حکم دیا گیا ہے اُسے اچھی طرح لوگوں تک پہنچا دیں ان کے گوش گزار کردیں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ-

اور اللہ جانتا ہے تکذیب و تصدیق اور عمل و ارادے کے بارے میں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔

(۱) التوحید، ص ۴۱۰، ح ۱۰، باب ۶۳

۱۰۰ – قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَ الطَّیِّبُ –

ناپاک اور پاک ہرگز یکساں نہیں ہوسکتے خواہ وہ انسان ہو یا عمل ہو یا مال ہو یا اس کے علاوہ کچھ اور ہو۔

وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِیْثِ ۚ –

خواہ خبیث (ناپاک) کی کثرت تمہیں کتنی ہی بھلی معلوم ہو۔

اس لیے کہ انسان کسی شے کی خوبی یا خرابی سے متاثر یا حیران ہوتا ہے تو اس کا انحصار کثرت اور قلت پر نہیں ہوا کرتا۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ –

پس اے صاحبان عقل اگر خبیث اکثریت میں ہیں تو ان کی جانب توجہ مبذول کرنے اور ان کو اہمیت دینے میں تم اللہ کی نافرمانی سے بچو اور ان پر تم طیّب (پاک) کو ترجیح دو خواہ وہ اقلیت ہی میں کیوں نہ ہوں۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ –

ہوسکتا ہے اس عمل کے انجام دینے کی وجہ سے تم فلاح پا جاؤ، کامیاب و کامران ہو جاؤ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا
عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٠١﴾
قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ﴿١٠٢﴾

۱۰۱- اے ایمان لانے والو! تم ایسی باتوں کے بارے میں سوال نہ کیا کرو کہ جو تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمھیں ناگوار ہوں۔ لیکن اگر تم ان کے بارے میں اس وقت پوچھو گے جب قرآن نازل ہو رہا ہو تو وہ تم پر واضح کردی جائیں گی۔ اب تک جو تم نے کیا اللہ نے اسے معاف کردیا وہ درگزر کرنے والا اور بردبار ہے۔
۱۰۲- تم سے پہلے بھی ایک قوم نے اسی قسم کے سوالات کیے تھے پھر وہ لوگ ان ہی باتوں کی وجہ سے کافر ہوگئے۔

۱۰۱- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ-

کتاب کافی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تم ایسی باتوں کے بارے میں سوال نہ کرو جو تم پر ظاہر نہیں ہوئیں اس لیے کہ اگر وہ ظاہر کردی جائیں تو تمھیں ناگوار ہوگا۔ ۱

تفسیر مجمع البیان میں امیرالمومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم پر حج کو فرض قرار دیا ہے تو عکاشہ بن محصن .... اور روایت میں ہے کہ سُراقہ بن مالک .... نے سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ تو آں حضرتؐ نے اس سے اعراض کیا اس نے اپنے سوال کو دوسری اور تیسری مرتبہ دہرایا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تجھ پر وائے ہو اگر میں اس کے جواب میں ہاں کہتا ہوں تو اس سے محفوظ نہ رہو گے، خدا کی قسم اگر میں ہاں کہہ دوں تو یہ واجب ہوجائے گا اور اگر واجب ہوجائے گا تو تم کو اس کی استطاعت نہ ہوگی اور اگر واجب ہونے کے بعد اسے ترک کردو گے تو کافر ہوجاؤ گے، جو کچھ میں نے بیان نہیں کیا ہے تم اس بارے میں مجھ سے سوال نہ کرو۔ اس لیے کہ تم سے پہلے والے لوگ سوالوں کی کثرت اور انبیاء سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے پس جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو استطاعت کے مطابق اسے بجالاؤ اور اگر میں کسی چیز سے تمھیں منع کروں تو اس سے اجتناب کرو۔ ۲

عَفَا اللَّهُ عَنْهَا-

یہ الگ جملہ ہے یعنی تم نے اس سے قبل جتنے سوالات کیے ہیں اللہ نے انھیں معاف کردیا اب تم آئندہ اس

(۱) الکافی، ج ۸ ص ۲۰۵ ح ۲۴۸ (۲) مجمع البیان، ج ۳۔۴ ص ۲۵۰

قسم کے سوالات نہ کرنا۔ اور ایک قول کے مطابق یہ پہلے جملے کی صفت ہے یعنی تم ان چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جن کو اللہ نے معاف کردیا ہے، تمھیں ان کا مکلّف نہیں بنایا اور ان باتوں کا ذکر نہیں فرمایا۔

اور اس کی تائید امیرالمومنین علیہ السّلام کے قول سے ہوتی ہے "اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم پر کچھ چیزوں کو واجب قرار دیا ہے انھیں برباد نہ ہونے دینا، اور تمھارے لیے کچھ حدّیں مقرّر فرما دی ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا اور تم کو کچھ باتوں سے منع کیا ہے ان کی خلاف ورزی نہ کرنا اور کچھ چیزوں کے بارے میں سکوت اختیار فرمایا ہے زبردستی انھیں جاننے کی کوشش نہ کرنا کیوں کہ اللہ بھولتا نہیں ہے۔ [1]

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ-

اور اللہ درگزر کرنے والا اور بردبار ہے۔

تم سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کے بارے میں تمھیں جلدی سزا نہیں دے گا اور تمھاری بیشتر باتوں کو معاف فرمادے گا۔

۱۰۲-قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ-

تم سے پہلے بھی ایک گروہ نے اسی قسم کے سوالات کیے تھے پھر وہ لوگ حکم نہ ماننے اور انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہوگئے۔

---

(۱) نہج البلاغہ، حکمت ۱۰۵

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْــًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

۱۰۳- اللہ نے نہ کوئی بحیرہ قرار دیا ہے نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ حام مگر یہ کافر اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

۱۰۴- اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس پیغام کی طرف آؤ جسے اللہ نے نازل کیا ہے اور پیغمبر کی طرف آؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے تو وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، خواہ ان کے آباواجداد کچھ نہ جانتے ہوں اور نہ ہی ہدایت یافتہ ہوں۔

۱۰۳- مَا جَعَلَ اللّٰهُ-

اللہ نے اس بات کا آغاز نہیں کیا، اور نہ ہی اسے شریعت کا قانون قرار دیا۔

مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ-

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب کسی ناقے کے ایک ساتھ دو بچے ہوتے تھے زمانہ جاہلیت کے لوگ کہتے تھے "وَصَلَتْ" اور وہ اُسے ذبح کرنے اور اس کا گوشت کھانے کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور جب اس ناقے کے دس بچے ہوجاتے تھے تو وہ اسے "سائبہ" قرار دیتے تھے اور اس پر سوار ہونے اور اس کا گوشت کھانے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ "حام" سے مراد سانڈ ہے وہ اسے بھی جائز نہیں سمجھتے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی اور ان میں سے کسی چیز کو حرام قرار نہیں دیا۔

فرمایا روایت کی گئی ہے کہ "بحیرہ" وہ ناقہ ہے جو پانچ بار بچّوں کو جنم دے اب اگر پانچواں "نر" ہوتا تو وہ اسے ذبح کرتے اور مرد وزن اس کا گوشت کھاتے اور اگر پانچواں بچّہ "مادہ" ہوتا تو وہ اس ناقے کے کان چھیدتے اور اس کا گوشت اور دودھ عورتوں کے لیے حرام ہوجاتا اگر وہ مرجاتا تو عورتوں کے لیے وہ حلال ہوجاتا۔ "سائبہ" سے مراد وہ اونٹ ہے جسے کسی کے لیے نذر کرکے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ بیماری سے محفوظ رکھے گا یا وہ اپنی منزل پر سلامتی کے ساتھ پہنچ جائے گا تو وہ ایسا کرے گا۔ "وصیلہ" کا تعلق بھیڑ بکریوں سے ہے اگر بکری سات مرتبہ بچّہ جنے تو اگر ساتواں "نر" ہوتو اسے ذبح کیا جاتا اور مرد وزن اس میں سے کھاتے اور اگر وہ "مادہ" ہوتا تو اسے بھیڑ بکریوں میں چھوڑ دیا جاتا اور وہ کہتے یہ اپنے بھائیوں سے جاملا اسے ذبح نہ کرو اور اس کا گوشت عورتوں

کے لیے جائز نہ ہوتا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی مرجائے تو پھر عورتوں اور مردوں کے لیے اس کا کھانا جائز قرار پاتا۔ "حام" سانڈ کو کہتے ہیں جب بیٹا اپنے بیٹے پر سوار ہوجائے۔ تو وہ کہتے ہیں اس کی پیٹھ محفوظ ہوگئی۔

اور روایت کی گئی ہے کہ "حام" وہ اونٹنی جو دس بچّوں کو جنم دے تو اس کے لیے کہتے ہیں اس کی پیٹھ محفوظ ہوگئی ہے نہ تو اس پر سواری کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اسے چراہ گاہ اور پانی سے روکا جاسکتا ہے۔ [1]

وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ –

لیکن جو لوگ کافر ہوگئے ہیں وہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں کہ اللہ نے ان جانوروں کو حرام کردیا ہے اور اس کی نسبت اللہ کی طرف دیتے ہیں۔

وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ –

لیکن ان میں اکثریت یہ نہیں سمجھتی کہ یہ تہمت اور بہتان ہے۔

یعنی وہ پیروکار جو اُن کے حرام ہونے کے بارے میں اپنے اُن سرداروں کی تقلید کرتے ہیں جن کو اِمارت کی محبّت نے اس اعتراف سے روک دیا ہے کہ ان جانوروں کا کھانا حرام نہیں ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم سے مروی ہے کہ عمر بن لُحی بن قمعہ بن خندف مکّے کا حاکم بن گیا اور وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے دین کو بدل ڈالا، اس نے بت بنائے اور بت پرستی کو رواج دیا۔ اونٹوں کے کان چھیدے، سائبہ کو آزاد کیا، وصیلہ کو ملایا اور حام کی حفاظت کی۔ آں حضرتؐ نے فرمایا میں نے عمر بن لُحی کو دیکھا کہ وہ جہنّم میں ہے اور جہنّمیوں کو اس کی سانس سے اذیت پہنچ رہی ہے اور روایت کی گئی کہ وہ اپنی ناک کے بانسے کو جہنّم میں گھسیٹ رہا ہے۔ [2]

۱۰۴ – وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ .... قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا –

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پیغام کی طرف آؤ جسے اللہ نے نازل کیا ہے اور پیغمبر کی طرف آؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے وہ طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔

اس بات کی وضاحت کی جارہی ہے کہ ان کی عقل کم ہے اور وہ لوگ تقلید میں منہمک ہیں اس کے سوا ان کے پاس کوئی سہارا نہیں۔

اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ –

خواہ ان کے آباو اجداد کچھ نہ جانتے ہوں اور نہ ہی ہدایت یافتہ ہوں۔

کیا تم نے بھی وہی سمجھ رکھا ہے جس پر ان لوگوں نے اپنے آباو اجداد کو پایا تھا خواہ وہ کتنے ہی جاہل اور گمراہ کیوں نہ ہوں۔

---

(۱) معانی الاخبار، ص ۱۴۸ ح ۱ باب معنی البحیرة والسائبة والوصیلة والحام (۲) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۲۵۲

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

۱۰۵- اے ایمان لانے والو! تم اپنی فکر کرو، کسی دوسرے کی گمراہی تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی بشرطے کہ تم ہدایت پر ہو۔ تم سب کی بازگشت اللہ کی طرف ہے۔ وہ تم پر واضح کردے گا کہ تم کیا کچھ کرتے تھے۔

۱۰۵- يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ-

اے ایمان والو تم اپنے نفوس کی حفاظت کرو اور اس کی بھلائی کے کام کرو۔

لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ-

کسی دوسرے کی گمراہی تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی بشرطے کہ تم ہدایت پر ہو۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مومنین کافروں کو حسرت بھری نظر سے دیکھتے تھے اور ان کے ایمان کی تمنا کیا کرتے تھے۔ [۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ تم لوگ اپنے نفوس کو درست کرلو نہ دوسروں کی خامیوں کا اتباع کرو اور نہ ہی کسی سے ان خامیوں کا تذکرہ کرو اس لیے کہ ان لوگوں کی گمراہی تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی بشرطے کہ تم خود صالح رہو۔ [۲]

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ ابوثعلبہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آں حضرتؐ نے فرمایا کہ تم نیکی کی دعوت دو اور برائی سے روکو پس جب تم یہ دیکھو کہ دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے اور حریصوں کی اطاعت کی جارہی ہے اور خواہشات کی پیروی ہورہی ہے اور ہر صاحب رائے اپنی رائے پر مغرور ہے تو اس وقت تم پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو بچانے کی فکر کرو اور عوام کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ [۳]

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا-

بہرحال تم سب کو اللہ کی طرف واپس جانا ہے۔

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ-

تم جو کچھ عمل کرتے رہے ہو اللہ ان سب سے تم کو آگاہ کردے گا، تم پر واضح کردے گا۔

اس آیت میں دونوں فریق کے لیے وعدہ کیا گیا اور تنبیہ کی گئی ہے کہ ان میں سے کسی سے بھی دوسرے کے گناہ کا مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج۱ ص ۲۹۵ (۲) تفسیر قمی، ج۱ ص ۱۸۸۔ ۱۸۹ (۳) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۲۵۴

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ
اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي
الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ ط تَحْبِسُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ
بِاللَّهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ لا وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ لا
اللَّهِ إِنَّا إِذًا لَمِنَ الْآثِمِينَ ﴿١٠٦﴾

فَإِنْ عُثِرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ
اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلَيَانِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَ
مَا اعْتَدَيْنَا ج إِنَّا إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٧﴾

ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ
أَيْمَانِهِمْ ط وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمَعُوا ط وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ع ﴿١٠٨﴾ ع ۸

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ ط قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا ط إِنَّكَ
أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿١٠٩﴾

۱۰۶- اے ایمان لانے والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور وہ وصیّت کررہا ہو تو شہادت کا قانون یہ ہے کہ تم میں سے دو عادل افراد گواہ بنائے جائیں، یا اگر تم سفر کررہے ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آجائے تو غیر مسلموں میں سے دو گواہ لے لیے جائیں، پھر اگر تمھیں شک پڑ جائے تو نماز کے بعد ان دونوں گواہوں کو (مسجد میں) روک لیا جائے اور وہ قسم کھا کر کہیں کہ ہم کسی قیمت پر اس گواہی کو فرخت کرنے والے نہیں ہیں خواہ ہمارا قریبی رشتے دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی ہم خدائی شہادت کو چھپاتے ہیں کہ اس طرح ہم گناہ گاروں میں سے ہوجائیں گے۔

۱۰۷- لیکن اگر پتا چل جائے کہ دونوں نے (دروغ گوئی کی وجہ سے) گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو پھر ان کی جگہ دو آدمی ان لوگوں میں سے جن کا حق دیا گیا ہے اور مرنے والے کے زیادہ قرابت دار ہیں ان کی جگہ کھڑے ہوجائیں پھر وہ نئے گواہ خدا کی قسم کھا کر یہ کہیں کہ ہماری گواہی پہلے دو گواہوں کی بہ نسبت زیادہ

سچّی ہے اور ہم نے حق سے سرِ مو تجاوز نہیں کیا ہے، اگر ہم نے ایسا کیا تو ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔
۱۰۸- اس طریقے سے یہ توقّع کی جاتی ہے کہ لوگ سچّی گواہی دیں گے یا انھیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ ہماری قسمیں دوسرے فریق کی قسموں کے بعد رد نہ کی جائیں۔ مسلمانو! خدا سے ڈرو اور کان کھول کر سن لو! اللہ نافرمانی کرنے والوں کی ہدایت نہیں کیا کرتا۔
۱۰۹- جس روز اللہ تمام رسولوں کو جمع کرکے ان سے دریافت کرے گا کہ تمھاری اُمّت کی طرف سے تمھاری تبلیغ کا کیا جواب دیا گیا تھا؟ تو وہ سب عرض کریں گے کہ ہمیں کچھ علم نہیں، بے شک تو ہی غیب کی تمام باتوں کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

۱۰۶- یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ۔

اے ایمان لانے والو! شہادت (گواہی) کا جو نصاب تمھارے مابین مقرّر ہے کیا گیا ہے اور جس کا تمھیں حکم دیا جا رہا ہے۔

اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ- جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آجائے اور اس کی علامات نظر آجائیں۔

حِیْنَ الْوَصِیَّةِ – اور وہ اس وقت وصیّت کر رہا ہو۔

کہا گیا ہے کہ اس جملے میں تنبیہ ہے کہ وصیّت ایسا عمل ہے جس میں کسی قسم کی سُستی اور غفلت مناسب نہیں ہے۔ اُسے نظر انداز کیا جانا یا حقیر سمجھنا، ناروا ہے۔ [۱]

اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ- مسلمانوں میں سے دو افراد کی گواہی ہونی چاہیے۔

اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ- یا اہل کتاب اور مجوس میں سے کسی کو گواہ بنا لو۔

اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ- اگر تم لوگ حالتِ سفر میں ہو۔

فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ- اور تمھاری موت کا وقت قریب آجائے۔

تَحْبِسُوْنَهُمَا- تم انھیں روک لو۔

مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ- نماز کے بعد۔

تاکہ ایسے بہترین وقت میں وہ قسم کھائیں اور اس لیے بھی کہ اس وقت تمام لوگ موجود ہوتے ہیں۔

فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ- جو دوسرے گواہ ہوں وہ خدا کی قسم کھائیں۔

اِنِ ارْتَبْتُمْ- تمھارے وارثوں کو اگر ان کے بارے میں شک ہو۔

لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ثَمَنًا- ہم اس وقت یا اللہ کے نام کو مالِ دنیا کے عوض فروخت نہیں کریں گے۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱ ص ۲۹۵

وَّ لَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی - جس کے لیے قسم کھائی جا رہی ہے خواہ وہ کتنا ہی قریبی عزیز کیوں نہ ہو۔

وَ لَا نَکۡتُمُ شَہَادَۃَ اللّٰہِ - اور نہ ہی ہم اللہ کی گواہی کو چھپائیں گے اللہ نے ہمیں جسے قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔

اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الۡاٰثِمِیۡنَ - اگر ہم نے اسے چھپایا تو اس طرح ہم گنہگاروں میں سے ہو جائیں گے۔

۱۰۷ - فَاِنۡ عُثِرَ - پس اگر پتا چلے اور معلوم ہو جائے۔

عَلٰۤی اَنَّہُمَا - کہ دوسرے دو گواہ۔

اسۡتَحَقَّاۤ اِثۡمًا - گواہی میں ادل بدل یا خیانت کی وجہ سے سزا کے مستوجب قرار پائے ہیں۔

فَاٰخَرٰنِ - تو (ان کے علاوہ) دو گواہ۔

یَقُوۡمٰنِ مَقَامَہُمَا مِنَ الَّذِیۡنَ اسۡتَحَقَّ عَلَیۡہِمُ -

ان دو گواہوں کی جگہ گواہی کے لیے تیار ہو جائیں ان وارثوں میں سے جو گواہی دینے کے لیے زیادہ حق دار ہوں۔

الۡاَوۡلَیٰنِ - جو قرابت اور معرفت کی وجہ سے گواہی دینے کے زیادہ حق دار ہوں۔

فَیُقۡسِمٰنِ بِاللّٰہِ لَشَہَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنۡ شَہَادَتِہِمَا -

وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری قسم ان دونوں کی قسم سے زیادہ سچی ہے۔

اس جگہ قسم کو "شهادة" کہا گیا ہے چوں کہ اس موقع پر واقع ہوئی ہے جیسا کہ "لعان" میں ہوتا ہے۔

وَ مَا اعۡتَدَیۡنَاۤ - ہم نے اس گواہی میں حق سے تجاوز نہیں کیا ہے۔

اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیۡنَ - اگر ہم ایسا کریں گے تو ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔

۱۰۸ - ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی -

وہ حکم جو پہلے بیان کیا گیا یا دونوں گواہوں کا قسم کھانا زیادہ قریب ہے۔

اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِالشَّہَادَۃِ عَلٰی وَجۡہِہَاۤ - کہ وہ بغیر کسی تحریف اور خباثت کے صحیح نہج پر گواہی دیں گے۔

اَوۡ یَخَافُوۡۤا اَنۡ تُرَدَّ اَیۡمَانٌۢ بَعۡدَ اَیۡمَانِہِمۡ -

یا کم از کم اس بات کا خوف کریں گے کہ ان کی قسموں کے بعد دوسری قسموں سے ان کی تردید نہ ہو جائے تو اس طرح وہ خیانت کے ظاہر ہو جانے اور جھوٹی قسم کھانے کی وجہ سے رسوا ہو جائیں گے۔

کتاب کافی، فقیہ اور تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں بیان ہوا ہے کہ "اللّذانِ مِنۡکُمۡ" سے مراد دو مسلمان مرد ہیں اور "اللّذانِ مِنۡ غَیۡرِکُمۡ" سے اہل کتاب مراد ہیں پس اگر اہل کتاب میں سے کوئی نہ ملے تو پھر مجوسی گواہ بن سکتا ہے اس لیے کہ رسول اللہ نے جزیے کے بارے میں اہل کتاب کے طریقے کو مجوس میں رائج کیا تھا۔ وہ اس طرح کہ اگر کوئی شخص عالمِ غربت (مسافرت) میں مر جائے اور وہاں پر دو مسلمان نہ ہوں تو اہل کتاب کے دو آدمی اس کے بارے میں گواہی دیں گے انھیں نماز عصر کے بعد

روک لیا جائے گا تو وہ خدا کی قسم کھائیں گے کہ ہم اس گواہی کو کسی قیمت پر فروخت نہیں کریں گے خواہ ہمارا کتنا ہی قریبی رشتے دار کیوں نہ ہو اور نہ ہی ہم شہادت الٰہی کو چھپائیں گے اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم گناہ گار ہوں گے۔
اور فرمایا یہ اسی صورت میں ہوگا جب مرنے والے کا وارث ان دونوں کی گواہی کے بارے میں شک کر رہا ہو۔
پس اگر یہ واضح ہوجائے کہ ان دونوں نے غلط گواہی دی ہے تو وہ اس وقت تک ان کی گواہی کو ختم نہیں کرسکتا جب تک دو ایسے گواہ نہ بن جائیں جو پہلے گواہوں کی جگہ لے لیں اور اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان دونوں کی شہادت سے زیادہ سچّی ہے اور ہم نے اس بارے میں کوئی زیادتی نہیں کی اگر ہم ایسا کریں تو ظالمین میں سے ہوجائیں گے۔ پس اگر ایسا کرلیا تو پہلی دو شہادتیں ختم ہوجائیں گی اور بعد والی شہادتیں نافذ ہوجائیں گی۔
ارشاد باری ہے: ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا۔ [1]

کافی میں یہ مرفوع روایت ہے کہ تمیم داری، ابن بیدی اور ابن ابی ماریہ کسی سفر میں ساتھ روانہ ہوئے، ان میں تمیم داری مسلمان تھے اور ابن بیدی اور ابن ابی ماریہ نصرانی المذہب تھے اور تمیم داری کے پاس ایک خورجی تھی جس میں کچھ پونجی تھی اور کچھ ظروف تھے جن پر سنہری نقوش تھے اور ایک ہار تھا جسے اس نے عرب کے بازاروں میں فروخت کے لیے نکالا تھا۔ تمیم داری بہت سخت بیمار پڑ گیا جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو جو کچھ اس کے پاس مال و متاع تھا اُسے ابن بیدی اور ابن ابی ماریہ کے سپرد کردیا اور ان سے کہا کہ اسے اس کے ورثا کے پاس پہنچا دیں وہ دونوں مدینے آئے انھوں نے پونجی میں سے ظروف اور قلادہ (ہار) نکال لیا اور باقی سب کچھ ان کے ورثا کو پہنچا دیا۔

وارثوں نے ظروف اور قلادہ (ہار) کو اس میں موجود نہیں پایا تو تمیم والوں نے ان دونوں سے دریافت کیا کیا ہمارا عزیز کافی عرصے تک مریض رہا اور اس نے کافی مال اس دوران خرچ کرڈالا؟ انھوں نے جواب دیا نہیں، وہ تو بہت کم عرصہ بیمار رہا، انھوں نے پوچھا کیا اس سفر میں اس کا کوئی سامان چوری ہوگیا؟ وہ بولے نہیں، تو انھوں نے کہا کیا اس نے ایسی کوئی تجارت کی جس میں اُسے خسارہ ہوا؟ انھوں نے کہا نہیں، تو پھر انھوں نے کہا ہم اس سامان میں نہایت قیمتی اشیاء جو اس کے پاس تھیں نہیں پا رہے ہیں وہ ظروف جو سبز نقش والے اور جواہرات سے مرصّع تھے اور ہار موجود نہیں ہے تو ان دونوں نے کہا کہ اس نے جو کچھ ہمارے حوالے کیا تھا وہ ہم نے تم تک پہنچا دیا وہ لوگ انھیں لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے آں حضرتؐ نے ان سے حلف اٹھوایا تو انھوں نے قسم کھالی اور انھیں چھوڑ دیا گیا۔

اس کے بعد وہ ظروف اور قلادہ ان کے پاس نظر آ گیا۔ تو تمیم کے ورثا رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے کہا یا رسولؐ اللہ ابن بیدی اور ابن ابی ماریہ کے پاس وہ سامان نظر آ گیا ہم نے جس کا دعویٰ

(۱) الکافی، ج ۷ ص ۵۰۴ و من لایحضرہ الفقیہ، ج ۴ ص ۱۴۲۔ ۱۴۳ و تہذیب الاحکام، ج ۹ ص ۱۷۸۔ ۱۷۹ باب ۷

کیا تھا اس کے بعد آں حضرتؐ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کا انتظار کیا تو اس وقت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِکُمْ.....الخ تو اللہ تعالیٰ نے فقط وصیّت کی بنیاد پر اہل کتاب کی شہادت کو بطور مطلق بیان فرمایا جب سفر کے دوران دو مسلمان نہ ہوں اور موت کی مصیبت آجائے تو پھر نماز کے بعد انھیں روک لیا جائے اگر تمھیں شک پڑ جائے تو وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اس شہادت کو معمولی رقم کی خاطر نہیں بیچیں گے خواہ ہمارا کتنا ہی قریبی رشتے دار کیوں نہ ہو اور نہ ہی ہم خدائی شہادت کو چھپائیں گے ورنہ بصورت دیگر ہم گناہ گاروں میں سے ہوجائیں گے۔ تو رسول اللہؐ نے اُسے پہلی شہادت قرار دیا۔

پس جب واضح ہوگیا کہ وہ دونوں شاہد گناہ کے حق دار ہوگئے ہیں یعنی انھوں نے جھوٹی قسم کھائی ہے تو پھر دوسرے شاہد ان کی جگہ کھڑے ہوں گے یعنی مدّعی کے وارثوں میں سے ایسے شاہد حلف اٹھائیں گے جو ان کی بہ نسبت گواہی دینے کے زیادہ حق دار ہوں تو وہ قسم کھائیں گے کہ یہ لوگ اس دعویٰ میں زیادہ سچّے ہیں اور ان سے پہلے جن شاہدوں نے حلف اٹھایا وہ جھوٹے تھے ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ صحیح ہے اور ہم نے اس بارے میں کوئی زیادتی نہیں کی ہے ورنہ ہم ظالمین میں سے ہوجائیں گے۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تمیم داری کے اہل خاندان سے کہا کہ وہ اللہ کی قسم کھائیں جس بارے میں انھیں حکم دیا جارہا ہے جب انھوں نے حلف اٹھالیا تو رسول اللہؐ نے قلادہ اور ظروف ابن بیدی اور ابن ابی ماریہ سے لے کر تمیم داری کے ورثا کو لوٹا دیا۔

تفسیر قمّی میں اسی سے ملتی جلتی روایت ہے۔ [1]

کتاب کافی میں بہت سی روایات امام صادق علیہ السّلام سے وارد ہوئی ہیں کہ اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور وہاں پر کوئی مسلمان نہ ہو تو وصیّت کی بنیاد پر غیر مسلم بھی گواہ بن سکتا ہے۔ [2]

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ - تم اللہ سے ڈرو اور بات سن کر اسے مان لو۔

وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ - اللہ نافرمانوں کو جنّت کی جانب راہنمائی نہیں کرتا۔

۱۰۹- یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ - تم یاد رکھو! جس دن اللہ تمام رسولوں کو جمع کرے گا۔

فَیَقُوْلُ - اور ان سے دریافت کرے گا۔

مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ - کہ تمھیں اُمّت کی جانب سے کیا جواب دیا گیا تھا؟

قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ - تو وہ کہیں گے ہمیں اس بات کا کوئی علم نہیں۔

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ - بے شک تو ہی غیب کی تمام باتوں کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

کتاب جوامع میں ہے کہ سوال ایک طرح کی سرزنش ہے اسی لیے انھوں نے جواب دیا "ہمیں نہیں معلوم" اور ان انبیاء نے امر کو خدا کے سپرد کردیا کہ اُمّت کے لوگوں کا خراب اور نامناسب جواب علمِ قدرت میں تھا اور

---

(۱) الکافی، ج ۷ ص ۶۰۵ ح ۷ و تفسیر قمّی، ج ا ص ۱۸۹ (۲) الکافی، ج ۷ ص ۴ ح ۳

اس لیے بھی کہ اُمت کے انتقام کے وقت بھی وہ اللہ ہی کی پناہ لیا کرتے تھے۔ [1]

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ جب انبیاء سے روز قیامت سوال کیا جائے گا مَاذَا اُجِبْتُمْ؟ (تمہیں کیا جواب دیا گیا) تو انبیاء یہ فرمائیں گے لَاعِلْمَ لَنَا بِسِوَاكَ۔ (تیرے سوا ہمیں اس کا کچھ علم نہیں) اور امام علیہ السّلام نے فرمایا مکمل قرآن تنبیہ ہے اور اس کا باطن تقریب (قریب لانا) ہے۔ [2]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں تاویل ہے اللہ تعالیٰ دریافت کرے گا کہ تم نے اپنی امتوں میں جن اوصیاء کو چھوڑا تھا ان کے بارے میں تمھیں کیا جواب دیا گیا تو وہ انبیاء فرمائیں گے ان لوگوں نے ہمارے بعد ان سے کیا سلوک کیا اس کا ہمیں کچھ علم نہیں۔ [3]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے ایسی ہی روایت ہے بس فرق اتنا ہے کہ اس میں لفظ تاویل نہیں ہے۔ [4]

---

(۱) جوامع الجامع، ج ۱۱ ص ۳۶۰ (۲) معانی الاخبار، ص ۲۳۲

(۳) الکافی، ج ۸ ص ۳۳۸ ح ۵۳۵ (۴) تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۹۰

اِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ اذۡکُرۡ نِعۡمَتِیۡ عَلَیۡکَ وَ عَلٰی وَالِدَتِکَ ۘ اِذۡ اَیَّدۡتُّکَ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ ۟ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الۡمَہۡدِ وَ کَہۡلًا ۚ وَ اِذۡ عَلَّمۡتُکَ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ التَّوۡرٰىۃَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ ۚ وَ اِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ بِاِذۡنِیۡ فَتَنۡفُخُ فِیۡہَا فَتَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِیۡ وَ تُبۡرِئُ الۡاَکۡمَہَ وَ الۡاَبۡرَصَ بِاِذۡنِیۡ ۚ وَ اِذۡ تُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِیۡ ۚ وَ اِذۡ کَفَفۡتُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ عَنۡکَ اِذۡ جِئۡتَہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡہُمۡ اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۱۰﴾

۱۱۰- یاد کرو وہ وقت جب اللہ نے عیسیٰؑ بن مریمؑ سے کہا تھا کہ تم میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمھیں اور تمھاری والدہ کو عطا کی تھی، جب میں نے روح القدس کے ذریعے تمھاری مدد کی، تم گھوارے میں بھی اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی لوگوں سے گفتگو کرتے تھے میں نے تم کو کتاب، حکمت، توریت اور انجیل کی تعلیم دی، جب تم میرے حکم سے پرندے کی شکل کا پتلا مٹی سے بناتے تھے اور اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا، تم مادرزاد اندھے اور مبروص (کوڑھی) کو میرے حکم سے اچھا کرتے تھے، تم مردوں کو میرے حکم سے (قبروں سے) نکال کر زندہ کردیا کرتے تھے، پھر جب تم بنی اسرائیل کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تو ان میں سے منکرین حق نے کہا تھا یہ نشانیاں جادوگری کے سوا کچھ نہیں تو میں نے ہی تم کو ان سے بچایا تھا۔

۱۱۰- اِذۡ قَالَ اللّٰہُ-

یہ پہلے والی آیت کا بدل ہے۔ یَوۡمَ یَجۡمَعُ اللّٰہُ۔ جس روز اللہ رسولوں کو جمع کرے گا، اس وقت عیسیٰؑ سے کہے گا۔

یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ .... اِذۡ اَیَّدۡتُّکَ-

اے عیسیٰؑ بن مریمؑ میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو اور تمھاری والدہ کو دی تھی اور تم کو تقویت عطا کی تھی۔

بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ ۟-

روح القدس کے ذریعے سے۔

تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الۡمَہۡدِ وَ کَہۡلًا ۚ-

تم گھوارے میں اور بڑی عمر کو پہنچ کر ہر حال میں ایک ہی طرح بغیر کسی فرق کے گفتگو کرتے رہے۔

وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ............الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ -

اس آیت کی تفسیر سورہ آل عمران کی آیت ۴۹ کے ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ -

اور ہم نے یہودیوں کو تم سے دور رکھا جب وہ تم کو قتل کرنے کا ارادہ کر رہے تھے۔

اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ............اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ -

جب تم ان کی طرف واضح نشانیاں لے کر آئے تو ان میں سے منکرین حق نے کہا کہ یہ نشانیاں جادوگری کے سوا اور کچھ نہیں۔

وَ اِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ ۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ
بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾
اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ
عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾
قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا
وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾
قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ
لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَ اٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ
اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

۱۱۱– اور جب میں نے حواریوں کو الہام کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انھوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

۱۱۲– اور یاد کرو جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰؑ ابن مریمؑ کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان نازل کرسکتا ہے؟ تو عیسیٰؑ نے کہا اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

۱۱۳– انھوں نے کہا ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ اس خوان سے کھانا کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہوجائیں اور ہم جان لیں کہ آپ نے جو کچھ ہم سے کہا وہ سچ ہے اور ہم خود بھی اس پر گواہ رہیں۔

۱۱۴– عیسیٰؑ ابن مریمؑ نے دعا کی یا اللہ، اے ہمارے پروردگار، ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر جو ہمارے لیے اور ہم سے پہلے والوں اور بعد میں آنے والوں کے لیے عید قرار پائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو، تو ہمیں رزق عطا کر تو ہی بہترین رازق ہے۔

۱۱۵– اللہ نے جواب دیا: میں اسے تم پر نازل کرنے والا ہوں، مگر اس کے بعد تم میں سے جو کفر اختیار کرے گا تو میں اسے ایسی سزا دوں گا جو دنیا میں کسی کو بھی نہیں دی۔

۱۱۱–وَ اِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ–

اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے حواریوں کی جانب الہام (اشارہ) کیا۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ انھیں الہام کیا گیا تھا۔ ۱؎

اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ–

کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ انھوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

''مُسلِم'' کے معنی ہیں مُخلِص۔ اور سورۂ آل عمران کی آیت ۵۲ میں حواریوں کی وجہ تسمیہ اور ان کی تعداد بیان کی جا چکی ہے۔

۱۱۲–اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ–

جب حواریوں نے یہ کہا کہ اے عیسیٰؑ ابن مریمؑ کیا آپ کا رب استطاعت رکھتا ہے؟

تفسیر عیاشی میں ہے کہ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ۔ سے مراد ہے کہ کیا آپ اپنے رب سے دعا طلب کر سکتے ہیں؟ ۲؎

اور کہا گیا ہے کہ یہ استطاعت اللہ کی حکمت اور ارادے کے تقاضے سے ہم آہنگ ہے نہ کہ قدرت خداوندی کے مطابق۔ ۳؎

اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ– کہ وہ ہم پر آسمان سے خوانِ (نعمت) نازل کرے۔

مائدہ سے مراد خوان ہے، جب اس پر کھانا موجود ہو۔

قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ– حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے کہا اس نوعیت کے سوال سے خوف خدا کرو۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ– اگر تمھارا اس کی کمالِ قدرت پر یقین ہو۔

۱۱۳–قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا–

انھوں نے کہا ہم تو بس اس خوان میں سے کھانا چاہتے ہیں۔

معذرت خواہی کی تمہید اور اس امر کا بیان ہے کہ انھیں کیوں سوال کرنا پڑا۔

وَ تَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا– تاکہ ہمارے دل اُسے دیکھ کر مطمئن ہو جائیں۔

وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا– اور ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ دعوائے نبوّت میں سچے ہیں۔

وَ نَكُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ– اور ہم خود بھی اس پر گواہ رہیں۔

کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ کہ ہم اس بات کی گواہی ان لوگوں کے سامنے دیں گے جو اس وقت موجود نہیں ہیں۔ ۴؎

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۵۰ ح ۲۲۱ (۲) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۵۰ ح ۲۲۲

(۳) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱ ص ۲۹۸ (۴) زمخشری تفسیر کشاف، ج ۱ ص ۶۹۳

۱۱۴ – قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ....تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا –

عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی یا اللہ، اے ہمارے پروردگار، ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر جو ہمارے لیے عید ہو۔

کہا گیا ہے کہ اس کے نازل ہونے کا دن عید کہلائے جس کی ہم تعظیم کریں۔ [۱]

اور وہ اتوار کا دن تھا اسی لیے نصاریٰ نے اسے عید کا دن قرار دیا۔ [۲]

اور کہا گیا ہے کہ عید کے معنیٰ ہیں خوشیوں کا لوٹ کر آنا اور اسی وجہ سے عید کو ''یوم العید'' کہا جاتا ہے یعنی عید کا دن۔ [۳]

لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا – ہم سے پہلے والوں اور ہمارے بعد آنے والوں کے لیے۔

ہم سب اس میں سے کھائیں گے۔

اور کہا گیا ہے ان کے لیے جو ہمارے زمانے میں ہیں اور جو ہمارے بعد آئیں گے۔ [۴]

وَاٰيَةً مِّنْكَ – اور تیری جانب سے ایک نشانی ہو۔

وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ – اور تو ہمیں رزق عطا کر اور تو ہی بہترین رزق عطا کرنے والا ہے۔

۱۱۵ – قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ –

(حضرت عیسیٰ کی دعا قبول ہوئی اور تم لوگوں کے سوال کے جواب میں اللہ نے کہا)

بے شک میں تم پر خوان (نعمت) نازل کرنے والا ہوں۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ..........لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ –

مگر اس کے بعد تم میں سے جو کفر اختیار کرے گا تو میں اسے ایسی سزا دوں گا جو آج تک دنیا میں کسی کو نہ دی ہو۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ عیسیٰؑ بن مریمؑ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم تیس دن روزے رکھو پھر اللہ سے جو مانگو گے وہ ملے گا۔ انھوں نے تیس دن روزے رکھے جب وہ فارغ ہو گئے تو کہا کہ اگر ہم کسی انسان کے لیے کام کرتے اور ہم اس کا کام پورا کر دیتے تو وہ ہمیں کھانے کھلاتا، ہم نے روزے رکھے، بھوکے رہے لہٰذا آپ اللہ سے دعا طلب کریں کہ ہم پر آسمان سے خوانِ نعمت نازل کرے تو فرشتے ایک خوان لے کر نازل ہوئے جس پر سات روٹیاں اور سات مچھلیاں تھیں اور وہ ان کے سامنے رکھ دیا آخری آدمی نے بھی اس سے سیر ہو کر کھایا جس طرح پہلے آدمی نے کھایا۔ [۵]

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۱ ص ۲۹۹ (۲) زمخشری تفسیر کشاف، ج ۱ ص ۶۹۳

(۳) تفسیر کشاف، ج ۱ ص ۶۹۳ و تفسیر ابی سعود، ج ۳ ص ۹۸

(۴) مجمع البیان طبرسی، ج ۳۔ ۴ ص ۲۶۵ و کشاف، ج ۱ ص ۶۹۳ (۵) تفسیر مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۲۶۶

عمار بن یاسر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ خوان نازل ہوا جس میں روٹیاں اور گوشت تھا اور وہ اس لیے کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے ایسے کھانے کا سوال کیا تھا جو ختم نہ ہوا ور وہ اس میں سے کھاتے رہیں۔ آں حضرتؑ نے فرمایا: ان لوگوں سے کہا گیا یہ خوان تمھارے پاس ٹھہرا رہے گا بشرطیکہ تم خیانت نہ کروگے، دھوکا نہ دوگے اور برائی نہ کروگے اگر تم نے ایسا کرلیا تو میں تم کو سزا دوں گا۔ آں حضرتؑ نے فرمایا کچھ ہی دن گزرے تھے کہ انھوں نے چیزوں کو چھپایا، تکبّر کیا اور خیانت کی۔ [1]

سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے کبھی کسی برائی کی پیروی نہیں کی اور نہ ہی یتیم کو جھڑکا، اور نہ قہقہہ لگا کر ہنسے اور نہ ہی کبھی اپنے چہرے سے مکّھی کو بھگایا، اور نہ ہی ان کی ناک میں کوئی غلاظت آئی اور نہ ہی انھوں نے کسی کا مذاق اڑایا۔ اور جب حواریوں نے ان سے خواہش کی کہ وہ آسمان سے خوان منگوادیں تو انھوں نے اونی لباس پہنا اور گریہ کیا اور فرمایا: ''یا اللہ اے ہمارے پروردگار تو ہم پر آسمان سے خوان نازل فرما'' تو دو بادلوں کے درمیان سرخ دسترخوان نازل ہوا اور وہ اس کی جانب دیکھ رہے تھے اور وہ نیچے کی جانب آرہا تھا یہاں تک کہ ان کے سامنے آکر گر پڑا تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے گریہ کیا اور فرمایا ''اے اللہ تو مجھے شکرگزاروں میں قرار دے'' ''یا اللہ تو اس دسترخوان کو رحمت قرار دے اور اسے سلب نعمت اور سزا کا موجب نہ بنانا اور یہودی اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور وہ لوگ ایسی چیز دیکھ رہے تھے جو انھوں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی اور اس کی خوشبو سے زیادہ کسی چیز کی خوشبو نہیں سونگھی تھی۔

عیسیٰ علیہ السّلام اٹھے انھوں نے وضو کیا او ربہت دیر تک نماز پڑھتے رہے اس کے بعد دسترخوان سے رومال ہٹایا اور فرمایا: ''بِسۡمِ اللّٰہِ خَیۡرِ الرَّازِقِین'' ''اللہ کے نام سے کھانا شروع کرو جو بہترین رزق دینے والا ہے۔ تو دیکھا کہ وہ بھنی ہوئی مچھلی تھی جس پر چھلکا نہ تھا جو چکنائی اور چربی سے بھری ہوئی تھی اور اس کے سر کے پاس نمک تھا اور دُم کے قریب سرکہ تھا اور اس کے گرد رنگ برنگی سبزیاں تھیں سوائے بدبودار سبزی کے اور پانچ روٹیاں تھیں ان میں ایک کے اوپر زیتون تھا دوسری کے اوپر شہد تھا، تیسری کے اوپر گھی تھا، چوتھی کے اوپر پنیر اور پانچویں کے اوپر خشک گوشت کے ٹکڑے تھے۔

شمعون نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے دریافت کیا اے روح اللہ کیا یہ دنیوی کھانا ہے یا آخرت کے کھانوں میں سے ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے جواب مرحمت فرمایا اس قسم کا کھانا تم دنیوی کھانوں میں نہیں دیکھوگے اور نہ ہی ایسا کھانا آخرت میں ہوگا۔ یہ وہ کھانا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بنوایا ہے، اب کھاؤ تم نے جو مانگا تھا اللہ تمھاری مدد کرے اور اپنے فضل سے تمھیں رزق دے، تو حواریوں نے کہا یا روح اللہ کاش آج آپ ہمیں دوسری نشانی بھی دکھا دیتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا اے مچھلی حکم خدا

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۲۶۶

سے زندہ ہوجا مچھلی تڑپی اس کے اوپر چھلکے آ گئے لوگ اس بات سے ڈر گئے تو عیسیٰؑ نے فرمایا اے لوگو! تمھیں کیا ہوگیا؟ تم کسی چیز کا سوال کرتے ہو اور جب وہ عطا ہوتی ہے تو تمھیں ناگوار ہوتا ہے مجھے ڈر ہے تم عذاب میں گرفتار نہ ہوجاؤ، اے مچھلی حکم خدا سے جیسی تھی ویسی ہوجا تو مچھلی دوبارہ بھنی ہوئی جیسی تھی ویسی ہوگئی۔

تو لوگوں نے کہا اے عیسیٰؑ سب سے پہلے آپ اس میں سے کھائیں پھر ہم کھائیں گے تو عیسیٰؑ نے کہا معاذاللہ جو میں اس میں سے کھاؤں وہی کھائے جس نے مطالبہ کیا تھا۔ وہ ڈرے کہ اس میں سے کچھ کھائیں تو حضرت عیسیٰؑ نے فاقہ زدوں، مصیبت کے ماروں، بیماروں اور پریشان حال لوگوں کو بلایا اور فرمایا تم لوگ اس میں سے کھاؤ اس میں تمھارے لیے برکت اور غیروں کے لیے مصیبت ہے اس میں سے ایک ہزار تین سو افراد نے کھایا جن میں مرد، عورتیں، فقیر، مریض اور پریشان حال لوگ شامل تھے ان میں سے ہر ایک سیر ہوگیا اور اس نے پیٹ بھر کر کھایا پھر عیسیٰؑ نے مچھلی کو دیکھا تو وہ اسی طرح تھی جیسی کہ آسمان سے نازل ہوئی تھی اس کے بعد خوان نے پرواز کی بلند ہوا اور ان کے دیکھتے دیکھتے نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

اس خوان میں سے جس پرانی بیماری والے نے کھایا وہ تندرست ہوگیا جس بیمار نے کھایا وہ شفایاب ہوگیا جس محتاج نے کھایا وہ غنی ہوگیا اور مرتے دم تک غنی رہا۔ حواریوں اور اُس میں سے نہ کھانے والوں کو ندامت ہوئی۔ اب جب بھی خوان نازل ہوتا تو اس کے گرد دولت مند، فقراء، چھوٹے بڑے سب کا ہجوم ہوجاتا جب عیسیٰؑ نے یہ دیکھا تو ان کی باری مقرر کردی، وہ خوان چالیس دن تک رہا وہ (چاشت کے وقت) دن چڑھے نازل ہوتا اور وہ قائم رہتا لوگ اس میں سے کھاتے رہتے جب سایہ ڈھل جاتا تو وہ بلندی کی جانب پرواز کرجاتا اور وہ اس کے سایے کو دیکھتے رہتے یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہوجاتا۔ اور وہ ایک دن بیچ ڈال کر نازل ہوتا۔

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ پر وحی کی کہ اس خوان کو فقراء کے لیے مخصوص کردو، اغنیاء اس میں سے نہ کھائیں، دولت مندوں کو یہ بات بری لگی یہاں تک کہ انھوں نے اس بارے میں شک کیا اور لوگوں کو شک میں مبتلا کیا تو اللہ نے عیسیٰؑ پر وحی کی کہ میں نے ان جھٹلانے والوں پر یہ شرط عائد کی تھی کہ خوان نازل ہونے کے بعد جو بھی انکار کرے گا میں اسے ایسی سزا دوں گا جو میں نے پوری دنیا میں کسی کو نہ دی ہوگی تو حضرت عیسیٰؑ نے عرض کی: اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۱۸﴾ (۱۱۸ مائدہ ۵) (اگر تو ان پر عذاب نازل کرے گا تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر انھیں بخش دے گا تو بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے)۔

ان میں ۳۳۰ افراد کو مسخ کردیا گیا وہ اپنے گھروں میں اپنی شریک حیات کے ساتھ بستر پر سوئے جب صبح کے وقت اٹھے تو سوّر بن چکے تھے راستوں اور کوڑے کے ڈھیر پر دوڑتے پھرتے تھے اور جھاڑیوں میں فضلہ کھا رہے تھے جب لوگوں نے یہ دیکھا تو عیسیٰؑ کے پاس فریاد لے کر آئے اور روئے اور ان مسخ شدہ افراد پر ان کے گھر والوں نے بھی گریہ کیا وہ لوگ تین دن زندہ رہ کر مر گئے۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ تفسیر اہل بیت میں ہے کہ جب خوان نازل ہوتا تو وہ اس کے گرد جمع ہوتے اور اس میں سے کھاتے اور وہ بلند ہوجاتا تو ان کے بڑوں اور دولت مندوں نے کہا کہ ہم نچلے طبقے والوں کو اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہمارے ساتھ اس میں سے کھائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکشی کی وجہ سے خوان کو اٹھالیا اور ان لوگوں کو سوّر اور بندر بنا دیا۔ ۱

تفسیر قمّی نے مختصراً وہ بیان کیا ہے جسے تفسیر اہل بیت علیہم السّلام سے قطعی طور سے نسبت دی گئی ہے۔ ۲

تفسیر عیّاشی نے امام باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جو دسترخوان بنی اسرائیل پر نازل ہوا وہ سونے کی زنجیروں سے معلّق تھا اور اس میں نوخوان تھے اور نو روٹیاں تھیں۔ اور دوسری روایت میں ہے نوطرح کی روٹیاں تھیں۔ ۳

تفسیر مجمع البیان میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ انھیں سوّر کی شکل میں مسخ کر دیا گیا۔ ۴

تفسیر عیّاشی میں اسی قسم کی روایت موجود ہے۔ ۵

تہذیب الاحکام میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ "بام مچھلی اور گوہ" تھا، بنی اسرائیل کا ایک گروہ تھا جس نے حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ پر جو خوانِ نعمت نازل ہوا تھا اسے تسلیم نہیں کیا لہٰذا وہ تباہ ہوگیا ان میں سے ایک گروہ سمندر میں گر گیا اور ایک گروہ خشکی پر رہا۔ ۶

کتاب خصال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے حدیث مسوخات کے بارے میں مروی ہے سوّر نصاریٰ کی ایک قوم ہے جنھوں نے اپنے رب سے خوان کی درخواست کی تھی جب خوان نازل کیا گیا تو انھوں نے شدّت کے ساتھ اس کا انکار کیا اور سختی کے ساتھ اسے جھٹلا دیا۔ ۷

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۲۶۶۔ ۲۶۷ (۲) تفسیر قمّی، ج ۱ ص ۱۹۰
(۳) تفسیر عیّاشی، ج ۱ ص ۳۵۰ ح ۲۲۳ (۴) تفسیر مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۶۶۷ وتفسیر قمّی، ج ۱ ص ۱۹۰
(۵) تفسیر عیّاشی، ج ۱ ص ۳۵۱، ۲۲۶، ۲۲۷ (۶) تہذیب الاحکام، ج ۹ ص ۳۹ (۷) الخصال، ص ۴۹۴ ح ۲

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ
اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ
لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕؔ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَآ اَعْلَمُ مَا
فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾
مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ
عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ
وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾

وقفِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۱۶- اور جب اللہ کہے گا: اے عیسیٰؑ ابن مریمؑ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا خدا بنا لو تو وہ جواب میں عرض کریں گے (اے اللہ) تو پاک و پاکیزہ ہے، میرے لیے جائز نہ تھا کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تیرے علم میں ضرور ہوتی، جو کچھ میرے دل میں ہے وہ تجھے معلوم ہے اور جو تیرے نفس میں ہے وہ مجھے معلوم نہیں بے شک تو ہی غیب کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

۱۱۷- میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا یہ کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ میں اُسی وقت تک ان کا نگراں تھا جب تک ان کے درمیان موجود تھا۔ جب تو نے مجھے واپس بلا لیا تو اب تو ان کے اوپر نگراں ہے اور تو ہی ہر چیز پر شاہد ہے۔

۱۱۶- وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ-

اور جب اللہ نے عیسیٰؑ بن مریمؑ سے مخاطب ہو کر کہا اے عیسیٰؑ بن مریمؑ۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السّلام سے یہ نہیں کہا اس آیت کا مفہوم ہے کہ عن قریب کہے گا۔ جب اللہ کو علم ہوتا ہے کہ کوئی چیز ہونے والی ہے تو وہ اس کی خبر دیتا ہے کہ ہو چکی۔ [1]

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۳۵۱ ح ۲۲۸

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰـهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ –

کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا خدا بنا لو۔

اس آیت میں اللہ کا انکار کرنے والوں کے لیے سرزنش اور ملامت ہے۔

تفسیر قمی میں ہے یہ اس لیے کہا کہ نصاریٰ نے یہ سمجھا کہ عیسیٰ نے اُن سے کہا تھا: ''تم مجھے اور میری ماں کو اللہ کے علاوہ خدا بنالو' جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نصاریٰ اور عیسیٰؑ کو ایک جگہ جمع کرے گا اور ان سے مخاطب ہوکر کہے گا: ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ۔ ۱

قَالَ سُبْحٰنَكَ –

تو حضرت عیسیٰؑ فرمائیں گے: پروردگار تو پاک ہے۔

میں تجھے اس بات سے منزّہ اومبرّا جانتا ہوں کہ تیرا کوئی شریک ہو۔

مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ –

میرے لیے جائز نہ تھا کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔

اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ .... وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ –

اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تیرے علم میں ضرور ہوتی اس لیے کہ میں جو کچھ مخفی رکھتا ہوں وہ تجھے معلوم ہے اور تو جو کچھ چھپاتا ہے وہ میرے علم میں نہیں ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں مروی ہے کہ اسماے اعظم ۷۳ حروف ہیں اللہ نے ایک حرف کو سب سے مخفی رکھا ہے اسی لیے کسی کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ کے نفس میں کیا ہے آدم علیہ السّلام کو ۷۲ اسماء دیے گئے انبیاء علیہم السّلام اُن کے وارث ہوتے رہے یہاں تک وہ اسماء عیسیٰؑ تک پہنچے اسی لیے عیسیٰؑ نے کہا ''تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ' جو کچھ میرے دل میں اسے تو جانتا ہے یعنی اسماے اعظم کے ۷۲ حروف تو نے ہی سکھائے ہیں اور تو ان کے بارے میں جانتا ہے اور جو کچھ تیرے نفس میں ہے مجھے معلوم نہیں اس لیے کہ تو نے اپنی مخلوق سے اس حرف کو پوشیدہ رکھا ہے اس لیے کوئی نہیں جانتا کہ تیرے نفس میں کیا ہے۔ ۲

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ –

بے شک تو غیب کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

۱۱۷ – مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ .... مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ –

میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا، یہ کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمھارا رب ہے، میں اسی وقت تک ان کا نگران تھا جب تک ان کے درمیان موجود تھا۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱ ص۱۹۱ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱ ص۱۵۱ ح ۲۳۰

شہید کے معنی ہیں نگران، نگہبان، اُن کی خبر رکھنے والا۔ یعنی جب تک میں تھا میں انھیں روکے ہوئے تھا کہ وہ یہ کہتے یا ایسا عقیدہ رکھتے۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي -

پس تو نے مجھے اوپر اٹھا کر واپس بلا لیا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ (۵۵ آل عمران ۳) (اے عیسیٰ میں تمھاری مُدّت قیام کو پورا کروں گا اور تمھیں اپنی جانب اٹھا لوں گا)

"توفّی" کسی شے کو پوری طرح لے لینا اور موت بھی اسی کی ایک قسم ہے۔ خداوند عالم نے فرمایا: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا (۴۲ زمر ۳۹) (وہ اللہ ہی ہے جو روحوں کو موت کے وقت اپنی طرف بلا لیتا ہے اور جو نہیں مرتے ہیں ان کی روحوں کی بھی نیند کے وقت طلب کر لیتا ہے)۔

كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ -

پروردگار! تو ان کے اوپر نگران تھا اور ان کے احوال سے باخبر تھا۔

وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ -

اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

شہید کے معنی ہیں آگاہ، مطلع، ان کی نگرانی کرنے والا، نگہبان۔

اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۱۸﴾

۱۱۸- اے اللہ اگر تو انھیں سزا دے گا تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں معاف کردے گا تو بے شک تو ہی ہر شے پر غالب اور صاحب حکمت ہے۔

۱۱۸- اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ ۚ-

پروردگار! اگر تو انھیں سزا دے گا تو حق بجانب ہوگا کیوں کہ یہ تیرے بندے ہیں تو ان کا مالک ومختار ہے تو ان کے جرائم سے مطّلع اور آگاہ ہے۔

کہا گیا ہے کہ اس جملے میں تنبیہ کہ گئی ہے کہ یہ لوگ اس عذاب اور سزا کے مستحق ہیں کہ یہ تیرے بندے ہوکر تیرے غیر کی پرستش کر رہے ہیں۔ [1]

وَ اِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ-

''العزیز الحکیم'' کا مفہوم ہے کہ اللہ ثواب وعقاب کی قدرت اور طاقت رکھتا ہے اور حکمت ومصلحت کے اعتبار سے جزا وسزا دیتا ہے۔ مغفرت ہر مجرم کے لیے نیکی اور احسان ہے اگر تو انھیں سزا دے گا تو یہ تقاضاے عدل ہے اور اگر معاف کردے گا تو یہ تیرا فضل ہوگا۔

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج۱ص۳۰۰

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾

ع ۵ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾

۱۱۹- تو اس وقت اللہ فرمائے گا یہ وہ دن ہے جس میں سچّوں کی سچّائی ان کے لیے منفعت بخش ہے، ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

۱۲۰- آسمانوں، زمینوں اور ان میں جو کچھ ہے ان سب کی بادشاہی اور اقتدار اللہ ہی کے لیے ہے اور وہی ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

۱۱۹- قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ.......... وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اس آیت میں اس بات پر متنبہ کیا گیا ہے کہ نصاریٰ جھوٹے ہیں اور حضرت مسیحؑ اور ان کی والدہ کے بارے میں ان کا دعویٰ فاسد ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ عیسیٰؑ نے یہ بات نہیں کہی بلکہ اللہ ان سے کہہ رہا ہے کہ: هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ (یہ وہ دن ہے جب سچ بولنے والوں کو ان کی سچّائی فائدے مند ہوگی۔)

امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں یہ مروی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور لوگوں کو حساب کے لیے جمع کیا جائے گا اور انھیں روزِ قیامت کی ہولناکیوں سے گزرنا ہوگا تو عرصۂ محشر تک پہنچتے ہوئے انھیں شدید محنت و مشقت کرنی پڑے گی۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ لوگ محشر کے میدان میں کھڑے ہوں گے اور جبّار اپنے عرش سے ان کی جانب متوجّہ ہوگا اور سب سے پہلے جسے بلایا جائے گا اور تمام مخلوقات اسے سُنے گی اور وہ نام محمد بن عبداللہ نبی قرشی کا ہوگا۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ آں حضرتؐ آگے بڑھیں گے یہاں تک کہ عرش کے دائیں جانب وہ ٹھہر جائیں گے۔ فرمایا اس کے بعد تمھارے مولا کو بلایا جائے گا وہ آگے بڑھیں گے یہاں تک کہ وہ رسول اکرمؐ کے بائیں جانب کھڑے ہوں گے اس کے بعد اُمّت محمدؐ کو آواز دی جائے گی تو وہ لوگ حضرت علی علیہ السّلام کے بائیں جانب کھڑے ہو جائیں گے اس کے بعد اوّلین و آخرین میں سے ہر ہر نبی اور اس کی اُمّت کو نام بنام بلایا جائے گا تو وہ لوگ عرش کے بائیں جانب ہوں گے۔ فرمایا کہ سب سے پہلے جواب دہی کے لیے قلم کو بلایا جائے گا فرمایا تو قلم انسانوں کی صورت میں اللہ کے حضور میں موجود ہوگا تو اللہ اس سے دریافت کرے گا کہ وحی کے ذریعے میں نے

جو کچھ تجھے حکم دیا اور الہام کیا تھا کیا تو نے وہ سب کچھ لوح پر لکھ دیا تو قلم جواب دے گا میرے معبود تو جانتا ہے کہ تو نے بذریعہ الہام ووحی جو بھی مجھے حکم دیا تھا وہ میں نے لوح پر لکھ دیا تھا۔

تو اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس بارے میں تیری گواہی کون دے گا۔ تو قلم گویا ہوگا اے پروردگار کیا تیرے رازوں سے تیرے علاوہ بھی کوئی مخلوق واقف ہے۔ فرمایا اللہ اس سے کہے گا کہ تو نے اپنی حجّت کو ظاہر کردیا۔ فرمایا! اس کے بعد لوح کو طلب کیا جائے گا، تو لوح انسانوں کی شکل میں قلم کے ساتھ آکر کھڑی ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ اس سے دریافت کرے گا کہ میں نے قلم کو بذریعہ وحی والہام جو بھی حکم دیا تھا کیا اس نے اسے تیرے اوپر تحریر کیا تھا تو لوح جواب دے گی ہاں اے میرے پروردگار میں نے اُسے اسرافیل تک پہنچا دیا تھا۔ پھر اسرافیل کو بلایا جائے گا تو اسرافیل بھی انسانوں کی صورت میں لوح وقلم کے ساتھ آموجود ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس سے سوال کرے گا کہ کیا لوح نے تم تک وہ تمام باتیں پہنچا دی ہیں جو قلم نے اس میں میری وحی کے مطابق تحریر کی تھیں تو اسرافیل کہے گا ہاں بے شک اے میرے رب وہ میں نے جبرئیلؑ کے حوالے کردیا۔

اب جبرئیلؑ کو طلب کیا جائے گا اور جبرئیلؑ آگے آکر اسرافیل کے ساتھ کھڑے ہوجائیں گے اور اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے دریافت کرے گا کہ اسرافیل نے جو کچھ پہنچانا تھا وہ تم تک پہنچا دیا؟ تو جبرئیلؑ جواب دیں گے کہ بے شک اے میرے رب اور اسے میں نے تیرے تمام نبیوں تک پہنچا دیا اور تیرا جو حکم بھی مجھے ملا وہ میں نے ان پر نافذ کردیا اور ہر ہر نبی اور ہر ہر رسول تک تیرے پیغام کو مکمل طور سے ادا کردیا اور تیری ہر وحی، ہر حکمت اور ہر کتاب کو ان تک پہنچا دیا۔ اور سب سے آخر میں جس تک میں نے تیری رسالت تیری وحی، تیری حکمت، تیری کتاب اور تیرے کلام کو پہنچایا وہ محمد بن عبداللہ عربی، قرشی اور محافظ حرم تیرے حبیب تھے۔

امام باقر علیہ السّلام نے فرمایا اولادِ آدم میں سب سے پہلے جنھیں جواب دہی کے لیے بلایا جائے گا وہ محمد بن عبداللہ ہوں گے اللہ انھیں قرب عطا کرے گا، اس روز مخلوقات خدا میں آں حضرتؐ کے علاوہ کسی اور کو ایسا قرب میسّر نہ ہوگا اس وقت ارشاد رب العزت ہوگا اے محمدؐ کیا جبرئیلؑ نے آپ تک وہ سب پہنچا دیا جو میں نے آپ پر وحی کی اور ان کے ذریعے اپنی جس کتاب، حکمت اور علم کو بھیجا اور کیا ان سب امور کی وحی آپ کو کی گئی۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرمائیں گے ہاں اے میرے رب یقیناً جبرئیلؑ نے وہ تمام پیغامات مجھ تک پہنچائے جو تو نے وحی کے ذریعے ان سے بھیجے اور تو نے ان کے ذریعے جو کتاب، حکمت اور علم مجھ تک بھیجا وہ انھوں نے مجھے دے دیا۔ اب اللہ حضرت محمدؐ سے مخاطب ہوکر سوال کرے گا کیا آپ نے اُمّت تک وہ پہنچا دیا میری جس کتاب، حکمت اور علم کو جبرئیل نے آپ تک پہنچایا تھا؟ تو آں حضرتؐ فرمائیں گے بے شک اے میرے رب میں نے اپنی اُمّت تک وہ تمام باتیں پہنچا دیں جو بھی بذریعہ وحی اپنی کتاب، حکمت اور علم تو نے مجھ تک بھیجا تھا اور میں نے تیری راہ میں جہاد بھی کیا۔

تو اللہ تعالیٰ حضرت محمدؐ سے دریافت کرے گا کہ اس پر گواہ کون ہے؟ تو آں حضرتؐ فرمائیں گے اے پروردگار تبلیغ رسالت کے بارے تُو میں میرا گواہ ہے نیز تیرے فرشتے اور میری اُمّت کے نیکوکار افراد گواہ ہیں اور یہ گواہی کے لیے کافی ہیں۔ تو پھر ملائکہ کو طلب کیا جائے گا تو وہ گواہی دیں گے کہ حضرت محمدؐ نے تبلیغ رسالت کا فریضہ انجام دیا ہے۔ اس کے بعد اُمّت محمدیہ کو طلب کیا جائے گا اور ان سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا محمدؐ نے تم تک میری رسالت، میری کتاب، میری حکمت اور میرے علم کو پہنچا دیا اور تمھیں ان باتوں کی تعلیم دی تو وہ تبلیغ رسالت وحکمت اور علم کے بارے میں آں حضرتؐ کی گواہی دیں گے تو اللہ تعالیٰ حضرت محمدؐ سے مخاطب ہوکر فرمائے گا کہ کیا آپ نے اپنے بعد اپنی اُمّت میں کسی کو اپنا جانشین مقرّر فرمادیا تھا جو ان تک میری حکمت اور میرے علم کو پہنچائے، جو میری کتاب کا مفسّر ہو آپ کے بعد جن امور میں اختلاف رونما ہو وہ ان کی وضاحت کردے، وہ میری حجّت ہو اور زمین پر خلیفہ ہو تو آں حضرتؐ فرمائیں گے بے شک اے پروردگار میں نے ان کے درمیان علی بن ابی طالب کو چھوڑا ہے جو میرے بھائی، میرے وزیر، میرے وصی اور میری اُمّت میں سب سے بہتر ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں لوگوں کے لیے علیؑ کو بطور سردار مقرّر فرما دیا اور میں نے لوگوں کو ان کی اطاعت کی جانب دعوت دی اور اپنی اُمّت میں انھیں اپنا جانشین مقرّر کیا انھیں ایسا امام بنایا کہ میرے بعد قیامت تک اُمّت جن کی اقتدا کرتی رہے گی۔

اس وقت علی بن ابی طالب کو طلب کیا جائے گا اور ان سے سوال کیا جائے گا کیا محمدؐ نے آپ کو وصی بنایا تھا اور اُمّت میں اپنا جانشین مقرّر فرمایا تھا اور اُمّت کے لیے اپنی زندگی میں آپ کو سردار بنادیا تھا اور کیا آپ نے اُمّت کے درمیان آں حضرتؐ کے بعد قیام فرمایا تھا تو حضرت علیؑ اللہ کو جواب دیں گے ہاں اے میرے پروردگار حضرت محمدؐ نے مجھے وصی بنایا تھا اور اپنی اُمّت میں مجھے جانشین مقرّر فرمایا تھا اور اپنی زندگی میں مجھے ان کا سردار بنا دیا تھا جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو تو نے اپنے پاس بلا لیا تو ان کی اُمّت نے میرا انکار کیا، مجھ سے مکر کیا مجھے کم زور بنادیا اور مجھے قتل کردینا چاہتے تھے، وہ مقدم کو مؤخّر اور مؤخّر کو مقدم کررہے تھے اور میری بات پر کوئی دھیان نہیں دے رہے تھے اور انھوں نے میری اطاعت نہیں کی تو میں نے تیری راہ میں ان سے قتال کیا یہاں تک کہ انھوں نے مجھے قتل کرڈالا۔

تو پھر علیؑ سے سوال ہوگا کیا آپ نے اپنے بعد اُمّت محمدیہ میں کسی کو بطور حُجّت چھوڑا ہے اور زمین میں خلیفہ مقرّر فرمایا ہے جو بندوں کو میرے دین کی جانب دعوت دے اور میرے راستے پر چلائے تو علیؑ فرمائیں گے بے شک ہاں اے میرے پروردگار میں نے ان کے درمیان اپنے بیٹے اور تیرے نبی کے نواسے حسنؑ کو چھوڑا ہے تو پھر حسینؑ کو بلایا جائے گا اور ان سے وہی سوال کیا جائے گا جو علیؑ سے کیا گیا تھا اس کے بعد ہر ہر امام کو طلب کیا جائے گا اور وہ سب کے سب اپنی اپنی حُجّتیں پیش کریں گے اللہ ان کی معذرت کو قبول کرے گا اور ان کی حجّت کو

تسلیم کرے گا۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا اس کے بعد ارشاد باری ہوگا: هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ [1]

تفسیر عیّاشی میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قرآن کی بعض آیتیں بعض کو منسوخ کرتی ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جو حکم دیا گیا ان میں سے آخری حکم کو لینا چاہیے۔ اور سب سے آخر میں جو سورہ نازل ہوا وہ سورۂ مائدہ ہے اس سورے نے اپنے ماقبل احکام کو منسوخ کر دیا اور اس کی باتوں کو کسی سورے نے منسوخ نہیں کیا۔ یہ سورہ جب آں حضرتؐ پر نازل ہوا تو آپ شہباء نامی خچر پر سوار تھے اور وحی کا بوجھ محسوس ہوا تو سواری رک گئی اور خچر کا شکم زمین سے لگنے لگا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر بیہوشی طاری ہونے لگی تو آپؐ نے اپنا دست مبارک شیبہ بن وھب جمحی کے بالوں پر رکھ دیا اس کے بعد یہ کیفیت ختم ہوگئی اور آں حضرتؐ نے ہمیں سورۂ مائدہ پڑھ کر سنائی اس پر رسول اکرمؐ نے خود بھی عمل کیا اور ہم نے بھی عمل کیا۔ [2]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ سورۂ مائدہ مکمّل نازل ہوا اور اس سورت کے ساتھ ستّر لاکھ فرشتے نازل ہوئے۔ [3]

کتاب ثواب الاعمال میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جو شخص بروز جمعرات سورۂ مائدہ کی تلاوت کرے گا تو اس کا ایمان ظلم سے آلودہ نہیں ہوگا اور اگر اللہ نے چاہا تو وہ کبھی بھی شرک نہیں کرے گا۔ [4]

---

(۱) تفسیر قمّی، ج ۱ ص ۱۹۱۔ ۱۹۳ (۲) تفسیر عیّاشی، ج ۱ ص ۲۸۸ ح ۲

(۳) مجمع البیان، ج ۳۔ ۴ ص ۱۵۰ (۴) ثواب الاعمال، ص ۱۰۵

تصدیق نامہ

میں نے ادارہ نشر دانش، نیو جرسی، امریکا کے مطبوعہ قرآن پاک کی تفسیر صافی (جلد دوم) سورۂ آل عمران تا سورۂ مائدہ کو بغور پڑھا اور اس کے متن کے تمام اعراب کو چیک کیا۔ اس میں جو اغلاط تھیں، وہ درست کردی گئی ہیں۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورۂ بالا قرآنِ پاک کی یہ تفسیرِ صافی اغلاط سے پاک ومنزّہ ہے۔

المصدق

سید محمد عظمت علی نوری
ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر
(محکمہ اوقاف سندھ) کراچی